وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ

مِیثَاقَ النَّبِیِّینَ

لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَةٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿ال عمران ۳ : ۸۱﴾

دنیا کی جملہ مذہبی کتب میں نوید

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا عبدالحق ودّیارتھی

دارُالاشاعت کتبِ اسلامیہ

۱۷۔ مولانا آزاد روڈ جیکب سرکل بمبئی ۱۱

www.abdulhaq.info/books/

ھدیۂ عقیدت

الحمد للہ دن بھر کے ضیاع کے بعد شام کی ایک مختصر سی ساعت حضور

ختم المرسلین میثاق النبیین سے محبت کرنے کی نصیب ہوئی۔

اس ھدیۂ حقیر کو پذیرا کریں حضور

اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ اس ہدیہ کے صدقہ

میں ہم مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے راستی پسند اصحاب کے دلوں میں

حضور رحمۃ للعالمین کی محبت القا ہو۔ آمین

عبد الحق ودیارتھی

۱۸۔ دسمبر ۱۹۳۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور
۵۔ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن
لاہور ۱۶ (پاکستان)

اجازت نامہ

ہم نے اس کتاب کی طباعت واشاعت کے جملہ حقوق دارالاشاعت کتب اسلامیہ بمبئی کے نام محفوظ کر دیئے ہیں۔ اس کتاب کو اب ہندوپاک میں کوئی دوسرا ادارہ بلا اجازت شائع کرنے کی زحمت نہ کرے۔ ورنہ دارالاشاعت کتب اسلامیہ بمبئی کو قانونی کاروائی کا حق ہے۔

جنرل سکریٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

فہرست مضامین

	مقدمہ	۲۵
۱	مصنّف کا تعارف	۲۸
۲	آنحضرت صلعم کے صدق دعویٰ پر دو قسم کی شہادت	۳۰
۳	اللہ تعالیٰ کی شہادت	۳۱
۴	آپ صلعم پر ایمان مذاہب عالم میں رشتہ اتحاد پیدا کرتا ہے	۳۳
۵	رب العالمین کا تصوّر صرف قرآن شریف نے پیش کیا	۳۴
۶	اللہ تعالیٰ کی شہادت آپ کے ساتھ نصرۃ الٰہیہ کے رنگ میں	〃
۷	کل انبیاء عالم کا موعود نبی	۳۵
۸	حضور صلعم کے حق میں عالم کتاب کی شہادت	۳۸
۹	ختم نبوّت پر ایک زبردست شہادت	۴۱
۱۰	ختم نبوّت کے بعد اجراء نبوّت فسادات کا موجب ہے۔	۴۲
۱۱	ختم نبوّت کے بعد اجراء نبوّت سے تین قسم کے فتنے	۴۳
۱۲	ہنود۔ یہود۔ بدھ۔ پارسی اور عیسائی حضرات پر اتمام حجت	۴۵
۱۳	بشارات آنحضرت صلعم کی خصوصیات	۴۶
۱۴	پیشگوئیوں میں چند ایک مفاہمتیں	۴۷

پارسی کتب میں تویدا آنحضرت صلعم کی پیشگوئیاں

		۴۹
		〃
۱۵	پارسی مذہب کی مستند کتب پر نظر	۴۹
۱۶	زرتشتی تعلیمات کا تعلق مذاہب غیر سے	۵۰

۱۷	زرتشت مذہب کی تعلیم	۵۱
۱۸	جناب زرتشت نے آنحضرتؐ اور ان کے صحابہؓ کی تعریف کی	۵۲
۱۹	زرتشتی مذہب کی وہ تعلیم جسکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے تصدیق کی	۵۳
۲۰	جناب زرتشت کی آنحضرتؐ کے حق میں پیشگوئیاں	۵۸
۲۱	جناب زرتشت کی دو اور زبردست پیشگوئیاں	۶۲
۲۲	چوتھی پیشگوئی اصحاب آنحضرتؐ کی بے نظیر قدوسیت	۶۳
۲۳	پانچویں بشارت حضور کی بعثت پر آتشکدوں کا سرد ہوجانا	//
۲۴	دساتیر پارسیاں میں پیغمبر عرب کی بشارت	۶۵
۲۵	آنحضرت صلعم نے زرتشتی مذہب کی کیا اصلاح کی ؟	۷۱

اہل ہنود کی کتب مقدسہ میں بشارات رسول اللہؐ ۷۴

۲۶	ہندو مذہب کی کتب پر طائرانہ نگاہ	//
۲۷	مہرشی ویاس کی حضور صلعم سے عقیدت	۷۷
۲۸	مہرشی ویاس جی کی ایک اور مفصّل پیشگوئی :۔	۸۲
۲۹	آریہ دھرم کی موجودگی میں اسلام کی ضرورت	۸۵
۳۰	حضرت محمدؐ کے مقدس نام کا ذکر الوّپا اللہ اپنشد میں	۸۸
۳۱	اتھروید میں آنحضرتؐ کی بشارات	۹۶
۳۲	کنتاپ (سوکت) میں مکّہ معظمہ کی طرف اشارہ	//
۳۳	کنتاپ سوکت کا پہلا منتر آنحضرتؐ اسم مبارک	۹۸
۳۴	وید کی رو سے حضور شہزادۂ امن ہیں	۱۰۱
۳۵	دشمنوں کی کثرت میں آپؐ کی حفاظت کی بشارت	۱۰۲
۳۶	وید کا سانڈنی سوار رشی	۱۰۳
۳۷	متعدد ازدواج کا ذکر	۱۰۵

۳۸	آسمان کا سیر کرنے والا رشی	۱۰۵
۳۹	وید میں پیارے رشی کا پیارا نام	۱۰۶
۴۰	حضور کے ۱۰۱ اصحابہ سابقون الاولون	۱۰۸
۴۱	آپ کے عشرہ مبشرہ کا وید میں ذکر	۱۰۹
۴۲	اصحاب بدر کا شمار اور ان کی مدح	۱۱۰
۴۳	حضور کی آخری کامیابی دس ہزار قدوسیوں کا ملنا	۱۱۱
۴۴	حضور کے شجرہ طیبہ کو بکثرت پھل لگنے کا وعدہ	۱۱۴
۴۵	چودھواں نشان عین میدان جنگ میں نماز	۱۱۵
۴۶	پندرھواں نشان تبلیغ احکام الٰہی کا حکم	۱۱۶
۴۷	سولہواں نشان لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ	۱۱۷
۴۸	سترھواں نشان امن عالم کا قیام	۱۱۸
۴۹	اٹھارھواں نشان عرب میں کامل شریعت	۱۱۹
۵۰	انیسواں نشان صداقت اسلام کا معیار	۱۲۰
۵۱	بیسواں نشان سوتے سے جگا کر تبلیغ کا حکم	۱۲۲
۵۲	اکیسواں نشان حضور کی بے نظیر سخاوت	۱۲۴
۵۳	بائیسواں نشان ویدک رشی کی حضور پر درود	۱۲۶
۵۴	تیئسواں نشان ویدک رشی کی نعت رسول	۱۲۷
۵۵	وید کے ۲۳ بیان کردہ نشانات کا خلاصہ	۱۲۸
۵۶	چوبیسواں بشارت جنگ احزاب کا وید میں ذکر	۱۲۹
۵۷	صحابہ کرام کی بے نظیر بہادری کا ذکر	۱۳۰
۵۸	جنگ احزاب کا ذکر کتب غیر مذاہب میں	۱۳۱
۵۹	اسم احمد ذکر وید میں	۱۳۲
۶۰	جنگ احزاب میں دس ہزار دشمنوں پر کامیابی کی بشارت	۱۳۲

۶۱	احمد صلعم کی عبادت کا اعجاز	۱۳۳
۶۲	دس ہزار دشمن کون تھے؟	۱۳۳
۶۳	دس ہزار دشمنوں کا فرار	″
۶۴	لشکر احزاب کے فرار کی وجہ وید میں	۱۳۴
۶۵	جنگ احزاب کی پیشگوئی کا استقصاء	۱۳۵
۶۶	چھبیسویں پیشگوئی جنگ احزاب کے بعد	۱۳۶
۶۷	یہود کے قلعوں کی تسخیر کا ذکر وید میں	۱۳۷
۶۸	وید منتر کی واقعات کے ساتھ مطابقت	۱۳۸
۶۹	چھبیسویں پیشگوئی فتح مکہ میں دشمن کی شکست	۱۴۰
۷۰	تین ویدوں کی ایک مشترکہ شہادت	۱۴۳
۷۱	چاند کے غروب اور طلوع شمس کی پیشگوئی	۱۴۶
۷۲	جنگِ بدر کی پیشگوئی	۱۴۸
۷۳	دس ہزار صحابہ والا مامح رشی	۱۴۹
۷۴	وید میں مکہ معظمہ اور کعبہ اسلام کا ذکر	۱۵۱
۷۵	اسمٰعیل ذبیح کی قربانی کی یادگار	۱۵۲
۷۶	قربان گاہ اسمٰعیل پر نزول برکات	۱۵۳
۷۷	ایک خاص نشان وید میں کعبۃ اللہ کا	۱۵۴
۷۸	کعبۃ اللہ کے حج کا مقصد	۱۵۵
۷۹	خدائے واحد کی پرستش کا گھر	۱۵۶
۸۰	حرم کعبہ کے خاص نشانات	۱۵۷
۸۱	تعمیر کعبہ کا لفظی خاکہ وید میں	″
۸۲	کعبہ انوار الٰہی سے محیط ہے	۱۵۸
۸۳	اتھر وید کے آٹھ منتروں پر تبصرہ	۱۵۹

۸۴	سام وید پر طائرانہ نگاہ	۱۶۰
۸۵	سام وید میں احمد رسول اللہ کی بشارت	"
۸۶	گایتری میں سراجاً منیرا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارت	۱۶۴
۸۷	گایتری میں آنے والے سراجاً منیرا کی قلمی تصویر	۱۷۰
۸۸	مرغ کی اذان سراجاً منیر کے آنے کا اعلان ہے	۱۷۹
۸۹	سراجاً منیرا کا ظہور کب ہوگا ؟ اور اس کا مصداق کون ؟	۱۸۰
۹۰	خلاصۂ بحث	۱۸۲

بدھ مذہب کی کتب میں نوید آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

۹۱	بدھ نام کی وجہ تسمیہ	۱۸۵
۹۲	مہاتما بدھ کی زندگی کا پہلا واقعہ	۱۸۵
۹۳	" " " کا دوسرا واقعہ	۱۸۸
۹۴	" " " " کا تیسرا واقعہ	۱۸۹
۹۵	" " " " کا چوتھا واقعہ	۱۹۰
۹۶	" " " " کی سیرت کا پانچواں منظر	۱۹۱
۹۷	" " " " کے اسوۂ حسنہ کا چھٹا درس	۱۹۲
۹۸	" " " " کا ساتواں واقعہ حصول نروان	۱۹۳
۹۹	بدھ مذہب کی کتب	۱۹۴
۱۰۰	بدھوں کی فرقہ بندی	۱۹۵
۱۰۱	بدھ بحیثیت مصلح ویدک دھرم	۱۹۷
۱۰۲	بدھ مذہب اور رسول مصدق	۱۹۹
۱۰۳	نور ایشیا (مہاتما بدھ) کی نور مبین (آنحضرت صلعم) کے متعلق بشارت	۲۰۰
۱۰۴	دنیا کے دکھوں کے لئے نسخۂ شفا	۲۰۶

۱۰۵ کیا اس شہد سے مراد مادی شہد ہے؟ ۲۱۰
۱۰۶ تتھاگتا، اعظم یا انبیاءؑ کے نمونہ پر چلنے والا رسول ۲۱۱
۱۰۷ رؤف الرحیم نبیؐ کا ذکر مہاتما بدھ کے لسانِ حیات ۲۱۳

مشہور مذاہب عالم میں میتیا کی پیشگوئی کی اہمیّت

۱۰۸ بعد کے بدھوں میں اس پیشگوئی کی شہرت ۲۱۶
۱۰۹ میتیا کے معنی سنسکرت اور پالی لغت میں ۲۱۷
۱۱۰ میتیا کے نام کے مستحق آنحضرتؐ ۲۱۸
۱۱۱ آنحضرتؐ کے میتیا نام مستحق ہونے کی دوسری وجوہات ۲۱۹
۱۱۲ میتیا کی دوسری صفات اور آنحضرتؐ ۲۲۰

پیغام الٰہی کی بے نظیر حفاظت

۱۱۳ پیغامِ حق ۔ قلوب انسانی پر اس کا اثر ۔ صداقتوں کا کھلنا ۲۲۲
۱۱۴ حفاظ کے سینوں میں نقشِ قرآن ۲۲۳
۱۱۵ نزول کے ساتھ ہی کتابت قرآن ۲۲۵
۱۱۶ آپؐ کے ساتھ ہزارہا صحابہ کی جماعت ۲۲۶
۱۱۷ میتیا موعود کی شناخت مہاتما بدھ کی زبان ۲۲۷
۱۱۸ تمام مخلوقات پر شفقت ۲۲۸
۱۱۹ آنحضرتؐ کا سلامتی والا یا مسلم ہونا ۲۳۰
۱۲۰ راحت اور آرام کی نیند سونے والا ۲۳۱
۱۲۱ حضورؐ کا تدبّر ۔ جسے بری خوابیں نہ آئیں ۔ اس پر ملائکہ کی حفاظت ہو ۔ ۲۳۲
۱۲۲ نسل انسانی سے بیحد محبت ۔ زہریلی اشیا سے بے خوف ۔ ۲۳۳
۱۲۳ جنگ کی شدت میں محفوظ رہنا ۔ آگ اور پانی کے ضرر سے محفوظ ۔ ۲۳۴

۱۲۴ دنیا میں کامیاب اور وفات پر بہشت ۲۳۴

معلم اخلاق بدھا اور صاحب خلق عظیم

۱۲۵ دھمہ پد میں اخلاق میتریا ۲۳۶
۱۲۶ آپؐ کا صدیق ہونا ۲۳۷
۱۲۷ سیرت رسولؐ کا ایک اور امتیازی پہلو ۲۳۸
۱۲۸ آپؐ کا خوددار ہونا ۲۴۰
۱۲۹ آپؐ کی نرم گفتاری ۔ آپؐ کا شریف ہونا ۔ آپؐ میں غرور اور تکبر نہ ہونا ۲۴۱
۱۳۰ آپؐ کا دوسروں کو دھوکا نہ دینا ۲۴۲
۱۳۱ آپؐ کا کسی حیثیت میں بھی دوسروں کو حقیر نہ سمجھنا ۲۴۳
۱۳۲ آپؐ کا مغلوب الغضب نہ ہونا ۲۴۴
۱۳۳ آپؐ کا دوسروں کے نقصان پر خوش نہ ہونا ۔ مخلوق پر ماں کی طرح مہربان ہونا ۲۴۵
۱۳۴ آپؐ کا ہر وقت نیک تدبیر ہونا ۔ آپؐ کا دوسروں کے لئے بہترین نمونہ ہونا ۔ ۲۴۶
۱۳۵

بشارت میتریا کی عالمگیر شہرت

۱۳۶
۱۳۷ میتریا کی پیشگوئی کے ماخذ ۲۵۱
۱۳۸ بدھ کتب میں مشہور شاگردان بدھ کی پیشگوئی کی روایت ۲۵۳
۱۳۹ مہاتما بدھ کے دوسرے شاگرد آنند کی روایت ۲۵۴
۱۴۰ مہاتما بدھ کی آخری وصیت ۲۵۵
۱۴۱ کن بدھ مذاہب کی کتب میں میتریا کی پیشگوئی موجود ہے ۲۵۹
۱۴۲ میتریا کے بت ۲۶۲
۱۴۳ ہوان سانگ چینی کا میتریا سے عشق ۲۶۵
۱۴۴ ایک اور چینی رئیس کی میتریا سے عقیدت ۲۶۷

۱۴۵ چین کا دوسرا سیاح فاہیان میتریا کی تلاش میں ۲۶۸
۱۴۶ جزیرہ جاوا میں میتریا کے بُت ۲۷۱
۱۴۷ لنکا یعنی سیلون میں اس کی یادگاریں //
۱۴۸ تبت میں میتریا کی ۸۰ فٹ بلند یادگار ۲۷۲
۱۴۹ وسط ایشیا میں ایک مندر اور کتبہ // //
۱۵۰ آنے والا بُدھ خاتم النبیین ہوگا ۲۷۳
۱۵۱ میتریا سے بدھوں کا عشق ۲۷۵
۱۵۲ ضروری حوالجات کا مختصر خلاصہ ۲۷۶

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت

۱۵۳ صحیفۂ آدم کی کہانی ۲۸۸
۱۵۴ شیطان کا سر کچلنے والا موعود ۲۸۹
۱۵۵ مسیح موعود کی شہادت کہ وہ میرے بعد آئے گا ۲۹۲
۱۵۶ حضرت حنوک کون تھے؟ ۲۹۲
۱۵۷ حضرت ادریسؑ کا دس ہزار قدوسیوں والا خداوند ۲۹۵
۱۵۸ حضرت نوحؑ کی ژند اوستا اور بائیبل میں مسلم شخصیت ۲۹۶
۱۵۹ آثار بابل بائیبل اور ہندوؤں کی مستند کتب میں آنے والا طوفان کی پیشگوئی ۲۹۷
۱۶۰ طوفان کے تمام قصوں سے آئندہ کی پیشگوئی کے متعلق کیا معلوم ہوتا ہے؟ ۲۹۹
۱۶۱ بدی کے طوفان سے بچانے والی کشتی ۳۰۱
۱۶۲ اس کشتی سے مراد وید یا ویدک دھرم نہیں ۳۰۵
۱۶۳ وہ ناخدا آریہ نہ ہوگا بلکہ عربی ہوگا ۳۰۶
۱۶۴ سو بیویوں والی کشتی سے مراد قرآن مجید ہے ۳۰۶
۱۶۵ اقوام عالم کے باپ حضرت ابراہیم کی بشارت ۳۰۸

۱۶۶ کل دنیا کا ایک معلم روحانی ۳۱۲

۱۶۷ "شیلوم" سے کیا مراد ہے ۳۱۶

۱۶۸ حضرت مسیح کا جعلی نسب نامہ ۳۱۸

۱۶۹ ایک عیسائی کا افشائے راز یوسف موعود مسیح نہیں ہو سکتا ۳۱۹

۱۷۰ انجیل نویسوں کی ناکامی ۳۲۰

۱۷۱ انجیل نویسوں نے ٹھوکر کیا کھائی ۳۲۱

۱۷۲ اس پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح نہ تھے ۳۲۲

۱۷۳ اس پیشگوئی کے مصداق آنحضرتؐ ہیں ۳۲۲

۱۷۴ آنحضرتؐ کے مثیل یوسف ہونے پر واقعات کی شہادت ۳۲۳

۱۷۵ پیشگوئی کے اصل الفاظ میں ایک نکتہ ۳۲۶

۱۷۶ وہ دلائل جن سے ثابت ہے کہ مصداق بشارت آنحضرتؐ ہیں ۳۲۷

ید بیضا ہیں لمعاتِ رسولِ مدنی

۱۷۷ مثیل موسے کی بشارت کا لفظی ترجمہ ۳۳۱

۱۷۸ یہ ایک پیش گوئی ہے ۳۳۳

۱۷۹ پیش گوئی نبی کے متعلق ہے ״

۱۸۰ وہ نبی بنی اسماعیل میں سے ہوگا۔ ״

۱۸۱ مسیح مثیل موسے کیوں نہیں؟ ״

۱۸۲ اسماعیلی اسرائیلیوں کے بھائی ہیں ۳۳۴

۱۸۳ مسیحی حضرات کے دعوی کی تردید ۳۳۵

۱۸۴ مسیح کے زمانے میں اور آپ کے بعد وہ نبی کا انتظار ۳۳۷

۱۸۵ آنحضرتؐ کی موسےؑ سے مماثلت ۳۳۸

۱۸۶ مماثلت موسے ثانی ۳۳۹

۱۸۷	جو کچھ خدا اسے فرمائے گا وہ سب کہہ دے گا	۳۴۰
۱۸۸	مخالفوں کا سزایاب ہونا افترا کرنے پر وعید توحید کا واعظ	۳۴۱
۱۸۹	اس کی پیشگوئیاں پوری ہوں گی۔ سچے نبی کے دشمنوں کو اس سے ڈرنا چاہیے۔	۳۴۲
۱۹۰	مثیل موسیٰ موسیٰ سے بڑھ کر کامیاب	۳۴۳
۱۹۱	حضرت موسیٰؑ کا یثرب (مدینہ) میں آنا	۳۴۵
۱۹۲	شہر مدینہ کی وجہ تسمیہ	۳۴۸
۱۹۳	اسم موسیٰ عربی زبان کا لفظ ہے	۳۴۹
۱۹۴	آنحضرتؐ نے خود مثیل موسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا	۳۵۰
۱۹۵	جناب موسیٰؑ کی آخری وصیت میں بشارت	۳۵۱
۱۹۶	خداوند طور سینا سے آیا	۳۵۲
۱۹۷	خداوند کا کوہ شعیر پر طلوع	۳۵۳
۱۹۸	فاران کی چوٹیوں پر خداوند کی جلوہ گری	۳۵۴
۱۹۹	فاران مکہ معظمہ کے پہاڑ کا نام ہے	۳۵۵
۲۰۰	حضورؐ کی دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آمد	۳۵۸
۲۰۱	عبرانی کے اصل الفاظ پر بحث	۳۵۹
۲۰۲	داہنے ہاتھ میں آتشی شریعت رکھنے والا نبی	۳۶۰
۲۰۳	یہ پیشگوئی جناب مسیح کے متعلق نہیں	۳۶۰

کوہ شعیر پر آنحضرت صلعم کے متعلق نبوت

۲۰۴	حضرت ایوبؑ کی بشارت	۳۶۱
۲۰۵	حضورؐ کے مماثلت بہ ایوبؑ	۳۶۲
۲۰۶	خروج دجال کی پیشگوئی	۳۶۳
۲۰۷	الواح بابل اور وید سے اس بشارت کی تائید	۳۶۶

۲۰۸ اس پیشگوئی کا مصداق ۳۶۷

آنحضرت صلعم کی شان میں حضرت داؤد کے زبور

۲۰۹ داؤد کے متعلق بشارت ۳۷۰
۲۱۰ آنحضرتؐ کے بنی اسرائیل پر احسانات ۳۷۲
۲۱۱ بنی اسرائیل کا تفرقہ مٹانے والا داؤد موعود ۳۷۳
۲۱۲ یہودہ "صدقیتنو" یا مصدق انبیاءؑ کی بشارت ۳۷۷
۲۱۳ خداوند کے نام سے آنے والا خاتم النبیین // //
۲۱۴ مساکین اور یتامیٰ کا مولیٰ ۳۷۸
۲۱۵ سات مرتبہ پاک و رصاف کیا ہوا قرآن مجید ۳۷۹
۲۱۶ صحابہ کرام اور مومنین کی صفات زبور میں ۳۸۰
۲۱۷ ارض مقدس کے وارث مسلمان ہوں گے ۳۸۱
۲۱۸ ظالموں پر ہلاکت اور صادقوں پر سلامتی ۳۸۱
۲۱۹ اس کے حق میں صدا دعا ہوگی۔ ہر روز اس کی مبارکباد کہی جاویگی ۳۸۱
۲۲۰ ختم نبوت پر ایک فیصلہ کن بشارت ۳۸۲

حضرت سلیمان علیہ السلام کا محبوب محمدیم

۲۲۱ غزل الغزلات کی پیشگوئی پر بحث ۳۸۴
۲۲۲ لفظ محمدیم پر علماء نصاریٰ سے بحث ۳۸۷
۲۲۳ حضرت سلیمان علیہ السلام کا محبوب بنی اسماعیل ہوگا ۳۸۸
۲۲۴ پیشگوئی میں حرم کعبہ کی تعریف ۳۸۹
۲۲۵ نیا یروشلم مکہ معظمہ میں ہے ۳۹۰
۲۲۶ اقوام عالم کا کعبۂ مقصود محمدؐ کی ذات ہے ۳۹۳

۲۲۷	حضرت سلیمانؑ کی پیشگوئی پر علماءِ یہود سے مذاکرہ	۳۹۴
۲۲۸	غزل الغزلات کی دوسری پیشگوئی	۳۹۵
۲۲۹	ہمارے حق میں علماءِ یہود کی شہادت	۳۹۶
۲۳۰	یہودی فاضل کی دوسری تنقید کا جواب	۳۹۷
۲۳۱	کیا لفظ محدیم جمع کا صیغہ ہے؟	۳۹۸
۲۳۲	اس پیشگوئی کے متعلق یہود اور مسیحی صاحبان کا اضطراب	۴۰۰
۲۳۳	یہودی فاضل کی صریح غلطی	۴۰۰
۲۳۴	اسباط اسرائیل کا شرف محمد رسول اللہ کے قدموں میں	۴۰۲
۲۳۵	پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت	۴۰۳
۲۳۶	بنی اسرائیل کو شرف عرب میں ملے گا	۴۰۳
۲۳۷	ان کی شرافت کو واپس لانے والا خاتم النبیین ہوگا	۴۰۴
۲۳۸	بنی اسرائیل کو نجات دہندہ مسلم کہلائے گا	۴۰۴
۲۳۹	وہ داؤد علیہ السلام کے تخت پر قابض ہوگا	۴۰۵
۲۴۰	نبی موعود بنی اسمٰعیل میں سے ہوگا	۴۰۶
۲۴۱	پیشگوئی کے متعلق نصاریٰ کی گمراہی	۴۰۷
۲۴۲	یشی سے مراد حضرت اسمٰعیلؑ ہیں	۴۰۸
۲۴۳	ایک جھنڈے کے نیچے اقوام عالم کا اجتماع اور مدینہ کا ذکر	۴۰۹
۲۴۴	اسرائیل کی پراگندہ بھیڑیں اسلام میں	۴۱۰
۲۴۵	یسعیاہ نبی کا عرب کی بابت الہامی کلام	۴۱۰
۲۴۶	بشارت ملک عرب کے متعلق ہے	۴۱۱
۲۴۷	ہجرت کرنے والوں کے استقبال کا حکم	۴۱۲
۲۴۸	ہجرت کرنے والوں کی مظلومی	۴۱۲
۲۴۹	ہجرت کے ایک سال بعد بنی قیدار کے زوال کی پیشگوئی	۴۱۳

۲۵۰	یسعیاہ کی نبوت میں قرآن مجید کا ذکر	۴۱۵
۲۵۱	قرآن مجید کا نزول ایک جگہ نہ ہوگا	۴۱۶
۲۵۲	قرآن مجید کی زبان عربی ہوگا	۴۱۷
۲۵۳	دکھوں سے نجات دلانے والی کتاب	۴۱۷
۲۵۴	کتاب کا ایک امی کو دیا جانا	۴۱۸
۲۵۵	بشارت یسعیاہ میں کعبۃ اللہ کا ذکر	۴۲۰
۲۵۶	پیشگوئیوں کا استقصاء	۴۲۱
۲۵۷	بیت اللہ کی تعمیر	۴۲۱
۲۵۸	صیہون سے مراد	۴۲۲
۲۵۹	صیحوں موعود کی خصوصیات	۴۲۲
۲۶۰	ایک آزمایا ہوا موٹا پتھر	۴۲۴
۲۶۱	کونے کے سرے کا پتھر یا خاتم النبین	۴۲۴
۲۶۲	اس پر ایمان لانے والا کیوں شرمندہ نہ ہوگا	۴۲۴
۲۶۳	صراط مستقیم کونسا مذہب ہے	۴۲۵
۲۶۴	ان کے مخالفین کا انجام	۴۲۵
۲۶۵	بیت اللہ کے نشانات	۴۲۶
۲۶۶	صحرا بے نشان میں صراط مستقیم	۴۲۷
۲۶۷	نبی موعود مصریوں سے نیک سلوک کرے گا	۴۲۹
۲۶۸	قیدار کی بستیوں کا اعلائے اسلام	۴۳۱
۲۶۹	صحراء عرب کی روحانی آبپاشی	۴۳۲
۲۷۰	کعبۃ اللہ کے متعلق بشارت	۴۳۳
۲۷۱	بنی اسرائیل پر رحمۃ للعالمین کی رحمت	۴۳۳
۲۷۲	تخت داؤدؑ کے وارث مسلمان	۴۳۴

۲۷۳ شریعت اسلامیہ کے نشانات ۴۳۵

۲۷۴ کعبۃ اللہ کے انوار اور برکات ۴۳۵

۲۷۵ مکہ معظمہ میں اونٹوں کا بکثرت آنا ۴۳۷

۲۷۶ کعبۃ اللہ میں بنو قیدار کا اجتماع ۴۳۸

۲۷۷ ہر وقت کھلا رہنے والا بیت اللہ ۴۳۸

۲۷۸ یہود کے لئے باب نجات ۴۳۹

۲۷۹ عرب کی سرزمین سے شرک ۴۴۰

۲۸۰ بیت اللہ کا نیا نام رکھا جائے گا ۴۴۱

۲۸۱ پیشگوئی میں امت مسلمہ کا ذکر ۴۴۱

یرمیاہ نبی کی آنحضرت صلعم کے حق میں نبوۃ

۲۸۲ سرزمین عرب سے بت پرستی دور ہوگی ۴۴۴

۲۸۳ مکہ معظمہ اتحاد اقوام کا مقام ہوگا ۴۴۶

۲۸۴ قوم عرب کی شجاعت ۴۴۷

۲۸۵ بنو نضیر یہودی کیوں مسلمان نہ ہوئے؟ ۴۴۸

۲۸۶ بنو نضیر کی ہلاکت کی پیشگوئی ۴۴۹

۲۸۷ بنو نضیر کی سرکشی کی پیشگوئی ۴۵۰

۲۸۸ بنو نضیر ۴۵۱

۲۸۹ اسلام کے بعد حسب پیشگوئی شریعت یہود منسوخ ہوگئی ۴۵۳

بشارات احمدیہ

۲۹۰ عمانوئیل موعود کون ہے ۴۵۵

۲۹۱ مجوسیوں کی شہادت ۴۵۷

۲۹۲	حقیقی ابن داؤد آنحضرتؐ ہیں	۴۵۹
۲۹۳	مصر سے آنے والا بیٹا	۴۶۱
۲۹۴	آسمانی شہادت	۴۶۲
۲۹۵	یوحنا آنحضرتؐ کا منادتھا	۴۶۷
۲۹۶	رسول معہود کون ہے؟	۴۷۸
۲۹۷	حقیقی بشر رسول کی آمد	۴۸۲
۲۹۸	خدا کی توحید کے لئے غیور نبی	۴۸۶
۲۹۹	قدیم تماثیل کا راز	۴۸۷
۳۰۰	اندھوں اور بہروں کو ہدایت دینا	۴۸۸
۳۰۱	بھائیوں کا بھائی کو رد کرنا	۴۸۴
۳۰۲	انگورستان کی تمثیل	۴۹۰
۳۰۳	مہنگ مولا کونے کا پتھر	۴۹۱
۳۰۴	رحمۃ اللعالمین	۴۹۲
۳۰۵	وہ ستایا گیا مگر اس نے اپنا منہ نہ کھولا	۴۹۳
۳۰۶	آزمائش میں پورا اترنے والا	۴۹۴
۳۰۷	فتح مکہ کی بین بشارت	۴۹۶
۳۰۸	اپنے وطن میں قبولیت	۴۹۷
۳۰۹	خداوند کی دعا میں قرآن کی شہادت	۴۹۹
۳۱۰	پہاڑی وعظ میں (خطبہ کوہِ زیتون)	۵۰۶
۳۱۱	خدا کی بادشاہت نزدیک آگئی	۵۰۹
۳۱۲	خدا کا برگزیدہ بندہ	۵۱۱
۳۱۳	جناب مسیح کی تمثیلیں	۵۱۳
۳۱۴	مضبوط بنیاد والا مکان کی تمثیل	۵۱۶

۳۱۵ دولہا اور دس کنواریاں ۵۱۷
۳۱۶ پرانے مشکوں میں نئی شراب ۵۱۸
۳۱۷ بیج بونے والے کی تمثیل ۵۱۹
۳۱۸ کڑوے دانے کی تمثیل ۵۱۹
۳۱۹ رائی کے دانے کی تمثیل ۵۲۰
۳۲۰ بادشاہت خمیر کے مانند ۵۲۱
۳۲۱ خفیہ خزانے اور بیش قیمت موتی ۵۲۱
۳۲۲ انگوری باغ کے مزدور ۵۲۱
۳۲۳ بڑے اور چھوٹے بیٹے کی تمثیل ۵۲۲
۳۲۴ انگورستان کے ٹھیکداروں کی تمثیل ۵۲۲
۳۲۵ قصر نبوّت کا آخری پتھر ۵۲۳
۳۲۶ کلیسیاء مسیحی کی فرضی چٹان ۵۲۴
۳۲۷ مصر قدیم کی اصل پیشگوئی ۵۲۷
۳۲۸ پطرس کے کرسی پر کلمۂ طیبہ ۵۲۹
۳۲۹ شہزادہ کی شادی ۵۳۰
۳۳۰ انجیر کے درخت کی تمثیل ۵۳۱
۳۳۱ گھر کا ہوشیار محافظ ۵۳۲
۳۳۲ دس کنواریوں کی تمثیل ۵۳۲
۳۳۳ عقلمند اور بیوقوف نوکر کی تمثیل ۵۳۳
۳۳۴ اناجیل اور قرآن مجید کی تماثیل پر تبصرہ ۵۳۳
۳۳۵ روح قدس کے حق میں برا معاف نہ ہوگا ۵۳۴
۳۳۶ ترقی کرنے والا دین اسلام ۵۳۵
۳۳۷ دیا جو شمعدان پر رکھا گیا ۵۳۶

۳۳۸ اچانک آنے والا ۵۳۸

۳۳۹ اندھے راہ دکھانے والے ۵۴۰

۳۴۰ دوسروں پر عیب نہ لگانے والا ۵۴۱

۳۴۱ اچھے درخت کا پھل ۵۴۲

۳۴۲ کسے زیادہ بخشا گیا؟ ۵۴۲

۳۴۳ میرا پڑوسی کون ہے؟ ۵۴۳

۳۴۴ آدھی رات کو آنے والا ۵۴۵

۳۴۵ بے وقوف دولتمند کا فخر بیجا ۵۴۵

۳۴۶ بے وقوف فلاسفر ۵۴۶

۳۴۷ انجیر کا بے پھل درخت ۵۴۷

۳۴۸ چھوٹے کو بڑائی دی جائے گی ۵۴۸

۳۴۹ حق و باطل کی جنگ میں کامیاب ۵۴۹

۳۵۰ نمکینی قائم رکھنے والے ۵۵۰

۳۵۱ گم شدہ بھیڑ ۵۵۱

۳۵۲ خدا سے غافل پیٹ کے پجاری ۵۵۱

۳۵۳ دولت کے نشے میں حق کا انکار ۵۵۲

۳۵۴ ابن آدم کی آمد کے لئے دعا ۵۵۲

۳۵۵ فلسفہ دعا سکھانے والا ۵۵۳

۳۵۶ آسمانی بادشاہت کی بشارت ۵۵۵

۳۵۷ بھیڑوں کا سچا چرواہا ۵۵۶

احمد عربی کی آمد کے متعلق بشارت

۳۵۸ فارقلیط کی آمد ۵۵۸

۳۵۹	لفظ فارقلیط پر بحث	۵۶۱
۳۶۰	فارقلیط کے معانی میں اختلاف	۵۶۳
۳۶۱	آنے والا موعود کن معنوں میں فارقلیط ہے	۵۶۴
۳۶۲	فارقلیط کسی شخص کا نام ہے یا نہیں	۵۶۵
۳۶۳	فارقلیط کی طرف ساری سچائی کی راہ	۵۶۷
۳۶۴	فارقلیط کے معانی پر وید کی گواہی	۵۷۲
۳۶۵	توراۃ انجیل اور وید کی پیشگوئی پر تبصرہ	۵۷۳

مقدّمہ

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کی پہلی اشاعت ۱۹۳۶ء میں ہوئی تھی۔ اسلامی دنیا میں اس کی فوری مقبولیت ہوئی اور اسے ایک عظیم کارنامہ تصوّر کیا گیا بعد میں اس کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا گیا اور طہران کے میگزین "دین و دانش" میں شائع کیا گیا۔ اس پہ ایک سیر کُن تبصرہ بغداد کے عربی جریدہ الہلال میں شائع کیا گیا۔ بہت عرصہ ہوا کہ جب علماءِ ازہر کا ایک وفد لاہور گیا تھا تو انہیں اس کتاب کی ایک کاپی ہدیہ کی گئی تھی۔ انہوں نے مصنّف کو اس کی نادر تحقیقات پر مبارک باد دی تھی۔ اس کتاب کی شہرت کا یہ حال تھا کہ کچھ بد دیانت پبلشروں اور مصنّفوں نے مصنّف کی اجازت کے بغیر اس کو نقل کیا۔ اس کتاب کا تنقیدی جائزہ ہانگ کانگ کے ایک یہودی اخبار "اسرائیل میسنجر" اور کلکتہ کے جریدے "اُپی پھانی (Epiphany)" نے چھاپا تھا اور مصنّف نے ان کے تمامی اعتراضات کا معقول جواب دیا تھا۔

اس موضوع پر لکھنے کے علاوہ مصنّف کو دیگر مذاہب کے رہنماؤں کے ساتھ بحث مباحثہ کرنے کے مواقع ملے۔ چنانچہ "احمد شتر سوار" والی پیش گوئی جس کا ذکر اتھرو وید میں ہے" کے متعلق ایک تفصیلی مباحثہ دیوان ہال دہلی میں تقسیم ملک سے پہلے ہوا تھا۔ طرف مخالف کا ہندو فاضل پیشگوئی کو تو جھٹلا نہ سکا تھا۔ لیکن یہ کہہ کر اس کی اہمیت کم کرنے کی ناکام کوشش کی تھی کہ یہ ویدوں میں بعد میں داخل شدہ چیز ہے۔

مصنّف کتاب حضرت مولانا عبد الحق ودیارتھی امام وقت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی رحمۃ اللہ علیہ کے اعلےٰ مرتبت مریدوں میں سے تھے۔ اور یہ امام وقت کی تعلیم کا فیضان تھا۔ جس نے ان کے قلب وذہن کو منور کر کے انہیں غیر مذاہب کی کتب مقدسہ کی ریسرچ کرنے کی راہ پر لگایا انہوں نے ان صحائف سے رسول کریم صلعم کی آمد کے متعلق پیشین گوئیوں کو اکٹھا کر کے شائع کرنے کے لئے محنت شاقہ اٹھائی۔ اور ان کے معتبر مسودات کا مطالعہ کرنے کے لئے طول

طویل سفر اختیار کئے۔ چنانچہ انہوں نے لندن کی برٹش میوزیم لائبریری۔ بودھوں کی مدراس کولمبو اور لنکا کی دوسری لائبریریوں حیدرآباد دکن سان فرانسس کو فلاڈلفیا اور نیو یارک کی لائبریریوں کو چھان مارا۔ چنانچہ عشق رسول صلعم کے جذبہ سے سرشار ہو کر جب ان کی یہ تصنیف پہلے پہل اردو زبان میں منصۂ شہود پر آگئی اور اس میں مذاہب غیر کی صحف مقدسہ کی پیش گوئیاں اصلی الفاظ میں پیش کی گئیں تو اردو داں طبقہ نے اس کی شاندار پذیرائی کی۔

اردو زبان میں اس کتاب کو شائع کرنے کے بعد مصنف مرحوم کو اس میدان میں اور تحقیقات کے مواقع ملے اور ان کی علمی معلومات میں بہت اضافہ ہوا۔ جسے انہوں نے انگریزی زبان میں شائع کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ پہلی ایڈیشن تو صرف تین سو صفحات پر مشتمل تھی۔ ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی۔ دوسری ایڈیشن کی اشاعت ۱۹۶۶ء سے لے کر ۱۹۷۵ء تک پندرہ سو صفحات پر مشتمل تین جلدوں میں ہوئی، اور اس طرح یہ تصنیف ایک ضخیم، بے نظیر انگریزی انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔

بے جا نہ ہوگا اگر ہم یہاں پر ان مشکلات کا ذرا ذکر کریں۔ جو راقم الحروف کو اس کتاب کی اشاعت میں درپیش آئیں۔ راقم الحروف ۱۹۷۵ء میں پاکستان گیا تھا۔ مگر اس وقت وہاں پہنچا جب حضرت مصنف کو وفات پائے ہوئے ایک مہینہ گذرا تھا۔ اور ان سے ملاقات کا شرف حاصل نہ ہو سکا۔ پھر جب کتاب کا ایک نسخہ حاصل کرنے کی سعی کی تو کہیں سے دستیاب نہ ہوا۔ آخر حضرت مصنف مرحوم کے صاحبزادے ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے مرحوم کی ذاتی لائبریری کو دیکھا تو ایک نامکمل نسخہ ملا جس کے کچھ صفحات غائب تھے۔ پھر دوسری لائبریری سے ایک اور نسخہ حاصل کر کے ان صفحات کی فوٹو اسٹیٹ کاپی لی گئی۔ یہاں ہندوستان آکر مسودے کو کاتب کے حوالے کیا گیا۔ لیکن کاتب نے بددیانتی کی کہ اجرت پوری لے لی اور کتابت نامکمل اور اغلاط سے پر تھی۔ جس کی وجہ سے اور محنت کرنی پڑی اور خرچ میں اضافہ برداشت کرنا پڑا۔ تاہم اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مشکلات پر قابو پانے کا حوصلہ عطا کیا۔

یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد اور تعلیمات کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ اس میں عشق رسول صلعم کے جذبہ کے تحت جس سے اس جماعت کے افراد سرشار ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق مذاہب غیر کی صحف مقدسہ میں مندرج پیشین گوئیوں کو اصلی الفاظ میں

پیش کر کے ان کی مدلّل تشریح کی گئی ہے۔

یہاں یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ عہدِ حاضر میں مجددِ وقت حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور جماعت احمدیہ لاہور ہی ہیں جنہوں نے اسلام کی تعلیم کے اس عالم گیر پہلو کی نشان دہی کی کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے انبیاء اور اپنی کتب کو تمام قوموں میں بھیجا۔ آپ نے بتلایا کہ یہ قدیم اصول محض بنی اسرائیل تک ہی محدود نہیں، جیسا کہ عام تصور تھا، بلکہ دیگر اقوامِ عالم مثلاً اہلِ ہند، چین، جاپان، ایران میں بھی الہامی کتب نازل ہوئیں۔ جو کسی نہ کسی شکل میں، بائیبل کی طرح اپنے پیروؤں میں آج بھی موجود ہیں۔

اسی بنیاد پر حضرت مولانا عبدالحق ودیارتھی رحؒ نے اپنی علمی تحقیق کی، کہ نہ صرف تورات و انجیل، بلکہ تمام صحفِ قدیمہ مثلاً ہندوؤں کے وید، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی پیشگوئیاں کرتے ہیں اور آپ کے زمانہ مبارک کے نشان بتلاتے ہیں، اور اپنے پیروؤں کو نبی آخر الزماںؐ کو ماننے کی تاکید کرتے ہیں۔

ہم مصنّف مرحوم کی اس عظیم تحقیقاتی کاوش کو ہندوستان میں شائع کر کے اردو داں طبقے کی علمی پیاس بجھانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ سے دست بدعا ہیں۔ کہ مصنّف کی کوشش نسلِ انسانی کے اتحاد کو جو ختمِ نبوت کا مقصد ہے۔ بڑھاوا دینے میں مد و معاون ثابت ہو۔ اور مصنّف مرحوم کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

ہم حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھیؒ کی اولاد اور ان لوگوں کے مشکور ہیں جنہوں نے موجودہ ایڈیشن کی طباعت کے لئے ایک معقول رقم فراہم کر کے ہماری مالی امداد کی۔

جزاکھم اللہ

مصنّف کا تعارُف

حضرت مولانا عبدالحق ودیارتھی رحمۃ اللہ علیہ یکم مئی ۱۸۸۸ء کو ہوشیارپور میں پیدا ہوئے ان کے والد بزرگوار شیخ غلام محمد صاحب مرحوم بھی احمدی تھے۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد مولانا مرحوم ریلوے کیرج ورکشاپ لاہور میں ملازم ہو گئے۔ اور ۱۹۰۶ء میں ایک رؤیاء کے بناء پر آپ نے خود حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ، بانی سلسلہ احمدیہ، کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

مئی ۱۹۱۴ء میں جب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا قیام عمل میں آیا تو آپ ورک شاپ کی ملازمت ترک کر کے دفتر انجمن میں محرر دوم کی اسامی پر تعینات ہوئے اور نومبر ۱۹۱۴ء میں جب اشاعتِ اسلام کالج کا قیام عمل میں آیا تو آپ اس میں داخل ہوئے۔ اور بعد ازاں تمام زندگی آپ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے مبلغ اور مشنریِ اسلام کی حیثیت سے اپنی قیمتی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ کا حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ امیر جماعت احمدیہ لاہور سے جو کہ اس دور کے سب سے عظیم عالم اور مصنفِ اسلام تھے، ان سے بہت گہرا اور محبتانہ تعلق تھا۔

۱۹۱۵ء میں انجمن نے انہیں سنسکرت کی تعلیم حاصل کرنے پر مامور کیا۔ انہوں نے محنت شاقہ کر کے اس زبان پر عبور حاصل کیا۔ چنانچہ آپنے مختلف مقامات پر آریہ سماج کے علماء سے بحث مباحثے نہایت کامیابی سے کئے چنانچہ مشہور فاضل ویدآریہ سماجی عالم رام چندر دہلوی کے ساتھ کئی معرکۃ الآرا مباحثے ہوئے۔ جن میں انہیں اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا کی مرحوم عربی، فارسی کے جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ یونانی، پالی انگریزی، عبرانی، سنسکرت، اور آرامی زبانوں کے بھی عالم تھے۔ ان کی سنسکرت دانی کا یہ عالم تھا کہ جمعیۃ العلماء ہند کے علماء مولانا احمد سعید اور مفتی کفایت اللہ صاحبان بھی ان سے مذہبی مقابلوں کے سلسلہ میں مفید مشورے لیتے تھے۔ سوامی شردھانند کی قیادت میں جو شدھی کی تحریک ہندوؤں نے شروع کی تھی۔ اس کے اثر کو روکنے میں مولانا مرحوم نے نہایت اہم خدمات انجام دی تھیں

یہاں تک کہ ملکانہ راج پوتوں کو مرتد ہونے سے بچا کر انہیں اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور کیا۔ سوامی دیانند مہاراج نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں جو گندے الزام اسلام پر لگائے تھے۔ ان کے رد میں ایک کتاب آئینہ حق نما لکھی جس میں الزامات کے صحیح جوابات دے کر ویدوں کے نقائص کو اجاگر کیا انہوں نے یجروید کا اردو ترجمہ کیا۔ اور دیگر کتب و رسالے لکھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اسرار و غوامض کا علم بخشا تھا۔

سب سے بڑی چیز جو ان میں نمایاں تھی وہ ان کا ذوق تحقیق تھا۔ اسی ذوق کا نتیجہ تھا۔ کہ انہوں نے میثاق النبیین جیسی عظیم کتاب تین جلدوں میں انگریزی میں لکھی اس سے پہلی یہ کتاب چھوٹے پیمانے پر اردو کے روپ میں شائع کی۔ اس کتاب کا مواد حاصل کرنے کے لئے انہوں نے دنیا کے مختلف ممالک کا سفر کیا اور غیر مذاہب کی کتب مقدسہ سے آنحضرت صلعم کی آمد کی پیشین گوئیاں اکٹھا کرلیں۔

لیکن اس علم و فضل کے باوجود ان میں مولویانہ خصوصیات نام کو نہ تھیں نہایت سادہ اور خنداں طبیعت کے مالک تھے۔ پابند صوم وصلوٰات ہونا تو غیر متوقع نہیں لیکن باقاعدہ تہجد گذار تھے۔ اپنے ایمان کے خلوص اور صفائے قلب کے سبب مستجاب الدعوات تھے۔ چنانچہ ۱۹۱۸ء میں انفلوئنزا کی وبا ہندوستان میں شدت سے پھیل گئی۔ اور ہزاروں لوگ اس کا شکار ہو کر لقمہ اجل بن گئے مولانا مرحوم بھی بیمار پڑے اور باوجود علاج کرنے کے حالات مخدوش ہو گئے۔ لیکن انہوں نے رب العزت کی بارگاہ میں دعا کی تو خواب میں انہیں نسخہ بتایا گیا۔ جس کو استعمال کر کے وہ شفایاب ہو گئے۔ وہ صاحب کشوف و الہامات تھے۔ چنانچہ انہیں موت سے قبل ہی رب العزت نے مطلع فرمایا تھا کہ ان کی موت یوم حج پر ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیاوی طور پر بھی آسودگی عطا کی مرحوم مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۴۸ء کو یوم حج پر اس دنیا فانی سے رخصت ہوئے۔

اللھم ارحمہ واغفرلہ''

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ

آنحضرت صلعم کے صدقِ دعویٰ پر دو قسم کی شہادت

وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَسۡتَ مُرۡسَلًا ؕ قُلۡ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًۢا بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ ۙ وَمَنۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ الۡكِتٰبِ (الرّعد ۱۳: ۴۳)

"کافر اعتراض کرتے ہیں۔ تو اللہ کا رسول نہیں، انھیں جواب دو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کے لئے اللہ کی اور اس شخص کی شہادت کافی ہے۔ جسکے پاس کتاب کا علم ہے"

ایک قوم کا سوشل ارتقاء جب اس درجہ پر نہیں پہنچ جاتا کہ اس کے باہمی جھگڑے نپٹانے کے لئے کسی منظم حکومت کی ضرورت پیش آجائے اس وقت تک قانون کی کوئی معقول تشکیل صورت پذیر نہیں ہوتی۔ اسی طرح انبیاء کی صداقت کے دلائل بھی قوموں کے ذہنی ارتقاء کے مطابق ہوتے رہے ہیں۔ ازمنہ قدیم میں لوگ اپنی صداقت کا ثبوت قسم کھانے ہاتھ میں آگ اٹھانے یا آگ میں کودنے، پانی کے گرداب سے بچ نکلنے بلند پہاڑ سے صحیح وسلامت نیچے پھلانگ جاتے غیب دانی۔ جادو اثر منتروں اور شعبدات دکھانے سے دیا کرتے تھے ایسی صورت میں دیکھنے اور پرکھنے والوں کی حیثیت فال اور قسمت بتانے والی کل کی ہوتی تھی۔ انہیں دعویٰ کی سچائی پرکھنے کے لئے غور و فکر کی ضرورت پیش نہ آتی تھی۔ ہندو مذہب اور بہت سے قدیم مذاہب میں بزرگوں کی صداقت اسی قسم کے معیاروں پر دیکھی جاتی تھی۔[1] اسلام نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے صدق و دعویٰ پر اس

---

[1] جناب زرتشت کے سوانح میں لکھا ہے کہ خداوند عالم نے اپنا نور ایک بلند پہاڑ پر بھیجا جہاں اس نے ایک درخت کی شکل اختیار کر لی۔ زرتشت کے والد کی گائے اسی درخت کی پتیاں چرتی تھی۔ اور وہ اس کا دودھ پیتے تھے۔ اس طرح جس خون سے پیغمبر ایران کی پیدائش ہونے والی تھی۔ اس میں خدا کا نور (بقیہ صــ

قسم کی کوئی کرامت پیش نہیں کی اگر اعلیٰ درجہ کی سوسائٹی کا معیار اس کے قانون کی معقولیت ہوتا ہے تو قرآن شریف نے آنحضرت ؐ کی صداقت کا جو معیار پیش کیا ہے اس پر غور کیجئے۔ آیت مندرجہ عنوان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں دو عظیم الشان شاہد پیش کئے ہیں اور ان کی شہادت کو کافی قرار دیا ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کی شہادت دوسری عالم کتاب کی شہادت۔

قانون شہادت میں شاہد کی اہمیت اور شہادت علمی دو ہی امر قابلِ لحاظ ہوتے ہیں محمد رسول اللہ ؐ کے حق میں شہادت کی اہمیت اس امر سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ خود آپ کے حق میں شاہد ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شہادت

اللہ تعالیٰ کی شہادت سے بالعموم صحیفۂ قدرت کی گواہی غیر معمولی نصرت الٰہیہ اور وہ سنتِ خداوندی مراد لی گئی ہے جو ہمیشہ ہر صادق کی صداقت کا نشان رہی ہے۔ صحیفۂ قدرت کی شہادت یہ ہے کہ کائناتِ عالم کا چھوٹے سے چھوٹا ذرّہ اور بڑے سے بڑا جرم قانون سے خالی نہیں۔

رَبُّنَا الَّذِیٓ اَعْطٰی کُلَّ	"ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو
شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی	پیدا کیا ہے اور اسے ہدایت دی ہے"

(طٰہٰ ۲۰: ۵۰)

قانونِ الٰہی کی یہ ہمہ گیری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق دعویٰ پر ایک بہت بڑی شہادت ہے اس لئے کہ حضور سب سے پہلے نبی ہیں جنہوں نے وحی الٰہی کے عالمگیر ہونے پر یہ دلیل دی ہے کہ صحیفۂ قدرت کا ہر ورق اور کائناتِ عالم کا ہر ذرّہ اپنے قیام اور ترقی کے لئے اس قانون کا محتاج ہے۔

(بقیہ ص) بدرجہ اتم مل گیا تھا۔ ابھی زرتشت پیدا بھی نہ ہوئے تھے کہ اہرمنوں کو ان کے قتل کی فکر ہوئی۔ پیدائش کے بعد شیاطین نے زرتشت کو بہت پریشان کیا کبھی اسے آگ میں پھینک دیتے کبھی بھیڑیوں کے سامنے ڈال دیتے لیکن ہر موقع پر وہ محفوظ رہے۔ مسیح اور بدھ کی پیدائش پر اسی قسم کے معجزات واقع ہونے بیان کئے ہیں۔ سیتا جی نے اپنی صداقت کا ثبوت آگ ہاتھ میں اٹھانے سے دیا تھا۔

جو اس کے اندر خالقِ کائنات کی طرف سے ودیعت کیا گیا ہے۔ اس حکیم مطلق اور ربّ العالمین نے جب ایک ذرّہ سالمہ کو بھی قانون عطا کیا ہے تو یقیناً انسان جو قدرتِ ربانی کی ایک بہترین صنعت ہے۔ اور اس کی ترقیات کا میدان بھی لامحدود نظر آتا ہے اپنے قیام وبقا اور ارتقاء کے لیئے ہدایت نامہ اور طریق عمل کا محتاج ہے۔

قرآنِ شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى الَّذِىْ	"اپنے رب کے اس اعلیٰ نام کی تسبیح کر
خَلَقَ فَسَوّٰى وَالَّذِىْ قَدَّرَ	جس نے پیدا کیا درست بنایا جس نے
فَهَدٰى (الاعلیٰ ۸۷: ۱-۲)	اندازہ مقرر کیا اور ہدایت دی"

الہام الٰہی کا کسی خاص زمانہ، کسی خاص قوم کے ساتھ مختص ہونا نہ صرف ربّ العالمین کے انصاف اور رحم پر کلنک کا ٹیکا لگاتا ہے بلکہ مذہب کی اہمیت اور ضرورت کو بھی ہماری نظر سے گرا دیتا ہے۔ ایسی صورت میں مذہب کوئی ضروری چیز معلوم نہیں ہوتی جسے بالالتزام تمام اقوام تک پہنچایا جائے۔ یا زمانے کی دستبرد سے اگر اس میں تغیر وتبدل واقع ہو گیا ہو تو پھر کسی نئے نبی کی معرفت پاک اور صاف کر کے نسلِ انسانی کی زندگی کا ازسرنو موجب بنایا جائے اگر دنیا کی ایک مخصوص قوم کے سوا کل اقوام عالم مذہب کے بغیر اپنا وجود دنیا میں قائم رکھ سکتی تھیں اور بغیر الہام اور وحی یا مصفّا قانونِ الٰہی نیکی اور تقویٰ کے وہ اعلےٰ نمونے پیدا کر سکتی تھیں۔ جو دنیا میں کبھی زرتشت کبھی بدھ، ابراہیم، موسیٰ کرشن اور کبھی عیسیٰ مسیح کے نام سے مشہور ہوئے تو پھر اصلاح وہدایت خلق کے لیئے کسی ایک قوم اور ملک کو مخصوص کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اور اگر خدا ہی کچھ اس قسم کا خدا ہے کہ اس کی جزا اور سزا کا قانون بلا وجہ معقول اپنے اور پرائے کی تفریق پیدا کر کے اپنی اکلوتی محبوب قوم کو قانون سے واقفیت دیتا ہے۔ مگر دوسروں کو اپنے بندے نہ سمجھ کر بلا وجہ اندھیرے میں رکھتا اور ہلاک کرتا ہے تو ایسا خدا ماننے کے قابل نہیں۔ وہ یقیناً اندھیر نگری کا چوپٹ راجہ ہے۔ جس کو ماننے سے نہ ماننا ہی بہتر ہے۔ یہ مضمون ایک نہایت ہی وسیع مضمون ہے اس پر جتنا بھی غور کیا جائے یہی بات زیادہ وضاحت سے کھلتی جاتی ہے کہ مذہب کی ضرورت صرف اسی صورت میں ہے جسے اسلام نے پیش کیا ہے

کہ دنیا کی ہر قوم میں وقتاً فوقتاً نبی مبعوث ہوتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمانیت نے اقوام عالم میں سے کسی قوم کو سچے مذہب سے کسی وقت بھی محروم نہیں رکھا یا مذہب بطور ایک حقیقۃ ثابتہ کے ہر قوم اور ہر زمانے میں پایا جائے اور اس سچے مذہب کے پیرو اس کی تبلیغ کو اپنی زندگی کا نصب العین سمجھیں۔ دنیا میں کوئی بڑی سے بڑی طاقت ان کی تبلیغی جدوجہد کو روک نہ سکے قوموں میں زلزلے آئیں۔ طوفان اٹھیں، حق و باطل کی آویزش سے کشت و خون کے دریا بہہ جائیں۔ یہاں تک کہ انسان یہ سمجھ لے کہ مذہب اور طریق حق کے قبول کیئے بغیر کوئی چارہ نہیں ورنہ تبلیغ مذہب میں رازداری اور ایک دوسرے کے کان میں منتر پھونکنا کہ اصولِ مذہب اور عقائد دین سے کسی کو اطلاع نہ ہو ضرورت مذہب کو باطل ٹھہرانا ہے۔

صرف آنحضرت صلعم پر ایمان مذاہب عالم میں اتحاد پیدا کرتا ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ	"یقیناً ہم نے ہر ایک قوم میں ایک رسول
رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ	مبعوث کیا کہ اللہ کی عبادت کرو اور
وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ (۱۶:۳۶)	شیطان سے بچو"

محمد رسول اللہ صلعم کی ذات بابرکات کو انبیاء عالم میں بہت سی خصوصیات حاصل ہیں۔ ان میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ حضور نے تمام انبیاء عالم کی تصدیق کی، ان پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری قرار دیا جیسا خود اپنی رسالت و نبوت پر۔ اسلام کا یہ عقیدہ اس قدر مہتم بالشان ہے کہ اس پر نہ صرف اتحاد اقوام اور مذاہب کی بنیاد قائم ہے بلکہ آپ نے دیکھا کہ اس عقیدہ سے اگر ایک لمحہ کیلئے بھی روگردانی کر لی جائے تو تمام مذاہب کی عمارت اسی وقت زمین پر آرہتی ہے کیونکہ اسلام کے نزدیک مذہب ایک عالمگیر حقیقت ہے جو دنیا کی تمام اقوام کے اندر پائی جاتی ہے۔ موجودہ زمانے میں اس عقیدہ اور خیال کے لوگ قریباً قریباً تمام مذاہب میں پیدا ہو گئے ہیں جو اس اعتقاد کی صداقت اور معقولیت کی دلیل ہے لیکن اس اصول کا سب سے پہلا داعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ حضور کی بعثت سے پیشتر کسی نبی نے یہ تعلیم نہیں

دی اور نہ کل انبیاءِ عالم پر ایمان کے عقیدہ کو کسی اور مذہب نے جزوِ ایمان ٹھہرایا ہے۔

ربّ العالمین کا تصور صرف قرآن شریف نے پیش کیا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تعریف کا مستحق اللہ تمام جہانوں کا رب ہے۔ رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ وہ مشرقوں کا بھی رب ہے اور مغربوں کا بھی۔

نسلِ انسانی کی ہر امت میں انبیاء کی بعثت کو تسلیم کرنا تو ایک طرف اکثر اور بیشتر مذاہب نے تو اس امر کو بھی کشادہ دلی سے قبول نہیں کیا کہ ان کا خدا دنیا کی دوسری اقوام کا بھی خدا اور معبود ہے۔ برہمنی اور ویدک مذہب صرف آریوں کو ایشور کی اولاد سمجھتا رہا ان کے خیال میں ویدوں کی گؤ ماتا صرف برہمن چھتری اور ویش کو ہی دودھ دیاتی اور انہی کی پرورش کرتی تھی[1] اور بنی اسرائیل کا خداوند یہوواہ صرف بنی اسرائیل کا خدا تھا۔ جان ایس میلنڈنی اے کے کورس ''مختصر تاریخ تہذیب'' میں لکھتے ہیں۔

"The God whom the Jews worshipped had at first been conceived of as the tribal Deity of a nomadic people . . . for many centuries the Jews continued to conceive this God of righteousness as their God only . . . But this idea of their own national God was also the God of all other men was never welcomed and adopted by the mass of the Jewish population" (*A Brief History of Civilization*, p. 72).

۲۔ اللہ تعالیٰ کی شہادت نصرتِ الٰہیہ کے رنگ میں

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا

''کہو اللہ میرے اور تمہارے درمیان کافی گواہ ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں سے خبردار اور دیکھنے والا ہے''

(بنی اسرائیل ۱۷:۹۶)

---

[1] اتھرو وید کانڈ ۱۹ سوکت ۱۷ منتر ا ماتا وید برہمن چھتری اور ویش کی پرورش کرنے والی ہے۔'' آریہ ایشور کے بیٹے ہیں (نرکت ادھیائے کھنڈ ۲۶)

یہاں اللہ کی شہادت سے مراد حق کی نصرت اور باطل کی شکست ہے۔ حق دنیا میں باوجود کثرت مخالفت کے قائم ہوتا چلا جاتا ہے اور باطل اپنی طاقت کے باوجود شکست کھاجاتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ساتھ خبیر اور بصیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ دوسری شہادت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہر معاملہ میں کامل نصرۃ کے رنگ میں ہمیں ملتی ہے۔ وہ سنت خداوندی جو حضرت نوح۔ ابراہیم۔ بدھ۔ کرشن۔ موسیٰ اور زرتشت وغیرہ انبیاء عالم کے حق میں ظاہر ہوئی وہی سنّت اور نصرت بدرجہ اتم آپ کے حق میں بھی موجود ہے شدید مخالفت قلّت انصار اور کثرت اعدا کے باوجود غلبہ اور کامیابی اسی نصرت الٰہیہ کا بیّن ثبوت ہے اور اس بے نظیر کامیابی کا اقرار مخالفین اسلام تک نے بھی کیا ہے۔ فضیلت درحقیقت وہی ہوتی ہے جس کا دشمن بھی اقرار کریں۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں لفظ قرآن کے ماتحت حضور کی نسبت لکھا ہے۔

"The most successful of all the prophets and religious personalities" (Encyclopaedia Britannica, 11th Ed.)

کل انبیاء کا موعود نبی

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ	اور جب اللہ نے نبیوں کے ذریعہ
النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ	سے عہد لیا اس لئے کہ ضرور تم کو میں نے
مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ	کتاب اور حکمت سے دیا ہے پھر تمہارے
جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ	پاس وہ رسول آئے جو اسکی تصدیق کرنے
لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ	والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تمہیں ضرور ہی
بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ	اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور ہی اسکی مدد
ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى	کرنا ہوگا۔ کہا کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس
ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ	پر میرا عہد لیتے ہو انہوں نے کہا ہاں ہم
قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ	اقرار کرتے ہیں۔ کہا پس گواہ رہو۔ اور
مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (۳: ۸۱)	میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔"

مذکورہ بالا دو شہادتوں کے علاوہ محمد رسول اللہ کے حق میں اللہ تعالیٰ کی ایک اور بھی عظیم الشان شہادت ہے جو اس آیت میں مذکور ہے یعنی انبیاء عالم کی وساطت سے ان کی امتوں سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ جب وہ رسول آئے جو تمہارے انبیاء اور تمہاری کتابوں کا مصدق ہو تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ انبیاء کا یہ عہد ان کی کتب میں بطور پیشگوئیوں کے مذکور ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس صداقت کو دنیا میں لائے جس نے مذہب کی ضرورت کو ثابت کرنے کے بعد اس کی بنیاد کو دنیا میں قائم اور راسخ کر دیا۔ مذاہب عالم کی کتب اس وقت جس رنگ میں موجود ہیں۔ وہ نہایت ابتری اور بربادی کی حالت ہے اور وہ ان عظیم الشان کتب کے کھنڈرات اور خرابے ہیں جو انبیاء کو دی گئی تھیں۔ کسی مذہب کی کوئی کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اپنی اصلی حالت میں موجود نہ تھی اور نہ آج کہیں موجود ہے وہ مذہب کی صداقت کی دلیل تو کیا ہو سکتی ہیں۔ تو دان کے نبی محتاج تصدیق ہیں۔ حضرت زرتشت۔ حضرت ابراہیم جناب کرشن اور جناب مسیح کے متعلق اس قدر شبہات پیدا ہو گئے ہیں کہ ان کی شخصیت کو محض افسانہ سمجھا جانے لگا ہے۔ تاریخی زمانہ سے پہلے کے تمام انبیاء کے متعلق اس قدر اختلافات ان کے نام، وطن اور زمانے کے بارے میں پیدا ہو گئے ہیں کہ خود ان کی ہستی ہی مشکوک ہو گئی ہے۔ حضور نے تمام انبیاء عالم کی تصدیق کر کے ان پر ایک عظیم الشان احسان کیا ہے یعنی وہ کام جو ان انبیاء کے پیرو اور ان کی موجودہ کتب نہ کر سکتی تھیں۔ وہ کام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دکھایا اور پھر ان کل انبیاء کی مجموعی شہادت سے مذہب کی حقانیت کو ثابت کر دکھایا۔ اس دور دہریت اور لامذہبیت کے زمانے میں صداقت مذہب پر یہ ایک ایسی ناقابل تردید شہادت ہے کہ دنیا کی تمام اقوام کے مسلمہ راست باز اس پر متفق اللسان ہیں۔

ہم تمام مذاہب کے انصاف پسند اصحاب کی توجہ اسی رنگ کی ایک نہایت ہی اہم شہادت کی طرف منعطف کراتے ہیں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کل انبیاء عالم کی تصدیق کی ہے۔ اور ان پر ایمان لانا ایک مسلم کے لئے فرض ٹھہرایا ہے۔ اسی طرح کل اقوام عالم کے انبیاء عظام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہیں اور اپنی اپنی امتوں کو آپ پر ایمان لانے کی تاکید کرتے ہیں۔ بانیان مذاہب عالم

میں سے کوئی نبی نہیں گزرا جس نے اس عظیم الشان آخری نبی کے متعلق بشارت نہیں دی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کا مصدق تھا یہ اصول اقوام عالم میں اتحاد پیدا کرنے اور وحدت نسل انسانی کی ایک مضبوط بنیاد ہے۔ لیکن انبیاء عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصدق تھے۔ یہ وحدت ادیان حقانیت مذہب کی اس سے بھی بڑھ کر مہتم بالشان دلیل ہے۔ ہر ملک اور قوم کے کسی نہ کسی مسلمہ بزرگ نبی نے آپ کی آمد کی شہادت دی۔ دنیاء مذہب میں یوں یاء تق کیلئے یہ ایک قابلِ غور نکتہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مصدق انبیاء عالم تھے۔ یہ امن عالم کی بنیاد ہے اور انبیاء عالم حضورؐ کے مصدق تھے۔ یہ دنیائے مذہب کا حصن حصین اور حریم امن ہے اس حرم پاک سے جو شخص باہر رہے گا وہ دہریت اور لامذہبیت کا شکار ہو گا۔

یہ کتاب ذیل کے پتے پر بھی دستیاب ہو سکتی ہے

- احمدیہ انجمن اشاعت اسلام "دار السلام" ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور (پاکستان)
- احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) انکارپوریٹڈ ۳۶۹۱۱ والنٹ اسٹریٹ نیوارک ۹۴۵۶۰ کیلیفورنیا۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ
- احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ۱۵ اسٹنلی ایونیو، مڈل سیکس، ایچ اے ۰ 4 جے کیو، انگلینڈ
- ادارہ "اشاعت الحق" باراں پتھر، بٹہ مالو، سری نگر ۱۹۰۰۰۹ (کشمیر)

آنحضرتؐ کے حق میں عالم کتاب کی شہادت

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (۴۳:۱۳)

"کہو اللہ کافی گواہ ہے۔ میرے اور تمہارے درمیان اور جس کے پاس کتاب کا علم ہے"

(وہ بھی آنحضرتؐ کے حق میں شہادت دے گا) وہ کتابیں جو غیر مذاہب کی کفالت میں ہزارہا سال سے چلی آتی ہے۔ اور مسلمانوں نے آج تک اپنے ساڑھے تیرہ سو سال کے طویل عرصہ میں ان کتب مقدسہ کی زبانوں کو سیکھنے اور ان کا مطالعہ کرنے کی کما حقہ کوشش نہیں کی حالانکہ محمد رسول اللہؐ کے حق میں اللہ تعالیٰ کی شہادت کے بعد اس شخص کی شہادت کا درجہ ہے جو "مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ" کا مصداق ہے یا جس کے پاس اس عظیم الشان کتاب کا علم ہے جو مختلف مذاہب کے انبیاء کو دنیا کی مختلف زبانوں میں وحی کی گئی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے اس زمانے میں جو اسلام کے لئے لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کا زمانہ ہے۔ یعنی اسلام کو کل ادیان پر غالب کرنے کا زمانہ اسلام کی صداقت کے بے شمار دلائل اس زمانے میں پیدا ہوں گے۔ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صدق دعویٰ پر مختلف مذاہب کے عظیم الشان انبیأ کی شہادت کا اظہار بھی اسی زمانے سے مخصوص ہے۔ اس سے پیشتر مذاہب عالم اپنی اپنی کتابوں کو کس قدر اہتمام اور کوشش سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ اس کی داستان نہایت طویل ہے۔ سر ولیم جونس جن کی محنت اور کاوش کا ہی ثمرہ ہے کہ آج زبان سنسکرت اقصائے مغرب میں جلوہ فگن ہے اور ویدوں کے نایاب پوشیدہ نسخے یورپ سے چھپ کر مشرق میں شائع ہو رہے ہیں۔ یہ وہی سر ولیم جونس ہیں جو ۱۷۸۳ء میں فورٹ ولیم کلکتہ میں اعلیٰ جج مقرر ہو کر تشریف لائے تھے۔ انہی نے بنگال میں ایشیاٹک سوسائٹی قائم کر کے ملک پر ایسا زبردست احسان کیا ہے جو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ایشیاٹک سوسائٹی ہی کی محنتوں اور کاوشوں

سے ویدوں کے قدیم نسخوں اور دوسرے سنسکرت لٹریچر کو روشنی دیکھنی نصیب ہوئی۔ سر ولیم جونس نے جب سنسکرت کے اکتساب کا ارادہ کیا تو ملک کے طول و عرض میں بیش قرار تنخواہ کے لالچ کے باوجود کوئی پنڈت انہیں سنسکرت سکھانے پر آمادہ نہ ہوا۔ قدیم ریکارڈ سے اتنا پتہ ضرور ملتا ہے کہ دو تین پنڈت خفیہ طور پر سر ولیم سے تنخواہ کی بابت دریافت کرنے گئے تھے۔ لیکن یہ بات پنڈت برادری پر پوشیدہ نہ رہی اور ان پنڈتوں پر بری طرح لتزلہ گرا۔ ان کا حقہ پانی بند۔ روٹی بیٹی کا سروکار اور رشتہ ناطہ بالکل منقطع ہو گیا برادری کا یہ طرزِ عمل دیکھ کر پنڈتوں کا شوق اتالیقی سرد پڑ گیا۔

کرشن نگر کے مہاراج شو چندر سر ولیم کے دوست تھے انہوں نے بہت کوشش کی لیکن اس ملیچھ سر ولیم کو سنسکرت پڑھانے کے لئے کوئی پنڈت تلاش کر کے نہ دے سکے۔ آخر کار ایک جورو نہ جاتا خدا سے ناطہ، پنڈت رام لوچن نام اس کے لئے تیار ہو گئے۔ وہ دنیا میں بالکل اکیلے تھے۔ دوست احباب تھے لیکن سو روپیہ ماہوار اور مکان سے چونگی تک پالکی کی سواری ایسی مراعات تھیں کہ پنڈت جی نے دوست احباب کی پروا نہ کی۔ اب پنڈت جی کی سنسکرت سکھانے کے لئے پابندیاں اور شرائط ملاحظہ ہوں مگر آفرین ہے سر ولیم جونس پر کہ تمام کڑیاں جھیلیں اور اپنے عزم میں ذرہ برابر فرق نہ آنے دیا۔ بنگلہ کے زیریں حصہ میں ایک کمرہ درس تدریس کے لئے مقرر ہوا۔ پنڈت جی کے حکم سے اس میں سنگ مرمر کا فرش لگوایا گیا۔ بنگلہ کے احاطہ میں کسی قسم کا گوشت آنے کی اجازت نہ تھی۔ سر ولیم پنڈت جی سے نہار منہ اور خالی پیٹ درس لیا کریں۔ جب وہ بہت منت سماجت کرتے تھے تب کہیں پنڈت جی ایک پیالہ چائے پینے کی اجازت دیتے تھے۔ ایک سوار مقرر تھا جو وقت مقررہ سے آدھ گھنٹہ پہلے پنڈت جی کو اطلاع دینے جایا کرتا تھا، کہ حضور پڑھائی کا وقت ہو چکا۔ پھر پنڈت جی نازل ہوتے تھے کمرہ سے ملحقہ ایک کوٹھری انہیں اس غرض کے لئے دے دی گئی تھی کہ جو تر کپڑے جو پنڈت جی پہن کر آتے تھے کوٹھری میں ٹانگ دیں اور صاحب کے سامنے جانے کا لباس زیب تن کریں۔ ایک ہندو مقرر تھا جو روزمرہ درس کے کمرے کے در و دیوار اور فرش کو گنگا جل سے پاک و صاف کرتا تھا۔ کرسیاں اور میز بھی اسی سے مطہر کی جاتی تھیں

پنڈت جی کا مزاج بہت چڑچڑا تھا۔ اور وہ اکثر سر ولیم کو جھڑک دیتے تھے کہ گوشت خور کبھی سنسکرت نہیں سیکھ سکتے یہ ملیچھوں کی زبان نہیں ہے۔ یہ دیوتا کی بانی ہے سر ولیم ان باتوں کا جواب خندہ پیشانی سے دیتے آخر کار سر ولیم جونس نے سنسکرت سیکھ ہی لی اور کوئی ہوتا تو ان حالات میں اس کا شوق سنسکرت دو چار دن میں ہی سرد ہو جاتا۔

غرض پارسیوں اور ہندوؤں کی کتابوں کو جن لوگوں نے گوشہ گمنامی سے باہر لاکر منظر عام پر پیش کیا۔ ان کی کوششیں اگرچہ تجارتی تھیں تاہم ان کی سعی کے ہم ممنون ہیں۔ انہوں نے ان مختلف زبانوں کو جان کاہ کوششوں سے سیکھا اور ان کتابوں کو شائع کیا مجھے تو اس میں بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی پیش خبری نظر آتی ہے۔ جناب مسیح علیہ السلام صبح کا وہ ستارہ تھا۔ جو افق عالم پر آفتاب رسالت کی آمد کی انجیل (بشارت) لایا تھا اس لئے آپ کے نام لیواؤں کی علمی خدمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ہمیشہ ہمیشہ دلیل راہ رہی ہیں۔ وہ خدمات علمی خواہ دنیوی علوم سے متعلق ہوں یا خالص مذہبی تحقیقات سے مسلمانوں کے موجودہ علمی کم مائگی تمدن کا زوال اور تبلیغ دین کی بجائے باہمی تکفیر و تفسید کی تخریبی کوششیں ایسے اسباب اور قرائن ہیں جو اسلام کے مٹانے کے لئے کافی ہیں۔ لیکن محمد رسول اللہ ؐ پر درود صرف مسلمان ہی نہیں پڑھتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور ملائکہ بھی درود پڑھتے ہیں اور اگر کسی آلۂ جہاں نما سے اس درود کے اثرات کا مطالعہ کیا جائے تو مسلمانوں کا درود تو اب اس آفتاب رسالت پر ظلمت اور تاریکی کے کسوف پھینک رہا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کا درود ان ظلماتی بادلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کا رخ انور بے نقاب کر رہا ہے وہ علمی خدمات فلسفیانہ موشگافیاں اور مذاہب قدیم پر لٹریچر جو یورپ سے شائع ہو رہا ہے اسمیں صداقتِ اسلام پر بے شمار دلائل ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر عیسائی راہب اور علماء اگر فارقلیط (احمد) کی آمد کا نہایت بے صبری سے انتظار کر رہے تھے اور اپنی شبانہ روز دعاؤں اور تحفہ اسلام سے (مارا نا تا) دنیا کو آنحضرت ؐ کی آمد کی بشارت دے رہے تھے تو آج اپنی علمی موشگافیوں سے اسی محسن مسیحا کی صداقت کو ثابت کر رہے ہیں۔ جناب مسیح علیہ السلام ان کی والدہ اور ان کے شجرۂ نسب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

کچھ کم احسان نہ تھا اور یہ اسی احسان عظیم کا حقیر سا بدلہ ہے کہ یہ لوگ ہزاروں اور لاکھوں روپیہ کے خرچ اور مصیبتوں کو جھیل کر خدمت اسلام کا کام کر رہے ہیں۔ کیا عجب ہے کہ ان کی جانکاہ کاوشوں کی جزا میں انھیں اسلام جیسی نعمت نصیب ہو جائے۔

مسلمانوں کے ہاتھ سے اس کام کے نہ ہونے میں اگر اس قوم کی ثواب عظیم سے محرومی اور نا قابلیت کا ثبوت ہے تو دوسری طرف اس میں ایک حکمت بھی پوشیدہ ہے اگر مسلمان ان مذاہب قدیم کی کتابوں کو قعر گمنامی سے منصۂ شہود پر لاتے تو ان کتابوں میں تحریف کا شبہ مسلمانوں پر کیا جا سکتا تھا لیکن ان مذہبی کتابوں کے حامل اور ان کے پوشیدہ رکھنے میں حد درجہ کے مساعی اگر خود وہ اہل مذاہب تھے تو دوسری طرف ان کے ظاہر کرنے والے بھی مسلمان نہ تھے بلکہ ایک غیر قوم کے عالم تھے جنھیں اسلام کے ساتھ ایک گونہ مخالفت تھی تا وہ پیشگوئیاں جو ان کتابوں میں موجود ہیں۔ ہر قسم کی تحریف کے شک و شبہہ سے پاک رہیں اور شاید یہی حکمت تھی کہ مسلمانوں کے عہد حکومت میں دساتیر اور وید وغیرہ کتب پوشیدہ رہیں اور یہ علمی خزانہ مسلمانوں کو ان کی ہر قسم کی بے مائیگی اور فقر کے زمانے میں دیا گیا تا یہ اس امر کی دلیل ہو کہ اسلام اپنی صداقت کے منوانے کے لیے دنیوی شوکت کا محتاج نہیں بلکہ اس کے دامن میں وہ علمی جواہر ریزے بھی موجود ہیں جو ہزارہا سال تک غیر مذاہب کے خزانوں میں بطور ایک نایاب عطیہ خداوندی کے مدفون رہے۔

ختم نبوت پر ایک زبردست شہادت

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ	”آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے
وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ	کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر
وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا	دیا اور تمہارا دین اسلام ہونے پر میں
(المائدہ ۵ : ۳)	راضی ہوا“

اسلام کا یہ عقیدہ کہ نسلِ انسانی کی ہر ایک امت میں نبی اور رسول مبعوث ہوئے اور صرف آنحضرت صلعم

ہی موعود کل ادیان ہیں۔ آنحضور کی ختم نبوت پر بھی ایک زبردست دلیل ہے۔ حضور کی بعثت سے پیشتر دنیا کی ہر ایک قوم صرف اپنے اپنے قومی انبیاء کی صداقت کی قائل تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک انبیاء کی آمد کا سلسلہ جاری تھا کل انبیاء پر کامل ایمان ہو ہی نہ سکتا تھا اور نہ ان سب کی تصدیق ہو سکتی تھی۔ ہاں جب انبیاء کا سلسلہ ختم ہو گیا اور نبی آخر الزماں جو موعود کل ادیان تھا آچکا تو انبیاء عالم کا قصر نبوۃ مکمل ہو چکا اس وقت ضرورت اس امر کی تھی کہ وحدت نسل انسانی کو قائم کرنے کے لئے خاتم الانبیاء کی وساطت سے کل انبیاء عالم پر ایمان لایا جائے تا دنیا کی کل قومیں اسی نبی آخر الزماں پر ایمان لا کر انبیاء عالم کی مصدق ٹھہریں۔ اور دنیا کی قومیں ایک ہی قصر نبوۃ کے گرد طواف کریں اور یوں نسلِ انسانی کی پراگندہ اور متفرق اقوام کے اندر رشتۂ اتحاد پیدا کیا جائے۔ اور وہ چیز جو ابتداً آفرینش سے مقدر اور حکمت خداوندی کو مطلوب تھی تکمیل کو پہنچ جائے اور یہ امر اس بات پر روشن دلیل ہو کہ دنیا کا یہ کارخانہ کسی اندھے قانون کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک حکیم و علیم خدا کے تصرف اور ارادہ سے ارتقاء کی منازل طے کر رہا ہے۔ اور یہی پُر حکمت سنت الٰہی اس امر پر بھی حجت ہو کہ ابتداء عالم میں ایک قوم کے شیرازہ کو متحد کرنے کے لئے ایک مختصر سے مذہب کی ضرورت تھی تو تمام اقوام عالم کو ایک رشتۂ اتحاد میں منسلک کرنے کے لئے ایک کامل مذہب اور خاتم النبیین کی اس سے بھی بڑھ کر ضرورت تھی۔ ابتدا میں اگر ایک مختصر سے کنبۂ آدم کو آپس کے فتنۂ و فساد سے بچا کر قائم رکھنے کے لئے وحی الٰہی کے ذریعہ سے افراد میں رشتۂ محبّت و اخوت پیدا کرنا ضروری تھا تو آخر پر تمام قوموں اور مذاہب کے اختلافات کے مٹانے اور انھیں ایک دین قیم کے زیر سایہ لانے کے لئے ایک ہی رشتۂ اتحاد کی اس سے بھی ہزار گنا بڑھ کر ضرورت ہے۔ اقوام عالم اور انبیاء مذاہب میں یہ رشتۂ اخوت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پیدا ہو گیا۔

ختم نبوت کے بعد اجراءِ نبوت فسادات کا موجب ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً ”اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک اعلیٰ درجہ

وَسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (۲ : ۱۴۳)

کی امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے بشیر و بنو اور رسول تمہارا بشیر و ہو"

خانۂ کعبہ کو جو توحید کا اصل مرکز ہے قبلہ مقرر کرتے ہیں ہم نے یہ سبق دیا ہے کہ یہ نبی آخری نبی ہے اور آپ ہی کے پیرو امن عالم کی تاسیس میں دنیا کے بشیر ہو نگے اور ان سب کا امام اور بشیر محمد ؐ ہیں۔

اس مقصد عظمیٰ کے حصول کے بعد یعنی ختم نبوت اور تکمیل دین کے بعد کسی نئی نبوت کا اجراء یا ایسی نبوت کا ادعا جس کے اقرار اور انکار سے کفر و اسلام کی ایک نئی تفریق پیدا ہو جائے۔ اقوام و مذاہب کی اس متحدہ جمعیت کو پراگندہ کرنا اور حکمت الہٰی کو باطل ٹھہرانا ہے۔ جس سے تین قسم کے فتنے پیدا ہوتے ہیں۔

فتنۂ اوّل :۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق ہے کہ اس نے ابتداء عالم سے دنیا کی مختلف قوموں کی تربیت انبیاء کے طویل سلسلہ سے ایک ایسے طریق پر کی کہ وہ ایک یوم موعود میں سب کی سب متحد ہو سکیں اور پھر اس مقصود و مطلوب کے حصول کے بعد خود ہی اور نبی بھیج کر اس متحدہ جمعیت کو پراگندہ کر دیا۔ تیرہ سو سال تک بڑی بڑی قربانیوں اور تبلیغی کاوشوں کے بعد ساٹھ کروڑ کی ایک ایسی جماعت تیار کی جو کل انبیاء کی مصدق اور دنیا کی اقوام میں امن و صلح کی پیامبر تھی مگر اس کے بعد معاً اس کے دل میں خیال آیا کہ اب پھر اس گلہ کو ایک اور نبی یا مظہر اللہ مبعوث کر کے متفرق اور ٹکڑے ٹکڑے کر دینا چاہیئے گویا معاذاللہ خدا بھی اس بڑھیا کی مانند ہے جس کی مثال خود قرآن مجید میں موجود ہے۔ اَلَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا (النحل) ۱۶ : ۹۲

ختم نبوت کے بعد اجراء نبوت سے دوسرا فتنہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سے مذہب کی ضرورت ہی باطل ہو جاتی ہے مذہب کی اصل غرض اتحاد نسل انسانی ہے۔ اگر اس مقصد کے حصول کے بعد بھی نبی آئے تو مذہب کی نہ صرف غرض فوت ہو جاتی ہے بلکہ وہ ایک امر عبث اور لغو ٹھہر جاتا ہے موعود کل ادیان سے پیشتر بیشک نبی آسکتے ہیں۔ اور آتے رہے لیکن اس موعود کے بعد کہ جس کی اہمیت اسی امر سے ظاہر ہے کہ انبیاء عالم

اس کے حق میں پیشگوئیاں کرتے ہیں اور اپنی امتوں کو اس پر جمع ہونے کی تاکید کرتے ہیں اور اس پر دین اسلام کی جو ابتداء عالم سے حسب ضرورت نازل کیا گیا تکمیل ہو جاتی ہے۔ اور اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (۵ : ۳) کی وحی الٰہی کے بعد کسی اور دین اور نبی کا آجانا گویا دین اسلام کے بعد دین فساد اور فتنہ کا دین ہوگا۔

ختم نبوت کے بعد اجراء نبوت سے تیسرا فتنہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ موعود کل ادیان کی بعثت کو باطل ٹھہراتا ہے۔ اگر نبوت نے ہمیشہ ہمیشہ جاری رہنا ہے تو تمام قوموں کے لئے ایک نبی کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ حسب سابق ہر امت میں الگ الگ نبی آتے رہتے۔ جو اپنی اپنی قوم کی اصلاح کر دیا کرتے تمام اقوام کے موعود نبی کے بعد اس کی امت میں انبیاء کا آنا بالخصوص ایسے انبیاء کا آنا جن کے دعوے کے انکار سے کوئی مسلمان کافر ہو جائے اس امت کے اتحاد کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پاش پاش کرتا ہے اور موعود کل ادیان کی اہمیت اور عظمت کو یکسر مٹا دیتا ہے۔ امت مسلمہ کی فضیلت اور شان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جلال اسی امر کا متقاضی ہے کہ کوئی آئندہ آنے والا شخص اپنے دعویٰ کے انکار سے اس رشتہ اتحاد کو شکست نہ کر دے جو ابتداء دنیا سے اللہ تعالیٰ کو مطلوب اور انبیاء عالم کا کعبہ مقصود تھا۔ قصر نبوت مکمل ہو چکا۔ اب کسی نئے نبی کے لئے کوئی جگہ نہیں مگر اس طرح کہ کوئی اس قصر نبوت کی معاذ اللہ تخریب کر کے جگہ کو پیدا کرے۔ پیشگوئیوں کے اس مجموعہ میں ختم نبوت کے روشن نشان ہیں نہ صرف قرآن کریم اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ختم نبوت پر شاہد ہیں۔ بلکہ ان پیشگوئیوں کے مجموعہ میں آپ دیکھیں گے کہ انبیاء عالم کی متفقہ شہادت بھی یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین ہیں اور آپ کے بعد دعوئ نبوت کفر و ارتداد ہے اور جو شخص اس حرم پاک سے باہر قدم رکھے گا وہ یقیناً دہریت کا شکار ہوگا۔

از حریم کعبہ چوں آہو رمید
ناوک صیاد پہلویش درید

ہنود و یہود بدھ عیسائی اور پارسی حضرات سے خطاب

موجودہ قانون شہادت میں اگر یہ اصول مسلم ہے کہ

Documents are superior to oral testimony and are not to be overruled by witnesses or by an oath.

"تحریری سند زبانی شہادت پر فضیلت رکھتی ہے اور اسے گواہوں کی شہادت اور قسم سے مسترد نہیں کیا جا سکتا"

تو غور کیجئے کہ یہ الٰہی نوشتے اور تحریری اسناد جو ان مقدس انبیاء رشیوں اور دخشور کی یادگار ہیں جن کی نسبت ہر مذہب کے لوگوں کا اعتقاد ہے کہ وہ کسی دنیوی غرض۔ لالچ اور فریب سے جھوٹ نہیں بولا کرتے تھے۔ ان کی زندگی عوام کی زندگی سے اس قدر بلند تھی کہ بعض ان میں سے خدا اور اوتار اور خدا کے بیٹے سمجھے جا کر پوجے گئے جن کی شمع حیات نے کروڑوں مردوں کو زندگی بخشی جن کا نام زبان پر لانے کے لئے منھ کے پاک ہونے کی شرط ہے ان کے پاک کلمات میں ایک عظیم الشان نبی کے ظہور کی پیش خبری ہے اس موعود نبی پر ایمان درحقیقت اپنے انبیاء کی اطاعت اور اپنے رشیوں اور دخشور کی فرمانبرداری ہے۔ مختلف مذاہب کے پیرو بلکہ صداقت مذہب میں متردد اشخاص کے لئے بھی یہ امر قابل غور ہے کہ وہ انبیاء جو ہزارہا سال بیشتر عرب سے دور دراز ممالک میں مبعوث ہوئے انہوں نے ایک ہی خبیر اور علیم ہستی کی وحی سے خبر پا کر ایک عظیم الشان نبی کے ظہور کی پیشگوئی کی اور پیشگوئی بھی مسیح کی پیشگوئیوں کی طرح محض خبر کے رنگ میں نہ تھی بلکہ اس کے ساتھ دلائل اور اللہ تعالیٰ کی زبردست قوت اور قدرت کے نشانات کا سلسلہ تھا جس کا پیدا کر لینا ایک کمزور انسان کی طاقت سے قطعاً ناممکن تھا کیا یہ امر واقعہ اس قابل نہیں کہ دنیا کے عقلاء اور دانشمند اس پر غور کریں ایک امی اور دنیوی علوم اور مذاہب سے ناواقف شخص ایک ایسی بات کہتا ہے

جو اس سے پیشتر کسی عالم نے نہ کہی اور آج مذہب کی تاریخ لکھنے والے اس اُمّی کے قول کی تصدیق کرتے ہیں کہ دنیا کی کل اقوام میں انبیاء اور مصلحین کا سلسلہ ایک زنجیر کی طرح مسلسل زمانہ کے ساتھ ساتھ چلتا نظر آتا ہے۔ دوسری طرف دنیا کی تمام متفرق اقوام کے مختلف زبانیں رکھنے والے انبیاء ہزاروں سال پیشتر اپنی اپنی بولیوں میں اس شخص کے متعلق بشارات دیتے ہیں اور وہ ایک موعود کل ادیان ان کے بیان کردہ نشانات کے مطابق مبعوث ہوتا ہے پھر سب سے بڑھ کر یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اس موعود کی تعلیم اقوام عالم اور نسل انسانی میں وحدت پیدا کرنے میں بے نظیر ہے جس کی اس دور فتنہ و فساد میں از بس ضرورت ہے۔

حضور نبی کریمؐ سے متعلق پیشگوئیوں کی خصوصیات

معجزات اور پیشگوئیاں اکثر انبیاء کی حیثیت کے مطابق وقتی اور ان کی اپنی قوم کی کتابوں تک محدود رہی ہیں چنانچہ مسیح اور الیاس کے متعلق پیشگوئیاں صرف انبیاء بنی اسرائیل کی کتب تک محدود ہیں غیر مذاہب کی کتابوں میں کہیں ان کا ذکر تک موجود نہیں اگر احیاناً کوئی پیشگوئی موجود بھی ہو تو خود مسیحیوں کو غیر اقوام میں نبوت کے وجود سے انکار ہے پس ان کے اپنے نکتہ نگاہ سے وہ پیشگوئی من جانب اللہ نہ ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ اناجیل میں جناب مسیح کے متعلق پیشگوئیاں صرف انبیاء بنی اسرائیل کی ہی منقول ہیں۔ کسی غیر مذہب کی پیشگوئی کا حوالہ نہیں صرف آنحضرت صلعم کو ہی انبیاء عالم میں یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ کے متعلق دنیا کے تمام انبیاء کی کتابوں میں موجود ہیں۔

حضور کی پیشگوئیوں میں اور دوسرے انبیاء کے متعلق پیشگوئیوں میں ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ دوسرے انبیاء کی پیشگوئیاں اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کوئی ثبوت بھی نہیں رکھتیں بلکہ وہ معمولی واقعات زندگی سے متعلق ہیں لیکن آنحضرت صلعم سے متعلق پیشگوئیوں میں خداوند عالم کی زبردست قوت اور علمی شہادتوں کا ذکر ہے یعنی باوجود فقدان قرائن و اسباب ناممکن کا ممکن اور محالات کے وقوع پذیر ہو جانے کا ثبوت موجود ہے۔ اسی لئے بعض پیشگوئیوں میں حضور کی آمد کو خود خدا کی آمد قرار دیا گیا ہے۔ وہ بات جو انسان کے لئے ناممکن ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ناممکن نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و تائید میں چونکہ

یہ قدرت کا اپنا کرشمہ تھا اس لئے بعض پیشگوئیوں میں آپ کی آمد کو خود خدا کی آمد کے استعارہ میں تعبیر کیا گیا۔

پیشگوئیوں میں چند ایک مفاہمتیں

ہر علم و فن میں ان لوگوں کے لئے جو اس سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں بعض خاص اور ضروری مفاہمتیں ہوتی ہیں۔ مصور آزاد ہے کہ ذرا سے کاغذ پر میلوں لمبے سفر کی تصویر پیش کر دے ہموار سطح پر طول و عرض کے علاوہ عمق بھی دکھا دے۔ بت تراش کو اختیار ہے۔ کہ بغیر حرکت اور رنگ کے مجسمہ پیش کر دے۔ اس قسم کی بعض مفاہمتوں سے ہم مانوس ہوتے ہیں۔ اس پر اعتراض نہیں کرتے ورنہ ہماری وہی حالت ہوگی جو امریکہ کے اصل باشندوں کی تھی جنہوں نے چہرہ تصویر کا صرف ایک پہلو ہونے پر اعتراض کر دیا تھا۔ بعض عارضی اور اتفاقی مفاہمتیں بھی ہوتی ہیں۔ مثلاً سنگ تراش کا بت کھڑا کرنے کے لئے سہارا دے دینا وغیرہ وغیرہ اسی طرح پیشگوئیوں میں بھی کچھ مفاہمتیں ہیں۔

(۱) ان کی عبارت ہمیشہ مفصل نہیں ہوتی۔ بائیبل میں جس قدر پیشگوئیاں موجود ہیں خواہ وہ مسیح کے متعلق ہوں یا کسی اور موعود کے متعلق ان سب میں کوئی تفصیل موجود نہیں بلکہ اکثر مبہم اور تعبیر طلب ہوتی ہیں۔ اور عوام پر اکثر مشتبہ رہتی ہیں اور خواص پر کبھی قرائن سے یا اس موعود نبی کے ظہور اور اسی کی تفسیر سے واضح ہوتی ہیں۔ عیسائی نکتہ خیال سے تو جس کی نسبت بشارت ہو کبھی کبھی وہ بھی اسے نہیں سمجھ سکتا۔ یوحنا خود ایلیا ہونے سے انکار کرتا ہے حالانکہ مسیح اسے ایلیا قرار دیتے ہیں (دیکھو لوقا ۱: ۱۷، متی ۱۱: ۱۴ اور ۱۷: ۱۲)

پرشو رام اور رام چندر دونوں اوتار تھے مگر ایک دوسرے کو نہ پہچان کر آپس میں لڑ پڑے۔

(۲) پیشگوئیوں میں بالعموم نام صفاتی ہوتے ہیں ذاتی نہیں ہوتے یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کی قیمت اس کی صفات کے لحاظ سے ہوتی ہے نہ کہ اس کے ذاتی نام کے لحاظ سے دیکھئے مسیح کا ذاتی نام یسوع تھا۔ یسوع کے نام کی کوئی پیشگوئی کتب سابقہ میں موجود نہیں البتہ مسیح نام صفاتی ہے اور اسی صفاتی نام کا پیشگوئیوں میں ذکر ہے۔

(۳) پیشگوئیوں میں ایک دن سے ایک ہزار سال ہم انسانوں کا مراد ہوتا ہے۔ اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (۲۲: ۴۷) اللہ کے ہاں ایک دن تمہارے شمار سے ہزار برس ہوتا ہے ہندوؤں کے ہاں بھی برہما کا اور عام لوگوں کا سال گنتی کے لحاظ سے الگ الگ میعاد کا ہوتا ہے۔

(۴) پیشگوئیوں کی تعبیر بالکل اسی طرح ہوتی ہے جیسے خواب کی تعبیر کی جاتی ہے وید کی تفسیر میں اسے رہسیہ یا راز کہا جاتا ہے۔

(۵) پیشگوئیوں میں مقامات اور ملکوں کے نام بھی صفاتی ہوتے ہیں مثلاً یروشلم سے مراد مکّہ معظمہ کا حرم پاک اور خود اسلام ہے دیکھو پولوس کا نامہ گلاتیون باب ۴ آیت ۲۵۔ اور حجی نبی کی کتاب باب ۲ آیت ۹ اسی طرح وید میں ایودھیا (ناقابل فتح) سے مراد اجودھیا ہندوستان کا شہر نہیں بلکہ مکّہ معظمہ ہے جہاں جنگ منع و حرام ہے ورنہ یہ اجودھیا تو ہمیشہ مفتوح ہی رہا۔

(۶) اگر کسی الہامی کتاب کی پیشگوئی ایک ہی ہستی کے متعلق دو جہتیں ہوگی تو اس کی ایک ہی جہت قابل قبول ہوگی چونکہ یہ کتابیں مخالفین اسلام کے ہاتھوں میں رہی ہیں اس لئے ممکن ہے کہ انہوں نے اس پیشگوئی کو مبہم بنانے کے لئے کوئی عبارت کم و بیش کر دی ہو نیز یہ امر خود کتاب کی صداقت کے خلاف ہے کہ وہ ایک ہی ہستی کے متعلق دو متضاد خیال رکھتی ہو۔

(۷) کسی پیشگوئی کا کوئی حصّہ جو عقل سلیم اور علم صحیح کے خلاف ہوگا وہ قابلِ حجت نہ سمجھا جائے گا۔

(۸) پیشگوئیوں کا وہ حصّہ جو افسانہ کا رنگ لئے ہوگا اس کو صرف واقعات کی تعبیر کے مطابق قبول کیا جائے گا۔

(۹) کسی نبی کے متعلق دوبارہ دنیا میں مبعوث ہونے کی پیشگوئی سے مراد اسی نبی کی صفات اور خو پر کسی دوسرے نبی کا مبعوث ہونا ہے۔

لوقا ۱: ۱۷ میں مسیحؑ نے ایلیاس کے دوبارہ آنے کی تشریح اسی طرح کی ہے اور جناب کرشن فرماتے ہیں ہم کسی اور شکل میں حسب ضرورت اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں (گیتا ادھیا ۴ شلوک ۷)

پارسی مذہب کی کتب میں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى	"ان کی مثال ایسی ہے جیسے اس شخص
اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّآ	کی مثال جس نے آگ جلائی پھر جب
أَضَآءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ	اس آگ نے جو کچھ اس کے ارد گرد تھا
اللّٰهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ	روشن کر دیا اللہ نے ان کے نور کو سلب
فِى ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُونَ	کر لیا اور ان کو سخت تاریکی میں نابینا
(البقرہ) ۲ : ۱۷	چھوڑ دیا"

زرتشتی مذہب جسے عوام پارسی مذہب کے نام سے جانتے ہیں۔ ایران کا قدیم مذہب ہے۔ اسلام سے پیشتر ایران میں یہی مذہب رائج تھا۔ اسی مذہب کو آتش پرست یا مجوسی دین بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی مذہبی کتب ژندی اور پہلوی دونوں زبانوں میں پائی جاتی ہے اس دونوں قسم کے رسم الخط کے علاوہ کچھ لٹریچر خط منیحی میں بھی موجود ہے۔ پہلوی رسم الخط موجودہ فارسی خط سے ملتا جلتا ہے لیکن ژندی اور منیحی دونوں خط اس سے مختلف ہیں۔ قدیم ایرانیوں کی مذہبی کتب میں دو دفتر اہم ہیں ایک دساتیر اور دوسرے کا وستا یا ژنداوستا نام ہے۔ ان کتابوں کے دو حصے ہیں۔ خوردہ دساتیر اور کلاں دساتیر (بادساتیر و یاساتیر) ۲۔ خوردہ اوستا اور کلاں اوستا انہی دو کو ژندو مہاژند بھی کہتے ہیں۔

ان کتابوں کی تعداد۔ زبان اور زمانہ نزول ہر امر کے متعلق اس قدر اختلافات ہیں کہ کوئی امر قطعی طور پر معلوم نہیں ہو سکتا حضرت زرتشت جن کی طرف ان کتابوں کا اکثر حصہ منسوب ہے اس نام کے صحیح تلفظ کے متعلق ۱۱ مختلف رائیں ہیں اس نام کے معنوں میں بیسیوں شبہات ہیں۔ اسی طرح ان کی جائے پیدائش اور وطن کے متعلق قطعیت کے ساتھ کوئی رائے معلوم نہیں ہو سکتی (دیکھو گاتھا سرودہاء زرتشت مطبوعہ

ایرانی انجمن زرتشتیان بمبئی ۱۹۲۷ء کا دیباچہ) انہی بیشمار اختلافات آرا کی وجہ سے بعض علماء محققین نے حضرت زرتشت کا وجود محض خیالی اور وہمی قرار دیا ہے۔

زرتشتیوں کا دعویٰ ہے کہ ان کا مذہب نہایت قدیم ہے لیکن مستشرقین اور علماء محققین نے ان کے اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کیا بلکہ تاریخی شواہد سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس مذہب میں مصری اور یہودی روایات کا بہت سا حصہ موجود ہے اور یونانی فسانوں کا بھی اس میں کافی مواد پایا جاتا ہے۔ اس مذہب کی اشاعت قدیم سے ایران میں ہی محدود رہی ہے اگرچہ دساتیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ شنکر کاس اور ویاس جی دو ہندوستان کے بزرگ ان سے بحث کر کے قائل ہوئے اور ہندوستان میں اس مذہب کو انہوں نے رواج دیا (دیکھو دساتیر نامہ ساسان) اسی طرح گوتم بدھ کا ان کے ساتھ مباحثہ کر کے شکست کھا جانے کا ذکر ژند اوستا فروردین یشت میں موجود ہے۔ ان حوالجات کی بنا پر یہ استدلال کرنا کہ ویدک دھرم کبھی ایران میں پھیل گیا تھا۔ یا ایرانی مذہب ہندوستان میں شائع ہوا تھا غلط ہے۔ ان دونوں باتوں کا تاریخی ثبوت قطعاً نہیں ملتا اس قسم کی باتیں صرف یہ ثابت کرتی ہیں کہ ان دونوں قوموں کے کانوں میں ایک دوسرے کے مذہب کی بھنک پڑ چکی تھی۔ زرتشتی اور ویدک مذہب چونکہ دونوں تبلیغی مذہب نہ تھے اس لئے اپنے اپنے ملک میں مقید و محدود رہے۔

زرتشتی اپنے آپ کو موحد کہتے ہیں لیکن دوسرے لوگ ان کو دو خداؤں کے ماننے والے کہتے ہیں۔ ان کے خدا کا نام اہورمزد ہے۔ اہور کے معنی مالک اور مزد کے معنی دانا ہیں یعنی دانا مالک۔

زرتشتی تعلیمات کا تعلق غیر مذاہب سے:

جناب زرتشت کے کلام کا سب سے پرانا حصہ "گاتھائیں" کہلاتی ہیں۔ ویدوں میں بھی گاتھاؤں کا ذکر آتا ہے (دیکھو، اتھروید کانڈ ۱۵ سوکت ۶ منتر ۱۲) لیکن زرتشتی کتابوں میں ہندوؤں کی وید وغیرہ کتب کا کوئی ذکر نہیں اس سے ظاہر ہے کہ گاتھائیں ویدوں سے پہلے کی ہیں۔ اسی طرح اتھروید میں

"پرانم یجشا سنہ" یجس پران کے ساتھ اتھروِدوید کانڈ ۱۱ سوکت ۷ منتر ۲۴ میں آتا ہے جو دراصل یجش ہا پرانم، یعنی یجش ہا پران" ہے یجش ہا پارسیوں کی کتاب ژند اوستا کا ایک حصّہ ہے ورنہ ویدک دھرم کے عقیدہ کے لحاظ سے وید سے پہلے پران نہیں بلکہ وید پران کے بعد میں لیکن پرانا یجش ہا ژند اوستا میں موجود ہے

زرتشتی مذہب کی تعلیم

: اس کا ایک حصّہ بائبل اور قرآن شریف سے بھی موافقت رکھتا ہے مثلاً

(۱) تخلیق کائنات ۶ ادوار (زمانہ) میں ہوئی اور اہورمزد نے ترتیب وار آسمان۔ پانی زمین۔ نباتات حیوانات اور آخر پر انسان کو پیدا کیا۔

(۲) تمام نسلِ انسانی ایک ہی جوڑے سے پیدا ہوئی جن کا نام مشیہ اور مشیانا (نر اور ناری) تھا۔ مشیہ کے معنی مرد کے ہیں۔

(۳) طوفان نوح کا ذکر اس رنگ میں ہے کہ خدا نے یم (نوح) کو کہا ایک برفانی طوفان آنے والا ہے جس میں تمام بدکار لوگ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ اس لئے تو ایک تہ خانہ بنا جس میں تمام نباتات جانوروں اور انسانوں کا جوڑا جوڑا داخل کر چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سواء اس تہ خانہ کے مکینوں کے تمام مخلوقِ جہاں برفانی طوفان سے تباہ ہو گئی۔

(۴) نوح کی بجائے یم سب سے پہلا شارع سمجھا گیا ہے۔ مگر اس نے نبوت کی تبلیغ سے انکار کر دیا۔ اسلئے زرتشت سب سے پہلا شارع نبی ہوا۔ (وندیداد فرگرد)

جناب زرتشت کی پہلی پیشگوئی

آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہؓ کی تعریف

ژنداوستا میں جو حضرت زرتشت کی مسلمہ کتاب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف اور آپ کے صحابہؓ کے متعلق بہت سی کھلی کھلی پیشگوئیاں ہیں۔ ان پیشگوئیوں کا ایک حصّہ فسانہ کے رنگ میں ہے یا ایسے الفاظ میں ہے جن کو لفظی طور پر قبول نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اس کی معقول توجیہ ہو سکتی ہے کہ جس پر واقعات زمانہ بھی شہادت دیں تو وہ بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ہی صادق آتی ہے مثلاً وندیداد ژنداوستا کا پہلا حصّہ ہے اس میں اور یشتوں میں جو اسی کتاب کا دوسرا حصّہ ہے یہ ذکر ہے کہ جناب زرتشت کی خفیہ اولاد محفوظ ہے جو انکے بعد کبھی اس طرح پر ظاہر ہوگی کہ ایک عورت حوض کوثر میں نہائے گی اور وہاں حاملہ ہو جائے گی اس سے ایک موعود نبی ''استوتریتہ'' یا شاد شنیت (رحمۃ للعالمین) پیدا ہوگا جو زرتشتی دین کی حفاظت کرے گا۔ شیطان کو ہلاک کرے گا۔ بت پرستی مٹا دے گا اور زرتشتی پیروؤں کی غلطیوں کی اصلاح کرے گا۔ حوض کوثر کو زرتشتی لوگ کہیں سیستان میں قرار دیتے ہیں جس میں کیخسرو ایران کا بادشاہ غسل کرتا ہوا گم ہو گیا تھا یہی چشمہ آب حیات ہے اور اسی پر زرتشتیوں کے کیخسرو (اور عام مسلمانوں کے خواجہ خضر) اب تک زندہ سمجھے جاتے ہیں۔ اور بھولے بھٹکوں کو رستہ بتاتے یا علم سکھاتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس سے مراد کوئی مادی یا آبی جھیل نہیں بلکہ اس سے مراد روحانی پانی یا حوض کوثر قرآن شریف ہے خود قرآن شریف میں ''انا اعطینک الکوثر'' یعنی ہم نے تجھے کوثر عطا کیا ہے۔ یعنی وہ تعلیم جس میں انبیاء کی مشترکہ تعلیم، ماءالحیات اور اعلےٰ درجہ کی صداقتیں جمع ہیں۔ اسی کوثر کی برکت سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مصدق انبیاء عالم اور کل ادیان کے موعود نبی بنے اور حضور نے دیگر انبیاء کی طرح حسب بشارت

زرتشت ان کی تعلیم کی تصدیق اور حفاظت کی اور اسی حوض کوثر نے آتش کدہ کی آگ کو سرد کر دیا۔

این آتشے کہ دامن آخر زماں بسوخت　　　　از بہر چارہ اش بخدا نہر کوثرم

پیشگوئی کے اصل الفاظ کا ترجمہ ہے:

ہم اس کی تعظیم کرتے ہیں جو نیک۔ طاقتور۔ مہرباں مسلمان نفوس ہیں جو مقدس زرتشت کے اصول کی حفاظت کرتے ہیں جو اپنے بادشاہ کے داہنے ہاتھ لڑتے ہیں'' (فروردین یشت آیۃ ۶۳)

اس کی طرف اُڑتے ہوئے آتے ہیں گویا وہ تیز رفتار پرند ہیں وہ میدان جنگ میں ایک ہتھیار اور ڈھال کی مانند آتے ہیں اس کو اپنے پیچھے اور اپنے آگے رکھ کر حفاظت کرتے ہیں نظر سے پوشیدہ دشمن زنجے مخالف سے۔ بدکار شرارت پر تلے ہوئے نہایت خطرناک دشمن، ابولہب سے اسے بچاتے ہیں۔ ایسا ہوگا گویا کہ ہزار آدمی ایک آدمی کی حفاظت کر رہے ہیں پس نہ عمدگی سے چلائی ہوئی تلوار اور نہ خوب پھینکا ہوا تیر اور نہ زور سے چلائی ہوئی برچھی۔ اور نہ ہاتھ سے پھینکا ہوا پتھر اسے ہلاک کر سکے گا (فروردین یشت آیت ۷۲-۷۱)

جناب زرتشت کی اس پیشگوئی میں زرتشتی تعلیم کی حفاظت اور صحابہ کی جاں نثاری کا ہو بہو نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد اپنی جانوں کا زندہ قلعہ بنا لینا تو تاریخی واقعات ہیں۔ لیکن اس حوض کوثر نے جو حضور کو عطا کیا گیا زرتشتی دین کی تعلیم کو کس طرح اپنے اندر جمع کر کے اس کی حفاظت کی وہ ذیل کے حوالجات سے ثابت ہے۔

زرتشتی مذہب کی وہ تعلیم جس کی آنحضرت صلعم نے تصدیق کی

(۱) خدا ایک ہے مگر اسکی توحید عددی نہیں بلکہ احدیت ذاتی ہے زرتشت فرماتے ہیں "سمیرام اسپ لہ سمیرام ہر وار (یکیست نہ یک در شمار) نامہ شت وخشور زرتشت" (دساتیر مطبوعہ بمبئی صفحہ ۶۹)

(۲) لَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ (ہمانندارد)　　　(دساتیر مطبوعہ بمبئی صفحہ ۶۹)

(۳) لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ دساتیر میں ہے ہیچ چیز باو نماز (دساتیر مطبوعہ بمبئی صفحہ ۶۹)

(۴) دساتیر میں ہے جز آغاز و انجام۔ انباز و دشمن و مانند دیار و پدر و مادر و زن و فرزند و جای سوئے تن و تن آسا و تنانی و رنگ و بوی است قرآن شریف نے اس سے بڑھ کر جامع الفاظ میں فرمایا:۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (۱۱۲: ۲تا۴) دساتیر صفحہ ۲

(۵) دساتیر میں ہے "ہستی دِہ ہمہ" روح و مادہ ہر چیز کو ہست کرنے والا قرآن شریف نے اس کی تصدیق کی خالق کل شئی ہر چیز کا وہ خالق ہے (دساتیر صفحہ ۳)

(۶) نہ یابند او را چشمہا و نہ آسانید او را اندیشہا (دساتیر صفحہ ۶۸) قرآن شریف نے فرمایا۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (۶: ۱۰۳) اور قرآن شریف کی آیت میں صرف دعویٰ اور عقیدہ نہیں بلکہ دلائل بھی ساتھ موجود ہیں۔ جو ذات بینائی پر محیط ہو اور وہ لطیف ہو اس کو آنکھیں کیسے دیکھ سکتی ہیں۔ دساتیر میں دوسری جگہ فرمایا مردم گو گو یدیں چشم ہر آئینہ باش را نہ بیند چشم دیگر خواہید صفحہ ۷۰ لوگوں سے کہو تم ان آنکھوں سے خدا کو نہیں دیکھ سکتے۔ اس کی دید کے لیے دوسری آنکھیں چاہئیں ایک اور جگہ فرمایا پوشیدہ و نہاں گرویدہ از سخت آشکاری صفحہ ۶۰ زیادہ ظاہر و آشکار ہونے کی وجہ سے پوشیدہ و نہاں ہے۔

(۷) روح و مادہ اس کے ہمسر نہیں فرمایا توئی نخستی کہ نیست نخست ترے پیش از تو۔ توئی بازپس ترے کہ نیست بازپس تر از پست صفحہ ۶۶ قرآن مجید نے فرمایا۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (۵۷: ۳)

(۸) دساتیر میں ہے "ہر چہ پنداری ازاں برتر است" صفحہ ۶۹ قرآن شریف نے فرمایا وله المثل الاعلى اس کی ہر صفت برتر ہے۔ (۳۰: ۲۷)

(۹) دساتیر میں ہے "نامید از مہربانی و بخشندگی او مشوید" صفحہ ۳۳ قرآن میں اس کی یوں تصدیق کی۔ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔ (۳۹: ۵۳)

(۱۰) زرتشت نے فرمایا ''دمن نزدیک تر تراز توام'' (دساتیر صفحہ ۲۲) نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ قرآن مجید میں ہے (۵۰ : ۱۶)

(۱۱) ملائکہ کے متعلق حضرت زرتشت نے فرمایا ''سروشان بیشمار اند'' (صفحہ ۱۶) ملائکہ بیشمار ہیں۔

(۱۲) حضرت ماہ آباد (آدمؑ) سے خدا فرماتا ہے اے آیاد گفت گفت یزداں آنست کہ فرشتہ بر دل تو آرد (صفحہ ۳۷) یعنی فرشتے کلام الٰہی پیغمبر کے دل پہ نازل کرتے ہیں۔

(۱۳) بہشت و دوزخ کے متعلق حضرت زرتشت کی تعلیم یہ ہے ''چوں فردین تن گذارد در سروشتانس رسانم (صفحہ ۱۳) جب نیک آدمی جسم کو چھوڑتا ہے میں اسے بہشت میں پہنچا دیتا ہوں۔

(۱۴) بہشت کے متعلق حضرت زرتشت کی تعلیم یہ ہے۔ بہشتیاں را تنے از بخشش یزداں برتر باشد کہ نہ ریزد و کہنہ شود و نہ درگیرد و نہ آلائش درو فراز آید (صفحہ ۱۹) پھر فرمایا دراں خورم آباد جاوید پایند'' (صفحہ ۱۳)

(۱۵) دوزخ کے متعلق فرمایا دستگاراں در بہشت جاوید باشند و گنہگاراں را در دوزخ۔ سخت بد خونہائے او در پیکر آتش سوزندہ و برف فشرندہ و سرو کنندہ و مار کژدم و جز آں آزاء زندگان و رنج آوراں شدہ آرائش دہند (صفحہ ۴۸) جہنم میں آگ اور برف دونوں کا عذاب زرتشتی مذہب کی مخصوص تعلیم ہے۔ جس کی قرآن شریف نے ان الفاظ میں تصدیق کی ہے۔ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا نہ اس میں تسکین پائیں گے۔ اور نہ پینے کی چیز بجز ابلے گرم اور شدید برفاب کے سورۃ النباء دنیا کے اور کسی مذہب نے جہنمی عذاب برف کا ذکر نہیں کیا۔

(۷۸ : ۲۴-۲۵)

(۱۶) اس کے علاوہ شرافت انسانی حکم نکاح۔ عصمت۔ ایفاء عہد۔ حرمت خمر۔ عقیقہ۔ طہارت و غسل و وضو و تیمم کے احکام بھی دساتیر میں پائے جاتے ہیں۔

(۱۷) دساتیر کے ہر نامہ کی ابتداء میں اعوذ اور بسم اللہ کا بھی کسی قدر مفہوم ظاہر کرنے والی دو آیات پائی جاتی ہیں۔

(۱۸) وحی الٰہی کی تین قسمیں اول خواب دوم بین النوم والیقظہ اور تیسرے بیداری میں ہونے کا ذکر نامۂ شت وخشور زرتشت کی آیات ۵ تا ۷ میں موجود ہے۔

(۱۹) محکم و متشابہ دو طرح کے کلام کا نام پرخیدہ اور اپرخیدہ کلام بتایا گیا ہے نامہ شت وخشور صفحہ ۵۔

ضرورت پیغمبر کے بارے میں حضرت زرتشت فرماتے ہیں" وخشور ازیں باید کہ مردمان در کار زندگی و زیست بہ ہمدیگر نیازمند ندپس ایشاں راگریز نیست از آئین بستگاں و برنہاداں کہ ہمہ برآں ہمداستان باشند تاستم در داد وستد وانبازی نشود و دہنا دجہاں پائد وایں پرستگان از پیش یزداں باید تاہمہ کسان آناں راپذیرند بدیں فرزبود وخشور انگیختہ شود" نامۂ شت وخشور آیات ۴۵ تا ۴۹ (دساتیر مطبوعہ بمبئی)

ترجمہ پیغمبر اس لئے چاہیئے کہ لوگ کاروبار زندگی میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں ان کے لئے ایسے مرتبان شرائع کی ضرورت ہے جنہیں سب لوگ مان لیں تاکہ باہمی داد وستد میں ظلم وستم نہ ہو کوئی دھوکہ فریب نہ ہو اور نظام عالم درست رہے اور یہ موسسین قانون خدا کی طرف سے ہونے چاہئیں۔ تاکہ تمام لوگ ان کو یکساں قبول کریں اسی بنا پر پیغمبر مبعوث کیا جاتا ہے۔

شناخت پیغمبر کے متعلق فرمایا "پرسدت وخشور را ازچہ راست گوئی دراست کار درکار خود شناسیم بہ چیز یکہ او داند و دیگراں نداند واز دلِ شما آگہی دہد واز آں چہ پرسید در پاسخ فرو نہ ماند و آنچہ او کند دیگرے نتواند"۔ نامۂ مذکور آیات ۵۰ تا ۵۴۔

ترجمہ: تجھ سے پوچھتا ہے کہ ہم پیغمبر کو کیسے اس کے قول اور فعل میں صادق سمجھیں (جواب) اس سے کہ جو کچھ وہ جانتا ہے دوسرے نہیں جانتے اور وہ تمہاری فطرت سے اطلاع دے اور جو کچھ اس سے پوچھا جائے اس کے جواب میں عاجز نہ ہو جو وہ کرے دوسرے نہ کرسکیں۔

ملک ایران میں ساسان پنجم کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت قریب کا زمانہ ہے۔ صحابہ کرام نے ایران کو جب فتح کیا تو اسی تعلیم کو دیکھ کر فوراً یہ فیصلہ کرلیا کہ ایرانی مذہب کا پیغمبر زرتشت پیغمبر برحق تھا

اور ایرانیوں کے ساتھ وہی سلوک کیا گیا جو اہل کتاب کے ساتھ کیا جاتا تھا اگرچہ قرآن شریف میں زرتشت کا نام نہیں مگر یہ آیت تو موجود ہے کہ

رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم	"تجھ سے پیشتر کے رسولوں میں سے بعض
مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم	کا ذکر ہم نے تجھ پر کیا ہے اور بعض
مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ	ایسے بھی ہیں جن کا ذکر تجھ پر نہیں کیا"

(۴۰ : ۷۸)

صحابہ کرام نے انہی رسولوں میں سے جن کا ذکر قرآن شریف میں نہیں کیا گیا حضرت زرتشت کو بھی نبی سمجھا کیونکہ اس کی تعلیم وحی الہی کے سرچشمہ سے نکلی معلوم ہوتی ہے جیمس ڈارمیٹر نے ژنداوستا کے ترجمہ کی تمہید میں خوب لکھا ہے۔

When Islam assimilated the Zoroastrians to the people of the Book it evinced a rare historical sense and solved the problem of the origin of the Avesta" (*Introduction to Vandad*, p. 69)

"جب اسلام نے زرتشتیوں کو اہل کتاب میں شامل کر لیا تو اس نے ایک بے نظیر تاریخی نکتہ کو آشکارا کر دیا اور اوستا کی حیثیت کے معمہ کو حل کر دیا"

جناب زرتشت کی آنحضرتؐ کے حق میں پیشگوئیاں

یا

حضرت زرتشت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیوں کر تصدیق کی

دو مختلف مذہبی کتابوں میں تعلیم کی شدید مطابقت بعض کوتہ اندیش اور دہریت پسند طبائع کو اس رائے کی طرف مائل کر دیتی ہیں کہ بعد کی کتاب نے اپنے ماسبق صحیفہ سے اس تعلیم کو نقل کر لیا ہے حالانکہ وہ خدا جس نے ایک نبی کو ایک تعلیم دی ہے۔ (وہ نبی خود اور اس کی امت اس تعلیم کو اپنی قوم تک محدود رکھنے کی سخت کوشش کرتے ہیں) تو وہ اس صداقت اور روشنی کو کسی دوسرے نبی پر بھی ظاہر کر سکتا ہے بلکہ اس کا فرض ہے کہ اس کی ہدایت اور روشنی کا آفتاب یکے بعد دیگرے دنیا کے دوسرے ممالک اور قوموں تک بھی پہنچے وہ رب المشارق والمغارب جس طرح آہستہ آہستہ آفتاب کو مشرق اور مغرب کے تمام ممالک پر لے جاتا ہے۔ اسی طرح اس کی روحانی روشنی اور تعلیم بھی کسی ملک اور قوم تک محدود نہیں بلکہ اختلاف اوقات کے ساتھ ساتھ وہ روشنی بھی چلتی جاتی ہے۔ ہر قوم اور ملک کا شرقی افق الگ الگ ہے اور ہر قوم نے اپنا ایک مشرق قرار دے لیا ہے اور یہی سمجھتی ہے کہ اس پر روشنی پھوٹی ہے اور اس کے بائیں ہاتھ مشرق نہیں بلکہ مغرب ہے مگر ایک عقلمند انسان جسے زمین کی گولائی کا علم ہے وہ جانتا ہے کہ مشرق ایک نہیں بلکہ زمین کے اوپر فضاء کا ہر نقطہ جہاں آفتاب نمایاں ہوتا ہے ایک قوم کے لئے مشرق ہے تو دوسری قوم کے لئے وہی مغرب ہے اسی لئے قرآن شریف نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے فرمایا۔ رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ وہ مشرقوں کا بھی رب ہے اور مغربوں کا بھی رب ہے۔ مشرق اور مغرب محض نسبتی الفاظ ہیں فضاء کا ایک نقطہ ایک قوم کے لئے مشرق ہے تو وہی نقطہ دوسری قوم کے لئے مغرب ہے ایک قوم اور مذہب کو دوسری قوم اور مذہب سے اقتباس نور کی ضرورت نہیں۔ پس وہی خدا جس نے آفتاب رسالت کے طلوع سے پیشتر

جناب زرتشت کو ایک آگ دی کہ وہ اس سے ملک ایران کو روشن کرے۔ اسی نے مسیحی دنیا کو بھی ایک صبح کا ستارہ دیا (مکاشفات یوحنا ۲۲-۱۶) تاکہ وہ بنی اسرائیل کی رہنمائی کرے اس نے ہندوستان کو کرشن چندر یعنی کرشن جیسا چاند عنایت کیا ایک دہریت پسند انسان کے لئے قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ جناب زرتشت کی آگ۔ وہ مسیح کا ستارہ اور ہندوستان کا چاند کسی آفتاب رسالت کے متعلق بھی تو پیشگوئی فرما رہے ہیں۔ اگر قرآن ان کی تعلیمات کی تصدیق کرتا ہے تو وہ بھی آنحضرت صلعم کی تصدیق کرتے ہیں پس ایک دوسرے سے کسی نے کچھ اقتباس نہیں کیا بلکہ ایک ہی عالم الغیب ان سب کا معلم تھا۔ قرآن شریف کی آیت جو اس مضمون کے شروع میں ہم نے زیب عنوان کی ہے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي	"ان کی مثال ایسی ہے جیسے اس
اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ	شخص کی مثال کہ اس نے آگ جلائی
مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ	جب اس آگ نے اپنے ماحول کو روشن
وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ	کر دیا اللہ نے ان کے نور کو سلب کر
لَّا يُبْصِرُونَ البقرہ (۲:۱۷)	لیا اور انکو سخت تاریکی میں نابینا چھوڑ دیا"

پارسی قوم کی مثال بالکل ایسی ہے اس قوم کو تمام لوگ آتش پرست قوم اور ان کی جاءِ عبادت کو آتشکدہ سے موسوم کرتے ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے آگ جلائی جب اس آگ سے اس کا ماحول روشن ہو گیا تو اللہ تعالیٰ ان کے اس نور کو جو اس آگ کے متعلق انھیں عطا کیا گیا تھا لے گیا اس لئے اس آگ کی روشنی نے انھیں کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ وہ تاریکیوں میں اندھوں کی طرح ٹھوکر کھانے والے ہو گئے چونکہ یہ لوگ اب حقیقی دین زرتشت سے پھر گئے ہیں۔ اس لئے فرمایا یہ بہرے گونگے اور اندھے ہیں اس لئے حقیقت کی طرف رجوع نہیں کرتے (اندھے اور بہرے "کوس اور کرپنس" یہ زرتشتی مذہب کی خاص اصطلاح ہیں۔ ان لوگوں کی صفات میں جو خدا کی کوئی بات نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں (امرزدیشت آیت ۱۰ بہرام یشت ۱:۴) یزدگرد ثالث نے

آرمینیا میں زرتشتی مذہب کو شاہی مذہب قرار دیکر احکام جاری کرتے ہوئے کہا تھا" تمہیں معلوم ہونا چاہیئے جو شخص مزدکے مذہب کی پیروی نہیں کرتا وہ بہرہ اور اندھا اور شیطان کا بہکایا ہوا ہے۔" زرتشتی مذہب کی عبادت درحقیقت آگ جلا کر خدا کی عبادت کرتا تھا جس سے تمثیل کے طور پر یہ عہد اور اقرار لینا مراد تھا کہ وہ الٰہی شریعت اور ہدایت کی روشنی میں ہمیشہ چلتے رہیں گے۔ چنانچہ خود حضرت زرتشت نے اس نکتہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا۔

"میں تمہیں جو اس جگہ جمع ہوئے ہیں حکیم مطلق کی حکمت کی باتوں کو بتاتا ہوں خدا کی حمد اور اس کی ثناؤں کو اور نیک نفوس کے نغمات کو جو ایک اعلےٰ صداقت ہے جسے میں مقدس شعلوں سے بلند اٹھتے ہوئے دیکھتا ہوں تم حقیقت کی روح کو غور سے سنو۔ آگ کے شعلوں پر نہایت پاک دل سے تدبّر کرو"۔

(اہونواتی گاتھا یشت ۳۰: ۱ ، ۲)

حضرت زرتشت کے اس حکیمانہ قول سے ظاہر ہے کہ آتش کدہ کی آگ تمثیلی رنگ میں شریعت کی پر حکمت باتوں پر چلنے ان پر غور اور تدبر کرنے کا ایک اقرار اور عہد تھی کہ ہم ہمیشہ شریعت کی روشنی میں چلتے رہیں گے۔ قرآن کریم نے بھی اس آتش شریعت و ہدایت کا ذکر کرکے آتش پرستوں کو یہ نکتہ سمجھایا ہے۔ قرآن مجید نے چار قسم کی آگ کا ذکر کیا ہے۔

(۱) وہ آگ جس میں نور ہے اور جلاتی بھی ہے جیسے عنصری آگ۔

(۲) وہ آگ جس میں نہ نور ہے اور نہ جلاتی ہے جیسے سبز درختوں میں موجود آگ۔

(۳) وہ آگ جس میں نور نہیں مگر جلاتی ہے جیسے جہنّم کی آگ۔

(۴) وہ آگ جس میں نور ہے مگر جلاتی نہیں اور یہی آگ ہدایت کا مرکز ہے حضرت موسےٰ فرماتے ہیں اَوْاَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى (۲۰: ۱۰) یا میں آگ پر ہدایت پاؤں بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ (۲۷: ۸) برکت دیا گیا ہے وہ جو آگ یا ہدایت کی تلاش میں ہے۔

پارسی مذہب کی وہ تاریخ جو ہم تک پہنچی ہے وہ بتاتی ہے کہ حضرت زرتشت کے ایک عرصہ بعد پارسیوں نے شریعت پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ (دیکھو دساتیر میں ساسان اول و پنجم کے نامے) وہ آتشی عہد جس

نے بعد میں محض آتش پرستی کی شکل اختیار کرلی انکے مدِنظر نہ رہا۔ شریعت کی کتابیں عمل میں نہ آنے کی وجہ سے اور یونانیوں کی تاخت وتاراج سے ضائع ہوگئیں اور کچھ صحیفے محرف مبدل ہوکر اس حالت کو پہنچ گئے کہ ان پر یہ رائے قائم کی گئی۔

As the Parsis are the ruins of a people so are their sacred books the ruins of a religion" (*Sacred Books of the East*, vol. IV)

زرتشتی مذہب کے موجودہ ہائی پریسٹ مانک نصروانجی پی۔ ایچ۔ ڈی ذراسٹرین تھیالوجی کے دیباچے میں لکھتے ہیں۔ ''زرتشت نے جس زبان میں اپنے گیتوں کو ترتیب دیا وہ جلدہی دنیا سے نابود ہوگئی۔ اس کے بعد اوستا کا رواج ہوا جو پارتھینس کے آخری دنوں تک جاری رہی اس کے بعد پہلوی زبان اوستا پر غالب آگئی اور پہلوی زبان کا دور آٹھ صدیوں تک قائم رہا۔''

پس ''جیسے پارسی خود ایک تباہ شدہ قوم کے کھنڈرات ہیں۔ اسی طرح ان کی مقدس کتابیں ایک برباد شدہ مذہب کے خرابے ہیں'' اقوام اور مذاہب کی زندگی اور سلامتی اگر ان کی شریعت کی زندگی اور سلامتی سے وابستہ ہے تو اس وقت پارسی مذہب میں وہ زندگی موجود نہیں۔ نہ ان کی الہامی کتابیں اصلی حالت پر دنیا میں کہیں موجود ہیں۔ اور نہ ان کی زبان زندہ زبان ہے۔ البتہ پارسی مذہب کے ان کھنڈرات میں ایسے کچھ نشانات اب بھی موجود ہیں۔ جن میں جناب زرتشت کی ہدایت اور پیشگوئی اس مذہب کی تباہ حالی و بربادی کے وقت کے لئے موجود ہے۔ ان ہی نشانات میں آتشکدوں کے سرد کردیئے، پارسی قوم کی نشاۃ ثانیہ عربی پیغمبر کے دین کی متابعت کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے اور راعیانِ ایران کے قبول اسلام کی پیشگوئیاں ہیں۔

جس طرح جناب زرتشت نے ایران میں روحانی روشنی کی آگ جلائی تھی اس آگ کے بجھ جانے پر یا اس آتش کدۂ روحانی کے سرد ہوجانے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ایک آتشی شریعت

روشن کی قرآن کریم کی آیت مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا (۲: ۱۷) کے ماتحت

• حضور نے فرمایا مثلی کمثل رجل استوقد نارا (بخاری) میری مثال اس شخص (زرتشت) کی مثال ہے کہ اس نے آگ جلائی" یہ الفاظ درحقیقت ژندواوستا کی ایک عظیم الشان پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے۔

جناب زرتشت کی دو اور زبردست پیشگوئیاں

زرتشتی دین کی اصلاح اور آنحضرت صلعم کا اسم مبارک

جناب زرتشت کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کر کے ژندواوستا کی کتاب ژندواوستا فروردین یشت میں فرمایا۔

(۱) "ایمانداروں میں اے زرتشت نہایت زبردست ان لوگوں کے نفوس ہیں جو حاملان شرع قدیم ہیں۔ یا ان مومنوں کے نفوس جو ابھی پیدا نہیں ہوئے جو دنیا کو از سر نو زندگی بخشنے والے ہیں۔"

یعنی جس طرح زرتشت کے پیروان کی شرع پر چل کر بلند مراتب کو حاصل کر چکے ہیں اسی طرح ایسے مومنوں کی ایک جماعت آئندہ زمانے میں پیدا ہوگی جو دنیا کی اقوام اور مذاہب کو از سر نو زندگی بخشے گی۔ پھر زیادہ وضاحت سے فرمایا۔

(۲) اس کا نام فاتح مہرباں اور اس کا نام" استوت ارتیا (تعریف کیا گیا یا محمد) ہوگا وہ رحمت مجسم ہوگا کیونکہ وہ تمام جہان کے لئے رحمت ہوگا وہ حاشر ہوگا اس لئے کہ کامل انسان اور روحانی انسان ہونے کی وجہ سے وہ تمام لوگوں کی ہلاکت کے برخلاف مبعوث ہوگا۔ وہ مشرک لوگوں اور ایماندار لوگوں کی بدیوں کی اصلاح کرے گا۔ یعنی" مشرکین بت پرست اور زرتشتی مذہب کے پیروؤں دونوں کی بدیوں کی اصلاح کرے گا۔" دیکھو جیمس ڈارمیسٹر مترجم ژندواوستا کا اس آیت پر نوٹ فروردین یشت ۲۸۔ آیت ۱۲۹۔

دنیا میں صرف ایک ہی عظیم الشان نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے ہیں۔ جن پر یہ پیشگوئی لفظاً

لفظاً صادق آتی ہے۔ آپ کا فاتح مہربان ہونا آپ کے اس سلوک سے ظاہر ہے جو فتح مکہ کے بعد کفار مکہ کے ساتھ کیا گیا کہ اپنے خونخوار دشمنوں کو لا تثریب علیکم الیوم کہہ کر چھوڑ دیا گیا۔ آپ کا نام محمد آپ کا رحمۃ اللعالمین یعنی تمام جہان کے لئے رحمت ہونا آپ سے پیشتر انبیاء صرف اپنی اپنی قوم کے لئے رحمت تھے۔ حاشر ہونا کہ جن کے قدموں پر دنیا کی قوموں کو اکٹھا کر دیا گیا۔ بت پرستوں اور یزداں پرستوں دونوں کی اصلاح کرنا یہ صرف حضور صلعم کی خصوصیات ہیں۔

چوتھی پیشگوئی اصحاب آنحضرتؐ کی بےنظیر قدوسیت

"اس کے اصحاب ترقی کریں گے جو محمد کے دوست ہیں دشمنوں کے قاتل۔ نیک اندیش خوش گفتار خوش کردار اعلےٰ شریعت کے پابند جن کی زبانوں نے کبھی ایک لفظ بھی جھوٹ نہیں بولا۔" زمیاد یشت آیت ۹۵۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے صحابہ کی قدوسیت کا ذکر اکثر پیشگوئیوں میں موجود ہے بائبل میں بھی دس ہزار قدوسیوں کا ذکر ہے۔ درحقیقت کسی پیغمبر کی صداقت اور کامیابی کا سب سے بڑا معیار اس کے ساتھیوں کی قدوسیت اور تزکیہ ہے جس نے اپنے ہزاروں ساتھیوں کو صادق القول بنا دیا وہ خود کتنا بڑا راستباز ہوگا یہ امر قابل غور ہے۔

پانچویں بشارت حضور کی بعثت پر آتشکدوں کا سرد ہو جانا

غور کرنے والے اصحاب کے لئے یہ پیشگوئی بھی نہایت عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ جناب زرتشت نے فرمایا۔

"تو اس خانہ میں جلتی رہ تو اس گھر میں ہمیشہ جلتی رہ تو اس آتشکدہ میں شعلہ زن رہ تو اس میں ترقی کر ایک مدت تک کے لئے نہایت زبردست اصلاح دنیا کے عہد تک نیکی کے قیام اور زبردست انقلاب دنیا تک" آتش نیائش آیت ۹۔

(٥٤) چم چمیم کا جام کمند هرتوار جیام ور تاه هیتال هود
چون چنین کارها کنند از تازیان مردی پیدا شود (٥٥) یو هزار
تشاتام هو هیر تاک د نیر تاک و سیمرا کت وامیراکت
سرو یم ارتد که از پیروان او دیهیم و تخت و کشور و آیین همه
برافتد (٥٦) و هو ند هر ور کتام تیودام وشوند سر
کشان زیردستان (٥٧) بیرن فه شای نیمار و سیمار کسوار
آبادلی جوار هده یوستا بینند بجای پیکرگاه آتش
کده خانه آبادی بی پیکر شده نماز بردن سو خانه که در تازیان آست
و در یک جا آور ان ساخته آباد است و در آن پیکرهای اختران بود گویند سود
خانه نماز بردن سو و بردارند از و پیکرها (٥٨) و هورد هوش
شنشور و فراآب شود (٥٩) و تدرا هند شای
سیمارام مدیر وا نورام هام ونیغود و نیواک و شایام
شمناد و بازستانند جای تشکدهای مداین و گردهای آن
د توس و بلخ و جاهای بزرگ (٦٠) و هایم هارهیشام ور تاه یا مد
هرتال و سمین هو دم هن بلزیده و آیین کرایشان مردی
باشد سخنور و سخن او در هم پیچیده (٦١)

99. Photo Block of the *Dasatir* prophecy taken from the copy of it at the state Library Hyderabad Deccan, 1935 compared with the copy of British Museum library London, 1962.

آیت مذکورہ کا مطلب بالکل واضح ہے کہ آتش کدے نئے دور مذہبی میں بالکل موقوف ہو جائیں گے بلکہ جناب زرتشت نے اس انقلاب مذہبی تک بطور نشان اور عہد کے آگ جلانے کا حکم دیا تھا۔ جب وہ آتشی شریعت والا موعود زبردست انقلاب مذہبی کا پیغمبر آگیا تو آتشکدہ کو سرد ہو جانا چاہیئے چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ ایسا ہی ہوا۔

ان پیشگوئیوں میں صرف ایک لفظ قابلِ تشریح ہے اور استوترتیہ جس کے معنی ہم نے تعریف کیا گیا یا محمد کیئے ہیں۔ اس کا مصدر لفظ استُو ہے زبان سنسکرت اور ژند دونوں میں اس کے معنی سُتتی اور تعریف کرنا ہے۔ ستودن موجودہ فارسی میں بھی تعریف کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ بعض مستشرقین نے اس کے معنی قائم یا کھڑا ہونے والا کیئے ہیں یعنی اس کو ایستادن سے مشتق سمجھا ہے جو بالکل غلط ہے۔ ژندی زبان سے قریب ترین زبان سنسکرت ہے نہ کہ فارسی پس استوترتیہ کے معنی استو ژندی اور سنسکرت دونوں کے مشترکہ مادہ سے تعریف کیا گیا ہیں جو لفظ محمدؐ کا لفظی ترجمہ ہے۔

زرتشتی مذہب کے دوسرے دفتر کی پیشگوئیاں

دساتیر پارسیاں میں پیغمبر عرب کی بشارت

زرتشتی قوم کی کتابوں کے دو دفتر ہیں۔ ان کا مختصر ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ بعض ان میں سے ایک دفتر یعنی ژند اوستا کو مستند مانتے ہیں اور بعض دساتیر کو ژند اوستا کی بشارات کا ذکر ہو چکا اب دساتیر کی بشارات سنیئے پارسی قوم کے ان دونوں دفاتر سے ہم پیشگوئیاں الگ الگ اس لیئے پیش کرتے ہیں کہ کسی فرقۂ زرتشت کو بھی اتمام حجت کیئے بغیر نہ چھوڑا جائے۔ زرتشتی مذہب کا وہ دفتر جو دساتیر کے نام سے موسوم ہے دو حصوں پر مشتمل ہے۔ خورد دساتیر اور کلاں دساتیر لفظ دساتیر کے معنی بعض مستشرقین نے دس حصوں والی کتاب کیئے ہیں۔ دس بمعنی دس اور تیر بمعنی حصہ ٹکڑا یا شاخ بعض نے تیر کو سنسکرت کا لفظ

سمجھ کر کنارہ ترجمہ کیا ہے بعض نے دستور کی جمع دساتیر قرار دی ہے جس کے معنی شریعت اور قانون کے ہیں۔ موجودہ دساتیر میں مہ آباد کے نامہ سے لے کر ساسان پنجم کے نامہ تک ۱۵ نامے ہیں ان میں سے ساسان اوّل کا نامہ ایک خاص شان کا نامہ ہے جس میں نہایت صفائی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئی موجود ہے دساتیر کا وہ نسخہ جس سے ہم نے پیشگوئی کا فوٹو بلاک لیا ہے مُلّاں فیروز مشہور پارسی کا دیگر علماء کی مدد سے شائع کردہ نسخہ ہے جسے ناصر الدین قاچار شاہ ایران کے عہد میں طبع کیا گیا۔ مُلّاں فیروز مصنف دبستان مذاہب بمبئی کے مشہور زرتشتی فاضل تھے جو ژندی پہلوی اور فارسی کے علاوہ زبان عربی کے بھی عالم تھے انہی کی ہمت اور سعی سے دساتیر کا یہ نسخہ طبع ہوا۔

اس نسخہ میں ساسان اوّل کی یہ پیشگوئی موجود ہے جو حضرت ساسان کو جناب زرتشت سے پہنچی ہے کیونکہ ساسان کا کام صرف دین زرتشت کی تجدید تھا۔

پیشگوئی سے پہلے ایرانیوں کی بدکاری کا ذکر ہے اس پیشگوئی کا بھی فوٹو بلاک ہم نے دیدیا ہے دیکھو فوٹو بلاک ۱؎ اصل پیشگوئی پہلوی زبان میں ہے ہر سطر کے نیچے اس کا ترجمہ فارسی میں موجود ہے۔ حضرت ساسان نے بعض جملوں کی اپنی زبان میں کچھ تشریح بھی کی ہے۔ پیشگوئی کے اصل الفاظ مع ترجمہ درج ذیل ہیں۔

(چم) جب (چمیم) ایسے (کاجام) کام (کمند) ایرانی کریں گے (ہزتوارجیارم) عربوں میں سے (ورتا) ایک شخص (مسیال ہود) پیدا ہوگا (یوہزارتسامام) کہ پیرودں سے (ہو) اس کے (ہیرتاک) تاج (و) اور (نیرتاک) تخت (و) اور (سمیراک) سلطنت (دامیراک) اور شریعت (ایرانیان) (سرویم) سب کے سب (ارتد) درہم برہم ہوجائے گا (و) اور (ہوتند) ہوجائیں گے (ہرورکتام) سرکش لوگ (تیودام) مغلوب (بیرن) دیکھیں گے (فہ شائی) بجائے (نیمار) تبکدہ (سیمار) اور آتشکدہ (کسوار) عبادت خانہ (آباد) ابراہیم (بے جوار) بتوں سے خالی (ہدہ) ہوکر (نیوستا) قبلہ۔

حضرت ساسان اس پر لکھتے ہیں کہ بریگ زار عرب میں جو ابراہیم کا بناکردہ خانہ ہے اس میں ستاروں کے بُت رکھ دیئے گئے تھے۔ اسی کی طرف منہ کر کے وہ نماز پڑھیں گے اور اس سے بُت اٹھا دیں گے۔

(و) اور (ہوزد) ہوں گے وہ (ہوش شینشور) رحمۃ اللعالمین (و) اور (تد) پھر (رامند) لے لیں گے (شائیہا) جگہیں (سیمارام) آتشکدوں کی (مدیہ) مدائن کی (وانتورام) اور ارد گرد (ہام) اسکے کی (و) اور (تیفود) توس (و) اور (نیواک) بلخ (و) اور (شایام) جاہاء (شمناد) بزرگ (و) اور (ہاہیم ہار) شارع (ہیشام) ان کا (ورتا) مرد (پاند) ہوگا (ہرتال) سخنور (و) اور (سمین) کلام (ہو) اس کا (دم ہن بلنہ یدہ) باہم ربط رکھنے والا۔

مطلب: جب زرتشتی لوگ شریعت پر عملدرآمد چھوڑ دیں گے اور بدکار ہو جائیں گے تو عربوں میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کے پیرو ایران کے تاج و تخت و سلطنت کے مالک ہو جائیں گے۔ اور ایران کے سرکش لوگ مغلوب ہو جائیں گے۔ آتشکدہ کی بجائے حضرت ابراہیم کے خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کر کے اس کی طرف نماز پڑھیں گے اور یہ رحمۃ اللعالمین ہوں گے۔ ایران۔ مدائن و توس و بلخ اور مقامات مقدسہ اور اس کے ارد گرد ملکوں پر قابض ہو جائیں گے۔ اور ان کا شارع (نبی) کلام (کے معجزہ) والا ہوگا اور اس کا کلام بلیغ ہوگا۔

یہ پیشگوئی واضح الفاظ میں ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت کے یہ نشانات بتائے گئے ہیں۔

(۱) زرتشتی مذہب کا بگڑ جانا۔

(۲) مصلح کا ملک عرب سے ہونا۔

(۳) آپ کے پیروؤں کی کامیابی اور کشور کشائی۔

(۴) ایران جیسی زبردست اور سرکش طاقت کا بے سروسامان بادیہ نشین عرب قوم کے ہاتھوں مغلوب ہو جانا۔

(۵) آتشکدوں کی بجائے خانہ ابراہیم کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا۔

(۶) بتوں سے خانۂ کعبہ بلکہ عرب کا پاک کر دینا۔

(۷) آپ کا رحمۃ اللعالمین ہونا۔

(۸) آپ کا کلام معجزانہ اور بلیغ ہوگا۔

(۹) توس و بلخ اور مدائن پر مسلمانوں کی حکومت ہو جانا۔

(۱۰) تمام قوموں کے مقامات مقدسہ پر مسلمانوں کا قبضہ۔

اس سے پیشتر ہم یہ بتا چکے ہیں کہ ژند اوستا اور دساتیر کے دونوں دفتر جُدا جُدا ہیں اور زرتشتی فرقے صرف اپنے اپنے دفتر کو مستند مانتے ہیں تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دونوں متفق اللسان ہیں دونوں دفاتر میں سینکڑوں اختلافات ہوا کریں گے مگر جس نقطہ پر یہ دونوں دفتر ملتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ کہ ایک شخص اہل عرب میں سے مبعوث ہوگا اس کا نام محمد ہوگا وہ رحمۃ اللعالمین ہوگا۔ اس کا قانون زرتشتی قانون کا مصدق ہوگا۔ اس کے اصحاب نیک اور صادق ہوں گے۔ اس کی آمد پر آتشکدے سرد ہو جائیں گے۔ کعبہ ابراہیم بتوں سے پاک ہوگا۔ ایرانی اعیان اور ان کی کثرت اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھے گی۔ وہ بُت پرستوں اور زرتشتیوں دونوں کی اصلاح کرے گا۔ ان بین نشانات کے بعد اگر کوئی زرتشتی اس پیشگوئی پر پردہ ڈالنے کے لیے اس کے برخلاف اپنی کتاب میں کچھ تحریف کر دے یا مذہبی تعصب کی وجہ سے آخری مصلح کا زرتشتی قوم میں سے ہونا ضروری سمجھے یا دساتیر کی پیشگوئی کو ایک فریبدہ چال سے تعبیر کرے کہ ایرانیوں کو تو دھوکہ اور فریب دینے کے لیے اسلام قبول کرنے کا حکم تھا تاکہ وہ ان میں شامل ہو کر ان کے دین کو بگاڑ دیں تو یہ باتیں تقوی راستبازی اور پیغمبرانہ شان کے منافی ہیں کہ ایک پیغامبر یہ فریب کی تعلیم اپنے پیروؤں کو دے حقیقت یہ ہے کہ دساتیر اور ژند اوستا کی پیشگوئی کا ایک ایک لفظ پورا ہوا۔ اب اس کے سوا پارسی قوم کے لیے چارہ نہیں کہ یا تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو استوت ایرتا (ستودہ صفات محمد) قبول کر لیں یا کوئی اور شخص ان نشانات کا مصداق دنیا کی کسی دوسری

قوم میں پیدا ہوا ہو تو بتادیں جس نے بتوں سے ملک کو پاک کیا ہو ایسے اصحاب پیدا کیے ہوں جو بے نظیر صادق اور نیک کردار ساتھی ہوں۔ حسب تصریح ژند اوستا بت پرستوں اور مزدانیوں (زرتشتیوں) کی اصلاح کی ہو اس کی آمد پر ایران کے آتش کدے بجھ گئے ہوں اور وہ ایران کے تاج و تخت اور مذہب کا مالک ہو گیا ہو۔

مذہب کے بارے میں لوگوں کا تعصب اس قدر شدید ہو گیا ہے کہ صاف اور سیدھی بات کے قبول کرنے میں بھی کمزور عذر تلاش کیئے جاتے ہیں۔ پارسی مذہب کی کتابوں سے ہم نہایت بیّن بشارات دکھا چکے ہیں تاہم اس وہم کو دور کرنے کے لیئے کہ جناب زرتشت کا موعود نبی زرتشتی قوم سے نہیں ہوگا ہم ایک اور تاریخی ثبوت پیش کرنا چاہتے ہیں۔ دو قوموں میں اگر کسی امر کے متعلق تنازعہ ہو تو فیصلہ کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ ایک ثالث مقرر کر لیا جائے۔ اور اس ثالث کے فیصلے کو اس حد تک ناطق سمجھا جائے جہاں تک اس میں اس کے اپنے ذاتی مفاد اور تعصب کا شائبہ شامل نہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت سے بہت مدت پہلے زرتشتیوں کے اکثر صحائف گم ہو چکے تھے۔ ان کی اخلاقی اور مذہبی حالت بہت بگڑ چکی تھی یہ حضرت ساسان کے نامہ سے خود ظاہر ہے یہ ایک پہلا نشان تھا۔ اس موعود مبشّر بہ کی بعثت کی یہ بشارت پارسی قوم یا مجوس میں اس درجہ شہرت اور اہمیت رکھتی تھی کہ مجوسی جہاں بھی خبر سن پاتے تھے کہ کوئی مذہبی ریفارمر پیدا ہوا ہے۔ وہاں اس کے لیئے تحائف لے کر پہنچتے تھے جناب متی کے نام پر انجیل لکھنے والے نے بھی اس خبر کو کہیں سے سن پایا اور اسی مشہور بشارت کا مبشّر بہ جناب مسیح کو ٹھہرانے کی غرض سے ایک فرضی قصہ گھڑ کر انجیل میں درج کر دیا۔ انجیل متی کا مصنف ایک خاص ذوق کا آدمی ہے۔ اس کو جہاں کہیں سے ذراسی اُڑتی ہوئی خبر ملتی ہے اسے جناب مسیح پر چسپاں کرنے کی سوجھتی ہے۔ قدیم نوشتوں میں عبارت کا مطلب کچھ ہو گا مگر یہ شخص اپنا فخر اسی میں سمجھتا ہے کہ اس عبارت میں نئے معنی پیدا کر کے اسے مسیح سے منسوب کر دیا جائے۔ مفسرین اناجیل اس کی اس عادت سے خوب واقف ہیں۔ ایران میں نازی مرد اور ستودہ صفات موعود نبی کی پیشگوئی مشہور رہی۔ انجیل نویس کے کان میں

جو یہ بھنک پڑ گئی تو آپ نے اس پر ایک فرضی قصہ گھڑ لیا۔ جس میں درجن بھر باتیں علم و عقل سے بعید ہیں اس قصہ کے جھوٹ ہونے کے لیئے تو یہی امر کافی ہے کہ اس انجیل نویس کے سوا کسی دوسرے انجیل نویس نے اسکی تصدیق نہیں کی کہ جناب مسیح کی پیدائش پر مجوسی اسے سجدہ کرنے اور اپنے تحائف پیش کرنے آئے تھے اور ان کے آگے آگے مسیح کے مستقر تک رہنمائی کے لیئے ستارہ چلتا جاتا تھا۔ جناب لوقا نے جنہیں مسیح کے متعلق صحیح صحیح روایات درج کرنے کا ادعا ہے گڈریوں جیسے معتبر گواہوں کی بابت تو لکھا ہے کہ وہ آپ کی زیارت کے لیئے آئے تھے مگر مجوسیوں کے ایران سے چل کر آنے اور ستارہ کی رہنمائی کا کوئی ذکر نہیں کیا بلکہ "فرشتہ نے یہ کہا کہ تمہارے لیئے یہ نشان کافی ہے کہ ایک لڑکے کو لپٹا ہوا اور چرنی میں رکھا ہوا پاؤ گے" انجیل متی نویسندہ کے سوا دنیا میں کہیں اس امر کی گواہی موجود نہیں کہ مجوسی ستارہ کی رہنمائی سے مسیح کو تحائف پیش کرنے کے لیئے آئے تھے اور نہ کسی خاص ستارہ کے طلوع ہونے کا ذکر کسی نے کیا ہے۔

انجیل متی کے مصنف نے مجوس کا آنا اور مسیح کو سجدہ کرنا لکھا ہے۔ یہ لفظ ہی گمراہ کن ہے۔ یہاں ترجمہ کرنے والوں نے اس سے مراد ایران کے فضلاء لی ہے مگر اسی لفظ کے دوسری جگہ اعمال ۱۳ میں جھوٹے نبی اور فال بین معنی کیئے ہیں۔ ڈاکٹر فیرر ڈی ڈی سوانح مسیح میں اس جھوٹے واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

"There is nothing but a mass of confused and contradictory tradition to throw any light either on their rank, their country, their number or their names" (p. 20).

یعنی اس روایت میں تضاد و اختلافات کا ہجوم ہے روایات کوئی روشنی ان کی قوم۔ ملک تعداد اور ان کے ناموں پر نہیں ڈالتیں۔

عیسائی مذہب کی اس روایت سے صرف اس قدر شہادت ملتی ہے کہ مجوسیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئی تھی۔ اور وہ اس کے اس قدر شدت سے منتظر تھے کہ ان کا انتظار بھی

دور و نزدیک شہرت پکڑ گیا تھا۔ انجیل متی کے مصنف نے اس پیشگوئی کی شہرت سے یہ ناجائز فائدہ اٹھایا کہ ایک فرضی واقعہ گھڑ کر انجیل میں لکھ دیا۔

آنحضرت صلعم نے زرتشتی مذہب کی کیا اصلاح کی؟

حضرت زرتشت کی پیشگوئی میں آپ نے پڑھا کہ آنے والا موعود زرتشتی مذہب والوں کی بھی اصلاح کرے گا اور بت پرستی کو بھی مٹا دے گا۔ یہ سچ ہے کہ زرتشتی مذہب میں بت پرستی نہیں مگر مظاہر قدرت کی پرستش ضرور موجود ہے۔ سب سے پہلے ان کے یہاں خالق دو ہیں۔ ایک خالق نور ہے اور ایک خالق ظلمات یزداں اور اہرمن ان کے الگ الگ نام ہیں۔ تمام اچھی چیزیں اہرمزد کی خلق ہیں۔ اور تمام بری اہرمن کی زندگی اہرمزد کی موت اہرمن کی۔ نور اہرمزد کی ظلمت اہرمن کی صحت اہرمزد کی بیماری اہرمن کی ہر قسم کا گند اہرمن کی مخلوق ہے اور پاک و طیب اہرمزد کی (وندیداد فرگرد ا) تخلیق کائنات میں دو خداؤں کا تصرف بالکل بے معنی سی بات ہے۔ اور خواص الاشیاء سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ ہر چیز جو پیدا ہوئی ہے اگرچہ وہ بظاہر خوفناک معلوم ہوتی ہو مگر اس کے اندر دانا اور حکیم خدا کی سینکڑوں حکمتیں اور فوائد موجود ہیں۔ دن اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن رات صحت انسانی کے لئے دن سے کم ضروری چیز نہیں۔ قرآن شریف نے فرمایا۔

جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا وَّ	"نیند کو ہم نے تمہارے آرام کے لئے
جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلْنَا	بنایا اور رات کو ڈھانک لینے والی
النَّهَارَ مَعَاشًا (۷۸: ۹ تا ۱۱)	اور دن کو کاروبار کے لئے مقرر کیا"

موت اگرچہ خوفناک ہے۔ مگر آئندہ ترقیات کا یہی دروازہ ہے اسی لئے اس آخری مصلح نے فرمایا خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ " یعنی موت اور حیات دونوں کو اسی نے پیدا کیا دونوں کے الگ الگ خدا ہوتے تو ان میں فساد ہو جاتا (۶۷: ۲)

آتش اہرمزد کی تخلیق ہے اور ظلمت اہرمن کی، یہ خیال بھی خام ہے۔ نہ آگ خیر مجسم ہے نہ ظلمت نہ شر محض ہر چیز کا طریق استعمال اسے خیر اور شر بنا دیتا ہے۔ کیا آگ جو اس قدر پاک اور مقدس ہے۔ آئے دن گھروں اور انسانوں کو نہیں جلا دیتی کیا ظلمت کو کہتے ہو؟ کہ بری اور اہرمن کی پیدا کردہ ہے۔ نہیں وہ ہمارے قویٰ کی قوت درختوں کی بالیدگی اور حیوانات کی نشو و نما کے لئے اس کا وجود ایک برکت اور رحمت ہے۔ بیماری بے شک بری چیز ہے مگر بیماری تو خدا کی پیدا کردہ نہیں حضرت مہاباد (ابراہیم ؑ) فرماتے ہیں وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنَ (۲۶ : ۸۰) جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ شفا دیتا ہے۔ بیماری انسان کا اپنا اکتسابی فعل ہے۔ اور اکثر قانون حفظانِ صحت مندی کی خلاف ورزی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ غرض ہر ایک وہ چیز جو اہرمن کی تخلیق قرار دی گئی قلت حد سے بر قرار دی گئی فی الحقیقت ہر چیز اپنے موقعہ اور محل پر خیر محض ہر اور بے موقعہ اور غیر محل پر اس کا استعمال شر ہے پس قرآن شریف کا یہ فیصلہ ناطق ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (۶ : ۱۰۲) اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے۔

زرتشتی مذہب کی اور بھی سینکڑوں باتیں ہیں جن کی قرآن کریم اور محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اصلاح کی ہے۔ ہمارا یہ زمانہ سائنس کا زمانہ ہے اس زمانہ میں غیر معقول باتیں ہر مذہب کے تعلیم یافتہ لوگوں کو مذہب سے متنفر کر رہی ہیں زرتشتی مذہب کی وہ باتیں جو پارسی مذہب کے نوجوانوں کو آج کھٹک رہی ہیں ان کی اصلاح آج سے تیرہ صدیاں پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کر دی ہے جن کا نہایت ہی مختصر سا خاکہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

(۱) یہ خیال کہ حضرت یم (نوح) کو اہرمزد نے نبوت عطا کی مگر اس نے نبوت کے فرائض بجالانے سے انکار کر دیا یا خشور دا نبیاء کے متعلق خدا کی نافرمانی کی باتیں منسوب کرنا یہ عقیدہ اور خیال بھی کوئی معقول خیال نہیں کیا خدا کو پہلے علم نہ تھا کہ یہ شخص رسالت کا اہل نہیں انبیاء اور وخشور بذاتِ خود دوسروں کے لئے نمونہ ہوتے ہیں۔ اگر نمونہ ہی ناقص ہو تو دوسرے لوگ سیدھے راستہ اور شریعت پر کیسے چل سکتے ہیں۔

(۲) لاش سے زمین ہوا اور لوگوں کا ناپاک ہو جانا لاش میں جہنّم کے داروغوں کا گھس آنا اور سگ دید کی رسم سے ان کا نکل بھاگنا یہ سب باتیں گزشتہ زمانہ کے توہمات ہیں۔

(۳) عورتوں کو خاص دنوں میں اس قدر ناپاک سمجھنا کہ وہ جان کے خطرہ کے سوا پانی جو پاک چیز ہے نہیں پی سکتی۔ پیٹ بھر کر اسے کھانا نہ دینا اس کے ہاتھ میں کھانا نہ دینا بلکہ دور سے کڑچھی کے ذریعہ پھینک دینا۔ فرگرد ۵ : ۴۵ اور ۷ : ۷۰۔

(۴) قتل انسان سے بڑھ کر زیادہ سخت سزا کتّا مارنے کی ہے بلکہ قتل انسان کی نسبت کتّے کو بُرا کھانا دینا بھی زیادہ سخت جرم ہے قتل انسان کی سزا صرف ۹۰ دُرّے اور کتّے کو برا کھانا دینے کی سزا دو سو دُرّے مارنا ہے۔ عورت پیدائش بچّہ کے بعد اگر پانی پی لے تو دو سو درے۔ مردہ جلانے اور دفن کرنے کی سزا قابلِ کفارہ اور عفو ہے۔ اگر انسان ناپاک ہونے کی حیثیت میں درخت یا پانی کو مس کرلے تو چار سو درے سزا ہے۔ حوالجات کے لئے دیکھو فرگرد ۲/۴۹ ۷/۲۰ ۶/۵ ۵/۳۹-۴۴ ۶/۴۷ اور ۸/۲۲، ۲۹

زرتشتی دین میں مزدک نے عورتوں کے متعلق نہایت اخلاق سوز باتیں داخل کر دی تھیں۔ جس کی نوشیروان عادل نے اسلامی تعلیم سے متاثر ہو کر اصلاح کی۔

ہمارے پارسی دوستوں کو اس مصلح اعظم اسلوتوریۃ (محمد) پر جس کی پیشگوئی جناب زرتشت نے فرمائی جسکے اصحاب کی تعریف اور جسکے قانون کی فضیلت کہ وہ زرتشتی دین کی اصلاح کرے گا۔ بُت پرستی کو مٹائے گا۔ عرب ہوگا۔ خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے گا۔ جس کے اصحاب کا قبضہ مقامات مقدسہ پر ہوگا۔

ان تمام بیّن نشانات پر غور کر کے اور اس پر ایمان لا کر جناب زرتشت کی دلی تمنا کو پورا اور اہرمزد کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیئے کہ دانایان ایران و دیگران در ایشان زیروند۔ ایران کے تمام دانا اور دوسرے لوگ ان میں شامل ہوں گے (دساتیر) پس دانا وہی ہے جو اسلام کو اختیار کرتا ہے۔

اہلِ ہنود کی کتب مقدّسہ میں بشارات آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم

ہندوؤں کی کتابوں میں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق بہت سی پیشگوئیاں موجود ہیں۔

اہلِ ہنود کی کتب مقدسہ وید۔ اپنشد اور پران تین حصّوں میں منقسم ہیں۔ برہمن گرنتھ ویدوں کی ہی تشریحات ہیں اگرچہ ان کو بھی شرتی (الہامی کتب) میں شامل سمجھا جاتا ہے وید بلحاظ تقسیم چار ہیں (گو تعداد کے لحاظ سے ۱۱۳۱ مستند ہیں[1] جن میں سے اس وقت صرف دس گیارہ دستیاب ہیں) رگوید یجروید اور سام وید ان تینوں ویدوں کو پرانا سمجھا جاتا ہے۔ رگوید ان تینوں میں سے پرانا ہے گو خود بھی تین لمبے زمانوں کی تالیف ہے[2] منوان کو تین قدیم وید بتاتا ہے[3] انہی تین ویدوں کو "تری ودیا" (علوم ثلاثہ) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اتھروید کو سب سے آخری کہا جاتا ہے ان چاروں ویدوں کے زمانہ نزول یا تالیف میں سخت اختلاف ہے۔ یورپین علماء سنسکرت تو اس بارہ میں قریبًا قریبًا متفق ہیں۔ مگر ہندو فضلاء اور فرقوں میں ان کے متعلق ناقابل تصفیہ اختلاف آراء موجود ہے ایک عالم کی تحقیق میں وید اگر آج سے ایک ارب ۱۳ کروڑ برس پہلے نازل ہوئے[4] تو دوسروں کی تحقیق میں چار ہزار سال سے زیادہ ان کی عمر نہیں[5] زمانہ تالیف کے علاوہ ان کے رشیوں (رسولوں) جائے نزول اور تعداد کے متعلق بھی بیسیوں مختلف آراء ہیں۔ تاہم وید ان کے ہاں نہایت مستند کتابیں ہیں ایسی مستند کہ وہ ہندو دھرم کی گویا بنیاد ہیں۔

ویدوں کے بعد دوسرے درجہ کی کتابیں اپنشد ہیں بلکہ بعض پنڈتوں کے نزدیک ان کا درجہ ویدوں پر بھی فائق ہے[6]۔ ہندوؤں کو ان کی فلاسفی پر ناز ہے۔ نہ صرف ہندوؤں کو بلکہ خود اپنشدوں کو بھی ویدوں پر فضیلت کا ادعا ہے[7]۔

---

[1] مہابھاشیہ پاتنجلی [2] "رگویدک انڈیا" اپناش چندر وت سنسکرت لیکچرر کلکتہ یونیورسٹی [3] "ترمیم برہم سناتم" [4] سوامی دیانند بانی آریہ سماج [5] مہاتما تلک کی کتاب آرکٹک ہوم ان دی ویداس [6] راجہ رام موہن رائے کے لیکچر [7] منڈک اپنشد منڈک اول کھنڈ ۱ منتر ۶-۴ چھاندوگیہ اپنشد پرپاٹھک ۷ کھنڈ ۱ و ۲ شتپتھ برہمن کانڈ ۱۰ ادھیار ۳ برہمن ۵ کھنڈ کا ۱۲۔

اپنشدوں سے نیچے اتر کر ہندوؤں کی مستند اور سب سے بڑھ کر کثیر التلاوت کتابیں پُران ہیں یہاں تک کہ وید جس قدر عسیر الفہم اور کمیاب ہیں پُران اسی قدر سہل الحصول اور دستیاب ہیں ہندوؤں میں یہ کتابیں انتہائی تعظیم کی کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔ اور نہایت ذوق و شوق سے پڑھی جاتی ہیں۔ پرانوں میں تخلیق کائنات آریہ نسل کے ابتدائی قبائل کا ذکر۔ ہندو قوم کی قابلِ پرستش ہستیوں کے واقعات زندگی اور افسانے ہیں مہرشی ویاس نے ۱۸ ضخیم جلدوں میں ان کو تقسیم کیا ہے۔ ہندوؤں کا سواد اعظم ان کی نسبت یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وید خود پرانوں کی مصدق ہیں جس سے اس کا مستند اور قدیم ہونا ثابت ہے چنانچہ اتھر وید کانڈ ۱۱ سوکت ۷ منتر ۲۴ میں آتا ہے۔

باقی بچے ہوئے (خدا یا قربانی) سے رگ۔ سام۔ اتھر وا اور پُران معہ یجر وید ظاہر ہوئے اُسی طرح اتھر وید کانڈ ۱۵ سوکت ۶ منتر ۱۲ میں ہے "اس کے (طالبعلم کے) پیچھے تاریخ۔ پُران۔ گاتھا اور نارا شنسی چلے" رگوید میں بھی یگیہ میں پڑھے جانے والے پُران کا ذکر ہے۔ منڈل ۱۰ سوکت ۳۰ منتر ۶ میں آتا ہے۔ پُران یگیہ کے ذریعہ ہمارے بزرگ رشی بنائے گئے۔

چھاندوگیہ اپنشد پرپاٹھک ۷ کھنڈ ۱ و ۲ میں بھی پرانوں کا ذکر موجود ہے ان حوالجات سے یہ ثابت ہے کہ ویدوں کی طرح پران بھی الہامی ہیں اور پران قدامت کے لحاظ سے یا ویدوں کے ہمعصر ہیں۔ یا ان سے بھی پہلے موجود تھے غرض ہندو مذہب کے مستند سے مستند لٹریچر میں پرانوں کی فضیلت کا ذکر موجود ہے بایں ہمارے اس زمانہ میں کچھ پنڈت لوگ پرانوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات دیکھ کر بجائے اس کے کہ وہ اپنے رشیوں کی عظمت اور بزرگی کو مدّنظر رکھتے ہوئے ان کے کلام کی قدر کرتے اور رسول عربی کی فضیلت کے قائل ہوتے سرے سے پرانوں کے منکر ہو گئے ہیں۔ مگر وید خود پرانوں کے مصدق ہیں اور جس طرح ویدوں کے متعلق لکھا ہے کہ وہ آسمانی ہیں اسی طرح پرانوں کے متعلق بھی لکھا ہے کہ وہ الہامی ہیں۔ بعض لوگ یہ عذر پیش کر دیتے ہیں کہ ویدوں میں جن پرانوں کا ذکر ہے وہ پران گم ہو گئے یہ موجودہ پران وہ پران نہیں ہیں مگر یہ عذر محض ایک غلط خیال پر مبنی ہے جسکا کوئی ثبوت کسی

کتاب میں موجود نہیں اور یہ کیوں کر ممکن ہے کہ اصلی پُران سب کے سب گم ہو گئے اور ان کے نام تک بھی محفوظ نہ رہے۔ جائے حیرت ہے کہ پران جو شروع زمانہ سے آج تک بکثرت پڑھے جاتے رہے وہ تو گم ہو گئے مگر وید جن کو بہت کم لوگ جانتے اور پڑھتے ہیں وہ باقی رہ گئے؟

پُرانوں کے متعلق یہ عذر پیش کرنا بھی صحیح نہیں کہ ان میں پیشگوئیاں ملا دی گئی ہیں۔ کیونکہ اس کا بھی کوئی ثبوت موجود نہیں اور کسی کتاب میں ایسی تحریف کا واقع ہونا جو اس قدر شائع شدہ ہو کہ لوگ اسے اپنی عبادات میں مقررہ وقت پر پڑھتے اور سنتے ہوں جیسا کہ شتپتھ برہمن میں جو یجر وید کی پرانی اور مستند تفسیر ہے لکھا ہے کہ یگیہ کے نویں دن پران کو پڑھے[1] ایسی صورت میں ان کتابوں کے اندر تحریف ہو جانا محال ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ پُرانوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صاف اور بین بشارات موجود ہیں اپنے رشیوں کی ان شہادات حقہ پر پردہ ڈالنے کے لئے بعض ہوشیار پنڈتوں نے ان پرانوں کے متعلق یہ شور مچانا شروع کر دیا کہ ان میں ملاوٹ ہو گئی ہے۔ حالانکہ یہ امر قطعاً عقل کے خلاف ہے کہ ہندوستان کے ہزاروں پنڈتوں نے کسی خاص جگہ جمع ہو کر اپنے پُرانوں میں رسول کریم کی پیشگوئیاں داخل کر لی ہوں۔ اگر پنڈت لوگ اپنے مذہب کے خلاف ایسا خوفناک کام کر سکتے ہیں تو ہندو دھرم کے علماء کا اور ان کی دوسری کتب مقدسہ کا کیا اعتبار رہا غرض اس قسم کی تحریف کا ہونا بالخصوص اس صورت میں کہ برہمنوں کے اندر بیسیوں مختلف فرقے ہیں اور فرقے بھی ایسے جو ایک دوسرے کے دشمن اور مخالف ہیں۔ سب سے بڑھ کر تعجب کی بات یہ ہے کہ تحریف کا دعویٰ کرنے والوں کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ ملک میں جگہ جگہ پُرانوں کے نسخے برہمنوں کے گھروں میں موجود ہیں آج تک ان پرانوں کا کوئی نسخہ ایسا نہ ملا جس میں یہ پیشگوئیاں موجود نہ ہوں۔ یہ امر تو ممکن بھی ہے کہ پیشگوئیوں کے خلاف کچھ ملاوٹ ہو گئی ہو۔ مگر ہندو پنڈتوں نے اپنے دھرم کے خلاف ملاوٹ کر لی ہو یہ قطعاً خلافِ عقل اور عادتاً محال ہے۔ ہمیں

---

[1] اس پُران کے متعلق شانکھائن شروت سوتر میں یہ تشریح ہے کہ وایو پُران پڑھے وآیو پران انہی ۱۸ پُرانوں میں سے ایک پُران ہے (شانکھائن شروت سوتر ۱۶)

جو کچھ اس تمہید کے آخر پر کہنا ہے وہ یہ ہے کہ پُران جن کا ایک ایک لفظ ایسی ہی الہامی ہے جیسے وید جن کی تلاوت سے نجات کے دروازے کھلتے اور دین و دنیا کی کل بھلائیاں ان کے پڑھنے سے حاصل ہوتی ہیں ان میں خدا کے الہام کردہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے مہاتم (فضائل) نہ صرف قابلِ غور بلکہ ایمان لانے کے قابل ہیں۔

مہرشی ویاس کی حضور صلعم سے عقیدت:۔

مشاہیر پرستی ہندو قوم کے مذہب کا ایک بہت بڑا رکن ہے مہرشی ویاس جو ہندوؤں میں نہایت اعلیٰ درجہ کے رشی مانے جاتے ہیں ایک بہت بڑے مرتاض اور صفا کیش انسان تھے۔ موجودہ ویدوں کے مضامین کو علیحدہ علیحدہ انہوں نے ہی ترتیب دیا تصوف پر ایک بہت بڑی کتاب لکھی مہا بھارت اور گیتا بھی انہی کے زورِ قلم کا رزمیہ کلام ہے ان کی سب سے بڑی تالیف ۱۸ مجلدات پُران ہیں ان پرانوں کے ۸ اسمندر ہیں ایک بہت بڑے پایہ کی کتاب بھوِشیہ پران ہے جس میں مہرشی کا آئندہ ہونے والے واقعات پر حیرت انگیز بیان ہے یقیناً اسی وجہ سے اس کا نام بھوِشیہ پُران ہے کہ مستقبل کی خبریں اس کا عنوان ہے ہندو عقیدہ کے مطابق ویدوں کی طرح اسے بھی برہما جی کا کلام سمجھا جاتا ہے۔ مہرشی ویاس صرف اس کے مؤلف ہیں ورنہ ایشور پر ماتما دراصل اس کے مصنف ہیں بھوِشیہ پران کے جس نسخہ سے ہم پیشگوئیاں نقل کرتے ہیں وہ ونکٹیشور پریس بمبئی کا مطبوعہ ہے اس کے پرتی سرگ پرو ۳ کھنڈ ۳۔ ادھیائے ۳ شلوک ۵ تا ۸ میں یہ پیشگوئی موجود ہے اصل سنسکرت کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

مہرشی وید ویاس
کی
آنحضرت صلعم سے عقیدت

एतस्मिन्नन्तरे म्लेच्छ आचार्य्येण समन्वितः ।
महामद इति ख्यातः शिष्यशाखासमन्वितः ॥ ५ ॥
नृपश्चैव महादेवं मरुस्थलनिवासिनम् ।
गङ्गाजलैश्च संस्नाप्य पञ्चगव्यसमन्वितैः ।
चंदनादिभिरभ्यर्च्य तुष्टाव मनसा हरम् ॥ ६ ॥
भोजराज उवाच—नमस्ते गिरिजानाथ मरुस्थलनिवासिने ।
त्रिपुरासुरनाशाय बहुमायाप्रवर्त्तिने ॥ ७ ॥
म्लेच्छैर्गुप्ताय शुद्धाय सच्चिदानन्दरूपिणे ।
त्वं मां हि किंकरं विद्धि शरणार्थमुपागतम् ॥ ८ ॥
सूत उवाच—इति श्रुत्वा स्तवं देवः शब्दमाह नृपाय तम् ।
गंतव्यं भोजराजेन महाकालेश्वरस्थले ॥ ९ ॥
म्लेच्छैस्सुदूषिता भूमिर्वाहीका नाम विश्रुता ।
आर्य्यधर्मो हि नैवात्र वाहीके देशदारुणे ॥ १० ॥
बभूवात्र महामायी योऽसौ दग्धो मया पुरा ।
त्रिपुरो बलिदैत्येन प्रेषितः पुनरागतः ॥ ११ ॥
अयोनिः स वरो मत्तः प्राप्तवान्दैत्यवर्द्धनः ।
महामद इति ख्यातः पैशाचकृतितत्परः ॥ १२ ॥
नागन्तव्यं त्वया भूप पैशाचे देशधूर्तके ।
मत्प्रसादेन भूपाल तव शुद्धि प्रजायते ॥ १३ ॥
इति श्रुत्वा नृपश्चैव स्वदेशान्पुनरागमत
महामदश्च तैः सार्द्धं सिंधुतीरमुपाययौ ॥ १४ ॥

उवाच भूपतिं प्रेम्णा मायामदविशारदः ।
तव देवो महाराज मम दासत्वमागतः ॥ १५ ॥
ममोच्छिष्टं सभुंजीयाद्यथा तत्पश्य भो नृप ।
इति श्रुत्वा तथा दृष्ट्वा परं विस्मयमागतः ॥ १६ ॥
म्लेच्छधर्मे मतिश्चासीत्तस्य भूपस्य दारुणे ॥ १७ ॥
तच्छ्रुत्वा कालिदासस्तु रुषा प्राह महामदम् ।
माया ते निर्मिता धूर्त नृपमोहनहेतवे ॥ १८ ॥
हनिष्यामि दुराचारं वाहीकं पुरुषाधमम् ।
इत्युक्त्वा स द्विजः श्रीमान्नवार्णजपतत्परः ॥ १९ ॥
जप्त्वा दशसहस्रंच तद्दशांशं जुहाव सः ।
भस्म भूत्वा स मायावी म्लेच्छदेवत्वमागतः ॥ २० ॥
भयभीतास्तु तच्छिष्या देशं वाहीकमाययुः ।
गृहीत्वा स्वगुरोर्भस्म मदहीनत्वमागतम् ॥ २१ ॥
स्थापितं तैश्च भूमध्ये तत्रोषुर्मदतत्पराः ।
मदहीनं पुरं जातं तेषां तीर्थं समं स्मृतम् ॥ २२ ॥
रात्रौ स देवरूपश्च बहुमायाविशारदः ।
पैशाचं देहमास्थाय भोजराजं हि सोऽब्रवीत् ॥ २३ ॥
आर्य्यधर्मो हि ते राजन्सर्वधर्मोत्तमः स्मृतः ।
ईशाज्ञया करिष्यामि पैशाचं धर्मदारुणम् ॥ २४ ॥
लिङ्गच्छेदी शिखाहीनः श्मश्रुधारी स दूषकः ।
उच्चालापी सर्वभक्षी भविष्यति जनो मम ॥ २५ ॥
विना कौलं च पशवस्तेषां भक्ष्या मता मम ।
मुसलेनैव संस्कारः कुशैरिव भविष्यति ॥ २६ ॥
तस्मान्मुसलवन्तो हि जातयो धर्मदूषकाः ।
इति पैशाचधर्मश्च भविष्यति मया कृतः ॥ २७ ॥

بهوشیه پران (مطبوعہ وینکٹیشور پریس بمبئی)
پرتی سرگ پرو ۳ کهنڈ ۳ ادهیاء ۳ شلوک ۵ تا ۲۷

پیشگوئی کا ترجمہ :- ایک ملیچھ یا اجنبی ملک اور زبان کا معلم روحانی اپنے صحابہ کے ساتھ آئے گا اس کا نام محمدؐ ہوگا راجہ (بھوج) نے مہادیو (ملائک سیرت) عرب کے رہنے والے کو آب رود گنگا اور پنج گویہ سے غسل کرا کے (یعنی تمام گناہوں سے پاک ٹھہرا کر) دلی ارادت سے نذر و نیاز پیش کر کے اس کی تعظیم کی اور کہا کہ میں تیرے حضور میں جھکتا ہوں۔ اے فخر نسل انسانی عرب کے رہنے والے شیطان کے مارنے کے لئے بہت سی طاقت مہیا کرنے والے دشمن ملیچھوں سے محافظت کئے گئے ہو۔ اے پاک ہستی مطلق اور سرور کامل کے مظہر میں تیرا غلام ہوں مجھ کو اپنے قدموں میں آیا ہوا جانئے" مہرشی ویاس نے حضور کی جو نعت خوانی کی اس کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) اس پیشگوئی میں حضور کا نام محامد صاف بتا دیا۔

(۲) ملک عرب کا آپ کو رہنے والا بتایا (لفظی معنی مروستھل کے ریگ زار کے ہیں)

حاشیہ پیشگوئی کا لفظی ترجمہ (ایتسمین انتر) اتنے ہی میں (ملیچھ) غیر زبان یا ملک کا (اچاریہ سمنوتہ) "معلم روحانی" خطاب والا (محامداتی کھیاتہ) محمدؐ نام ہے معروف (شیشیہ شاکھا) شاگرد اصحاب کے (سمنوتہ) ساتھ آیا (نرپشیچیو) راجا نے (مہادیوم) اس مہادیو (ملک عظیم) (مرستھل نواسنم) عرب کے رہنے والے کو (گنگا جلیہ) گنگا کے پانی (پنچ گویہ سمنوتہ) اور پنج گویہ کے مرکب سے (سنساپیہ) غسل کرا کے (چندن آدی بھیمہ) صندل وغیرہ کے ساتھ (ابھی ارچیہ) نذر پیش کر کے (تنشٹا ومنسا ہرم) دلی ارادت سے ان کی پوجا کی (نمستے) تجھے تعظیم ہو (گری جا) اے پاربتی کے (ناتھ) مالک (فخر نسل انسانی) (مرستھل نواسنے) اے عرب کے رہنے والے (تریپو راسر) شیطان کے (ناشماء) مارنے کے لئے (بہو مایا) بہت سی قدرت (پرورتنے) مہیا کرنے والے (ملیچھ) دشمن ملیچھوں سے (گپتا) محافظت کئے گئے (شدھاء) اے پاک (سچدانند) ہستی مطلق اور سرور کامل کے (روپنے) مظہر (توم) تو (مام) مجھے (ہی) یقیناً (کنکرم) غلام (ودھی) جان (شرنا ارتھم) اور اپنے قدموں میں (اپاگتم) آیا ہوا۔

(۳) آپ کے اصحاب کا ذکر خصوصیت سے کیا شاید ہی دنیا میں کوئی اور بھی نبی ہوگا جو اس قدر صحابہ اپنے رنگ میں رنگین رکھتا ہو۔

(۴) وہ گناہوں سے پاک فرشتہ سیرت ہوگا۔

(۵) ہندوستان کا راجہ اس سے دلی عقیدت رکھے گا۔

(۶) آپؐ کی دشمنوں سے حفاظت ہوگی۔ اور یہ حفاظت غیر معمولی طریق پر ہوگی۔

(۷) آپ شیطان اور بُت پرستی کے مٹانے والے ہوں گے یا ہر قسم کی بدی کو فنا کرنے والے ہوں گے۔

(۸) آپ ہستیٔ مطلق اور سرورِ کامل کے مظہر اتم ہوں گے۔

(۹) مہرشی اپنے آپ کو ان کے قدموں میں آیا ہوا قرار دیتا ہے۔

(۱۰) آپ کو پاربتی کے ناتھ یا فخرِ نسل انسانی بتایا۔

اس قدر صاف اور واضح پیشگوئی ہے جس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں بعض لوگوں نے اس پیشگوئی پر یہ بودا سا اعتراض کیا ہے کہ اس میں جس راجہ کا ذکر ہے کہ اس کا نام بھوج ہے جو گیارھویں صدی مسیحی میں شالیواہن راجہ کی دسویں پشت میں ہوا ہے گویا اس میں ایک ایسے شخص کا نام ہے جو ظہور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پانچ سو سال بعد ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نام ہونے کے لحاظ سے تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا بھی اسم مبارک اس میں موجود ہے پیشگوئیوں میں نام بطور پیشگوئی ہوتے ہیں۔ نہ وقوع امر کے لحاظ سے۔ دوم جس راجہ کو برہما جی حکم دیتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں بطور ان کے قائم مقام کے حاضر ہو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا ہمعصر یا اسلام کے ملک ہند میں پہنچ جانے کے بعد کا راجہ بھی ہو سکتا ہے۔ سوم یہ کہ راجہ بھوج ہندوستان میں ایک نہیں ہوا۔ فرعون اور قیصر کی طرح بھوج ہندوستان کے راجاؤں کا لقب تھا۔ اس نام سے معروف راجہ بھوج سے بیشتر بھی کئی ایک راجہ ہوئے ہیں۔ چنانچہ ائیتریا برہمن جو نہایت قدیم زمانہ کی کتاب ہے اس کی پنچکا ۸ کھنڈ کا ۱۲۔ اور پنچکا ۴ کھنڈ کا ۱۷ میں بھی راجہ بھوج کا ذکر ہے۔ پانینی جو مشہور سنسکرت گرامر کا مصنف ہے اور اسلام سے

بہت زمانہ پیشتر گذرا ہے۔ اس میں بھوج کے شہر اور اس کی اولاد کا ذکر ہے دیکھو ادھیاء ایا و اسوتر ۵ ۷۔

دوسرا جملہ جو اس پیشگوئی میں قابلِ تشریح ہے وہ پنچ گویہ اور گنگا جل سے آپ کو غسل کراتا ہے چونکہ یہ کوئی امر واقعہ نہیں ہے بلکہ مکاشفہ ہے اس لئے اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ گناہوں سے پاک ہوگا۔ ہندوؤں میں یہ چیزیں ایسی ہی انسان کو گناہوں سے پاک کرنے والی سمجھی جاتی ہیں جیسے عیسائیوں میں دریا کا پانی اور مسلمانوں میں آبِ زم زم۔

اس پیشگوئی کا ہندوؤں سے خطاب:۔

سنا آپ نے کہ برہما جی نے کیا فرمایا اور ویاس جی نے اسے ظاہر کر دیا مہرشی نے آپ کی ذات کو پاک اور مطہر ٹھہرا کر آپ سے عقیدت کا اظہار کیا کہ میں آپ کے قدموں میں آیا ہوں۔ ہندو دوست جو الٰہی نوشتوں کے معتقد اور اپنے بزرگوں کے پجاری ہیں۔ کیا ان کا فرض نہیں کہ وہ مہرشی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور مہرشی ویاس اور شری برہما جی کے حکم کی تعمیل کریں۔

مہرشی ویاس جی کی ایک اور مفصّل پیشگوئی:۔

بھوشیہ پران جس کا حوالہ ابھی ہم دے چکے ہیں اسی حوالے کے شلوک ۱۰ تا ۲۷ میں اور بھی زیادہ وضاحت سے مہرشی ویاس نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:۔

"عرب کے مشہور ملک کو ملیچھوں نے خراب کر دیا ہے اس ملک عرب میں آریہ دھرم نہیں ہے ۱۰۔ یہاں پہلے بھی ایک گمراہ شیطان ہوا تھا جس کو میں نے بھسم کر دیا تھا۔ وہ طاقتور دشمن کا بھیجا ہوا پھر آگیا ہے۔ ۱۱۔ ان دشمنوں کی اصلاح و فلاح کے لئے جس نے مجھ سے برہما کا لقب حاصل کیا ہے وہ معروف و مشہور محامد پشاچوں کی بگڑی بنانے میں مشغول ہے ۱۲۔ اے راجہ تجھے بے وقوف پشاچوں کے ملک میں نہیں جانا چاہیئے میری مہربانی سے تیرا تزکیہ یہیں ہو جائے گا۔ ۱۳۔ رات کے وقت فرشتہ سیرت تدبیر کا ہوشیار پشاچ

کا بھیس اختیار کر کے یقیناً راجہ بھوج سے وہ بولا ۲۳۔

اے راجہ تیرا آریہ دھرم تمام مذاہب پر فائق کیا گیا ہے۔ مگر ایشور پرماتما کے حکم سے میں گوشت خوروں کے مضبوط مذہب کو جاری کروں گا۔ ۲۴

میرا پیرو ختنہ کیا ہوا۔ بغیر چوٹی کے داڑھی والا اور انقلاب پیدا کرنے والا۔ اذان دینے والا سب حلال اشیاء کھانے والا ہوگا ۲۵۔ سُور کے سوا اور سب مویشی کھانے والا ہوگا۔ مقدس گھاس

حاشیہ: شلوکوں کا لفظی ترجمہ (ملیچھ) ملیچھوں سے (سدوشتا) خراب کی ہوئی (بھومی) سرزمین (وِہیکا) عرب (نام) نام سے (وشروتا) مشہور (آریہ دھرم) آریہ مذہب (نہ بُھوا) نہیں ہے (اتر) وہاں (واہیکے) عرب (دیش) ملک (دارونے) سخت میں (ابھو) ہوا تھا (اتر) یہاں (مہامائی) بہت گمراہ (یہ) جو (اسُو) وہ (دگدھو) جلد دیا گیا (میا) مجھ سے (پرا) پہلے (تریرو) شیطان (بلی) طاقتور (دیتیین) دشمن سے (پریشتہ) بھیجا ہوا (پنراگتہ) پھر آگیا ہے (الونی) برہما کا (وره) خطاب (پراپتون) حاصل کر لیا ہے (دیتہ وردھنہ) دشمنوں کی اصلاح و فلاح کیلئے (سہ) وہ (محامد) محمدؐ (اتی کھیاتہ) مشہور ہے (ناگنتویم) نہیں جانا چاہیئے (تویا) تجھے (بھوپ) اے راجہ وہاں (پشاچ دیش) پشاچ دیس (دھورتکے) بے وقوفوں میں (مت) میری (پرسادین) مہربانی سے (بھوپال) اے راجہ (تو) تیرا (شُدھی) تزکیہ (پرجایتے) ہو جائے گا (راترو) رات کے وقت (سہ دیو) وہ فرشتہ (روپشچ) سیرت (بہو مایا) تدبیروں میں (وشاردہ) ہوشیار (پشاچم) پشاچ کا (دیہم) بھیس (ستھایہ) اختیار کر کے (بھوج) بھوج (راجم) راجہ کو (ہی) یقین سے (سہ) وہ (ابرویت) بولا (آریہ دھرم) آریہ مذہب (ہی) یقیناً (تے) تیرا (راجن) اے راجہ (سرودھرم) سب مذاہب سے (اتم) اعلیٰ (سمرتہا) کہا گیا ہے (ایش) ایشور کی (آگیایا) اجازت سے (کرشیامی) میں جاری کرتا ہوں (پیشاچ) گوشت خوروں کے دھرم مذہب (داروںم) مضبوط کو (لنگ چھیدی) ختنہ کیا ہوا (شکھاہینہ) چوٹی کے بغیر (شمشرودھاری) داڑھی رکھنے والا (سہ) وہ (دوشکہ) انقلاب پیدا کرنیوالا ہوگا (اُچّالاپی) اذان دینے والا (سروبھکشی) تمام مذاہب کو ہضم کرنیوالا (بھوشیتی) ہوگا (جنومم) میرا پیرو (وناکولم) بغیر سور کے (چہ) اور (پشویستس) مویشی ہونگے (بھکشیا) کھانے کے قابل (متا) مذہب والے کیلئے (مم) میرے (موسلین) جنگ سے (ایو) ہی (سنسکار) تزکیہ (کشیر یو) مقدس گھاس کی مانند (بھوشیتی) ہوگا (تسمات) اس سے (موسلین) مسلمان (ہی) یقیناً ہوگا (جاتیہ) قوم کا (دھرم دوشکہ) مذہبی انقلاب پیدا کرنے والوں کا (اتی) یہ (پشاچ) گوشت خوروں کا (دھرمہ) مذہب (بھوشیتی) ہوگا (میا) مجھ سے (کرستہ) بنایا ہوا۔

سے پاکیزگی حاصل کرنے کی بجائے ان کا تزکیہ جنگ سے ہوگا ۲۶

دھرم بگاڑنے والی قوموں سے لڑنے بھڑنے والے ہونے کی وجہ سے وہ مسلمان کہلائیں گے۔ یہ گوشت خور قوم کا مذہب مجھ سے ہی بنایا ہوا ہوگا۔ ۲۷

اس پیشگوئی میں ویاس جی نے بہت سی باتیں اور نشانات آنے والے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق بیان کئے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) عرب کا ملک شریر لوگوں نے برباد کر دیا ہے۔

(۲) اس ملک میں آریہ مذہب نہیں ہے۔

(۳) جس طرح پہلے ابرہہ وغیرہ دشمن تباہ ہوئے اسی طرح موجودہ دشمن بھی تباہ ہوں گے۔

(۴) حق کے دشمنوں کی اصلاح اور ترقی کے لئے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ تعالیٰ سے برہما کا خطاب حاصل کر لیا ہے اور وہ اس قوم کی تعمیر میں مشغول ہیں۔

(۵) ہندوستانی راجہ کو وہاں جانے میں خطرہ ہے اس کا تزکیہ یہاں مسلمانوں کے آنے پر ہو جائے گا۔

(۶) آریہ دھرم کی بھی وہ تصدیق کرے گا اور اس بگڑی ہوئی قوم کی خدا کے حکم سے اصلاح ہوگی۔

(۷) محمد رسول اللہ کے پیرو مختون ہوں گے داڑھی بھی رکھیں گے۔ ان کے سر پر چوٹی نہ ہوگی۔ وہ دنیا کے مذہب میں انقلاب برپا کر دیں گے۔

(۸) اس کا مذہب خفیہ نہ ہوگا بلکہ ہر مسجد کے مینار سے اس کی صدا بلند ہوگی۔

(۹) سوَر ان کے مذہب میں حرام ہوگا باقی سب کھانے کے لائق مویشی حلال ہوں گے۔

(۱۰) ہندوؤں میں کشا (گھاس) یگیہ میں بطور پاک کرنے والی چیز کے استعمال ہوتی ہے مگر اس قوم کا تزکیہ جنگ سے ہوگا۔

(۱۱) مذہب کو بگاڑنے والی قوموں کے ساتھ لڑنے بھڑنے کی وجہ سے ہی وہ مسلمان کہلائیں گے۔

۱۲۔ یہ گوشت خوروں کا مذہب میرا بنایا ہوا یا الٰہی مذہب کا ہوگا۔

آریہ دھرم کی موجودگی میں اسلام کی ضرورت:۔

اس مضمون میں آپ نے پڑھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آریہ دھرم کی تصدیق کریں گے۔ اس جگہ یہ امر تشریح طلب ہے کہ جب آریہ دھرم تمام مذاہب پر فائق ہے تو پھر اسلام کی کیا ضرورت ہے؟ بیشک جب کبھی بھی آریہ قوم کو کوئی دھرم اور مذہب دیا گیا ہوگا وہ ضرورت زمانہ کے لحاظ سے ان کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے دوسرے تمام مذاہب سے بہتر اور مناسب ہوگا۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آریہ دھرم کی کیا حالت تھی اور اس نام نہاد ملیچھ دھرم یا اسلام میں کیا خوبیاں تھیں وہ مہرشی ویاس کے اپنے الفاظ میں سننے کے قابل ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت سے ملیچھ دھرم ہی آریہ دھرم سے افضل ہے۔ بھوشیہ پران پرتی سرگ پرو ۳ کھنڈ ۱ ادھیائے ۳ شلوک ۲۱ تا ۲۳

"کاشی وغیرہ جو سات مقدس شہر ہیں ان میں ظلم ہو رہا ہے۔ راکشس۔ شیر۔ بھیل بیوقوف لوگ ہندوستان میں رہتے ہیں۔ ملیچھوں کے ملک میں ملیچھ دھرم (اسلام) کے ماننے والے بہادر عقلمند ہیں۔ تمام صفات حسنہ مسلمانوں میں ہیں اور سب برائیاں آریہ دیس میں ہیں۔ ہندوستان اور اس کے جزیروں میں اسلام کا راج ہوگا۔ اس طرح جان کر اے نیک منی خدا کی تسبیح پڑھ۔"

ملیچھ کسے کہتے ہیں:۔

ان شلوکوں میں آریہ اور ملیچھ الفاظ بار بار آتے ہیں۔ آریوں کی حالت تو آپ سن چکے ہیں۔ اب لفظ ملیچھ جو بظاہر برے معنی رکھتا ہے۔ اس کی تعریف بھی مہرشی ویاس نے خود کی ہے۔ فرمایا۔

"نیک اعمال اور عقل کی تیزی اور روحانی عظمت اور دیوتاؤں کی عزت جو شخص یہ کام کرتا ہے اس کو عقلمند ملیچھ کہتے ہیں۔"

کیا ایسی صورت میں کہ جب آریہ دھرم تمام بدیوں کا مسکن ہو گیا۔ یہ ضروری نہ تھا کہ کوئی برہماجی ملک عرب میں پیدا ہوتے اور عرب کے علاوہ آریہ دھرم کی بھی اصلاح کرتے۔ چنانچہ مہرشی ویاس کے کی پیشگوئی کے مطابق ایسا ہی ہوا۔ اب اس موقعہ پر آریوں کو چاہیئے کہ وہ اس عظیم الشان مصلح کی بعثت پر حسب فرمان ویاس جی خدا کی تسبیح اور حمد پڑھیں۔

ALLAH UPNISHAD

અથ અલ્લો ઉપનિષદ્

हरिः ॐ वरुण नु दिव्यानुधानं इल्लल्ले मित्र हीं अस्मल्लां इल्लल्ले मित्रा वरुणा दिव्यानि धत्ते इल्लल्ले वरुणो राजा पुनर्ददुः । ह्यामि मित्रो इल्लां इल्लल्ले इल्लां वरुण मित्रा तेजकामः (१)

हूं होतारमिन्द्रो होता इन्द्रा रामा हासुरिन्द्रा ॥ अल्लो ज्येष्ठं श्रेष्ठं परमं पूर्णं ब्रह्मण अल्लाम ॥ २ ॥

हां अल्लो रसूल महमद रकबरस्य अल्लो अल्लां आदल्लाबुमेककं अल्लाबूकं निखातकम ॥ ३॥

अल्लो यज्ञेन हुत्वा अल्ला सूर्य चन्द्र सर्व नक्षत्रा अल्लो ऋषीणां सर्वा दिव्या इन्द्राय पूर्व माया परमं अंतरीक्षा ॥४॥

अल्लो पृथिव्यामिषते इल्लल्ले वरुणो राजा पुनर्ददुः ॥ इल्लल्ले रकबर इल्लां रकबर इल्लां इल्लेति इल्लल्ले ॥ ५ ॥

हरिः ॐ अस्य इल्लां इल्लल्ले मित्रा वरुणो राजा पूर्णं ददुः ॥ ह्यामि मित्रो इल्लां रकबर इल्लां रसूल महमद रकबरस्य अल्लं अल्लो पूर्णं ददुः ॥ ६ ॥

अल्लो इल्लल्ला अनादि स्वरूपाय अथर्वणी शाखां हुं ह्रीं जनान पशु सिधान जलचरान अदृष्टं कुरु कुरु फट् असुर संहारिणी हुं अल्लो रसूल महमद रकबरस्य अल्लं अल्लो इल्लल्लेति इल्लल्लाः ॥ ७ ॥

حضرت محمد صلعم کے مقدس نام کا ذکر اَلّو یا اللہ اُپنشد میں

پُرانوں کے بعد اہمیت کے لحاظ سے ہندوؤں کی مقدس کتابوں میں اُپنشدوں کا مرتبہ ہے۔ یہ سلسلۂ کتب اتنا اہم ہے کہ ان صحیفوں کو علم الٰہی کا حامل قرار دیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے ہندو دھرم کے بہت سے علما یقین کرتے ہیں کہ اپنشد ویدوں سے بھی بڑھ کر ہے اور کہ یہ دعویٰ خود اپنشدوں میں موجود ہے کیونکہ ویدوں کا موضوع بارش اور فصلوں کی کثرت اور دولت اور مویشیوں کی فراوانی کا حصول ہے لیکن اپنشد الٰہی علم عطا کرتے ہیں اور سکھاتے ہیں کہ کس طرح انسانی روح اپنے خالق و مالک کا قرب حاصل کر سکتی ہے لہٰذا کئی اپنشدوں کو ویدوں کا ضمیمہ کہا جاتا ہے چنانچہ یجروید کے چالیسویں باب کو واقعی "ایش اُپنشد" کہا جاتا ہے اسی طرح تمام اپنشدوں کو چاروں ویدوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ یا انھیں ان ویدوں کے مخصوص اپنشد کہا جاتا ہے اس کا ذکر قدیم زمانے سے نہ صرف سنسکرت کے لغات میں آیا ہے بلکہ اس کا نام اپنشدوں کی فہرست میں بھی آتا ہے۔

علاوہ ازیں اس کی اہمیت کے لئے اس کا ترجمہ گجراتی اور دوسری زبانوں میں مع اصلی متن کے شائع کیا گیا ہے اور شائع کرنے والے خود ہندو پنڈت ہی ہیں۔ یہاں اس کتاب میں ہم نے اپنشدوں کی عکسی تصویر جسے پنڈتوں نے شائع کیا ہے دیتے ہیں۔

ناگندر ناتھ واسو ایک ہندو عالم تھا نے اس کو اپنی کتاب " موسومہ وشوا کوش" (Encyclopedia Indica. Vol II) کی دوسری جلد میں جو کلکتہ سے شائع کی گئی ہے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ اپنشد میں پرمیشور کی حمد کے گیت گائے گئے ہیں اللہ پرمیشور یا برہما کا نام ہے لیکن اس کتاب کی تیسری جلد میں یہ دکھانے کی بھی کوشش کی گئی ہے کہ یہ غیر معتبر ہے۔

اسی دعوے کی تائید میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس اپنشد کو دیکھ کر بہت سے ہندو مسلمان بن گئے اور یہ کہ اسے ایک نومسلم پنڈت نے مرتب کیا تھا۔ اب قابلِ غور امر یہ ہے کہ اگر یہ اپنشد کسی نومسلم کی تصنیف کردہ ہے تو پھر یہ کس طرح ہندوؤں کے گھروں میں اپنشدوں کے نام سے پہونچ گئی اور کس طرح یہ بنگال میں کلکتہ سے دکن میں اورنگ آباد پہونچی جہاں ہندو پنڈتوں نے اسے اپنشد کے نام سے شائع کیا اور ایسا کیوں ہوا کہ بمبئی میں ہندو پنڈتوں نے اسے گجراتی میں ترجمہ کرکے چھاپا اور شائع کیا اور پھر یہ کیسے ہوا کہ سنسکرت زبان کے ماہرین لغات نے اس پر غور کرکے اس کتاب کو قبول کیا جسے ایک مسلمان نے اللہ اپنشد کے نام سے مرتب کیا اور بطور تتمہ اتھروید بھی۔ لیکن سب سے مضحکہ خیز دلیل وہ ہے جسے آریہ سماجیوں نے پیش کیا ہے کہ یہ "شوکت" اتھروید میں الحاق کیا گیا ہے لیکن انھوں نے یہ نہ سوچا کہ ایسا کہہ کر وہ ویدوں کی پوزیشن کو مشکوک اور ناقابل اعتبار بنا رہے ہیں جب ایک مسلمان کی تالیف ویدوں میں جگہ پا سکتی ہے تو ہندو پنڈتوں نے خود اس میں کیا نہیں الحاق کیا ہوگا۔ ایسی زہریلی آمیزش سے مقدس ویدوں کا وجود ہی زہریلا اور بے جان ہو جاتا ہے۔

لیکن سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا ویدوں کے تمام مسودات ایک ایسے پنڈت کے قبضہ میں تھے جس نے اسلام قبول کیا اور تمام ویدوں کو بھرشٹ کر دیا اور پھر باقی تمام پنڈتوں نے اسی سے ویدوں کے تمام مسودات حاصل کئے اور پھر انھیں سارے ہندوستان میں پھیلایا اور اس طرح ایک نومسلم پنڈت نے جادو کرکے تمام ملک کو سحر زدہ کرکے ان ویدوں کو پھیلایا۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو پھر یہ بلاشبہ ایک معجزہ ہی ہے کہ کسی بھی پنڈت کے گھر سے اتھروید کا کوئی ایسا نسخہ نہ ملا جس میں یہ اللہ اپنشد کا شوکت نہ تھا اور ایک نومسلم پنڈت نے سارے ملک کا دورہ کیا اور بنگال، اورنگ آباد، بمبئی اور دکن کے پنڈتوں میں داخل ہو کر اللہ اپنشدوں کے مقدس صحیفے میں الحاق کئے۔ اور کسی کو معلوم نہ پڑا کہ ان صحیفوں کو ایک ہی رات میں بھرشٹ اور ناپاک کر دیا گیا ہے اور پھر یہ الحاق کردہ دستاویز اتنی خطرناک کہ اس کے اندر مسلمانوں کا کلمہ (اظہارِ ایمان کا فارمولا) اور محمد (صلعم) کا نام نامی اور اللہ تعالیٰ

کے صفات کے اذکار شامل کیے گئے تھے پھر معجزہ پر یہ حیران کن معجزہ واقع ہوا کہ تمام ہندوؤں نے ایک نو مسلم کی تالیف کو ایک حقیقی اپنشد سمجھ لیا یعنی علمِ الٰہی کی حامل کتاب اور ویدوں سے اعلیٰ تر۔ پھر سنسکرت کے ماہرین لغات اسے اصلی اپنشد سمجھ کر اس کو اپنے لغات میں نقل کرتے گئے اور لکھتے گئے کہ اس میں اللہ کے نام اور اس کے صفات درج ہیں اور کہ اس میں پرمیشور کے حمد کے گیت گائے گئے ہیں اور یہ ویدوں سے مختلف اور معقول اور مناسب ہے۔ ہندو پنڈتوں کے زبان نے ایک مسلمان کی تالیف کے لئے اسے ایشور کے الفاظ قرار دے کر عظمت و امتیاز کا خراج ادا کرنا واقعی سب سے بڑا معجزہ ہے اور پھر ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ اللہ اپنشد کے مسلمان مصنف نے جو خود ایک نو مسلم تھا اس کتاب کو تالیف کیا لیکن اس کا علم کسی دوسرے مسلمان کو نہیں دیا اور نہ اس کے نام سے روشناس کرایا تاکہ ہندو پنڈتوں کے بجائے اس کا ترجمہ کسی مسلمان کے گھر سے نکلتا۔

ایسے سادہ لوح لوگوں کی یہ احمقانہ باتیں سن کے تعجب ہوتا ہے تاہم یہ خیال آ سکتا ہے کہ کسی غریب پنڈت نے مسلمانوں میں عزت و احترام حاصل کرنے کے لئے یہ کام کیا ہو لیکن راجہ رادھاکانت جیسے مالدار اور امیر مصنف لغت کی کتاب "شبد کلپدرم" کو کس چیز نے اپنی لغت میں یہ لکھنے پر مائل کیا کہ اللہ اپنشد اتھروید کا اپنشد ہے پھر یہ کیسے ہوا کہ کتاب "واچس پتیا" جو سنسکرت کی ایک قدیم لغت ہے کے مصنف نے اس کتاب میں اللہ سکت کا ذکر مسلمانوں کے ہندوستان میں آنے سے بہت پہلے کیا تھا۔ پنڈت بھگوت دتہ آریہ سماجی محقق جس پر لوگ فخر کرتے ہیں کو ماننا پڑا کہ اس اللہ سوکت کے سبب اتھروید کے متن میں تحریف و تبدل ہوا ہے۔ ویدوں کے متعلق ایسا خیال کرنا یہ ماننے سے زیادہ خطرناک اور مہلک ہے کہ اللہ اپنشد کا وجود ہے۔ ویدک دھرم کے ان دشمنوں کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر وید اتنی غیر محفوظ کتابیں ہیں کہ ایک آدمی جس طرح چاہے ان میں تحریف و تبدل کر سکتا ہے تو پھر ان کے متعلق وحیٔ الٰہی کا دعویٰ کرنا مشکوک اور ناقابل پذیرائی بن جاتا ہے۔

اللہ اپنشد کا مسودہ جو اورنگ آباد میں چھاپا گیا جس کا تذکرہ راجہ رادھاکانت بہادر کی لغت "شبد کلپدرام" میں آیا ہے اور جو بمبئی میں گجراتی ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا۔

کسی مسلمان کے گھر سے حاصل نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس کے قدیم ہاتھ سے لکھے ہوئے مسودات ہندو پنڈتوں کی لائبریریوں کی زینت بنے رہے جو ان مقدس کتابوں کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور انھیں ہزاروں سال احتیاط اور حفاظت سے رکھا اور جو مسلمانوں کا ایسی مقدس کتابوں کو چھونا بھی پاپ سمجھتے تھے لیکن جب کسی شخص نے عزم کر رکھا ہو کہ سچائی خواہ وہ کیسی ہی تابناک کیوں نہ ہو قبول نہ کرے تو پھر اس کا کیا علاج کیا جائے تاہم ایک ذہین آدمی اس امکان کو تسلیم کر سکتا ہے کہ ہندو پنڈتوں نے ان کتابوں کے شائع کرتے وقت محض تعصب کی بنا پر ان کے متون کو Texts مسخ کیا ہو تاکہ یہ مبہم اور ناقابلِ فہم بن جائیں لیکن یہ خیال کرنا کہ انھوں نے ان میں اپنے ہی دین کے خلاف باتیں ملائی ہوں لغو اور احمقانہ ہے۔

جس طرح بھوشیہ پُران میں رسول اللہ صلعم کے اسمِ گرامی۔ ان کے وطن، ان کی قوم کا ذکر کیا گیا ہے ان کے پیروؤں کے تعریفی گیت گائے گئے ہیں اور ان کے دین کو خدا تعالیٰ کا قائم کردہ دین کہا گیا ہے اسی طرح اللہ اپنشد میں اسلام کے کلمہ کا دو جگہ ذکر آیا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام کا تذکرہ بھی اور پھر اس کلمۂ توحید پر زور دیا گیا ہے۔ اس کتاب میں ہم نے اس اپنشد کی فوٹو نقل اور ترجمہ شامل کیا ہے تاکہ سچائی کے دلدادوں اور متلاشیوں اور ہندو بھائیوں کے لئے آخری اور مکمل دلیل مل جائے تاکہ وہ حضور صلعم پر اپنے ہی رشیوں کے حکم کی پیروی میں ایمان لائیں کیونکہ حضور صلعم کی اعلیٰ تعلیمات ہندو مت کی چھوت چھات اور ذات پات کی تفریقی لعنت سے گلو خلاصی عطا کرتی ہے اور توحید کے خالص اور مکمل عقیدہ (یعنی خدائے صادق کے واحد ہونے اور اس کے صفات پر ایمان) پر جب کہ اللہ اُپنشد میں اسکا ذکر کیا گیا ہے ایمان سے اپنے آپ کو مالا مال کریں اور شجر و حجر اور جانوروں اور انسانوں کی پرستش ترک کرکے رشد و ہدایت کی راہ پکڑ کر دنیا و آخرت میں نجات حاصل کریں۔

اللہ اپنشد کا سادہ لفظی ترجمہ

"اس دیوتا کا نام اللہ ہے وہ ایک ہے مترا، ورونا وغیرہ اس کے صفات ہیں یقیناً اللہ

وردن ہے جو تمام کائنات کا بادشاہ ہے۔ دوستو اس اللہ کو اپنا معبود سمجھو وہ وردن ہے اور ایک دوست کی طرح وہ تمام لوگوں کے کام سنوارتا ہے وہ "اندرا" ہے عظیم الشان اندرا۔ اللہ سب سے بڑا سب سے بہتر سب سے زیادہ مکمل اور سب سے زیادہ مقدس ہے۔ محمد رسول اللہ اللہ کا عظیم ترین رسول ہے۔ اللہ اول و آخر اور رب العالمین۔ تمام اچھے کام اللہ کے لئے ہی ہیں درحقیقت اللہ ہی نے یہ سورج، چاند اور ستارے پیدا کئے ہیں۔

اللہ نے سب رشی بھیجے اور سورج، چاند، ستاروں کو پیدا کیا۔ اسی نے تمام رشی بھیجے اور آسمانوں کو پیدا کیا۔ اللہ نے ارض و مکان کو ظاہر کیا۔ اللہ عظیم ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے پجاری (اتھروارشی) کہہ دے لاالٰہ الا اللہ۔ اللہ ازل سے ہے۔ وہ رب العالمین ہے وہ تمام برائیوں اور مصیبتوں کا دور کرنے والا ہے۔ محمد (صلعم) اللہ کا رسول ہے جو اس عالم کا رب ہے پس اعلان کرو اللہ ایک اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اللہ اُپنشدوں کی اِس عبارت سے عیاں ہے جیسا کہ ناگیندرناتھ واسو نے وشوکوش Encyclopedia Indica.Vol II میں لکھا ہے کہ اس اُپنشد میں اللہ (پرمیشور) اس کی توحید اور اس کے صفات کا ذکر ہے اور اس کے حُسن اس کے فضل کا بھی جس پر کوئی عاقل اور مذہب نواز آدمی کوئی اعتراض نہیں کرسکتا پھر محمد (صلعم) کی رسالت کا ذکر دو دفعہ کیا گیا ہے

اتھرو وید میں جنگ احزاب اور بدر کا ذکر

ते त्वा मदा अमदन् तानि वृष्ण्या ते सोमासो वृत्रहत्येषु सत्पते ।
यत् कारवे दश वृत्राण्यप्रति बर्हिष्मते नि सहस्राणि बर्हयः ॥ ६ ॥
युधा युधमुप घेदेषि धृष्णुया पुरा पुरं समिदं हंस्योजसा ।
नम्या यदिन्द्र सख्या परावति निबर्हयो नमुचिं नाम मायिनम् ॥ ७ ॥
त्वमेतान् जनराज्ञो द्विर्दशाबन्धुना सुश्रवसोपजग्मुषः । षष्टिं सहस्रा
नवतिं नव श्रुतो नि चक्रेण रथ्या दुष्पदावृणक् ॥ ९ ॥

अथर्व वेद काण्ड २० । २१ । ६-७, ९

اتھرو وید کانڈ 20 سوکت 21 منتر 6، 7، 9

اتھرو وید میں طلوع آفتاب رسالت کی بشارت

अवद्रप्सो अंशुमतीमतिष्ठदियानः कृष्णो दशभिः सहस्रैः ।
आवत् तमिन्द्रः शच्या धमन्तमप स्नेहितीर्नृमणा अधत्त ॥ ७ ॥
द्रप्समपश्यं विषुणे चरन्तमुपह्वरे नद्यो अंशुमत्याः ।
नभो न कृष्णमवतस्थिवांसमिष्यामि वो वृषणो युध्यताजौ ॥ ८ ॥
अध द्रप्सो अंशुमत्या उपस्थेऽधारयत् तन्वं तित्विषाणः ।
विशो अदेवीरभ्याचरन्तीर्बृहस्पतिना युजेन्द्रः ससाहे ॥ ९ ॥

अथर्व-वेद काण्ड २० । १३७ । ७-९

اتھرو وید کانڈ 20 سوکت 137 منتر 7 تا 9

अनस्वन्ता सत्पतिर्मामहे मे गावा चेतिष्ठो असुरो मघोनः ।
त्रैवृष्णो अग्ने दशभिः सहस्रैर्वैश्वानर त्र्यरुणश्चिकेत ॥

ऋग्वेदः म० ५ । सू० २७ । १ ॥

رگوید منڈل 5 سوکت 27 منتر 1

اتھرو وید میں خانہ کعبہ کی تعریف

मूर्धानमस्य संसीव्याथर्वा हृदयं च यत् ।
मस्तिष्कादूर्ध्वः प्रैरयत् पवमानोधि शीर्षतः ॥ २६ ॥

तद् वा अथर्वणः शिरो देवकोशः समुब्जितः ।
तत् प्राणो अभि रक्षति शिरो अन्नमथो मनः ॥ २७ ॥

ऊर्ध्वो नु सृष्टा३स्तिर्यङ् नु सृष्टा३ःसर्वा दिशः पुरुष आ वभूवाँ३ ।
पुरं यो ब्रह्मणो वेद यस्याः पुरुष उच्यते ॥ २८ ॥

यो वै तां ब्रह्मणो वेदामृतेनावृतां पुरम् ।
तस्मै ब्रह्म च ब्राह्माश्च चक्षुः प्राणं प्रजां ददुः ॥ २९ ॥

न वै तं चक्षुर्जहाति न प्राणो जरसः पुरः ।
पुरं यो ब्रह्मणो वेद यस्याः पुरुष उच्यते ॥ ३० ॥

अष्टाचक्रा नवद्वारा देवानां पूरयोध्या ।
तस्यां हिरण्ययः कोशः स्वर्गो ज्योतिषावृतः ॥ ३१ ॥

तस्मिन् हिरण्यये कोशे त्र्यरे त्रिप्रतिष्ठिते ।
तस्मिन् यद् यक्षमात्मन्वत् तद् वै ब्रह्मविदो विदुः ॥ ३२ ॥

प्रभ्राजमानां हरिणीं यशसा संपरीवृताम् ।
पुरं हिरण्ययीं ब्रह्मा विवेशापराजिताम् ॥ ३३ ॥

अथर्व-वेद काण्ड १० । २ । २६-३३

اتھرو وید کانڈ 10 سوکت 2 منتر 26 تا 33

سام وید میں احمد صلعم کا مبارک نام

अहमिधि पितुः परिमेधामृतस्य जग्रह । अहं सूर्य इवाजनि ॥

सामवेद० । प्र० २ । द० ६ मं० ८ ॥

سام وید پرپاتھک 2 دشتی 6 منتر 8

اتھرو ویدکے کنتاپ سوکت

کی

بشارت

इदं जना उप श्रुत नराशंस स्तविष्यते ।
षष्टिं सहस्रा नवतिं च कौरम आ रुशमेषु दद्महे ॥ १ ॥
उष्ट्रा यस्य प्रवाहिणो वधूमन्तो द्विर्दश ।
वर्ष्मा रथस्य नि जिहीडते दिव ईषमाणा उपस्पृशः ॥ २ ॥
एष ऋषये मामहे शतं निष्कान् दश स्रजः ।
त्रीणि शतान्यर्वतां सहस्रा दश गोनाम् ॥ ३ ॥
वच्यस्व रेभ वच्यस्व वृक्षे न पक्वे शकुनः ।
नष्टे जिह्वा चर्चरीति क्षुरो न भुरिजोरिव ॥ ४ ॥
प्र रेभासो मनीषा वृषा गाव इवेरते ।
अमोत पुत्रका एषाममोत गा इवासते ॥ ५ ॥
प्र रेभ धियं भरस्व गोविदं वसुविदम् ।
देवत्रेमां वाचं कृणीषु न वीरो अस्ता ॥ ६ ॥
राज्ञो विश्वजनीनस्य यो देवोमर्त्याँ अति ।
वैश्वानरस्य सुष्टुतिमा शृणोता परिक्षितः ॥ ७ ॥
परिच्छिन्नः क्षेममकरुत्तम आसनमाचरन् ।
कुलायं कृण्वन् कौरव्यः पतिर्वदति जायया ॥ ८ ॥

اتھر وید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات

اتھر وارشی کی حضور سے عقیدت

ویدوں میں اتھر وید کا پایہ اس لحاظ سے کہ اسے برہم وید (علم الٰہی کہا گیا ہے اور وہ تینوں اقسام کے منتروں کا جامع ہے بہت فائق ہے اس میں رگوید کی طرح رچائیں (محامد) سام وید جیسا موزوں کلام اور یجروید کی مانند عبادات کا ذکر ہے گویا کل اقسام کے وید منتروں کا یہ ایک وید مجموعہ ہے۔

اس کے علاوہ مہلک امراض سے شفا مصائب اور جنگ میں فتح و نصرت کے نسخے بہشت و دوزخ کے تفصیلی بیانات پر مشتمل منتر موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ منڈک اپنشد نے اسے خصوصیت سے برہم ودیا (علم الٰہی) قرار دیا ہے بابل اور مصر کے مدفون آثار کے متعلق جو تحقیقات حال میں کی گئی ہے۔ اس نے نہ صرف یہ ثابت کر دیا ہے کہ بائیبل کا ماخذ الواح بابل ہیں بلکہ ویدوں کی اندرونی شہادت کی بناء پر یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ اس کا اکثر حصہ بابل کے صحیفوں سے ماخذ ہے۔ ٹائمز آف انڈیا ۱۹۳۵ء کے جولائی اور اگست کے مہینوں میں ایک نہایت قیمتی مضمون ڈاکٹر پران ناتھ پروفیسر ہندو یونیورسٹی بنارس نے وید اور بابل اور مصر کے تعلقات پر شائع کیا ہے جس میں یہ دکھایا ہے کہ بابل اور مصر کے بادشاہوں اور جنگوں کا ذکر رگوید میں موجود ہے اور ۱/۵ حصہ رگوید کا بابل کے صحائف سے نقل کیا گیا ہے۔ بایں ہمہ دلائل و شواہد یہ کہنا مشکل بلکہ غلط ہے کہ اتھر وید صحیفہ ابراہیم کی ہو بہو نقل ہے۔

اتھر وید کا کنتاپ سوکت:۔

اتھر وید کے بیسویں باب میں کچھ سوکت کنتاپ سوکت کہلاتے ہیں ان کو بڑے بڑے طویل یگیوں اور قربانیوں میں جن میں ۷ ایجاری بڑے اہتمام سے منتروں کو پڑھتے تھے۔ ہر سال دہرایا جاتا تھا جس سے یہ

معلوم ہوتا ہے کہ ہندو قوم کو ان کے یاد رکھنے کی نہایت تاکید کی گئی تھی (اتھر یا برہمن ۶: ۳۲) مفسرین کی تشریح کے مطابق پہلا کتاب سُوکت ہم الگ الگ مضامین پر مشتمل ہے پہلے حصّے کو نر اشنسی دوسرے کو ریبھی تیسرے کو پریکشتی اور چوتھے حصّے کو کو رو یہ کہا جاتا ہے۔ یہ تقسیم محض ان الفاظ کی بنا پر ہے۔ جو اس کے اندر آ گئے ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ سب ایک ہی شخص کے صفاتی نام ہیں۔ جنہیں ہم منتروں کے ترجمہ میں ظاہر کریں گے۔

غرض اتھر وید میں کُنتاپ سُوکت مشہور سوکت ہیں کنتاپ فی الحقیقت پیٹ کی پوشیدہ گلٹیوں کا نام ہے اور غالباً یہ نام ان منتروں کا اس لحاظ سے رکھا گیا ہے کہ ان کا راز آئندہ زمانے میں ظاہر ہونیوالا ہے۔ اور یہ راز ناف زمین یا مرکز عالم کے ساتھ تعلق رکھتا ہے مکّہ کی سرزمین کو ام القری یا ناف زمین کئی ایک الہامی کتابوں میں لکھا گیا ہے یوں تو زمین کے کرّوی ہونے کی وجہ سے اس کا ہر نقطہ ناف زمین کہلا سکتا ہے لیکن وہ مقام جو ابتدائے عالم میں خداوند واحد کی عبادت گاہ بنا اور نسلِ انسانی کو روحانی غذا ملنی شروع ہوئی وہ صرف ایک ہی جگہ ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ	پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا
لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ	یقیناً وہی ہے۔ جو بطن مکّہ میں ہے برکت
مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ	دیا گیا ہے اور کل اقوام کے لئے ہدایت ہے''

(سورۃ العمران) ۳: ۹۶

قرآن شریف میں مکّہ کے دو نام ہیں ایک بکّہ اور دوسرا مکّہ ایک کے معنی بطن (مکّہ) ہیں اور دوسرے کے معنی پستان ہیں انسان کو اپنی ماں سے غذا دو جگہ سے ملتی ہے ایک ناف یا پیٹ سے اور دوسرے چھاتیوں سے وہی چیز جو پیٹ میں بچّہ کو کھانے کے لئے ملتی ہے۔ بچّہ کی تکمیل یا مکمل پیدائش کے بعد دودھ بن جاتی ہے۔ جب تک وہ پیٹ میں ہے وہ مخفیہ گلٹیاں یا ایک راز ہے۔ لیکن جب وہ چھاتیوں میں آتی ہے تو لَبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ (۱۶: ۶۶) پینے والوں کے لئے خالص خوشگوار

دودھ بن کر ظاہر ہو جاتی ہے۔ عربی عبرانی ارامی اور سریانی زبانوں میں منک اور شق یا متوق کے معنی ماں کی چھاتیوں سے دودھ چوسنا ہے بعد میں اس کے معنی خوشگوار اور شیریں پینے کی چیز کے ہو گئے ہیں۔ (عبرانی اور انگریزی لغت مؤلفہ فرانسس براؤن ڈی ڈی) پس وہ کنتاپ (پیٹ کی پوشیدہ گلٹیاں) بکہ یا بطن مکہ ہے۔ نسلِ انسانی کی ابتدائی پرورش اسی سے شروع ہوئی مگر جب انسان کا فرزند مکمل ہو گیا اور پیٹ سے نکل کر وسیع دنیا میں آگیا تو یہی گلٹیاں چھاتی میں جا کر دودھ بن گئیں انسان کی پرورش کا سامان اب مکہ میں یا ماں کی چھاتیوں میں ہے یہ کنتاپ سوکت ایک وقت تک خفیہ راز رہا۔ اب ہم اس کی تفصیل کر کے بتاتے ہیں۔ پنڈت راجہ رام صاحب پروفیسر ڈی۔ اے وی کالج پروفیسر گرفتھ۔ پروفیسر میکسمولر ڈاکٹر وائٹنی اور بلوم فیلڈ یہ سب ان منتروں کو معمہ اور پہیلیاں قرار دیتے ہیں۔ معمہ اور پہیلی جب تک اسے کھول نہ دیا جائے بے شک معمہ ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد یہ کنتاپ (خفیہ گلٹیاں) بالکل واضح ہو چکی ہیں۔ بلکہ نسلِ انسانی کی پرورش اور ربوبیت کے لیے شیریں دودھ بن چکی ہیں۔ مگر اس شخص کے لئے جو اپنی حقیقی ماں کو پہچانتا اور اس کی چھاتیوں کی طرف دوڑتا ہے۔

کنتاپ سوکت کا پہلا منتر آنحضرت صلعم کا اسم مبارک

इदं जना उप श्रुत नराशंस स्तविष्यते ।
षष्टिं सहस्रा नवतिं च कौरम आ रुशमेषु दद्महे ॥ १ ॥

موریس بلوم فیلڈ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے

حاشیہ: کنتاپ کے ایک معنی "دکھوں اور گناہوں کے دور کرنے والے" بھی کئے گئے ہیں۔ بیشک تمام نسلِ انسانی کے دکھ اور گناہوں کو دور کرنے والا مذہب اسلام ہے جو محمد رسول اللہ صلعم کی معرفت دنیا میں کامل کر دیا گیا۔

"Listen ye folks, to this (a song) in praise of whom shall be sung! six thousand and ninety (cows) did we get, when we were with Kourani among the Rushmas.

پروفیسر گرفتھ کے ترجمہ میں ہے :

Listen to this, ye men, a land of glorious bounty shall be sung. Thousands sixty and ninety we, O Kourani, amoung the Rushmas, have received.

پنڈت راجہ رام صاحب پروفیسر ڈی اے وی کالج لاہور کا ترجمہ :-
" یہ سنو اے لوگو! ایک قابلِ تعریف تعریف کیا جائے گا اے کورم ہم نے روشمون کے بیچ میں ساٹھ ہزار اور نوّے لئے ہیں "
پنڈت کھیم کرن الہ آبادی اسی منتر کا ترجمہ یہ کرتے ہیں۔
" اے لوگو! یہ احترام سے سنو لوگوں میں تعریف والا انسان تعریف کیا جائے گا اے زمین پر خوش خرامی کرنے والے بادشاہ وہ ساٹھ ہزار اور نوّے دشمنوں کو اکھاڑ پھینکنے والے بہادروں میں ہم پاتے ہیں "
ان تمام ترجموں میں مندرجہ ذیل باتیں مبہم ہیں جو باوجود زائد عبارت داخل کرنے کے واضح نہیں ہو سکیں۔

الف : کس کی تعریف کی جائے گی ؟
ب : ۶۰ ہزار نوّے کیا چیز ہیں ؟
ج : اس امر کو لوگ ادب سے کیوں سنیں ؟
د : روشم اور کورم کون ہیں۔

ہندوستان کی صحیح تاریخ ان امور کے متعلق کوئی روشنی نہیں ڈالتی البتہ عرب کی تاریخ اور اسلامی روشنی میں یہ منتر بالکل غیر مبہم اور واضح ہے۔

منتر کا لفظی ترجمہ:

(کورم) ہجرت کرنے والے یا امن پھیلانے والے کو (اِدَم) یہ (شَشٹِیم) ساٹھ (جَنَاہ) اے لوگو! (سَہسَر) ہزار (اُپ) احترام سے (جِہ) اور (اَشٹرت) سنو (نَوَتِیم) نوّے (نراشَنسَہ) محمد (رُشمیشُو) دشمنوں میں (استوِشیتے) تعریف کیا جائے گا (آدو مہے) ہم لیتے ہیں یا بچاتے ہیں۔

ترجمہ: "اے لوگو یہ (بشارت) احترام سے سنو محمد تعریف کیا جائے گا۔ ساٹھ ہزار نوّے دشمنوں میں اس ہاجرت کرنے والے (یا امن پھیلانے والے) کو ہم (حفاظت میں) لیتے ہیں"

(۱) یہ ایک پیشگوئی ہے۔

منتر کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہ ایک نہایت اہم پیشگوئی ہے اس قدر تاکید کے ساتھ لوگوں سے خطاب چاروں ویدوں میں اور کسی جگہ نہیں گویا ہندو قوم کو بڑے زور سے تاکید کی گئی ہے کہ بشارت کان کھول کر ادب اور احترام کے ساتھ سنو، پہیلی اور معمہ سمجھ کر اسے ٹال نہ دو۔ منتر میں سنسکرت لفظ اُستوِشیتے، تعریف کیا جائے گا فعل مستقبل ہے یعنی یہ امر آئندہ واقع ہوگا گویا اس منتر میں بشارت ہونے کی پہلی دلیل اور نشان یہ ہے کہ "وہ کثرت سے تعریف کیا جائے گا" انبیاء عالم میں سب سے زیادہ جس نبی کی تعریف کی گئی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تمام انبیاء کی زبان پر آپ کی تعریف کی گئی ہر ایک نبی نے آپ کی آمد کی بشارت دی۔ مسجدوں کے محراب و منبر اور مینار اور دشمنوں کی زبان اور نوک قلم سے آپ ہی کی تعریف ہوئی انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں زیر عنوان قرآن لکھا ہے۔

"The most successful of all the prophets and religious personalities" (Encyclopaedia Britannica, 11th Ed.)

یعنی محمد دنیا کے تمام انبیاء اور مذہبی شخصیتوں میں کامیاب ترین انسان ہے۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک :۔

یہ پیشگوئی کس کے متعلق ہے اس کا نام سب سے پہلے بتایا جانا ضروری تھا۔ اس لئے رُ دید کا رشی بتاتا ہے۔ "نراشنسہ استوشیئے" اور کون ہے؟ محمد تعریف کیا جائے گا جو قابل تعریف ہے اس کی تعریف کی جائے گی یا جو خدا سے تعریف کیا گیا ہے۔ لوگ بھی اس کی تعریف کریں گے۔ لفظ نراشنسہ کے معنی یوں لیئے گئے ہیں۔ نرلیئو اشانسہ کُشیہ سہ منشینثو پر شنسنیہ" لوگوں میں تعریف کیا گیا۔ جو بعینہ اسم محمد کا ترجمہ ہے۔ گویا وہ تعریف کیا گیا ہے اور ہمیشہ تعریف کیا جائے گا۔ یا محمد کی حمد ہو گی۔ خدا اور خلق دونوں میں وہ محمد ہے اور دونوں کی حمد کا مصداق ہے۔

۳: وہ شہزادہ امن ہے :۔

اُس محمد (تعریف کیے گئے) کا تیسرا نشان یہ ہے کہ وہ کورم[۱]

[۱] مندرجہ بالا تین ترجموں میں اس کو اسم علم قرار دیا گیا ہے گویا وہ کوئی سردار یا سلطنت کا بادشاہ ہے۔ اس کے متعلق پروفیسر گرفتھ نے لکھا ہے۔

A hymn in praise of the librality and good government of kousama, king of the Rushmas, a neighbouring people.

گویا کورم ایک غیر آریہ قوم کا بادشاہ ہے عربی زبان میں قرم قوم کے سردار کو کہتے ہیں (بنو قریم عرب کے قبیلوں میں سے ایک بہت بڑا قبیلہ بھی ہے روشم شمالی عرب کے باشندوں کا نام ہے اسی قوم نے بابل کی سلطنت کے ساتھ ملکر بیت المقدس پر حملہ کیا تھا (انسائیکلو پیڈیا ببلیکا) تاریخی کتابوں میں کبھی کبھی کسی ایک ملک کی خاص قوم کے نام پر ملک کا نام رکھ دیا جاتا ہے۔

یعنی زمین پر امن پھیلانے والا ہے۔ انبیاء عالم میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی یہ خصوصیت نہایت اہم ہے کہ آپؐ نے دنیا کے کل انبیاء کی تصدیق کر کے مذاہب عالم کے فساد کو ختم کر دیا۔ دنیا کے اور کسی نبی کو یہ فضیلت نصیب نہیں ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے شہزادہ امن ہونے کی دوسری وجہ نسل انسانی میں مساوات کی تعلیم دینا ہے۔ ذات پات کے لحاظ سے رنگ ونسل کے اعتبار سے ملک اور قوم کی بنا پر کسی ایک شخص کو دوسرے شخص پر کوئی فضیلت نہیں بلکہ صاف الفاظ میں فرمایا كُلُّكُمْ بَنُوْا آدَمَ وَآدَمَ مِنْ تُرَابٍ تم سب آدم کے بیٹے ہو اور آدم کی پیدائش مٹی سے ہے اپنے مادۂ خمیر کے ایک ہونے کی وجہ سے تم سب ایک ہو۔ تم میں سے کوئی شخص نہ اپنا کوئی گزشتہ جنم رکھتا تھا۔ اور نہ اس کی بناء پر فضیلت کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ یہ جنموں کے سلسلے اور یہ ذات پات کے جھگڑے۔ ملک و وطن اور قومیت کے تنازعہ رنگ ونسل کے امتیازات یہ سب فسادات ہونے کی ساتھ ہی ویدوں کی تعلیم خصوصی اور ہندوؤں کے مسلمہ عقائد ہیں۔ لیکن وہ امن کا شہزادہ ہندو قوم کو انہی زنجیروں سے آزادی دلانے کیلئے آیا۔ لفظ کورم کے معنی امن پھیلانے والے کے علاوہ ہجرت کرنے والے کے بھی ہیں۔ اور اس لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم وہ تاریخی ہجرت کرنے والے ہیں۔ جس سے اسلامی سنہ ہجری کی بنیاد پڑی اور حضور کے مصائب کا خاتمہ ہو کر فتح و کامرانی کے ایام شروع ہوئے۔

۴۔ دشمنوں کی کثرت میں اس کی حفاظت :-

اس حمد کے مستحق۔ شہزادہ امن اور حصار سلامتی کا چوتھا نشان یہ ہے کہ ساٹھ ہزار[1] سفاک اور ظالم دشمنوں کے درمیان تن تنہا وہ ایک ہوگا۔

---

[1] کتاب المثل الکامل میں مکّہ معظّمہ کی اس وقت کی آبادی کے متعلق لکھا ہے۔

اردو ترجمہ درج ذیل ہیں۔

مکّہ اس وقت تمام عرب کے شہروں کی منڈی ہوگیا اور اکثر اوقات اس کی آبادی ایک لاکھ خرید و فروخت کرنیوالوں تک پہنچ جاتی تھی جس سے یہ ظاہر ہے کہ عام آبادی مکّہ معظّمہ کی امن وقت ساٹھ ہزار تھی۔

مگر اسے کوئی نہ مار سکے گا وہ شدید جنگوں اور گھمسان کی لڑائیوں کے اندر صف اوّل میں لڑے گا ہر خطرہ اور خوفناک موقع پر وہ موجود ہوگا مگر کوئی اسے قتل نہ کر سکے گا۔ منتر کی ضمائر سے ظاہر ہے کہ دشمن کی اس کثرت اور اس بے پناہ طغیان عداوت سے اسے بچانے والا خدا ہوگا۔ فرمایا اتنے دشمنوں میں ہم اسے محفوظ کرنے والے ہیں۔ دشمن کی کثرت پر خدا کی معیت اور رفاقت اسے ہمیشہ غالب رکھے گی۔ غور کرنے والوں کے لئے کتنا بڑا نشان ہے جو اس موعود نراشنس (محمدؐ) کی صداقت کا وید والوں کو بتایا گیا اور وہ پورا ہوا۔

۵۔ سانڈنی سوار رشی:-

کنتاپ سوکت کا دوسرا منتر۔

डष्ट्रा यस्य प्रवाहिणो वधूमन्तो द्विर्दश ।
वष्मा रथस्य नि जिहीषत्ते दिव ईषमाण उपस्पृशः ॥ २ ॥

موریس بلوم فیلڈ کا ترجمہ:

Whose twice ten buffaloes move right along, together with their cows the height of his chariot just misses the heaven which recede from its touch.

گرفتھ کے ترجمہ میں ہے

Camels twice ten that draw the cart with females by their aids, he gave. Fain would the chariots top bow down escaping from the stroke of heaven.

پنڈت کھیم کرن کا ترجمہ یوں ہے: جس کے سواری کے چلنے والے تیز رو جتے ہوئے مع اونٹنیوں کے بیس اونٹ ہیں بیوقوف انسان کے اعلےٰ مقام کی بے حرمتی کرتے رہتے ہیں۔"

پنڈت راجارام پروفیسر ڈی اے وی کالج کا ترجمہ ہے:۔

"بیس اونٹ جس کے بیویوں والی سواری کے چلانے والے ہیں۔ جس کے مرکب کی چوٹی نیچے جھکتی ہے آسمان کو چھونے سے بچاتی ہے۔

منتر کے تراجم سے ذیل کی باتیں عیاں ہیں:۔

(الف) جس کا ذکر منتر نمبر ۱ میں تھا اسی کا ذکر اس منتر میں ہے۔

(ب) بلوم فیلڈ کے سوا باقی تراجم سے ظاہر ہے کہ وہ اونٹ کی سواری والا ہے۔

(ج) اس کی سواری یا مقام افق عالم تک پہنچا ہے۔

منتر کا لفظی ترجمہ:۔ (ورشما) چوٹی (اُشٹرا) اونٹ (رتھیہ) اس کے رتھ یا مرکب اور مقام کی (ییہ) جس کی (نی جہیڈتے) نیچے جھکتی ہے (پرواہنو) سواری میں (ودہ) آسمان کو (ددھونتہ) اونٹنیاں (ایشمانہ) تیز رفتاری سے (دوردرش[۱]) دو خوبصورت (الپسرشہ) چھوتی ہوئی

ترجمہ:۔ جس کی سواری میں دو خوبصورت اونٹنیاں ہیں (یا جو اپنی بیویوں سمیت اونٹوں پر سواری کرتا ہے) اس کے مرتبہ اور مرکب کی بلندی اپنی تیز روی سے آسمان کو مس کر کے نیچے اُترتی ہے۔

حاشیہ [۱] اتھروید کے بعض نسخوں میں دوردرش (دو خوبصورت اونٹ یا اونٹنیاں) اور بعض نسخوں میں دوردش (بیس اونٹ مع اونٹنیاں) ہیں ہم نے دکن کالج پونا کے ہر دو نسخوں کی بنا پر "دوردرش" قراۃ اختیار کی ہے جس کے معنی "دو خوبصورت اونٹ" ہیں۔ ہجرت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو اونٹ تھے ایک پر خود حضورؐ سوار تھے دوسرے پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ۔

اس منتر میں اسی رشی کا پانچواں نشان یہ بتایا ہے کہ وہ سانڈنی سوار ہے جس میں آپ کے عربی رشی ہونیکا صاف اشارہ ہے کیونکہ ہندوستان کے رشیوں کے لئے از روئے قواعد دھرم شاستر جس طرح اونٹ کا گوشت اور دودھ منع ہے (منوسمرتی ادھیاء ۵ شلوک ۸ اور ۱۸) اسی طرح برہمنوں کے لئے اس کی سواری بھی منع ہے چنانچہ منوسمرتی ادھیاء ۱۱ اشلوک ۲۰۱ میں لکھا ہے۔

"اونٹ اور گدھے پر رضامندی سے سواری اور پانی میں برہنہ غسل سے برہمن ناپاک ہوجاتا ہے اور حبس دم سے پاک ہوتا ہے۔"

دھرم شاستر میں یہ ممانعت اسی وجہ سے تھی کہ پیشگوئی کے سمجھنے میں کسی قسم کی الجھن پیش نہ آئے اور صاف طور پر سمجھ میں آجائے کہ موعود رشی ہندوستان کا رشی نہیں، بلکہ عرب کا سانڈنی سوار رشی ہے ہندوستان کے کسی رشی کی نسبت یہ ذکر نہیں کہ وہ کبھی اونٹ پر سوار ہوا ہو۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اونٹنی پر سوار ہوتے اس کا دودھ خود دوہ لیتے اور پیتے تھے۔ دنیا میں ریگ زار عرب اونٹ کی سواری کے لئے خصوصیت سے مشہور ہے۔

چھٹا نشان اس کی متعدد ازواج کا ذکر:۔ منتر کے الفاظ "دھومنتہ دوِر درش الخ" کا ترجمہ دو طرح پر کیا گیا ہے ایک یہ کہ اس کے بیویوں والے مرکب کو کھینچتے ہیں۔ اونٹ (پنڈت راجہ رام پروفیسر ڈی اے وی کالج لاہور) یا اونٹ معہ اونٹنیوں کے اس کی سواری لے چلتے ہیں۔ (پنڈت کھیم کرن آریہ کی تفسیر اتھرووید) پہلے ترجمہ کی رو سے وہ رشی ایک سے زیادہ بیویوں والا ہے۔ دوسری صورت میں اس کی خصوصیت اونٹ کی سواری ہے۔ دونوں مطالب کے لحاظ سے یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے آپ بیویوں والے بھی تھے اور سانڈنی سوار بھی۔

ساتواں نشان آپ کا معراج: اس کے مرکب اور مرتبہ کی بلند پروازی آسمان کو مس کرکے

نیچے اترتی ہے۔ اس میں نہایت صفائی کے ساتھ آپ کے معراج اور عروج کی بلند پروازی کا ذکر ہے
قرآن شریف نے اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا ہے۔ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى[1] اور وہ محمد انتہائی بلند مقامات
پر ہے۔ ایسے بلند مقام پر پہنچا اور نیچے جھکنا یا اترنا حضور کے دوگونہ تعلقات خدا و مخلوق کو ظاہر کرتا ہے اور
درحقیقت مخلوق کی محبت میں نیچے جھکنے نے ہی آپ کو وصال حق کی نعمت کا حقدار ٹھہرایا تھا۔

آٹھواں نشان پیارے رشی کا پیارا نام :-

एष ऋषये मामहे शतं निष्कान् दश स्रजः ।
त्रीणि शतान्यर्वतां सहस्रा दश गोनाम् ॥ ३ ॥

بلوم فیلڈ اس کا ترجمہ کرتا ہے:

This one presented the seer with a hundred jewels, ten chaplets, three hundred steeds and ten thousand cattle.

پروفیسر گرفتھ کا ترجمہ ہے۔

A hundred chains of gold ten wreaths upon the Rishi he bestowed. And thrice-a-hundred mettled steeds ten times-a-thousand cows he gave.

پنڈت کھیم کرن اس کا ترجمہ کرتا ہے

"اس نے اس ہوشیار آدمی کو سو دینار یں دس تسبیحیں تین سو گھوڑے دس ہزار گائیں دی ہیں۔"

پنڈت راجہ رام صاحب پروفیسر ڈی۔ اے وی کالج کا ترجمہ ہے۔

---

[1] (۵۳ : ۷)

"اس نے مامح رشی کو سو دینار دس مالائیں۔ تین سو گھوڑے اور دس ہزار گایا دیں"۔

ان تراجم کے اندر ذیل کی باتیں قابل غور ہیں۔

(الف) اس منتر میں کسی رشی کا ذکر ہے:

(ب) اس کا نام مامح ہے۔

(ج) سو طلائی دینار۔ دس ہار تین سو گھوڑے اور دس ہزار گائیں اس مامح رشی کو عطا ہوئے

منتر کا لفظی ترجمہ (ایش) اس (ددا) تے (رشیئے) رشی (مامحے) مامح (محمد) کو (عروتام) عربی گھوڑے (شتم) سو (سہسرا) ہزار (تریبنی) تین (دش) دس (شتانی) سو (نشکان) طلائی سکے یا پارے (شتانی) سو (دش) دس (اسرجہ) ہار (گونام) گایاں (دیں)

ترجمہ: "اللہ تعالٰی نے محمد رسول اللہ کو سو طلائی پارے۔ دس ہار تین سو عربی گھوڑے اور دس ہزار گایاں دیں"۔

اس منتر میں رشی کا نام مامح بتایا گیا ہے۔ ہندوستان کے کسی رشی کا نام مامح نہیں اور نہ کوئی پیغمبر دنیا میں اس نام کا گذرا ہے۔ لفظی تحقیق کی بنا پر اس لفظ کا اصل مح ہے جس کے معنی بزرگی دینا نہایت اعلٰی ہونا۔ عزت دیا گیا۔ تعریف کیا گیا۔ خوش ہونا اور بلند ہونا ہیں۔ چنانچہ سنسکرت انگریزی لغت مولفہ مونیر ولیم میں اس لفظ کے نیچے یہ معنی لکھے ہیں۔

Esteem highly, honour, revere, to magnify, to exalt etc.

یہ وہی لفظ ہے جو آتما سے مہاتما اور رشی کو مہرشی بناتا اور بزرگی و عزت اور قابل تعریف ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ محمد کی بجائے مامح کیوں فرمایا گیا۔

بعض سنسکرت کتابوں میں حضور کا نام مہامد آتا ہے (دیکھو الّو اُپنشد اور بھوشیہ پران) مگر یہ لفظ از روئے قواعد سنسکرت بُرے معنی بھی دیتا ہے۔ اگرچہ عربی لفظ کو سنسکرت گرام اور لغت میں

گھسیٹنا ایک علمی غلطی بلکہ شرارت ہے تاہم اس ابہام کو دور کرنے کے لئے اتھر وید میں محمد کا قریبی تلفظ مامح جو محمد کے ہی معنی رکھتا ہے دیا گیا ہے تاکہ اس لفظ کو تلفظ کی بجائے معناً مترادف بنا دیا جائے مسلمانوں کے کئی ایک نام سنسکرت کتابوں میں کسی قدر تصرف سے دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً محمود غزنوی کو ماموَد گجنوی لکھا جاتا ہے دیکھو۔ کشیتزی (ونشاولی چیرت)

اس بنا پر اگر اتھر وید کے رشی نے محمد میں تصرف کر کے سنسکرت تلفظ مامح بنایا اور تلفظ پر معانی کو ترجیح دی تو ہندو پنڈتوں کو ایک غلطی سے بچا کر پیشگوئی سمجھنے کے لئے صاف اور سیدھے رستہ پر لگایا بشرطیکہ وہ اسے سمجھنا چاہیں۔

نواں نشان حضور پر پہلے ایمان لانے والے:۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا مامح رشی کو اللہ تعالیٰ نے سو خالص طلائی پارے یا دینار عطا کئے یہ سو خالص طلائی دینار وہ صحابہ ہیں جو اسی تعداد میں مکہ معظمہ کی پرفتن زندگی میں حضور کو ملے۔ اور ہر طرح کی مصیبتوں اور دکھوں میں پڑ کر خالص کندن ثابت ہوئے اور یہ وہی سابقون الاولون ہیں جو کفار مکہ کے انتہائی مظالم کی وجہ سے اپنے عزیز واقارب وطن اور جان سے پیارے رسول سے جدا ہو کر ابی سینیا یا حبش کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے انہوں نے دشمنوں کے نت نئے ستم سے تنگ آکر دنیا کی ہر محبوب شے سے جدائی گوارا کی مگر اسلام کو اپنے سینہ سے لگائے رکھا (رضی اللہ عنہم) قرآن شریف میں ان کے متعلق فرمایا

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ	"اور ضرور ہم تمہیں کسی قدر خوف ۔
وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ	بھوک ۔ مالوں جانوں اور پھلوں
وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ (۱۵۵:۲)	(اولاد) کے نقصان سے آزمائیں گے"!

ایک اور جگہ فرمایا۔

وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً (۲۱:۳۵) "کھرا کھوٹا الگ کرنے کیلئے ہم تمہیں دکھ اور سکھ سے آزماتے ہیں"

اس آیت میں لفظ فتنہ کے معنی ہیں ادخال الذھب النار لتظھر جودتہ من رداءتہ سونے کو آگ میں ڈالنا تاکہ کھرا کھوٹے سے الگ ہو جائے یہ خالص سونے کے سو پارے تھے جو ہر امتحان میں پورے اترے۔

شت پتھ برہمن جو یجر وید کی الہامی تفسیر سمجھی جاتی ہے اس کے کانڈ ۱۲ پر پاٹھک ۹ برہمن ۱ اور کنڈ کا ۲ میں لکھا ہے کہ۔

"سونا انسان کی روحانی طاقت سے استعارہ ہے"

جو روحانی طاقت دنیا کی تمام مخالفتوں اور آزمائشوں پر غالب آتی ہے۔ وہ طلائی دینار کہلاتی ہے۔ پس وہ سو جانباز اور جانثار صحابہ جن کی آزمائش نہایت ہی کڑی تھی۔ اپنی روحانی طاقت سے دنیا کے عذاب پر غالب آئے اور معیار صداقت پر راست اترے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ صد پارہ طلا سب سے پہلے عطا کئے گئے مہاجرین حبش کی تعداد سو تھی۔

دسواں نشان عشرہ مبشرہ:۔

منتر میں دوسری چیز جو محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کو اللہ تعالیٰ نے عطا کی وہ دس منتخب پھولوں کے ہار تھے جو کامیابی اور فلاح اخروی کے لحاظ سے انتہائی کامیابی کی بشارت دیئے گئے۔ ان کے الگ الگ نام لے کر حضور نے فرمایا "فِی الْجَنَّةِ" حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان۔ حضرت علی وطلحہ الزبیر۔ عبدالرحمٰن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ سعد بن زید اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم ان لوگوں کی جانی اور مالی قربانیاں اس قدر بے نظیر تھیں کہ اسی زندگی میں ان کے اوج اقبال پر فائز المرام ہونے کی خوشخبری دے دی گئی۔ انہی کی نسبت رید نے بتایا کہ وہ دس اسرجہ دس جنت

کے گلدستے ہیں۔

سنسکرت میں لفظ اسرجہ، سہرا اور سردار کے معنوں میں بھی آتا ہے مثلاً رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۱۸۴ منتر ۲ میں آیا ہے۔

गर्भं धेहि सिनीवालि गर्भं धेहि सरस्वति ।
गर्भं ते अश्विनौ देवावा धत्तां पुष्करस्रजा ॥ २

(اُے حمل چاہنے والی) تجھے دونوں اشونی کمار دیوتا پھولوں کے سہروں والے حمل عطا کریں۔" نیز دیکھو اتھروید کانڈ اسوکت ۴ امنتر ا

گیارہواں نشان اصحاب بدر کا ذکر:۔

منتر مذکور میں تیسرا عطیہ آپ کو تین سو گھوڑے دیئے جانے کا ہے اور گھوڑے بھی عربی کیونکہ سنسکرت لفظ عروہ عربی اور اسُروں (غیر آریہ) کی سواری کے لئے مخصوص ہے عروہ کے معنی ازروئے لغت تیز رو کے ہیں رگ وید ۵۴/۱۴ ۵

لیکن اگنی اور اندر دیوتا جو عالم اور طاقتور کے معنوں میں بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے۔ دیکھو رگوید ۱۰۲/۵ ۸ اگنی کے لئے رگوید ۴۰/۲ ۸ اور اگنی۔ اندر دونوں کے لئے ۶۲/۳ ۸۔

پس وید کی اپنی اس تشریح کی بنا پر ۳۰۰ گھوڑوں سے مراد وہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ۳۰۰ ہونے کے علاوہ دیوتا اور فرشتے یا عالم اور طاقتور تھے اپنی اس خوبی کا ثبوت ان ۳۱۳ اصحاب نے جنگ بدر میں دیا جو رات کو خدا کے حضور نماز میں کھڑے رہتے تھے اور دن کو ایک اعلیٰ درجہ کے جنگجو انسان تھے۔ دنیا کی کسی قوم کے سپہ سالار نے اس قدر بے نظیر فوج دنیا میں پیدا نہیں کی جو عالم و عابد بھی ہو اور اس کے ساتھ ہی شجاعت میں ایسی ممتاز ہو کہ اپنے سے تین گنی فوج پر جو ہر قسم کے سامان حرب سے لیس تھی۔ اپنی بے مائیگی اور قلت سامان کے باوجود غالب آئی ہو یہ تین سو تیرہ

ھ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ سینکڑوں پر جو کسر ہوتی ہے وہ اکثر نظر انداز کر دی جایا کرتی ہے۔

آدمی وہ فرشتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیے۔

بارہواں نشان دس ہزار قدوسیوں کا عطا کیا جانا

آخری عطیہ جو اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا وہ دس ہزار قدوسی ہیں جو فتح مکہ کے وقت حضور کے ہمراہ تھے ان کو وید منتر میں گایاں کہا گیا ہے سنسکرت لفظ "گو" کا مادہ گم ہے جس کے معنی ہیں جنگ کے لیے سجانا یا نکلنا۔ گائے کو "گو" اس لیے کہتے تھے کہ آریوں کی جنگوں کے اندر دشمن کی گایوں کا جیتنا ہی مقصود تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بیل فتح کی علامت ہے (بالعموم گائے اور بیل کے لیے ایک ہی لفظ "گو" استعمال ہو جاتا ہے) رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۳۳ منتر ۶ میں آتا ہے۔

"نہایت تعریف والا۔ بہت مبارک۔ دشمنوں کو اکھاڑ پھینکنے والا مضبوط مددگار بیل کی طرح طاقتور (گو اُو شائکتہ) ہے۔ تت پتھ برہمن کانڈ ۵ پر پاٹھک ۲ برہمن ۴ کنڈ کا ۱۳۔ اور تیتر تا II ۲-۵-۲ میں گائے کو رعب اور ہلاکت کا مظہر قرار دیا ہے رگوید منڈل ۵ سوکت ۵۶ منتر ۳ میں آتا ہے

"گو اِو بھیموہ" بیل گائے کی طرح رعب والا اور خوفناک ہے۔

اس کے بالکل برعکس وید میں گائے صلح اتفاق اور اتحاد کی علامت بھی ہے۔

काकरह् ततो भिषगुपलप्रक्षिरणी नना ।
नानाधियो वसूयवोऽनु गाइव तस्थिमेन्द्रायेन्दो परि स्रव ।।३।।

"مختلف سمجھ بوجھ رکھنے والے۔ دولت چاہنے والے گایوں کی مانند ہم (باہم اتفاق سے) بسر کرتے ہیں" رگوید منڈل ۹ سوکت ۱۱۲ منتر ۳

اور رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۱۴۵ منتر ۶ میں ہے۔

उह तेऽधां सहमनामभि त्वाधां सहोयसा
मामनु प्र ते मनो वत्सं गौरिव धावतु पथा वारिव धावत् ६ । ३

"تیرا دل میری طرف دوڑے جیسے گائے بچھڑے کی طرف" یعنی جس طرح گائے طبعی

محبت سے اپنے بچھڑے کی طرف دوڑتی ہے۔ اسی طرح تیرا دل (اے خاوند) میری طرف دوڑے" شت پتھ برہمن کانڈ ۱۲ یر پاٹک ۹ برہمن کانڈے میں ہے۔

"گایوں کو انسان کی مثل کہا جاتا ہے۔"

"گائے (استعارۃً) عبادت ہے۔ گائے استقلال یا (ادِتی) ناقابلِ شکست ہے۔ گائے سرسوتی یعنی علم سے عبارت ہے۔"

منتر کے اس ٹکڑے کے اندر جو آٹھویں نشان کے زیر عنوان دیا گیا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دس ہزار گایاں یا بیل دیئے جانے کا ذکر ہے۔ گائے اور بیل کی تشریح کے مطابق جو وید اور برہمن گرنتھوں سے اوپر نقل کی گئی ہے۔ دو باتیں صاف طور پر سمجھ میں آتی ہیں۔ ایک تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی گائے کی طرح مقدس یعنی قدوسی ہیں رحم اور محبت کے مجسمہ ہیں۔ اور دوسری طرف اندر دیوتا کی طرح بارُعب اور خوفناک ہیں۔ یہ متضاد صفات ایک ہی گروہ میں کیونکر جمع ہو سکتی ہیں۔

اس معمہ کو قرآن شریف نے یوں حل فرمایا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ	"محمد اللہ کا رسول ہے اور جو اس
مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ	کے ساتھ ہیں کافروں کے مقابلے
رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ	پر قوی آپس میں ایک دوسرے سے
رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ	محبّت کرنے والے ہیں تو انھیں عبادت
فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا	کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ اپنے رب
(۴۸ : ۲۹)	کا فضل اور رضا چاہتے ہیں۔"

(ایک اور جگہ فرمایا)

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ	"مومنوں کے سامنے عاجز اور کافروں
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (۵ : ۵۴)	پر غالب ہے۔"

ان آیات کو نشان نمبر ۱۱ اور نمبر ۱۲ کی تشریح کے ساتھ پڑھ کر دیکھو محمد رسول اللہ اور آپ کے دس ہزار صحابیوں کا (جو فتح مکہ کے وقت ٹھیک اسی تعداد میں موجود تھے) نقشہ ویدمنتر میں کس صفائی کے ساتھ کھینچ کر رکھ دیا گیا ہے۔

اسی طرح قرآن شریف نے اس کے ساتھ نہایت وضاحت سے فرمایا۔

"ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ" صحابہ کی یہ صفات شریعت کی کتابوں اور انبیاء کی بشارات میں سب جگہ موجود ہے (الفتح ۴۸ : ۲۹)

اس منتر میں مندرجہ ذیل باتیں قابل غور ہیں

(الف) محمد رسول اللہ کا صفاتی نام جو ذاتی نام سے بھی کسی قدر مشابہ ہے موجود ہے۔

(ب) آپ کا رشی اور پیغمبر ہونا۔

(ج) آپ کو حسب تشریح نشان ۹..۱ خالص سونے کی طرح آزمائے ہوئے سابقون الاولون صحابہ کا دیا جانا۔

(د) عشرہ مبشرہ دس کامیاب اور با اقبال جنت کے گلدستوں کا حضور کو دیا جانا۔

(ہ) عابد زاہد عالم اور جنگجو ۳۱۳ تاریخی اصحاب بدر کا ذکر۔

(و) دس ہزار قدوسیوں یا فتح مکہ کے وقت جری شجاع اور باہم محبت کرنے والے صحابہ کا آپکو دیا جانا دنیا کی تاریخی روشنی میں یہ ساری خوبیاں اور نشانات صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح حیات میں ہی ملتی ہیں اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ جس ترتیب سے ان انعامات کے ملنے کا وید منتر میں ذکر ہے اسی ترتیب سے یہ انعامات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے پہلے سو سابقون الاولون ملے پھر دس عشرہ مبشرہ کی گنتی پوری ہوئی۔ اس کے بعد جنگ بدر کا واقعہ پیش آیا اور آخر پر دس ہزار قدوسی ملے کوئی شخص آپ کے سوا کسی دنیا کے اور رشی اور پیغمبر میں یہ باتیں ایک جگہ نہیں دکھا سکتا اور نہ ان منتروں کی اس سے زیادہ معقول تفسیر کر کے دکھا سکتا ہے۔ ہر ایک بڑی سے بڑی

صداقت کو ضد اور تعصب سے جھٹلایا جا سکتا ہے لیکن حق و صداقت کے بالمقابل دوسری معقول توجیہ کر دکھانا ناممکن ہے۔ اس لئے کہ راستی صرف ایک ہی جانب اپنا رخ رکھتی ہے۔

Truth cannot be two faced.

تیرہواں نشان حمد الٰہی میں آپ کا کمال :-

वच्यस्व रेभ वच्यस्व वृक्षे न पक्वे शकुनः ।
ओष्टे जिह्वा चर्चरीति क्षुरो न भुरिजोरिव ॥ ४॥

منتر : ۴ (وچیسو) تبلیغ کر (شکو) پرند کے (اوشٹے) اور دونوں ہونٹ (جہوا) زبان (ریبھ) اے حمد کرنے والے "احمد" (چرچریتی) چلتے ہیں (وچیسو) تبلیغ کر (کشرو) قینچیوں کے (ورکشے) درخت پر (نا) جیسے (نا) مثل (بھورجوہ) دونوں پھل (پکو) پکے پھل والے (اِو) کی مانند۔

" تبلیغ کر اے احمد تبلیغ کر جیسے پختہ پھل والے درخت پر پرند چہچہاتا ہے۔ تیری زبان معہ ہونٹ (قضا کی) قینچیوں کے دو پھلوں کی طرح چلتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ تم تبلیغ کرو کیونکہ درخت کا پھل پک چکا ہے اور کامیابی یقینی ہے مخالفت کے وقت قضا الٰہی قینچی کے پھل کی طرح مخالف کو کاٹ ڈالے گی اس لئے تبلیغ کی راہ میں کسی قسم کے خوف کی ضرورت نہیں اس منتر میں آپ کو "ریبھ" کے نام سے خطاب کیا گیا ہے چونکہ نگھنٹو ۳ : ۱۶ کی بنا پر استتی یا حمد کرنے والے کا نام ہے عربی میں اس کا ترجمہ احمد نہایت درست ترجمہ ہے۔ احمد نے تبلیغ کی اور دنیا نے دیکھا کہ پکے پھل والے درخت کی طرح ملک نے آپ کی محنت کی داد دی احمد کامیاب ہوا اور مخالف قضا کی قینچی سے کاٹ ڈالے گئے۔ اس سے بڑھ کر حضور کی صداقت کا اور کیا نشان ہو سکتا ہے وید کے رشی نے جو کچھ بتایا تھا وہ حرف بحرف پورا ہوا۔

چودھواں نشان میدان جنگ میں نماز

अरेभासो मनीषा वृषा गाव इवेरते ।
अमोत पुत्रका एषाममोत गा इवासते ॥ ५ ॥

لفظی ترجمہ: (ریبھاسہ) حمد کرنے والے (منیشاہ) اور محامد (ورکھا) طاقتور (گاو) سانڈوں (اموت) گھر میں رہنے والے (اِو) کی طرح (اِیشام) ان کے (پُترکاہ) فرزند (اموت) گھر پر (گاہ اِو) گایوں کی طرح (ہرایرتے) تیزی سے آگے بڑھتے ہیں (آستے) رہتے ہیں۔

نماز پڑھنے والے جنگ میں نماز کو نہیں چھوڑتے نمازی اور نماز دونوں میدان جنگ کی طرف تیزی سے بڑھتے ہیں جیسے طاقتور سانڈ اس قوم کے فرزند گھر پر معصوم اور پرامن گایوں کی طرح محبّت سے رہتے ہیں۔

قرآن شریف نے اس کے متعلق فرمایا۔ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (۲:۴۵) جنگ کے وقت صبر اور نماز کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو۔ طاقت اور عبادت دونوں کا ایک ہی وقت میں مظاہرہ۔ طاقتور سانڈ کی طرح لڑنے کے لیے آگے بڑھنا اور اس کے ساتھ ہی اپنے مولا اور خداوند کے حضور میں عبادت میں گر جانا یہ امتیازی نشان دنیا بھر کی قوموں اور مذاہب میں صرف صحابہ کے حصّہ میں آیا ہے۔ فرمایا۔

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ	"اور جب تو ان میں ہو پھر ان کیلئے
فَلْتَقُمْ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ	نماز قائم کرے تو چاہیئے کہ ان میں سے
وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا	ایک گروہ ساتھ کھڑا ہو اور چاہیئے کہ
سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ	وہ اپنے ہتھیار لے لیں۔ جب سجدہ
وَلْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى	کر چکیں تو وہ تمہارے پیچھے ہو جائیں۔

لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا	اور چاہیئے کہ ایک دوسرا گروہ
مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوْا حِذْرَهُمْ	جنہوں نے نماز نہیں پڑھی آئے پس
وَاَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ	وہ تیرے ساتھ نماز پڑھیں اور وہ اپنا
كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ	بچاؤ اور اپنے ہتھیار لئے رہیں۔ کافر
عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ	چاہتے ہیں کہ تم اپنے ہتھیار اور اپنے
اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ	اسباب سے غافل ہو تو وہ تم پر
عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً (۴:۱۰۲)	یکبارگی آپڑیں"

اس عجیب مسلم قوم کی تعریف اس منتر میں یہ کی گئی ہے کہ وہ میدان جنگ میں لڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد بھی کرتے ہیں۔ یہ نماز بھی پڑھتے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ لڑنا ان کی فطرت نہیں۔ وہ گھر پر اپنی جماعت میں گایوں کی طرح محبت سے رہتے ہیں۔

پندرہواں نشان تبلیغ احکام الٰہی

प्रेम धियं भरस्व गोविदं वसुविदम्।

देवत्रेमां वाचं कृषीषु न वीरो अस्ता ॥ ६ ॥

(ریبھ) اے حمد کرنیوالے (احمد) (امام) اس (دھیم) حکمت کو (واچم) کلام کو (پربھرسو) مضبوط پکڑ (اشربیں) مضبوط کر (بخوبی پہنچا) (گو ودم) گایاں پانے والی (اشونا) جیسے تیر کو (سو دیدم) دولت پانے والی (ویرہ) بہادر (دیوترا) دیوتاؤں میں (قدسیوں میں) (استارم) تیر مارنیوالا (قرآن شریف جسے خود اللہ تعالیٰ نے "حکمت اور دانش (کہا ہے) اسے مضبوط پکڑ یہ کتاب گائے اور دولت پانے والی یا تمدن کی بنیاد ہے۔ دیوتاؤں یا قدسیوں (صحابہ) میں اس کلام کو پہنچا۔ جیسے تیر انداز بہادر نشانہ پر تیر مارتا ہے"

اس کے متعلق قرآن شریف نے فرمایا "بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ" (۵ : ۶۷) پہنچا دے پورے طور پر جو تیری طرف اتارا گیا ہے" اور دوسری جگہ فرمایا كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ بے شک یہ تمدن اور تہذیب کی بنیاد ہے۔ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ سو کوئی فلاح چاہے اسے یاد رکھے فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ عزت والے صحیفوں میں مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ جو بلند اور پاک ہیں بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ نیک اور معزز لکھنے والوں کے ہاتھوں میں وہ موجود ہے (۸۰ : ۱۱-۱۶)

قرآن شریف کی ان آیات کا مضمون وید کے منتر سے بالکل مطابق ہے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا اس حکمت و دانش کی کتاب کو مضبوط پکڑ یہ تہذیب و تمدن کی جان ہے۔ اس کلام کو دیوتا صفت قدوسیوں میں پہنچا جیسے ایک بہادر تیر مارتا ہے۔ قرآن شریف فرماتا ہے یہ کام احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دکھایا۔

سولھواں نشان حضور لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ اور افضل البشر ہیں

राज्ञो विश्वजनीनस्य यो देवोमर्त्यां अति ।

वैश्वानरस्य सुष्टुतिमा शृणोता परिक्षित: ॥ ७ ॥

(راجیہ) شاہ (وشواز نیہ) سب کے ہادی کی (وشو جنیسیہ) کل عالم (اسشتوتم) اعلیٰ ثنا کو (یہ) جو (شرنوت) گاؤ (دیوہ) دیوتا (پریکشتہ) سب طرف شہرت والے کی (مرتیاں اتی) افضل البشر ہے۔

"سرورِ عالم جو دیوتا (نورٌ علیٰ نور) ہے افضل البشر ہے۔ ہادئ کل اور سب طرف جس کی شہرت ہے اس کی اعلیٰ ثنا کو گاؤ"

اس منتر کی تمام صفات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے خاص ہیں حضور سب سے پہلے نبی ہیں جو کل قوموں کی طرف ہادی بنائے گئے۔ ویدوں کے رشیوں میں کوئی شخص نہیں جو افضل البشر کہلایا ہو کیونکہ ان رشیوں کی سب جگہ شہرت تو کیا ان کے ناموں کے متعلق ہی کوئی نہیں جانتا کہ کیا تھے کیونکہ وید ماننے والوں کی آراء مختلف ہیں۔ پھر وید چار ہیں ان کے رشیوں میں سے ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت

نہیں پس، اس منتر کا ہر ایک لفظ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ سرورِ عالم نورٌ علیٰ نور۔ افضل البشر۔ ہادی کل اور تمام دنیا میں مشہور سبحان اللہ کتنی اعلےٰ ثنا ہے۔ جو وید منتر نے حضور کی گائی اور وید کے ماننے والوں کو حکم دیا کہ وہ حضور کی اس نعت کو گائیں۔

سترھواں نشان قیامِ امن

परिक्षिन्नः क्षेममकरुत्तम आसनमाचरन् ।

कुलायं कृण्वन् कौरव्यः पतिर्वदति जायया ॥ ८ ॥

(پریکشتہ) سب طرف شہرت والے نے (تم) اس نے (کشیم) امن (کلایم) گھر (اکرو ت) کر دیا ہے (کرنون) بناتا ہوا (کوروبہ) قوم قوم کا (آچرن) لیتے ہی (پتیہ) ایک خاوند (ودتی) کہتا ہے (آسنم) کرسیِ عدالت (جایا) بیوی سے۔

"سب طرف شہرت والے نے تختِ حکومت لیتے ہی سب طرف امن کر دیا ہے۔ تعمیر خانہ کعبہ کے وقت آپ کے اس قیامِ امن کا چرچا قریشیوں کے گھر گھر ہونے لگا۔"

خدا کے مقدس گھر کی تعمیر کے وقت قبائل عرب میں سخت کشت و خون کا خطرہ تھا جب انصاف اور فیصلہ حضور پر چھوڑا گیا تو آپ نے اپنی حسن تدبیر سے ایسا بے نظیر فیصلہ کیا کہ اس مقدس گھر کو قبائل عرب کے خون خرابہ سے بچایا۔ ویسے بھی جب مکہ فتح ہوا اور حضور کی حکومت کو تسلیم کر لیا گیا تو بجائے اس کے کہ آپ ان سفاک ظالموں سے بدلہ لیتے آپ نے لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (میں آج بدلہ لینا تو کجا؟ تمہیں ملامت بھی نہیں کرتا) کہہ کر ملک میں فوراً امن قائم کر دیا۔ اس منتر میں صرف ایک لفظ کوروبہ، قابلِ تشریح ہے۔ ہندو مذہبی لٹریچر میں کوروں اور پانڈوں کی لڑائی مشہور ہے۔ جس کا تذکرہ مہابھارت جیسی ضخیم کتاب میں کیا گیا ہے۔ ان کا میدانِ جنگ کروکشیتر کے نام سے معروف ہے۔ کورو درحقیقت ایک ہی قدیم قوم ہے جو رگوید میں پورو کے نام سے مذکور ہے۔ ابتداء

میں یہ قوم بابل آباد تھی اور آریوں کی وہاں سے ہجرت کے ایک عرصہ بعد یہ ہندوستان میں آئی۔ بائیبل میں بھی کورہ قوم کا ذکر آتا ہے۔ جن کا تنازعہ بیت المقدس کی نذر نیاز کے متعلق حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہوا تھا اسی قوم کے ایک فرد کو کورہ رویہ یا کورو قوم کا کہا جاتا ہے ممکن ہے ان کا کوئی بزرگ کورو رشی ہو کیونکہ وید میں ترسدسیوہ وغیرہ اسی قوم کے رشی کہلاتے ہیں۔ اس لفظ کے معنی کام کرنے والا بھی بعض لوگوں نے کیے ہیں۔ اس لیے کورو کے معنی کاریگر یا منتر کے الفاظ کی رعایت سے معمار کے بھی ہو سکتے ہیں۔ اور عبرانی میں اس کے معنی گھر کے محافظ کے ہیں۔ کوریشتو اور عبری دونوں زبانوں میں گھر کے معنی رکھتا ہے۔ اور یہ بھی امکان ہے کہ وید میں یہ لفظ قریش سے بگڑ کر قرون گیا ہو۔

اٹھارھواں نشان ملک میں کامل شہرت

कतरत त आ हराणि दधि मन्थां परिस्रुतम् ।
जाया पतिं वि पृच्छति राष्ट्रे राज्ञः परिक्षितः ॥ ९ ॥

(کترت) کونسی چیز (ہیم) خاوند کو (تے) تیرے لیے (دی) تفصیل سے (آہرانی) میں لاؤں (پرچھتی) پوچھتی ہے (ددھی) دہی (راشٹر) حکومت میں (منتھا) متھا ہوا دہی (راجیہ) شاہ (پری سُرتم) کیف آور عرق (پریکشتہ) مشہور عالم کی (جایا) بیوی۔

"اس شہرت دوام پائے ہوئے بادشاہ کی حکومت میں ایک بیوی اپنے خاوند کو تفصیل سے پوچھتی ہے میں تیرے لئے کونسی چیز لاؤں دہی یا کوئی اور کیف آور عرق؟"

اس منتر میں بھی کامل امن و امان کی طرف اشارہ ہے جو اس شہرت دوام کے مالک کی حکومت میں ہوگا۔ ایک حدیث میں بطور پیشگوئی فرمایا گیا تھا کہ ایک ایسا وقت عرب میں امن و امان کا آئے گا۔ کہ ایک عورت تنہا مدینہ سے مکّہ تک سفر کرے گی اور اسے کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ وہ ملک جس میں عورت کی عفت و عصمت کا کوئی لحاظ نہ تھا۔ چوری ڈاکہ کا بازار ہر وقت گرم رہتا تھا۔ اسلام کی حکومت میں

چند سال کے اندر اس قدر امن ہو گیا کہ عورتیں اکیلی سفر کرنے لگیں اور شہریت کے تمام لوازمات شہر مکہ اور مدینہ میں موجود ہو گئے اور عورتیں تک بازاروں میں خرید و فروخت کرنے لگیں۔

انیسواں نشان سچے مذہب کی صداقت کا معیار

अभीव स्व१: प्रजिहीते यव: पक्व: परा विलम् ।

जन: स भद्रमेधते राष्ट्रे राज्ञ: परिक्षित: ॥ १० ॥

(ابھیوہ) طرف (جنہ) شخص (سوہ) آسمان کی (پرہ) پرے (پرجہیتے) پہنچتا ہے (بلم) گڑھے سے (سہ) وہ (ایدھتی) بڑھتا ہے (بھدرم) خوب خوشحالی اور نیکی (راشٹر) حکومت میں (یوہ) جو (راجیہ) بادشاہ (پکوم) پکا ہوا (پریکشتہ) سب طرف شہرت والے کی۔

"جنتہ جو گڑھے سے نکل کر آسمان کی طرف جاتا ہے۔ سب طرف شہرت پائے ہوئے بادشاہ کی حکومت میں انسان خوب ترقی کرتا ہے۔"

آسمانی بادشاہت اور سچے مذہب کا یہ بھی نشان ہے کہ اس کے ماتحت لوگ نہایت آسودگی سے جلد ترقی کرتے ہیں جیسے کھیتی زمین سے نکل کر آسمان کی طرف بڑھتی ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر عرب کی حالت نہایت پستی کی حالت تھی مگر آپ کے دین کی برکت اور قوت قدسی سے وہی قوم ضلالت کے گڑھے سے نکل کر ترقی کے آسمان پر پہنچ گئی۔ اسلام کی صداقت کا یہ نشان توراۃ انجیل اور وید تمام کتابوں میں موجود ہے۔ قرآن شریف اس کے متعلق خود ہی فرماتا ہے۔ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ (الفتح) ۴۸:۲۹

(جو لوگ محمد رسول اللہ کے ساتھ تھے) یہ ان کی مثال شریعت کی کتابوں اور انبیاء کی بشارات میں ہے کھیتی کی طرح جو اپنی سوئی کو نکالتی ہے پھر اسے مضبوط کرتی ہے سو وہ موٹی ہو جاتی ہے۔ پھر

اپنی نالوں پر سیدھی کھڑی ہو جاتی ہے وید کے الفاظ "اُبھیو سُوہ پرچھتے یُوہ" جو اوپر کی طرف جاتا ہے بالکل ملتے جلتے الفاظ ہیں۔ سچے مذہب کے اس معیار صداقت کو قرآن شریف نے ایک دوسری جگہ یوں بیان فرماتا ہے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا	"کیا تو غور نہیں کرتا کہ اللہ نے اچھی
كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ	بات کی مثال کس طرح بیان کی وہ ایک
طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ	پاکیزہ درخت کی مانند ہے جس کی جڑ
فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْۤ اُكُلَهَا	مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں
كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا	پھیلی ہوئی ہیں اور وہ اپنے رب کے
وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ	حکم سے اپنا پھل ہر وقت دیتا ہے اور
لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ	اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا
(۱۴ : ۲۴-۲۵)	ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں"۔

منتر اور آیات میں وجوہات مماثلت :۔

(الف) دونوں میں حق اور صداقت کی مثال ہے جسے قرآن شریف نے کلمہ طیبہ کہا ہے اور وید نے بھدرم نیکی اور خوشحالی۔

(ب) قرآن شریف نے صداقت کو شجرہ طیبہ فرمایا اور وید نے یوہ (جو)

(ج) قرآن شریف فرماتا ہے اس شجرہ طیبہ کی جڑ مضبوط ہوتی ہے اور وید میں ہے کہ اس کی جڑ گڑھے میں ہوتی ہے۔

(د) قرآن شریف میں ہے کہ اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں اور وید میں ہے کہ آسمان کو پہنچتا ہے۔

(ہ) اس کے بعد قرآن شریف فرماتا ہے۔ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (سورۃ ابراہیم) ۱۴ : ۲۷ اللہ ان لوگوں

کو جو ایمان لائے ہیں حق بات کے ساتھ مضبوط کرتا ہے بڑھاتا ہے۔ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی۔ وید کہتا ہے کہ ایسی حق و صداقت کی حکومت میں انسان نیکی اور خوشحالی میں بڑھتا ہے۔

(د) قرآن شریف نے فرمایا تُؤْتِیْٓ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍ وہ درخت ہر وقت اپنے رب کے حکم سے پھل دیتا ہے وید نے بتایا کہ وہ جو پکا ہوا ہے پھل دار ہے۔ (۱۴: ۲۵)

(ہ) قرآن شریف نے اسی ضرب المثل کو جو وید میں کی گئی تھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور اسلام کی حقانیت پر شاہد ٹھہرایا ہے اور فرمایا لَعَلَّهُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ تاکہ وہ لوگ جن کو یہ مثال بطور دلیل دی گئی تھی نصیحت حاصل کریں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین حق نے ایک قوم کو جو سطح ارض پر جڑ سے اکھڑی ہوئی قوم تھی ایک ایسے مضبوط درخت کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ جس کی جڑ زمین کی گہرائیوں میں اور جس کی شاخیں آسمان کی پہنائیوں میں پھیل گئی۔ وید منتر کی ضرب المثل کو سامنے رکھ کر کوئی ہے؟ جو وید منتر اور قرآن شریف دونوں کی تصدیق کرے اور اس دین حق کو قبول کرے جب قرآن شریف نے وید منتر کی تصدیق کی ہے۔ تو وید والوں کو بھی چاہیئے کہ وہ اس منتر کے مصداق پر ایمان لائیں۔

بیسواں نشان حضور کو نیند سے جگا کر تبلیغ و عبادت کا حکم دیا گیا

इन्द्रः कारुमबूबुधदुत्तिष्ठ वि चरा जनम् ।
ममेदुग्रस्य चर्कृधि सर्व इत् ते पृणादरिः ॥ ११ ॥

(اِندرہ) اندر نے (اُگرسیہ) غالب کی (کارُم) حمد گانے والے احمد کو (چرکردھی) تو بڑائی کر (ابُبودھت) جگایا (سرو) سب کچھ یا سب لوگ (اُتشٹھ) اُٹھ (اِت) ہی (وچر) اِدھر اُدھر جا (تے) تجھے (جنم) لوگوں کے پاس (پرنات) دے گا (مم اِت) مجھ ہی سے (اریہ) نعمتیں (نیک)

"اندر (اللہ تعالیٰ نے) اپنی حمد گانے والے کو جگایا۔ اُٹھ اِدھر اُدھر لوگوں کے پاس جا۔ مجھ غالب کی ہی تو بڑائی کر سب نیک تیری محنت کی داد دیں گے یا وہ (اللہ) سب نعمتیں تجھے دے گا

اس وید منتر میں قرآن شریف کی سورہ مدثر کی پہلی آیت کا ترجمہ موجود ہے۔

یَاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (المدثر) ۷۴:۱تا۳	"اے کپڑا اوڑھ کر سوئے ہوئے اُٹھ لوگوں کو غفلت سے ڈرا اور اپنے ہی رب کی بڑائی کر"

اس کے بعد فرمایا۔

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ (۷۴: ۶-۷)	"زیادہ ملنے کے لئے احسان نہ کر بلکہ اپنے رب کے لئے صبر کر"
وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (۹۳: ۵)	"تیرا رب تجھے اپنی نعمتیں دے گا تو راضی ہو جائے گا"

پھر فرمایا۔

اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (الکوثر) ۱۰۸: ۱-۲	"ہم نے تجھے کثرت نعمت عطا کی ہے سو تو اپنے رب کیلئے نماز پڑھ اور قربانی کر"

بغیر کسی حاشیہ اور تفسیر کے وید منتر کا لفظی ترجمہ جو آریہ مفسّر نے کیا ہے ہم نے نقل کر دیا ہے۔ اور قرآن شریف کا بھی لفظی ترجمہ دے دیا ہے۔ اگر کسی صاحب دانش میں تحقیق حق کی طلب ہے تو اس منتر پر غور کرے کہ کس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ابتدائی وحی کو وید کے رشی کی زبان پر ہزاروں سال پہلے جاری کر دیا۔ اور پھر امر واقعہ میں اس کو پورا کر کے دکھا دیا اس ایک ہی منتر سے بیسیوں دلائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی صداقت کے پیدا ہو سکتے ہیں۔ حضور کو سوتے سے جگانا۔

یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ اے سوتے ہوئے اُٹھ۔ وید کہتا ہے اِندر نے احمد کو جگایا اُٹھ: ۲ فَاَنْذِرْ بس لوگوں کو غفلت سے ڈرا۔ وید منتر کہتا ہے لوگوں کے پاس اِدھر اُدھر جا: ۳ قرآن شریف فرماتا ہے وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ اپنے ہی رب کی بڑائی کر۔ وید کہتا ہے مجھ غالب کی ہی بڑائی کر۔ ۴ قرآن شریف میں ہے وہ سب نعمتیں تجھے دے گا۔ اسی کا ہو رہ لوگوں کے احسان کے بدلے میں کچھ نہ چاہ۔ وید کہتا ہے وہی سب نعمتیں تجھے دے گا۔

سوتے سے جگانا لوگوں میں تبلیغ کا حکم دینا۔ توحید کا واعظ بنانا اور اللہ تعالیٰ سے سب نعمتوں کا ملنا یا سب نیک لوگوں کا آپ کی تبلیغ کا پھل دینا۔ یہ تمام اس قسم کے بیّن نشانات ہیں جو سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے کسی اور پیغمبر کی زندگی میں نظر نہیں آتے۔ ہندوستان کے کسی رشی کو یوں سوتے سے جگاکر توحید کے وعظ اور تبلیغ کا حکم نہیں دیا گیا اور پھر اس کی وہ بے نظیر کامیابی کہ سب لوگوں نے اسے قبول کر لیا ہو اس کی محنت کو پھل اس کثرت سے لگا ہو کہ پکے پھل والے درخت پر جس طرح پرند خوشی سے چہچہاتے ہیں۔ اسی طرح وہ شب و روز حمدِ الٰہی کے ترانے گاتا ہو (دیکھو منتر ۴) اللّٰھم صلی علی محمد۔

اکیسواں نشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی بینظیر سخاوت

इह गावः प्रजायध्वमिहाश्वा इह पूरुषाः ।

इहो सहस्रदक्षिणोपी पूषा नि षीदति ॥ १२॥

(اِہ) یہاں (اشواہ) اے گھوڑو "بہادرو!" (گاوہ) اے گایو "قدوسی لوگو!" (اِہ) یہاں (اِہو) یہاں پر (پروشاہ) اے لوگو! "عوام لوگو!" (سہسر دکشنہ) ہزاروں کا خیرات کرنے والا۔ (اپی) ہی (پرجایدھوم) بڑھو۔ ترقی کرو (پوشا) غریب نواز (اِہ) یہاں (نشیدتی) بیٹھتا ہے۔

یہاں اے گایو (قدوسیو) یہاں اے گھوڑو (جنگجو بہادرو) یہاں اے انسانوں (عام لوگو!) ترقی کرو ابڑھو یا اس جگہ مال و دولت اور انسان سب کچھ ترقی کرے کیونکہ یہاں پر ہزاروں کی خیرات

کرنے والا بینظیر سخی ۔ غریب نواز (محمد) تخت حکومت پر بیٹھا ہے ۔

" تاریخ کی روشنی میں کیا یہ بات کسی کو بتانے کی ضرورت ہے؟ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت کے زیر سایہ ہر چیز نے ترقی کی اس قوم میں سے جو دنیا کی ترقی کے میدان میں سب سے پیچھے تھی کتنے قدوسی پیدا ہوئے کتنے جنگجو اور بہادر نکلے اور کس قدر جلد قوموں نے اسلام کو قبول کیا اس ترقی کا قائد اعظم وہ ایک ہی وجود انا اس سب چیزوں سے بڑھ کر سخی غریب نواز محمد تھا۔

قرآن شریف میں آپ کے متعلق فرمایا گیا۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (۹۳: ۴-۵)	" تیری پچھلی گھڑی پہلی سے بہتر ہے ۔ تیرا رب تجھے اس قدر عطا کرے گا کہ تو راضی ہو جائے گا"
فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (۹۳: ۹-۱۱)	" پس تو بھی یتیم پر جبر نہ کر اور سائل کو مت جھڑک اور اپنے رب کی نعمت کی بڑائی کر"

ایک اور جگہ فرمایا۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (العمران) ۳ : ۱۵۹	" سو یہ کیا ہی اللہ کی رحمت ہے کہ تو لوگوں کے لئے رحمدل ہے اگر تو سخت دل ہوتا تو یہ لوگ تیرے پاس سے بھاگ جاتے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غریب نواز سخی اور رحمدل ہونے کا ہی صدقہ تھا کہ لوگوں کا ہجوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد ہوا اور عرب جیسے اشد مخالفوں کا اپنی ضد کو چھوڑ دینا محال تھا۔

بائیسواں نشان رشی کا آنحضرتؐ پر درود :-

मा मा इन्द्र गावोरिषन् मो आसां गोपती रिषत ।
मासाममित्रयुर्जन इन्द्र मा स्तेन ईषत ॥ १३ ॥

(ما) نہ (گاوہ) گایاں (اماہ) یہ (ما) نہ (اِندر) اے اِندر (رشن) برباد ہوں (مو) نہ (امتریوہ) بدخواہ (دشت) نقصان اٹھائے (جنہ) شخص (آسام) ان کا (اِندر) اے اِندر (گوپ) رکھوالا (ما) نہ (ما) نہ (استینہ) چور (اسام) ان پر (ایشت) غالب ۔

"اے خدا وند اِندر نہ یہ گایاں (قدوسی لوگ) برباد ہوں نہ ان کا رکھوالا نقصان اٹھائے نہ ان پر دشمنی چاہنے والا شخص اے اِندر (اور) نہ (ایمان کا) ڈاکو غالب ہو۔"

وید کے رشی کی یہ دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے حق میں کس قدر عجیب دعا ہے۔ دنیا نے دیکھا کہ یہ دعا کس طرح قبول ہوئی کہ حضور خود اور تمام مسلمان بالآخر کامیاب ہوئے۔ ان کے بدخواہ اور دشمن اپنے ارادوں میں ناکام ہوئے کافر کسی مسلمان کا ایمان چرا نہ سکے لیکن مسلمانوں نے کل ملک عرب کو مسلمان بنا لیا۔ قرآن شریف کی آخری دعا کا مضمون اس سے مطابق ہے۔ "کہہ میں لوگوں کے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ لوگوں کے بادشاہ کی۔ لوگوں کے معبود کی، نقصان پہنچانے والے کے وسوسہ کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ خواہ جنوں میں سے ہے یا انسانوں میں سے۔"

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو یہ دعا سکھائی ہے۔ اللھم لا تسلط علینا من لا یرحمنا (اے اللہ ہم پر اس کو غالب نہ کرنا جو ہم پر رحم نہ کرے)

اور حضور صلعم کے متعلق خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ "اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔"

(المائدہ ۵ : ۶۷)

دشمنوں کی یہ کثرت آپ کو نقصان نہ پہنچا سکے گی۔ اس دوگونہ پیشگوئی پر غور کرنا ہر جویائے حق کے لئے ضروری ہے۔ رشی نے دعا کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نقصان سے محفوظ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو بشارت دی کہ آپ محفوظ رہیں گے رشی کی دعا اور اللہ تعالیٰ کی بشارت دونوں میں آپ کی حفاظت کی پیشگوئی ہے جو پوری ہوئی۔

تیئسواں نشان رشی کی نعت:۔

उप नरं नोनुमसि सूक्तेन वचसा वयं भद्रे ण वचसा वयम् ।

चनो दधिष्व नो गिरो न रिष्येम कदाचन ॥ १४ ॥

(اُپ) ادب سے (ویم) ہم (نرم) ایک بہادر کی (چنو) چاؤ سے (نونمسی) نعت گاتے ہیں (دَدِھشو) قبول کر (سُوکتین) تعریفی (نہ) ہماری (وچسا) کلمات سے (گرہ) نعت کو (ویم) وہم (نا) نہ (بھدرین) نہایت خوب (رشیم) نقصان اُٹھائیں (وچسا) کلام سے (کداچن) کبھی بھی

ترجمہ: "ایک بے نظیر بہادر کی ہم اپنے تعریفی کلمات سے اور نہایت خوب کلام سے نعت گاتے ہیں تو (اے بہادر) خوشی سے ہماری نعت کو قبول فرما تاکہ ہم ہرگز خسارہ میں نہ رہیں۔"

اس آخری منتر میں وید کے رشی نے اس بے مثال شجاع کو مندرجہ بالا منتروں میں جو نعت گائی ہے اس کی قبولیت کے لئے استدعا کی ہے۔ درحقیقت یہ دعا وید کے ماننے والوں کے لئے ایک پیغام ہے کہ وہ اس پر ایمان لاکر دین و دنیا کی بھلائیوں کو حاصل کریں اور دونوں جہان کے نقصان سے بچیں) دنیا کا نقصان ذات پات کے جھگڑے تناسخ کے چکر اور غلط عقاید کی زنجیریں ہیں جن میں وید کے ماننے والے جکڑے ہوئے ترقی سے محروم ہیں اور آخرت کا خسارہ یہ کہ ویدوں کی مبہم تعلیم وید والوں کے باہمی اصول اختلافات اور نجات کے مشکوک وسائل ہیں اس تاریکی ضلالت اور فساد کی موجوں میں نجات کا لائٹ ہاؤس وہی ہے جس کی تعریف مذکورہ منتروں میں کی گئی ہے اور جس کا استقصا یہ ہے

(۱) وہ نراشنس (لوگوں میں قابل تعریف یا محمدؐ) ہے۔

(۲) وہ امن پھیلانے والا یا ہجرت کرنے والا اور بے شمار دشمنوں میں محفوظ رہنے والا ہے۔ منتر ۱

(۳) سانڈنی سوار ہے۔ آسمان کی چوٹی پر پہنچنے والا ہے۔ منتر۔ ۲

(۴) ایک سو جانباز سونے کی طرح خالص۔ ۳۱۳ جاں نثار اصحاب بدر، دس سرداران خاص (عشرہ مبشرہ) دس ہزار قدوسیوں کا سرتاج مامح (محمدؐ) رشی ہے۔ منتر۔ ۳

(۵) وہ اور اس کے ساتھی عین میدان جنگ میں حمد الٰہی کرتے یا تلواروں اور تیروں کے زیر سایہ نماز پڑھنے والے ہیں۔ کارزار کی شدت میں عبادت الٰہی کو نہ چھوڑنا اور ایسے خوف و خطر کے وقت خدا کو نہ بھولنا یہ صرف مسلمانوں کی اور صحابہ کرام کی خصوصیت ہے دنیا نے ابھی تک کوئی اور ایسی قوم پیدا نہیں کی۔ منتر۔ ۴۔

(۶) تمدن کی روح اور حکمت کی جان یعنی قرآن کے آپ مبلغ ہیں۔ نہ صرف دعویٰ کے طور پر بلکہ امر واقعہ کے طور پر یہ سب کچھ پیدا کر کے دکھا دیا۔ منتر۔ ۵

(۷) حضور شاہ دو عالم۔ افضل البشر کل قوموں کے لئے ہادی ہیں۔ منتر۔ ۶

(۸) سارے جہان میں شہرت پذیر داعی امن اور عدل اپنے قبلہ کو دارالحرم اور اپنے شہر کو دارالسّلام (سلامتی اور امن کا شہر) بنا دینے والے ہیں۔ منتر ۷ و ۸

(۹) آپ کے زیر سایہ کل قوم نے ذلت کے گڑھے سے نکل کر بہت جلد آسمان ترقی پر قدم رکھا۔ منتر۔ ۹ و ۱۰۔

(۱۰) سوتے سے جگا کر آپ کو تبلیغ کا حکم دیا گیا۔ ایک ہی خدائے واحد کی عبادت کا پرچارک بنا دیا گیا۔ منتر۔ ۱۱

(۱۱) جس کے ساتھی شیطان کے حسد اور ڈاکے سے محفوظ رکھے گئے۔ منتر۔ ۱۲۔

(۱۲) حضور بے نظیر سخی۔ غریب نواز جلد ترقی دینے والے ہیں۔ منتر۔ ۱۲۔

(۱۳) وید کے رشی نے اپنا کلام نعت قبولیت کی غرض سے پیش کیا ہے۔ اور اس کے صدقہ میں اپنی صداقت طلب کی ہے یا اپنی قوم کے لئے امان چاہی ہے۔

چوبیسویں پیشگوئی وید میں جنگ احزاب کا ذکر:

ते त्वा मदा अमदन् तानि वृष्ण्या ते सोमासो वृत्रहत्येषु सत्पते।
यत् कारवे दश वृत्राण्यप्रति बर्हिष्मते नि सहस्राणि बर्हयः ॥ ६ ॥

منتر کا لفظی ترجمہ:۔ (ورتر) دشمن (توا) تجھے (یت) جب (برستپتے) اے صادقوں کے رب (کاروے) حمد کرنے والے کے لئے (تے) اُن (دش) دس (مدا) سرور دینے والوں نے (سہسرانی) ہزار (امدن) مسرور کیا (ورترانی) دشمنوں کو (تانی) ان (برہشمتے) یگیہ کرنے والے عبادت کرنے والے کے لئے (ورشنیا) بہادرانہ کاموں (اپرتی) بغیر مڈبھیڑ (تے) اُن (نی برہتیہ) تو نے شکست خوردہ کردیا (سوماسہ) مستانہ ترانوں نے (ہتیشو) مارنے میں یا جنگ میں۔

"اے صادقوں کے رب تجھے ان سرور دینے والوں نے مسرور کیا ان بہادرانہ کاموں نے اور ان مستانہ ترانوں نے دشمن کی جنگ میں۔ جب حمد کرنے والے عبادت کرنے والے کے لئے تو نے دس ہزار دشمنوں کو بغیر مقابلہ شکست خوردہ کردیا۔"

وید کی اس پیشگوئی میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زندگی کے ایک نہایت ہی مشہور جنگ کا ذکر ہے جو تاریخ میں جنگ احزاب کے نام سے معروف ہے۔ وید منتروں کے لفظی ترجمہ کو سامنے رکھ کر اس کے مندرجہ ذیل اجزاء جو واقعات کے ساتھ حیرت انگیز مطابقت رکھتے ہیں قابلِ غور ہیں۔

(۱) سب سے پہلے اس منتر میں اللہ تعالٰے کو ست پتی بتایا گیا ہے ست کے معنی حق پرست یا صادق لوگ ہیں اور پتی کے معنی مالک یا تربیت کرنے والا ہیں۔ ست پتی کے مجموعی معنی ہوئے "اے صادقین کے تربیت کرنے والے، صادقین صحابہ کرام کی صفت ہے۔ چنانچہ قرآن شریف نے اسی جنگ احزب کا ذکر کرتے

ہوئے صحابہ کی شان میں فرمایا۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (الاحزاب ۳۳:۲۳)

"مومنوں میں وہ مرد ہیں جنہوں نے سب سچ کر دکھایا جس پر اللہ سے عہد کیا تھا"۔

لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ (الاحزاب ۳۳:۲۴)

"تاکہ اللہ صادقوں کو ان کے صدق کا بدلہ دے"۔

قرآن شریف کی ان دو آیات کے اندر صحابہ کرام کو صادقین اور اللہ تعالیٰ کو ان کے صدق کی جزا دینے والا قرار دیا ہے اور وید اللہ تعالیٰ کی صفت "ست پتی" "صادقوں کا رب" بتاتا ہے۔ وید اور قرآن شریف دونوں کے الفاظ کے اندر کس قدر اتحاد معنوی موجود ہے۔ اسے ہر شخص خود سمجھ سکتا ہے۔

جنگ احزاب میں دوسرا نشان صحابہ کرام کی بینظیر بہادری

صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عہد پروری۔ صداقت اور اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ خاص تعلق ظاہر کر دینے کے بعد وید منتر بتاتا ہے کہ ان سرور دینے والوں بہادروں کے کلمات اور ان کے مردانہ کاموں نے اللہ تعالیٰ کو ان سے راضی کر دیا۔ جنگ احزاب میں دشمن کی جمعیت مسلمانوں کے بالمقابل بہت زیادہ تھی۔ مسلمان سامان جنگ کی قلت کے ساتھ صرف .... ۳ تھے اور ادھر کفار کا لشکر بے پناہ سیلاب کی طرح ان پر امڈ آیا تھا۔ اس نازک ترین وقت میں صحابہ کرام کی شجاعت اور جرأت ایمانی کا نقشہ قرآن شریف نے یوں کھینچا ہے۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ

"جب مومنوں نے دشمنوں کے لشکر کو دیکھا انہوں نے کہا یہ وہ ہے جس کا وعدہ اللہ اور اسکے رسول نے دیا تھا۔ اللہ اور اسکے رسول نے سچ کہا تھا اور اس نظارہ نے

اِلَّآ اِیۡمَانًا وَّتَسۡلِیۡمًا ان کو ایمان اور فرمانبرداری میں بڑھایا۔"

(الاحزاب ۳۳ : ۲۲)

دشمنوں کے لشکر جرار کو دیکھ کر اپنی قلت اور بے سروسامانی کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کی باتوں یا اپنی کامیابی پر اس قدر یقین کہ وہ جوش میں آکر سب کے سب پکار اُٹھے کہ دشمن کی یہ کثرت اور ہماری قلت درحقیقت ہماری فتح کا نشان ہے ایک قلیل فوج کا اپنے سے تین گنا لشکر کو دیکھ کر یہ پکار اٹھنا ان کی بے نظیر شجاعت کی دلیل ہے جس کا ذکر نہ صرف قرآن شریف میں کیا گیا ہے۔ بلکہ غیر مذاہب کی وید وغیرہ کتب میں بھی صدیوں پیشتر کر دیا گیا۔

تیسرا نشان جنگ احزاب کا ذکر غیر مذاہب کی کتب میں ہے

صحابہ کے یہ الفاظ کہ "اللہ اور اس کے رسول نے یہ وعدہ دیا تھا" قرآن شریف کی اس آیت میں ہے۔ جو پہلے نازل ہو چکی تھی۔

جُنۡدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهۡزُوۡمٌ "کیسا لشکرِ عظیم شکست خوردہ یہاں

مِّنَ الۡاَحۡزَابِ (۳۸ : ۱۱) ہے۔"

مگر اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کا اشارہ پہلے انبیاء کی پیشگوئیوں کی طرف بھی ہو سکتا ہے۔ پہلے انبیاء نے صحابہ رسول کی اس بے نظیر بہادری اور شجاعت کا ذکر اپنی بشارات میں کیا تھا جیسا کہ ژند اوستا اور وید میں سے ہم اسے دیکھا چکے ہیں۔ پس اس بنا پر یہ پیشگوئی صداقت کے تین پہلو اپنے اندر رکھتی ہے ایک تو انبیاء سابقین نے صحابہ رسول کی اس بے مثال شجاعت اور قوت ایمانی کی پیشگوئی کی۔ ۲۔ محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس واقعہ کا قبل از وقت ذکر کیا۔ ۳۔ صحابہ کرام نے اس جنگ میں ظاہری حالات کے خلاف پیشتر سے ہی اللہ اور اس کے رسول کے دیئے ہوئے وعدہ کو پہچان لیا۔

لہ (الاحزاب ۳۳ : ۲۲)

وید منتر میں چوتھا نشان اسم احمد کا ذکر:۔

وید منتر کے الفاظ "حُبّ حمد کرنے والے کے لیئے" سے ظاہر ہے کہ یہ پیشگوئی احمد صلی اللہ علیہ وسلّم سے متعلق ہے۔ سنسکرت کا لفظ کارُو' جو اس منتر میں آیا ہے اس کے معنی پروفیسر گرفتھ نے singer اور پنڈت راجارام صاحب پروفیسر ڈی اے وی کالج لاہور نے ستوتا (حمد کرنے والا) کئے ہیں۔ صاف طور پر بتاتا ہے کہ یہ کسی خاص شخص کا صفاتی نام ہے جو اس جنگ یا تذکرہ کا ہیرو ہے۔ وہ حمد کرنے والا بھی ہے اور سپہ سالار بھی ہے جس کے ساتھیوں کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

پانچواں نشان دس ہزار دشمنوں پر کامیابی:۔

جنگ احزاب کا اہم جزو دس ہزار دشمن ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ دس ہزار دشمنوں پر اگر دس ہزار فوج کامیاب ہو تو یہ کوئی کامیابی نہیں اور نہ قابلِ ذکر بات ہے البتہ اگر کم تعداد کی فوج باوجود سامان جنگ کی قلّت کے دس ہزار پر فتح پائے تو یہ بہادرانہ اور قابلِ تعریف کام ہے پس اس منتر کی بنا پر دس ہزار پر غالب آنے والی فوج بہت کم ہونی چاہیئے اور وہ صحابہ کا لشکر تھا جن کی تعداد صرف تین ہزار تھی اور سامانِ جنگ کی طرح کمی تھی۔ اس نشان کے ماتحت اس امر پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ دنیا کی تاریخ میں وہ کونسا واقعہ ہے جس میں دشمن فوج کی تعداد دس ہزار تھی اور صادقین یا راستبازوں کی تعداد بالکل قلیل تھی۔ باایں انہوں نے اپنے سے تین گنا فوج کو دیکھ کر یہ نعرہ لگایا ہو ھٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ (۲۲:۳۳) یہ وہ وعدہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے ہمیں دیا تھا یعنی دشمن کی کثرت کو دیکھ کر وہ ہراساں ہونے کی بجائے خوشی کے نعرے لگانے لگے کہ دشمن کی کثرت ہی تو ہماری فتح کا نشان ہے اور پھر وہ قلیل جماعت کامیاب بھی ہو گئی۔ ان واقعات کی موجودگی میں وید منتر کا مضمون صرف جنگ احزاب پر ہی پورا اترتا ہے۔

چھٹا نشان احمد صلعم کی عبادت :-

زیر بحث منتر میں کارو کے لیے (حمد کرنے والے کے لئے) دوسری صفت 'برہشتے' بے برہشمت برہی سے ہے جس کے معنی مقدس گھاس کے ہیں جو ویدی (آتشکدہ) کے کناروں پر بچھائی جاتی ہے۔ استعارۃً مقدس گھاس والا سے مراد عبادت گزار ہوتی ہے۔ دوسرے معنی اس کے روشن اور نورانی شخص کے بھی ہیں یعنی احمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف خدا کی حمد کرنے والے ہیں بلکہ عین میدان جنگ میں خدا کی عبادت کرنے والے بھی ہیں۔ اور ان کی عبادت ایسی مقبول خداوندی ہے کہ وہ دس ہزار دشمنوں پر اسی عبادت سے غالب آجاتا ہے گویا اس کی عبادت اور دعا سے کارکنانِ قضا و حرکت میں آجاتے ہیں۔ اور دشمن کی اتنی بڑی جمعیت فرار ہو جاتی ہے۔

ساتواں نشان دس ہزار دشمنوں کا فرار :-

وید منتر نے فوج کی بہادری کی تعریف کی' جنگ کا ذکر کیا دشمن کی فوج کثیر کی تعداد بتائی لیکن دشمن کی شکست یا فرار کو صرف احمد کی عبادت کا نتیجہ بتایا کیونکہ منتر کے آخر پر فرمایا "اپرتی نی برہیہ" دشمن کی فوج کو بغیر مڈبھیڑ کے شکست خوردہ کر دیا۔ پنڈت کھیم کرن نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ بغیر مزاحمت تو نے مار ڈالا ہے۔ پروفیسر راجہ رام کا ترجمہ ہے بغیر مقابلہ کے مار ڈالا (اپرتی : بغیر مقابلہ۔ نی برہیہ۔ مار ڈالا یا شکست دی)

یہ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی فوج بالکل کم تھی جس نے اپنی قلت اور بے سر و سامانی کی وجہ سے مدینہ کے اندر محصور ہو کر لڑنے کو ترجیح دی لیکن دشمن کا لشکر جرار جو مکہ سے چل کر مسلمانوں سے گذشتہ شکست کا بدلہ لینے کیلئے مدینہ پہونچا۔ مدینہ کے دشمنانِ اسلام بھی ان کی طاقت اور قوت کو دیکھ کر عہد توڑ کر اس کے ساتھ مل گئے خود بخود بغیر مڈبھیڑ کیونکر فرار ہو گیا۔ یہ ایک راز اور الٰہی طاقت کا کھلا نشان تھا۔ اسلامی تاریخ سے واقف ہر شخص اس راز کو جانتا ہے لیکن کیا وید میں پیشتر سے اس کے متعلق کچھ نہیں بتایا گیا؟ اور اگر وید خود ہی اس راز کو بتا دے تو یہ ایک ایسی پیشگوئی ہو گی جو اپنے تمام اجزا کے ساتھ پوری ہو گئی۔

پچیسویں پیشگوئی وید میں احزاب کے فرار کی وجہ :-

اس وید منتر کا دیوتا اِندر ہے چنانچہ اسی سوکت کے منتر ا، ۲، ۳، ۴، ۵، ۷، ۸ وغیرہ میں اسی سے خطاب ہے اِندر اس وسیع جو کا دیوتا ہے اور مروتوں (یعنی تندہوا) کا رفیق اور رعد و کڑک کا دیوتا ہے۔ رگوید میں جا بجا اس کی تعریف رعد بکف Thunder weilding کی گئی ہے اور اس جنگ میں دشمن تندہوا اور کڑک سے ڈر کر یا اِندر دیوتا سے خوف کھا کر بھاگ گئے تھے۔ چنانچہ وید کے اپنے الفاظ ہیں" تو نے (اے اِندر) دس ہزار دشمنوں کو بغیر مڈبھیڑ کے شکست خوردہ کر دیا کس قدر واضح اور بین نشان ہے جو جنگ احزاب میں واقع ہوا کہ دشمن کا لشکر جرار ایک تھوڑی سی فوج کے بالمقابل حملہ آور ہوا اور اس کی غرض گزشتہ شکست کی ندامت مٹانا اور اپنے غیض و غضب کو ٹھنڈا کرنا تھا۔ اس کی پہلی کامیابی اس کی کثرت تھی اور ان کی دوسری فتح مسلمانوں کے حلیفوں کا اس کے ساتھ مل جانا تھا۔ اس کا تیسرا غلبہ مسلمانوں کی قلیل جماعت کا مدینہ کے اندر محصور ہو جانا تھا۔ ان پے در پے کامیابیوں کے بعد دشمن کا اپنے عہد اور ضد پر قائم رہنا تھا اور بھاگ جانا بلاشبہ ایک حیرت انگیز امر ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقابلہ درحقیقت مسلمانوں کے ساتھ نہ تھا۔ بلکہ اسی خالق فطرت کے ساتھ تھا جس کے ایک ادنیٰ غلام تندہوا۔ جھکڑ اور رعد و کڑک سے دشمن ڈر کر فرار ہو گیا۔ چنانچہ اسی نشان کو دوسری جگہ وید نے بھی واضح الفاظ میں یوں بیان کیا ہے۔

"میں فتح کے جویا تیرے مرکب کو سبزہ رنگ گھوڑوں کی جوڑی کے ساتھ جوتتا ہوں ہماری دعائیں پیار کرتے ہوئے اِندر کے پاس پہنچی ہیں۔ اس اِندر نے اپنی طاقت سے آسمان اور زمین دونوں کو ہلویا ہے اور بغیر مقابلہ دشمنوں کو مار ڈالا۔" اتھروید کانڈ ۲۰ سوکت ۱۲ منتر ۳۔

غرض ایک طرف فتح جو مرکب میدان جنگ کی طرف بڑھایا گیا دوسری طرف ان کی دعائیں بھی عزیز اور غالب خدا کے حضور پہنچیں اور اس قدرت والے اِندر خدا نے اپنی طاقت سے آسمان اور زمین کو

یوں ہلویا کہ دشمن بغیر مقابلہ شکست کھا گیا جنگ احزاب میں جس طرح آسمان اور زمین کو ہلویا گیا وہ تاریخ کے اوراق سے ظاہر ہے۔ خیمہ جات اور قناتیں اکھڑ گئیں درخت گر پڑے اور جانور ڈر کر بھاگ گئے۔

وید کی اس پیشگوئی کا خلاصہ یہ دس باتیں ہیں

(۱) اس منتر میں ایک جنگ کا ذکر ہے۔

(۲) جس میں اللہ تعالیٰ صادقین کی ایک جماعت کو کامیاب کرے گا۔

(۳) وہ صادقین کی جماعت اس جنگ میں ایک بے مثال بہادرانہ نعرہ لگائے گی۔

(۴) ان کے اس نعرہ مومنانہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے گا۔

(۵) اس جنگ میں سالارِ جنگ اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والا (احمد) ہو گا۔

(۶) اس جنگ میں دشمن کی جمعیت دس ہزار ہو گی۔

(۷) صادقین مومنین کو جنگ تک نوبت نہ پہنچے گی۔

(۸) دشمن کا لشکر جرار یعنی غلبہ کے باوجود فرار ہو گیا۔

(۹) دشمن کی یہ فوج کثیر اللہ تعالےٰ کے معجزانہ نشان سے بھاگ جائے گی جیسا کہ قرآن شریف میں بھی فرمایا۔

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا (الاحزاب ۳۳: ۲۵)

"تو اللہ لڑائی کے معاملہ میں مومنوں کے لیے بس ہوا اور اللہ طاقتور غالب ہے۔"

قرآن شریف کے الفاظ قَوِيًّا عَزِيْزًا لفظ اندر کے مترادف ہیں۔

(۱۰) وہ معجزانہ نشان اندر دیوتا یا کڑک بجلی اور سخت آندھی کے ذریعہ نمودار ہوا۔ جس نے آسمان اور زمین دونوں کو خوب ہلویا۔ قرآن شریف نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا	"اے لوگوں جو ایمان لائے ہو اپنے اوپر
نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ	اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم پر لشکر
اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا	آپہنچے سو ہم نے ان پر ہوا کو اور ایسے
عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ	لشکروں کو بھیجا جنہیں تم نہیں دیکھتے
تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا	تھے۔ اور اللہ اسے جو تم کرتے
تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ؕ (۹:۳۳)	ہو دیکھتا ہے"

جنگ احزاب میں دشمنوں کی فوج باختلاف روایات دس ہزار تا ۱۵ ہزار تھی یعنی دس ہزار سے کم نہ تھی اس لئے وید منتر میں بھی دس ہزار بتائی گئی ہے۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صداقت اسلام کا کھلا معجزہ ہے کہ اس قدر فوج کثیر ہوا سے ڈر کر بھاگ گئی حالانکہ یہ آندھی دونوں فریقوں پر یکساں چلی تھی مگر ایک گروہ کے لیے فتح کا اور دوسرے کے لیے ہلاکت کا موجب ہوگئی۔

چھبیسویں پیشگوئی جنگ احزاب کے بعد

اتھرووید کے اس منتر کے بعد جس میں ہم جنگ احزاب کا ذکر بطور پیشگوئی دکھا چکے ہیں منتر ۷ تا ۱۱ بھی قابل غور ہیں جنگ احزاب میں مسلمانوں کے خلاف کفار قریش اور یہودی سب جمع ہو گئے تھے۔ حالانکہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کی بنا پر مسلمانوں کے حلیف تھے۔ مگر انہوں نے عہد شکنی کی اور اس وقت مسلمانوں کے خلاف قبائل عرب کے اتحاد اور مسلمانوں کی قلت کو دیکھ کر ان کی بیخ کنی یقینی سمجھی اور مسلمانوں سے بدعہدی کر کے کفار عرب کے ساتھ مل گئے یہ اندرونی دشمن باہر کے دشمنوں سے زیادہ خطرناک تھے یہ خلاف ورزی معاہدہ اس قابل تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے باز پرس کریں۔ چنانچہ ان کے قلعوں پر حملہ کر دیا گیا جس کی وجہ سے یہ لوگ اپنے قلعوں میں محصور ہو گئے۔ کوئی ۲۵ روز تک یہ محاصرہ جاری رہا جنگ احزاب میں قلعوں کا کوئی ذکر نہیں لیکن اس منتر میں لکھا ہے۔

युधा युधमुप घेदेषि धृष्णुया पुरा पुरं समिदं हंस्योजसा ।
नम्या यदिन्द्र सख्या परावति निबर्हयो नमुचिं नाम मायिनम् ॥ ७ ॥

(اتھروید کانڈ ۲۰ - سوکت ۲۱ منتر ۷)

(یُدھا) ایک جنگ سے (سم ہنسی) تو توڑتا ہے (یُدھم) دوسرے جنگ کو (نمیا) رکوع کرنے والے یا مسلم کے ساتھ (لکھا) یقیناً (یت) جب (اِت) ضرور ہی (اِندر) لے اِندر (دھرشنیا) بہادری سے (سکھیا) محبوب کے ساتھ (اُپ ایشی) تو جاتا ہے (پراوتی) دور پڑے کو (پرا) قلعہ کے بعد (نربہیہ) قتل کیا ہے (پُرم) قلعہ کو (نموچم) نموچی (اوم) اس جگہ (نام) نام (اوجسا) طاقت کے ساتھ (مائنیم) دھوکہ باز کو۔

"تو ایک جنگ سے دوسرے جنگ کی طرف بہادری سے جاتا ہے۔ قلعہ کے بعد قلعہ کو اپنی طاقت سے اس جگہ توڑتا ہے۔ نماز پڑھنے والے یا اپنے مسلم محبوب کے ساتھ تو اے اِندر دور پڑے ہوئے دھوکہ باز عہد شکن نموچی نام کو تو نے قتل کیا۔"

ایک جنگ سے دوسرے جنگ کو جانا:

منتر کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ اس جنگ کے بعد جس میں دشمن کا دس ہزار لشکر بغیر مڈبھیڑ شکست کھا کر بھاگ گیا۔ وہ خدا کا محبوب فوراً ہی دوسرے جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔ اور یہ ایک بے مثال بہادری کا کام تھا ابھی مسلمانوں نے ایسے زبردست لشکر سے مخلصی حاصل کی تھی کہ وہ کھل کر سانس لینے نہ پائے تھے کہ دوسرے جنگ کی تیاری کا حکم دیدیا گیا۔ پہلی جنگ (جنگ احزاب) میں قلعوں کا کوئی ذکر نہیں لیکن دوسرے جنگ میں قلعہ کے بعد قلعہ فتح کرنے کا ذکر آتا ہے۔ قرآن شریف نے بھی یہی فرمایا ہے۔

وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاھَرُوْھُمْ	"اور انھیں جنہوں نے اہل کتاب میں
مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ مِنْ	سے ان کی مدد کی تھی ان کے قلعوں

صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا

سے نکال دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا ایک فریق کو تم قتل کرتے تھے اور ایک فریق کو قید کرتے تھے۔"

(الاحزاب) ۳۳ : ۲۶

اس وید منتر کی واقعات کے ساتھ مطابقت :۔

(۱) اسی سوکت کے منتر ۶ میں جنگ احزاب کا بالتفصیل ذکر تھا جن دس باتوں کا منتر ۶ میں ذکر کیا ہے۔ وہ سب کی سب جنگ احزاب میں پوری ہوگئیں۔ اور یہ تمام واقعات جس حیرت انگیز طریق پر پورے ہوئے وہ دنیا میں صرف ایک ہی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کا نہایت اہم واقعہ ہے اور اسے دنیا کی کسی اور جنگ پر چسپاں کرنا ناممکن اور محال ہے۔ اس جنگ کے ساتھ یا فوراً بعد منتر ۷ میں ایک اور جنگ کا ذکر ہے۔ یعنی دس ہزار دشمنوں کا لشکر جرار ایک چھوٹی سی قوم سے بغیر مقابلہ شکست کھا گیا اس کے معًا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے جنگ کے ہتھیار کھولنے کے بغیر ایک اور جنگ کا عزم کر لیا جسے وید نے ایک جنگ کے بعد دوسری جنگ کی طرف جانا بتایا ہے۔

(۲) مسلمانوں کا یہ عزم ایک بہادرانہ عزم تھا کیونکہ جنگ احزاب میں اگر اللہ تعالیٰ کی نصرت مسلمانوں کے ساتھ نہ ہوتی تو بیرونی دشمن کی کثرت اور اندرونی غداروں کی غداری نے عین وقت پر بظاہر مسلمانوں کی شکست اور ہلاکت کا سامان مہیّا کر دیا تھا ایسی ہمّت شکن جنگ کے بعد جس میں جان بچی اور لاکھوں پائے کی ضرب المثل پوری ہوئی مسلمانوں کا ایک اور قوم پر حملہ کے لئے تیار ہو جانا بلاشبہ وید منتر کے الفاظ کے مطابق ایک بے نظیر بہادری کا کام ہے۔

(۳) منتر نمبر ۶ یا جنگ احزاب کے واقعات میں قلعوں کا کوئی ذکر نہیں لیکن اس جنگ کے بعد دوسرے جنگ میں قلعے توڑنے کا ذکر ہے اور یہ قلعے اقوام یہود بنو نضیر۔ بنی قینقاع اور بنی قریظہ کے قلعے

تھے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توڑ ڈالا۔

(۴) نماز پڑھنے والے، رکوع کرنے والے یا جھکنے والے محبوب کے ساتھ اے اِندر (الشور) اس کے اصل سنسکرت الفاظ "نمایت اِندر سکھیا" یعنی جھکنے والے دوست کے ساتھ اے اِندر محمد رسول اللہ پر کیسے صادق آتے ہیں۔

(۵) محمد رسول اللہ کے دشمنوں کو دور پڑے ہوئے لوگ قرار دیا ہے بائیبل نے اسی قوم کے متعلق ردی ہوئی قوم کے الفاظ استعمال کئے ہیں دیکھو یرمیاہ نبی کی پیشگوئی۔

(۶) اس یہودی قوم کی دوسری صفت دھوکہ باز، عہد شکن بتائی گئی ہے اس قوم نے مسلمانوں سے معاہدہ کیا تھا کہ اگر کوئی قوم مدینہ پر حملہ آور ہوگی تو سب مل کر مدافعت کریں گے۔ مگر اب دشمنوں کی کثرت کو دیکھ کر اس قوم نے مسلمانوں سے عہد شکنی کی۔

(۷) وید کے جس لفظ کا ترجمہ ہم نے دھوکہ باز کیا ہے وہ "مائنیم" ہے مایا اس چیز کو کہتے ہیں جو بظاہر اچھی نظر آئے مگر فی الحقیقت وہ فریب نظر ہو چنانچہ بائیبل نے اسی قوم کے متعلق کھوٹی چاندی کا محاورہ استعمال کیا ہے۔

(۸) اس قوم کا نام وید نے نموچی بتایا ہے۔ پانینی کی مستند سنسکرت گرامر ادھیاء ۶ پاد ا سوتر ۵۷ میں اس کے معنی لکھے ہیں۔ روک رکھنے والا، نہ چھوڑنے والا (بارش کو) ایک اور معنی اسی لفظ کے "مستوجب سزا" بھی ہیں یہودیوں کا خیال تھا کہ روحانی بارش کے حقدار ہم ہی ہیں ہماری قوم کے سوا کسی دوسری قوم پر الہام الٰہی کی بارش نہیں ہو سکتی اِندر الشور نے اس قوم کو قتل کر کے یہ بتا دیا کہ فیضانِ الٰہی نہ آریوں سے خاص ہے نہ یہود سے بلکہ یہ خدا کی دین ہے جو حسب ضرورت دنیا کی تمام قوموں پر نازل ہو سکتی ہے۔

(۹) یہ ہم بتا چکے ہیں کہ نموچی کے ایک اور معنی مستوجب سزا ہیں۔ ان معنوں کی رو سے قوم یہود ایک تو اپنی بدکاریوں کی وجہ سے مستوجب سزا تھی دوسرے محمد رسول اللہ جیسے محسنِ نسل انسانی کے ساتھ

بدعہدی کر کے واجب القتل قرار پائی اور یہ فتویٰ خود ان کے ایک عالم اور متقی آدمی نے جس کو انہوں نے خود ہی منصف بنا دیا تھا۔ پس اس لحاظ سے یہ لفظ نموچی یہودیوں کے لیئے کیسا موزوں لفظ ہے

(۱۰) عام طور پر رگوید وغیرہ کتب میں نموچی اس خبیث روح سے مراد ہے جو زمین پر بادل یا مینہ برسنے کو روک دیتی ہے۔ اندراس کو اپنے بجر سے قتل کر دیتا ہے۔ اور بادلوں کو اس کے قبضہ سے چھڑا لاتا ہے۔ دنیا کی تمام مذہبی کتابوں نے سوائے قرآن کریم کے وحی الٰہی کی بارش کو اپنے آپ تک محدود کر کے ایک خاص وقت تک مقید کر دیا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا پر یہ کس قدر احسان ہے کہ آپ نے اس نموچی کو قتل کر کے اس فیضان کو دنیا کی تمام قوموں پر عام ٹھہرا دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں بار بار فرمایا ہے۔

وَاللّٰہُ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً	"اللہ نے بادلوں سے پانی اتارا ہے اور
فَاَحۡیَا بِہِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ	زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیا
مَوۡتِہَا ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً	ہے اس میں یقیناً ایک نشان ہے سننے
لِّقَوۡمٍ یَّسۡمَعُوۡنَ (۱۶ : ۶۵)	والی قوم کے لیئے"

جس طرح زمین کی زندگی کے لیئے بارش کی ضرورت ہے اسی طرح قوموں کی زندگی کے لیئے روحانی بارش کی از حد ضرورت ہے قرآن شریف یا محمد رسول اللہ کی وحی وہ عالمگیر فیضان باراں ہے جس نے کل دنیا کی قوموں کو زندہ کیا۔ اسلیئے اس منکر وحی الٰہی کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی قتل کیا۔

چھبیسویں پیشگوئی فتح مکہ میں دشمن کو شکست :۔

وید نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگوں کی ان پیشگوئیوں کو فتح مکہ پر ختم کر دیا ہے۔

त्वमेतां जनराज्ञो द्विर्दशाबन्धुना सुश्रवसोपजग्मुषः । षष्टिं सहस्रा ।
नवतिं नव श्रुतो नि चक्रेण रथ्या दुष्पदावृणक् ॥ ९ ॥

(توم) تو نے (ابدھونا) بے یار (اتیان) ان (سُشروسا) اچھی تعریف والے کے ساتھ (جن راجنیہ) لوگوں کے سرداروں (شرتیہ) معروف (دوورداش) بیس کو (چکرین) چکر کے ساتھ (ششٹم) ساٹھ (رتھیا) رتھ (سہسرا) ہزار (دُشپدا) نہ قابو میں آنے والے (نوتیم نو) ننانوے (نی اور نک) تہ و بالا کر دیا ہے۔ (اُپ جگمشا) ان کے ساتھیوں کو۔

"تو نے اے اندر (اشور) ایک یتیم اچھی تعریف سے معروف (یعنی محمد) کے ساتھ ان لوگوں کے بیس سرداروں اور ساٹھ ہزار ننانوے دشمنوں کو ناقابل تسخیر اپنے جنگی رتھ کے چکر سے تہ و بالا کر دیا ہے۔

اس سے بیشتر ہم یہ بتا چکے ہیں کہ مکہ معظمہ کی آبادی اس وقت ۶۰ ہزار کے قریب تھی جن پر ۲۰ سرداران قریش حاکم تھے چنانچہ لکھا ہے۔

ذلك بانهم كانوا ينتخبون لها بطريقة عرافية عشرين رجلا من اعظم القبائل ليكونو احكام مكة وحراس الكعبة (المثل الكامل صفحہ ۵)

"مکہ میں ایک قسم کی جمہوری حکومت تھی کیونکہ وہ ایک معروف طریق پر قبائل میں سے بیس اکابر کو منتخب کر لیتے تھے تاکہ وہ مکہ کے حاکم اور کعبہ کے محافظ ہوں" ساٹھ ستر ہزار کی آبادی ان کے اشارہ پر چلتی تھی مکہ معظمہ میں ایک طرف یہ ایک جم غفیر تھا دوسری طرف ایک "اندھو" بے یار و مددگار ایک شخص تھا جو اپنی نیکی اور اخلاق کی وجہ سے معروف یعنی اسم با مسمٰی محمدؐ تھا وہ بیس فراعنہ اور ساٹھ ہزار ان کا لشکر ایک بے یار و مددگار انسان کے بالمقابل صف آراء ہوا دنیا نے دیکھا کہ وہ ایک اکیلا انسان اپنی اٹل اور ناقابل شکست عزیمت اور خوبیوں کی وجہ سے اس لشکر جرار پر غالب آیا۔ یہ کوئی دو بادشاہوں کی جنگ نہ تھی بہ ظاہر ایک بے کس بے یار و مددگار اور مکہ کی کل آبادی کی جنگ تھی لیکن اس ایک کے ساتھ الٰہی طاقت اور قدرت کا ایک ایسا جنگی چکر[1] تھا جس نے اسے اتنے بڑے دشمن پر غالب کر دیا۔ مغلوب غالب ہوا اور بے یار و مددگار فاتح۔ فراعنہ اپنے کل لشکروں کے ساتھ شکست یاب ہوئے۔ کیا اس نشان اور معجزہ میں

---

[1] برہمن گرنتھوں کی اصطلاح میں رتھ اور چکر دونوں جنگی ہتھیاروں کے معنوں میں مستعمل ہیں تیتریا اول ۶/۱/۴ سوم ۵/۹/۱۲ شتپتھ پنجم ۹/۳/۱ وغیرہ ۱۲۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی صداقت کا ایک بین ثبوت نہیں کاش کوئی حق و صداقت کا جویا وید منتر کی اس روشنی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کرے کہ ایک اور حرف ایک ہی منتر کے اندر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ساری زندگی کو بتا دیا گیا ہے۔ ایک وقت آپ یکہ وتنہا بے یار و مددگار ہیں۔ دشمن اپنے کمال عروج پر ہے۔ دوسرا وقت آتا ہے۔ وہ ایک فاتح اور بادشاہ ہی نہیں بلکہ ان ساٹھ ہزار دشمنوں کی جانوں پر قابض اور مالک ہو جاتا ہے۔ قدرت خداوندی ۲۵ برس کی مدت میں حق و باطل میں فرق کر کے دکھا دیتی ہے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۔ "حق غالب ہوا اور باطل شکست کھا گیا
اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (۱۷:۸۱) ۔ باطل کی قسمت میں شکست ہی مقدر ہے۔"

اس منتر میں مندرجہ ذیل واقعات مذکور ہیں۔

(۱) ۲۰ سردارانِ قوم جو مکہ کے حاکم تھے۔

(۲) مکہ کی کل آبادی ساٹھ ستر ہزار کے لگ بھگ۔

(۳) مندرجہ بالا طاقت اور قوت کے بالمقابل ایک بے یار و مددگار انسان۔

(۴) اس بے یار و مددگار کا صفاتی نام معروف خوبیوں والا (محمد)

(۵) مغلوب اور بے یار و مددگار کا غلبہ۔

(۶) ناقابلِ مزاحمت الٰہی مدد۔

(۷) ساٹھ ستر ہزار کی شکست۔

یہ پیشگوئی انگرس رشی کے بیٹے سویہ رشی کی ہے جو رگوید منڈل اسوکت ۵۳ منتر ۹ میں بھی موجود ہے گرفتھ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

With all outstripping chariot wheel O Indra thou farfamed hast overthrown the twice ten kings of men, with sixty thousand nine and ninety followers, who came in arms to fight with friendless Sushravas. Regveda. I. 53-9.

"بے یار سشروا" سے مراد "بیکس خوب قابل تعریف" یا تعریف کیا گیا یعنی محمدؐ ہیں ہمارا دعویٰ ہے کہ دنیا کی تاریخ میں ایک اکیلا محمد (خوب تعریف کیا گیا) ہی وہ بے کس انسان ہے۔ جو اس منتر کی پیشگوئی کا مصداق ہے جو مکہ معظمہ کے بیس راجوں اور ساٹھ ہزار ننانوے دشمنوں پر غالب آیا اس منتر کے مضمون کو امر واقعہ سے سچ کر دکھانے والا آپ کے سوا اور کوئی انسان نہیں ہوا۔

بشارت بست و ہفتم تین ویدوں کی ایک مشترکہ شہادت :-

یہ پیشگوئی جس کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں تین ویدوں رگوید۔ اتھروید اور سام وید میں موجود ہے ویدوں کی اس مشترکہ شہادت سے یہ ظاہر ہے کہ یہ پیشگوئی کس قدر اہم ہے جس قدر یہ بشارت پرعظمت ہے۔ اسی قدر اس کا مضمون بھی واضح اور بلیغ ہے۔

अवद्रप्सो अंशुमतीमतिष्ठदियानः कृष्णो दशभिः सहस्रैः ।
आवत तमिन्द्रः शच्या धमन्तमप स्नेहितीर्नृमणा अधत्त ॥ ७ ॥
द्रप्समपश्यं विषुणे चरन्तमुपह्वरे नद्यो अंशुमत्याः ।
नभो न कृष्णमवतस्थिवांसमिष्यामि वो वृषणो युध्यताजौ ॥ ८ ॥

(اتھروید کانڈ ۲۰ سوکت ۱۳۷ منتر ۷، ۹)

رگوید منڈل ۸ سوکت ۹۶ منتر ۱۳۔۱۵ سام وید پوروآرچک ادھیا ۳ کھنڈ ۱۰ منتر ۱۔

(درپسہ) کرہ "چاند" (اوآتشٹھت) جا ٹھہرا (کرشنہ) سیاہ (ایانہ) آگے بڑھتا ہوا۔ (آوت تم) حفاظت کیا گیا (دش بھیہ سہسرسہ) دس ہزار کے ساتھ (اندرہ) اندر (شچیا) طاقت کے ساتھ

(انشومیتم) انشومتی میں (دھمنتم) قرنا پھونکتا ہوا (اسنھیتہ) ہتھیاروں کو (اب ادرہ) پرے رکھ دیا (نرمنا) بہادر دل نے۔

(۱) "کرشن چندر (سیاہ چاند) انشومتی (حوض کوثر) میں جا ٹھہرا۔ دس ہزار کی معیت میں اندر قدرت کے ساتھ حفاظت کیا گیا ہے۔ بہادر دل نے قرنا (فتح) بجاتے ہوئے ہتھیاروں کو پرے رکھ دیا۔"

(۲) میں نے چاند کو دور فاصلے پر متحرک دیکھا انشومتی کے ڈھلواں کنارے پر ایک سیاہ بادل کی مانند جو پانی میں ڈوب گیا۔ بہادرو میں تمہیں آگے بھیجتا ہوں جاؤ جنگ میں لڑو۔

(۳) اور پھر انشومتی (حوض کوثر) کی گود میں کرہ نے روشنی سے معمور اپنے جسم کو اختیار کر لیا اور اندر نے برہسپتی کے ساتھ مشرک قوموں کو جو اس کے خلاف آئیں فتح کر لیا۔ ہندو نقطۂ نگاہ سے جب چاند مہینہ کی آخری تاریخوں میں مکمل طور پر سیاہ ہو جاتا ہے تو وہ انشومتی نام کی ایک خیالی دریا میں غوطہ لگا کر سفید ہو کر مکرر طلوع کرتا ہے (سائنا چاریہ مفسر وید)

لیکن گیتا کے خیال کے مطابق اس کی تفسیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جب دین اور دھرم بگڑ جاتا ہے تو از سر نو کرشن چندر کسی دوسری شکل میں ظہور کرتا ہے اور دین کو از سر نو روشن کر دیا جاتا ہے چنانچہ گیتا میں ارجن کو جناب کرشن فرماتے ہیں۔

(۱) یہ اٹل شریعت سب سے پہلے میں نے دِوسوان (سورج یا جبرائیل) کو وحی کی دِوسوان نے منو کو الہام کی اور منو نے اکشواکو کو بتائی۔

(۲) اس طرح ایک کے بعد دوسرے سے حاصل کی ہوئی کو شاہی رشی جانتے ہیں وہ مرورِ زمانہ سے اب بہت ہی برباد ہو گئی ہے۔

(۳) یہ وہی پرانی شریعت ہے جو میں آج تجھے سکھاتا ہوں تو میرا بندہ اور میرا دوست ہے یہ تمام راز کا راز ہے۔

(۴) ارجن نے کہا اے صاحب آپ کی پیدائش اب کی ہے دِوسوت کی پیدائش پرانی ہے کیسے میں

یہ سمجھوں کہ تو پہلے ایسا بولا ہے۔

(۵) شری کرشن نے جواب دیا اے ارجن میرے اور تیرے بہت سے جنم گزر چکے ہیں۔ میں ان سب کو جانتا ہوں اے ارجن تو ان کو نہیں جانتا۔

(۶) نہ جنم والا ہوتا ہوا بھی غیر فانی نفس، تمام مخلوقات کا وہ مالک بھی ہو کر کسی شکل میں اپنے آپ کو قدرت سے ظاہر کرتا ہے۔

(۷) اے ارجن جب کبھی دین کی خرابی ہوتی ہے اور بے دینی کی ترقی۔ اس وقت میں اپنی قدرت نمایاں کرتا ہوں۔

(۸) نیکوں کی حفاظت۔ بروں کو مٹانے کے لئے دین کے قیام کے لیے میں ہر دور میں ظاہر ہوتا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ چاند کے بے نور ہو جانے کے بعد جس سے مراد دین کی خرابی ہوتی ہے کسی دوسرے پیغمبر کی شکل میں اسی نور کا ظہور ہوتا ہے۔ وید میں بھی چاند اور بعض کے نزدیک سورج کو سہسر شرنگ ورکھبو یہ سمدرات اور حیرت ہزاروں سینگ والا بیل جو سمندر سے طلوع کرتا ہے کہا گیا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ پیشگوئی بالخصوص ایک واضح پیشگوئی ہے کہ وہ چاند جو سیاہ ہو چکا تھا اور اس کی وجہ سے دنیا کے اندر تاریکی پھیل چکی تھی یا کوئی مذہب اپنے اصلی رنگ میں موجود نہ تھا یہاں تک کہ ہندستان میں بھی چاند کو کرشن (سیاہ) کہا جانے لگا حالانکہ چاند کرشن نہیں۔ اگرچہ اس کی روشنی سورج سے مستعار ہے تاہم وہ زمین کو تاریکی میں روشنی دیتا ہے۔ جس طرح کرشن کے زمانے میں چاند سیاہ ہو چکا تھا۔ اور کرشن نے دوبارہ اسے روشن شکل میں ظاہر کیا۔ اسی طرح آپ کی بعثت سے پہلے دنیا کے تمام مذاہب اور ادیان بگڑ چکے تھے۔ اور ساری دنیا پر تاریکی چھا گئی تھی اس وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سورج ہزاروں کرنوں کے ساتھ آگے بڑھا۔ وید کہتا ہے کہ یہ سورج لازوال ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفاظت کیا گیا ہے۔ وہ قرنا پھونکتا ہوا فضاء عالم میں طاقت کے ساتھ آگے بڑھا اس نے دنیا کو پھر از سر نو روشنی دی لیکن اپنے کامل غلبہ کے وقت ایک

بہادر فاتح کی طرح اپنے ہتھیاروں کو رکھ دیا اور اپنے دشمنوں کو معاف کر دیا۔ فتح مکہ جس میں بعینہ دس ہزار کرنوں والے سورج کی طرح حضور جلوہ گر ہوئے اور اس کے بعد واقعی آپ نے اپنے ہتھیاروں کو لا تثریب علیکم الیوم کہہ کر رکھ دیا۔ اور اپنے کل دشمنوں کو معاف کر دیا یہ ایک ایسا عظیم الشان واقعہ تھا جس کی پیشگوئی ویدوں میں کی گئی اور حضور نے اس پیشگوئی کے راز کو اس واقعہ کے ساتھ سچ کر دکھایا اور وید منتر کے راز کو برہنہ کر دیا۔

اس پیشگوئی پر قرآن شریف کا تبصرہ :-

قرآن شریف نے اس پیشگوئی کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے ۔

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ط	"اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے۔ پھر ہم رات کی نشانی کو مٹا دیتے ہیں اور دن کی نشانی کو روشن بنا دیتے ہیں تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔"
(بنی اسرائیل) ۱۷: ۱۲	

رات اور دن کو دو نشانیاں چاند اور سورج ہیں رات کی نشانی یعنی چاند کو اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا۔ موجودہ تحقیقات سائنس کی رو سے یہ امر بالکل حق ہے کہ چاند بھی پہلے سورج کی طرح روشن تھا۔ آہستہ آہستہ سرد ہو کر بے نور ہو گیا۔ گویا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ "ہم نے رات کی نشانی کو بے نور اور تاریک کر دیا۔ اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا یہ صرف دنیوی نظارہ ہی نہیں بلکہ مذہبی دنیا میں بھی بعینہ اسی طرح واقع ہوا ہے کہ پہلے چاند بذاتِ خود رات کی تاریکی میں دنیا کو روشنی دیتا تھا لیکن اس کے بعد چاند کرشن (سیاہ و تاریک) بے نور ہو گیا۔ تو اللہ نے دنیا کو دن کی نشانی بخشی یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سِرَاجًا مُّنِيْرًا (روشن سورج) بنا کر افق عالم پر بلند کیا تاکہ لوگ اس روشنی میں اپنے رب کے فضل کو تلاش کریں۔

پیشگوئی میں قابل غور نشانات :-

(۱) چاند کا تاریک ہو جانا، فلکیات کی تاریخ میں ایک زمانہ ایسا بھی گذرا ہے جب چاند اپنی ذات سے روشن تھا۔ اور وہی ہماری زمین پر اسی طرح رات کو ضیا پاشی کرتا تھا جس طرح آج سورج دن کو کرتا ہے لیکن ایک عرصہ کے بعد چاند ٹھنڈا ہو کر تاریک ہو گیا۔ اس کی ذاتی روشنی جاتی رہی۔ اور اب وہ سورج کی روشنی سے اقتباس نور کرتا ہے۔ وید نے اس فلکی نظارہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ چاند تاریک ہو کر انشومتی نام ایک دریاء فضائی میں جا ٹھہرا اور وہ ایک سیاہ بادل کی مانند اس میں ڈوب گیا۔ چاند کا تاریک ہو جانا استعارتاً ایک نشان تھا جو اس امر پر دلالت کرتا تھا کہ وہ انبیاء جو رات کی تاریکی میں یا اس زمانے میں جو تاریکی کا زمانہ کہلاتا ہے۔ دنیا کی قوموں کو روشنی دیتے تھے ان کی وہ روشنی جاتی رہی اور مذاہب عالم پر ایک عالمگیر اندھیرا چھا گیا۔ یہ تاریکی اس بات کی نشان تھی کہ اب آفتاب رسالت طلوع ہونے والا ہے۔ کیونکہ وہ خدا جس نے لوگوں کو ابتداء دنیا سے روشنی کے بغیر نہیں چھوڑا وہ کیسے یہ پسند کر سکتا ہے کہ دنیا میں اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تاریکی ہو۔

(۲) چاند عرب کا قومی نشان :-

اسلام سے پیشتر عرب کا قومی نشان چاند تھا۔ مخالفین مکّہ کی طاقت کے خاتمے کا ذکر جس سورۃ میں کیا گیا ہے اس کا نام قرآن شریف نے القمر رکھا ہے اور اسے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ[1] سے شروع کیا ہے یعنی موعود گھڑی آگئی اور چاند پھٹ گیا گویا شق القمر اقوام عرب کی طاقت کے خاتمے کا ایک نشان تھا اور یہ واقع جنگ بدر میں ظاہر ہوا۔ پس قرآن شریف نے واقعہ شق القمر اور کفار مکّہ کی شکست کو ایک جگہ بیان کر کے بتایا ہے کہ وید کے منتروں میں چاند کے سیاہ ہو جانے اور مکرر طلوع کا جو ذکر ہے۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب رسالت کے طلوع اور غالب

---

[1] (۵۴: ۱)

آنے کا ذکر ہے۔

(۳) بہادروں کا جنگ میں غالب آنا:۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ وید منتر میں چاند کے تاریک ہو کر ڈوب جانے کے ساتھ ہی یہ لکھا ہے کہ:

"بہادرو میں تمہیں آگے بھیجتا ہوں جاؤ جنگ میں لڑو۔"

جو بظاہر بالکل بے جوڑ سی بات معلوم ہوتی ہے مگر میدان بدر جہاں عرب کی طاقت کا چاند ٹوٹ کر ہمیشہ کے لئے ڈوب گیا وہ ایک معجزہ نما جنگ تھی کفار مکہ ایک لشکر جرار کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو حکم ہوا۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ	"اجازت دی گئی ہے ان لوگوں کیلئے
بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ	جن سے جنگ کی جاتی ہے اس لئے کہ ان
عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ نِ	پر ظلم کیا گیا اور اللہ یقیناً انکی مدد پر قدرت
(الحجّ) ۲۲ : ۳۹	رکھنے والا ہے۔"

وید کے الفاظ میں یہ بھی ایک نکتہ ہے کہ مسلمانوں کو جنگ کا حکم خود خدا کی طرف سے دیا گیا اور پھر خدا تعالیٰ نے ان کو بہادر کا خطاب دیا جس سے یہ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی تعداد دشمن کے مقابلہ میں بہت کم تھی اور سامان جنگ کچھ بھی نہ تھا۔

تیسرے یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ بہادروں کو آگے بھیجا جاتا ہے تعداد کی کمی اور سامان کی قلت کے باوجود دشمن کے ساتھ لڑنے کے لئے آگے بھیجنے کا حکم امر واقعہ کا اظہار ہے کیونکہ مسلمانوں کو مدینہ سے آگے بڑھ کر بدر کے مقام پر جنگ پیش آئی ۔

۴: آخری اور فیصلہ کن جنگ :-

مذکورہ منتروں میں نہایت صفائی کے ساتھ دو جنگوں کا ذکر ہے۔ ایک جنگ بدر کا جو کفار سے مسلمانوں کی پہلی جنگ ہے اور دوسری فتح مکہ کی جنگ جنگ بدر کے ذکر کے بعد فتح مکہ کا نظارہ بھی قابل دید ہے۔ جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا دس ہزار قدوسیوں یا ساتھیوں (صحابہ) کے ساتھ حملہ آور ہونا بیان کیا گیا ہے۔

"آگے بڑھتا ہے دس ہزار کے ساتھ حفاظت کیا گیا اِندر"

دس ہزار صحابہ کے ساتھ آگے بڑھنا یہ دنیا کے صرف ایک ہی نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ خاص ہے اور یہ نشان اس قدر زبردست ہے کہ دنیا کے مختلف مذاہب کے انبیاء نے نہایت اہتمام سے اس کا ذکر کیا ہے یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو اِندر کا خطاب دیا گیا ہے جس کے معنی غالب آنے والے یا فاتح کے ہیں۔

پہلے منتر میں یہ ذکر ہے کہ بہادر اِندر طاقت کے ساتھ بگل بجاتا ہوا دس ہزار کے ساتھ میدان جنگ کی طرف بڑھا وید منتر کے الفاظ آگے بڑھتا ہے سے ظاہر ہے کہ بہادر اِندر (محمد) مدینہ سے مکہ معظمہ کی طرف بڑھا مگر بہادر دل نے فتح پاتے ہی ہتھیار اتار کر رکھدیئے کسی کو قتل نہ کیا مگر شہر کو فتح کر لیا یہ سب باتیں فتح مکہ کے تاریخی واقعات ہیں جن کو دوست و دشمن سب نے لکھا اور تسلیم کر لیا ہے۔

اتھر وید کے آخری مذکورہ منتر میں فرمایا۔

"اِندر نے برہسپتی کے ساتھ مشرک قوموں کو جو اس کے خلاف آئیں فتح کر لیا۔"

اِندر کے معنی غالب۔ طاقتور اور فاتح۔ برہسپتی کے معنی بڑے کا مالک یا پروردگار گویا اِندر نے پروردگار کی مدد سے مشرکین کو فتح کر لیا۔

دوسرے معنی اس کے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ دونوں صفات اِندرا اور برہسپتی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوں۔ اِندر کے معنی شکست دینے والا اور برہسپتی کے معنی بڑے یعنی نیک یا مومنوں کا مربی گویا دشمن کو شکست دینے والے اور مومنوں پر رحم کرنے والے نے مشرک مخالفین کو فتح کر لیا۔

بشارت بست و ہشتم:۔

अनस्वन्ता सतपतिर्मामहे मे गावा चेतिष्ठो असुरो मघोनः ।
त्रैवृष्णो अग्ने दशभिः सहस्रैर्वैश्वानरः त्र्यरुणश्चिकेत ॥

(رگوید منڈل ۵ سوکت ۲۷ منتر ۱)

مامہ (محمد) رشی دس ہزار صحابہ کے ساتھ معروف ہے۔

(انسونتہ) گاڑیوں والے (مگھونہ) دولت مند سخی نے (ست پتیہ) حق نواز (تریؤرکھنہ) سب قدرت والے (ماہے) مامہ نے (اگنے وِیشوانر) رحمۃ للعالمین (مے) مجھے "نوازا" (دش بھیہ) دس (گاو) کلام کے ساتھ (سہسریہ) ہزار کے ساتھ (چیتشٹھ) نہایت دانا (تریۓ اُرنہ) سب خوبیاں رکھنے والا (اسُرہ) اسُر (چکیت) ممتاز ہو گیا ہے۔

گاڑیوں والے۔ حق نواز نہایت دانا۔ طاقتور سخی مامہ (محمد رشی) نے کلام کے ساتھ مجھے نوازا ہمہ قدرت کا فرزند سب خوبیاں رکھنے والا رحمۃ للعالمین دس ہزار (صحابہ) کے ساتھ مشہور ہو گیا ہے۔

اس پیشگوئی کا مضمون بالکل واضح ہے کہ:

حق نواز۔ دانا۔ طاقتور اور سخی مامہ رشی نے اپنے کلام سے مجھے نوازا۔ قادر مطلق کا فرزند سب خوبیوں والا (محمد) رحمۃ للعالمین دس ہزار صحابہ کے ساتھ مشہور ہو گیا ہے" پیشگوئی کا ہر ایک لفظ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر رہا ہے آپ حق نواز تھے بچپن سے عوام میں امین مشہور تھے

آپ نے عمر بھر کبھی جھوٹ نہ بولا اور یہی دلیل حضرت ابو بکرؓ کے ایمان لانے کے لیے مشعل راہ ہوئی کہ جس نے مخلوق پر کبھی جھوٹ نہ بولا ہو وہ خدا پر کیسے جھوٹ بولے گا۔ آپ کی دانائی اور معاملہ فہمی کی متعدد مثالیں کتب و سیرت میں مرقوم ہیں۔ طاقتور ایسے جو پتھر کسی سپاہی سے نہ ٹوٹ سکا وہ آپ نے توڑ کر رکھ دیا۔ سخی اس قدر کہ گھر میں کوئی چیز از قسم زر گھر میں نہ رہنے دی شام سے پہلے پہلے مستحقین میں تقسیم کر دی گئی۔ رحمۃ للعالمین آپ کا خاص لقب ہے۔ دس ہزار صحابہ کی جماعت کے ساتھ صرف آپ ہی دنیا کے انبیاء میں ممتاز ہیں۔

البتہ اس منتر میں ایک لفظ "گاڑیوں والا" مذکور ہے۔ اور یہ صفت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ تھی اور یہی لفظ قابلِ تشریح ہے "اَنسُوَنَۃ" جس کے معنی گاڑیوں والا کہے گئے ہیں۔ ہند و کتب مقدسہ میں یہ ایک عام محاورہ ہے کبھی اِندر کو گاڑی نشین کہا گیا ہے (رگوید منڈل اسوکت ۱۲۱ منتر ۷) کبھی اِندر کے اُشنا (شفق) گاڑی کو توڑنے کا ذکر ہے رگوید منڈل ۲ سوکت ۵ ا منتر ۶ منڈل ۴ سوکت ۳۰ منتر ۱۱ منڈل ۸ سوکت ۹۱ منتر ۷ منڈل ۱۰ سوکت ۷۳ منتر ۶ منڈل ۱۰ سوکت ۱۳۸ منتر ۵۔

سورج کی بیٹی کا گاڑی میں پیدا ہونا بتایا گیا ہے رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۸۵ منتر ۱۰ کبھی سورج کو گاڑی پر سوار کیا گیا ہے۔ جسے گھوڑے کھینچتے ہیں۔ ان حوالجات سے یہ ظاہر ہے کہ وید میں یہ لفظ بکثرت مجاز اور استعارہ میں استعمال ہوا ہے۔ اس سے مراد شہروں میں بار برداری کرنے والے گاڑی بان نہیں۔ جیسا کہ سوامی دیانند بانی آریہ سماج نے سمجھا ہے بلکہ اس سے مراد عزت عظمت اور اقبال والا ہے۔

بشارت بست و نہم مکہ معظمہ اور کعبہ اسلام کا ذکر:۔

اتھر وید میں ایک لمبا سوکت کعبہ اسلام کی تعریف میں مذکور ہے اس پیشگوئی کو سمجھنے کے لئے دو تین باتوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱) ان منتروں کا موضوع "پرش میدھ" ہے جس کے معنی انسان کی قربانی ہیں ایک انسان اعظم قربان کیا گیا اس کے یادگار کے طور پر ان منتروں کو قربانی کے موقع پر پڑھا جاتا ہے۔

(۲) دوسرا امر یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ "اتھروا" رشی جس کا ذکر ان منتروں میں کیا گیا ہے اس سے مراد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں اس کو ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیشگوئیوں میں بیان کر چکے ہیں۔ ہمارے نزدیک برہماجی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک ہی شخصیت کے ہم معنی نام ہیں۔ انہیں کے بڑے بیٹے اتھروا (اسمٰعیل علیہ السلام) اور چھوٹے کا نام انگرا (اسحٰق) ہے۔

(۳) ان منتروں میں بڑے بیٹے (اسمٰعیل علیہ السلام) کی قربانی کا ذکر ہے۔ یہ قربانی درحقیقت باپ بیٹا دونوں کی قربانی ہے۔ باپ کی امیدوں کا سہارا یہی ایک بڑھاپے کا بیٹا تھا۔ دوسرا بیٹا ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ اسی کو ایک خواب کی بنا پر قربان کرنے کے لئے تیار ہو جانا گویا پہلے اپنے گلے پر چھری چلانا ہے۔ ان تصریحات کے بعد منتروں کا مطلب زیادہ قریب الفہم ہو جاتا ہے۔

(۱) حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا سرِ تسلیم خم کرنا:-

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ	"جب دونوں باپ بیٹا ہمارے حکم کو
لِلْجَبِيْنِ وَنَادَيْنٰهُ	مان گئے اور باپ نے بیٹے کو پیشانی
اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ قَدْ	کے بل ذبح کے لئے لٹا دیا تب ہم
صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا	نے آواز دی اے ابراہیمؑ تو نے اپنے
كَذٰلِكَ نَجْزِي	خواب کو سچا کر دکھایا بیشک ہم نیکوکاروں

الْمُحْسِنِيْنَ (الصّٰفّٰت ۳۷: ۱۰۳-۱۰۵) ۔ کو اسی طرح بدلا دیا کرتے ہیں۔"

اتھرووید کانڈ ۱۰ سوکت ۲ منتر ۲۶ میں ہے۔

मूर्धानमस्य संसीव्याथर्वा हृदयं च यत् ।
मस्तिष्कादूर्ध्वः प्रैरयत् पवमानोधि शीर्षतः ॥ २६ ॥

(موردھانم) سر کو (پریریت) متحرک ہو رہی تھی (اسیہ) اپنے (پومانہ) پاکیزگی (سم سویہ)

باہم سی کر (ہردیم یہ یت) اور جو دل ہے اس کو (اتھروا) اتھروا نے (ادھی) اوپر (مستشکا) پیشانی سے
رشیرشنہ) سر سے (اور دھوہ) اوپر۔

ترجمہ: "اتھروا نے اپنے سر اور دل کو باہم سیا اور پاکیزگی موجزن تھی۔ اس کے دماغ کی بلندیوں پر"

واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے بیٹے سے کہا "اے میرے پیارے بیٹے میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تو بھی اس پر غور کر لے۔ بیٹے نے کہا اے میرے باپ جو کچھ تو نے دیکھا ہے وہ کر گزر مجھے بھی تو فرمانبردار پائے گا" اس حقیقت کو ویدک شاعر نے یوں نظم کیا ہے کہ۔

"اتھروا نے اپنے سر اور دل کو باہم سی لیا اور اس کے دماغ کی بلندیوں پر پاکیزہ جذبات موجزن تھے"
یعنی اپنے دل کو اتھروا نے سر دینے پر راضی کر لیا۔

۲۔ قربان گاہ اسمٰعیل پر نزول برکات:۔

तद् वा अथर्वणः शिरो देवकोशः समुब्जितः ।
तत् प्राणो अभि रक्षति शिरो अन्नमथो मनः ॥ २७ ॥

(اتھروید کانڈ ۱۰ سوکت ۲ منتر ۲۷)

(تت وا) یہ (تت) اس کی (اتھروند) اتھرو کا (پرانہ) ارواح (شرہ) سر (ابھی رکشتی) حفاظت کرتی ہیں (دیوکوشہ) دیوتا کی قیام گاہ ہے (شرہ) سر (سم بجیتہ) اچھی طرح بند کی ہوئی (انم) اناج (اتھو) اور (منہ) دل بھی۔

مطلب: "یہ اتھروا کا سر دیوتاؤں کی جائے قیام ہے اچھی طرح بند کی ہوئی۔"
ارواح۔ سر۔ اناج اور دل اس کی حفاظت کرتے ہیں۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس جگہ قربانی کی رسم ادا کی وہ جگہ اتھرو (حضرت اسمٰعیل علیہ السلام) کا سر کہلاتی ہے۔ وہاں ہمیشہ ملائکہ کا نزول رہتا ہے وہ اچھی طرح بند کی ہوئی ہے۔ یعنی کوئی دشمن اسے فتح

نہیں کر سکتا۔ ارواح یا ملائکہ سر یعنی قربانی یا دعائے اسمٰعیل۔ اناج کھاتے پینے کی فراغت جس کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے بلد مکّہ کے لئے دعا کی تھی اور دل یعنی ابراہیم علیہ السّلام کی دعا اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

اس منتر کے ترجمہ میں پرانوں سے مراد ملائکہ سر سے حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام اور دل کو حضرت ابراہیمؑ سے ہم نے تعبیر کیا ہے۔

پُران۔ تفاسیر۔ وید کی کتابوں میں اگنی۔ وایو۔ سوتا۔ اندر وغیرہ وغیرہ سب دیوتاؤں کے معنوں میں مستعمل ہے دیکھو چھمبی اپنشد ۴ ۲۲/۲۲ ۔ ایتریہ برہمن ۱/۱۹ شتپتھ برہمن دوم ۲/۱۵ ۲ وغیرہ وغیرہ۔ من یعنی دل سے مراد برہما ہے گوپتھ برہمن ۲/۱ کوشیتکی ۷/۱۷ وغیرہ منتر بالا میں ذیل کی باتیں قابل غور ہیں۔

(۱) اتھروید کی قربان گاہ پر نزول ملائکہ ہوتا رہتا ہے۔

(۲) وہ جگہ دشمنوں کے حملے سے ہمیشہ ہمیشہ محفوظ ہے۔

(۳) ملائکہ اس جگہ کے پاسبان ہیں۔

(۴) حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں اس کی نگراں ہیں۔ یہ باتیں دنیا میں صرف ایک ہی مذہبی مقام کو حاصل ہیں اور کوئی مذہبی تیرتھ یا قبیلہ ایسا نہیں جو دشمنوں کے قبضہ میں نہ آیا ہو اور خدا کی طرف سے اس کی حفاظت کی ذمّہ داری لی گئی ہو۔

۳: کعبۃ اللہ کا ایک اور نشان خاص:۔

ऊर्ध्वो नु सृष्टा ३ स्तिर्यङ् नु सृष्टा ३: सर्वा दिशः पुरुष आ बभूवाँ ३।
पुरं यो ब्रह्मणो वेद यस्याः पुरुष उच्यते ॥ २८ ॥

(اتھروید حوالہ مذکور منتر ۲۸)

(اوردھوہ) بلند (وشہ) اطراف میں (تو) اب (پرش) خدا (پورم) حرم کو (آبھوانگ) جلوہ گر ہے (یو) جو (برہمنہ) خدا کے (سرشٹا) بنا ہوا (وید) جانتا ہے (استرینگ) ترچھا (یسیہ) جس وجہ سے

(نو) اپ (پرش) خدا (سرشٹا) بنا ہوا (اچیتے) پکارا جاتا ہے (سروا) سب ۔

ترجمہ "(کعبہ) خواہ اب اونچا بنا ہوا ہے خواہ ترچھا بنا ہوا ہے اس کی سب اطراف میں خدا جلوہ گر ہے جو بیت اللہ کو جانتا ہے اس وجہ سے کہ (وہاں) خدا پکارا جاتا ہے۔"

کعبۃ اللہ خواہ بغیر کسی آرائش وزیبائش تعمیری کے یوں ہی بلند کیا ہوا ہے خواہ وہ ترچھا بنا ہوا ہے۔ (کیونکہ اس کے چاروں زاویئے قائمہ نہیں) مطلب یہ ہے کہ کوئی تعمیری خوبی اس میں موجود نہیں۔ تاہم خدا کے اس حرم کو جو شخص جانتا ہے کہ وہاں ہر طرف خدا کا جلوہ ہے اس لئے کہ وہاں سوائے خدا اور کسی کو پکارا نہیں جاتا۔ وہ معرفت کا انتہائی مقام حاصل کرتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں کا کعبہ سونے چاندی کی اینٹوں کا بنا ہوا نہیں ہے۔ اور نہ اس میں کوئی تعمیری کمال موجود ہے یوں ہی سادے طور پر بلند کی ہوئی ایک عمارت ہے جس کے زاویئے بھی سیدھے نہیں ایک طرف سے طول ۲۶ ہاتھ ہے تو دوسری طرف سے ۲۵ ہاتھ ایک طرف کا عرض ۲۲ ہاتھ ہے تو دوسری طرف کا ۲۰ ہاتھ۔ یہی وہ نشان ہے جسے وید نے کہا کہ وہ ترچھا بنا ہوا ہے۔ کوئی پہلو اس کا دوسرے پہلو کے برابر نہیں مگر اس کی شہرت عمارت کی آرائش وزیبائش سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہاں ہمیشہ خداء واحد کی پرستش ہوتی ہے اس حقیقت بیت اللہ کو جو شخص جانتا ہے وہ معرفت الٰہی کا کمال حاصل کرتا ہے۔

۴۔ حج بیت اللہ سے کیا چیز ملتی ہے:۔

यो वै तां ब्रह्मणो वेदामृतेनावृतां पुरम् ।
तस्मै ब्रह्म च ब्राह्माश्च चक्षुः प्राणं प्रजां ददुः ॥ २९ ॥

(اتھروید حوالہ مذکور منتر ۲۹)

(یہ) جو (برہم) خدا (وی) بھی (یہ) اور (تام) اس (براہماہ) برہما (برہمنا) خدا کے (پُر) بھی (وید) جانتا ہے (چکشوہ) بصیرت (امرتین) زندگی سے (پرانم) زندگی (آورتام) ڈھکنے ہوئے

(برجام) اولاد (پورم) حرم کو (ودہ) عطا کرتے ہیں (تسمیٰ) اس کو۔

مطلب: "جو شخص زندگی سے معمور اس خدا کے حرم کو جانتا ہے اس کو خدا اور (خدا کا رسول) برہما بصیرت، زندگی اور اولاد عطا کرتے ہیں"۔ یعنی کعبہ اسلام جو زندگی سے معمور ہے روحانیت کا سرچشمہ ہے۔ جو شخص اس کی معرفت حاصل کرتا ہے اس کو خدا ابراہیم (کی دعا) کے صدقے میں بصیرت، زندگی اور اولاد عطا کرتا ہے۔ چنانچہ توراۃ موسوی میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی کثرت اولاد کی خوشخبری دی گئی تھی۔ اب بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ماننے والوں کی تعداد دوسری قوموں سے بہت زیادہ ہے۔ وید منتر بھی یہی کہتا ہے کہ جو ابراہیمی گھر سے تعلق جوڑتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ بصیرت زندگی اور اولاد کی کثرت بخشتا ہے۔

۵۔ خدائے واحد کی پرستش کا گھر:۔

न वै तं चक्षुर्जहाति न प्राणो जरसः पुरः।
पुरं यो ब्रह्मणो वेद यस्याः पुरुष उच्यते ॥ ३० ॥

(اتھروید حوالہ مذکور منتر ۳۰)

(نا) نہ (برّاہ) قبل (وئی) ہی (پورم) حرم کو (تم) اسے (نہ) جو (چکشوہ) بصیرت (برہمنہ) خدا کے (جہاتی) چھوڑتی ہے (وید) جانتا ہے (نہ) نا (پیساہ) جس وجہ سے (پرانہ) زندگی (پُروش) خدا (جرسہ) بڑھاپے سے (اچیتے) پکارا جاتا ہے۔

مطلب: "اس کو نہ بصیرت اور نہ روحانیت بڑھاپے سے پہلے چھوڑتی ہے۔ جو خدا کے اس حرم کو جانتا ہے۔ کیونکہ وہاں خدا پکارا جاتا ہے"۔

انسان صحیح طور پر جب حج کے مفہوم پر قائم ہو جاتا ہے تو پھر عمر بھر اس کی معرفت اور روحانیت کم نہیں ہوتی بلکہ بڑھتی جاتی ہے۔ بیت اللہ درحقیقت توحید باری کا بہت بڑا مرکز ہے۔ وہاں کبھی

بھی قیامت تک اب پُت نہیں پوجے جا سکتے ہیں۔

۶۔ حرم کعبہ کے خاص نشانات :۔

अष्टाचक्रा नवद्वारा देवानां पूरयोध्या ।
तस्यां हिरण्ययेः कोशः स्वर्गो ज्योतिषावृतः ॥ ३१ ॥

(اتھروید حوالہ مذکورہ منتر ۳۱)

(اشٹ) آٹھ (کوشہ) خزانہ ہے (چکرا) چکر (دوارہ) دروازے (نو) نو (دیوانام) دیوتاؤں کی (تیام) اس میں (پور) بستی (ہرنیہ) لازوال زندگی کا (ایودھیاہ) ناقابلِ فتح ہے۔ سورگہ) نورانی (آورتہ) محیط ہے (جیوتیہ) روشنی سے۔

مطلب : "اس ملائکہ کی بستی یا علم دین کے مرکز کے آٹھ چکر اور نو دروازے ہیں اور وہ ناقابل فتح ہے۔ اس میں لازوال زندگی کا خزانہ ہے۔ اور وہ نورانی برکات کی روشنی سے معمور ہے" یہ حرم کعبہ کا نقشہ ہے جو وید نے بیان کیا۔ حرم میں نو دروازہ تاریخی اور قدیم ہیں۔

۱۔ باب ابراھیم ۲۔ باب الوداع ۳ باب الصفا ۴۔ باب علی۔ ۵ باب عباس ۶ باب النبی ۷۔ باب السلام ۸۔ باب الزیارۃ ۹۔ باب حرم۔

منتر کے ترجمہ سے ظاہر ہے کہ جس فصیل کے نو دروازے ہوں گے اس میں ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک فصیل کا ایک چکر ہوگا اور کل آٹھ چکر پڑیں گے۔ اس کے علاوہ منتر یہ کہی جاتا ہے کہ یہ بستی ملائکہ کی حفاظت میں ہے۔ اور ناقابلِ فتح ہے۔ اس کو آج تک کسی غیر قوم نے فتح نہیں کیا۔ دنیا میں اور کوئی "ایودھیا" ایسا شہر نہیں جو صحیح معنوں میں ناقابلِ فتح رہا ہو۔

۷۔ تعمیر کعبہ کی ہیئت کذائی :۔

तस्मिन् हिरण्यये कोशे त्र्यरे त्रिप्रतिष्ठिते ।
तस्मिन् यद् यक्षमात्मन्वत् तद् वै ब्रह्मविदो विदुः ॥ ३२ ॥

(اتھرووید حوالہ مذکورہ منتر ۳۲)

(تسمن) اس (ہِرنیے) قابلِ پرستش (یکشم) لازوال زندگی کے (آتمنوت) روح کل ہے (کوشے) خزانہ میں (تت) اسے (تری) تین (ترئے) تین (ارے) اروں والے میں (پرتشٹھتے) ستونوں والے میں (تسمن) اس میں (وی) مزدور (یت) جو (برہم وِدو) خدا کی معرفت والے لوگ (وِدو) جانتے ہیں۔

مطلب: "اس تین اروں والے۔ تین ستونوں والے میں اور بقا ودوام کے مرکز میں ناقابلِ پرستش روح کل ہے اسے یقیناً خدا کی معرفت والے جانتے ہیں۔ ایک سیدھی سادی عمارت میں جس میں نہ کوئی بت ہے اور نہ کوئی اور پرستش کی مخصوص چیز: تین ستونوں پر تین آڑی لکڑیاں ڈال کر اس کی تعمیر کر دی گئی ہے۔ اس سادگی کے باوجود بقاء دوام کا مرکز اور خزانہ ہے۔ اس میں قابلِ پرستش ہستی روح کل یا ایک لطیف وجود ہے جسے معرفت والے لوگ جانتے ہیں۔ کعبہ کئی مرتبہ تعمیر ہو چکا ہے۔ اس کی چھت تین ستونوں پر تین آڑی لکڑیاں ڈال کر بنا دی گئی ہے۔ کیونکہ زمانہ قدیم میں زیادہ لمبی لکڑی مل سکتی تھی۔ منتر کا مطلب یہ ہے کہ ستون لکڑیاں اور اینٹ پتھر کوئی قابلِ پرستش اشیاء نہیں قابلِ پرستش صرف خدا کی ذات ہے دنیا میں توحید کی تبلیغ کے لئے یہ سب سے پرانا ناکھر دنیا میں موجود ہے۔

۸۔ کعبہ انوارِ الٰہی سے محیط ہے:۔

प्रभ्राजमानां हरिणीं यशसा संपरीवृताम् ।
पुरं हिरण्ययीं ब्रह्मा विवेशापराजिताम् ॥ ३३ ॥

(اتھرووید بہ حوالہ مذکورہ منتر ۳۳)

(بھربھراجمانم) روشن (ہرنیسم) زندگی بخش (ہریم) آسمانی (اپراجیانم) ناقابل فتح میں (ایشا) برکات سے (آوریش) آمقام کیا (سمپریورتام) گھری ہوئی (برہما) ابراہیم (پورم) بستی کو۔

مطلب:- "روشن آسمانی برکات سے محیط بستی زندگی بخش اور ناقابلِ فتح میں ابراہیمؑ نے آمقام کیا۔"

یہ حرم کعبہ روشن آسمانی برکات سے بھرپور ہے اس زندگی بخش ناقابل فتح بستی میں ابراہیمؑ نے چند دن قیام کیا۔

تبصرہ

اتھروید کے ان منتروں کے اندر ہمارے خیال میں کعبہ اسلام کی مدح و توصیف بیان کی گئی اور ہر ایک منتر میں ایک نہ ایک بات ایسی بیان کی ہے جو کعبہ کے حق میں ایک بین دلیل ہے۔

منتر (۱) وہ ایک عظیم الشان قربانی کی یادگار ہے۔

منتر (۲) وہ ہمیشہ ہمیشہ دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رہی ہے وادئ غیر ذی زرع ہونے کے باوجود اس کے رہنے والوں کو اناج اور پھلوں کی کثرت ملتی رہی۔

منتر (۳) کعبہ ترچھا بنا ہوا ہے طول و عرض کی کوئی دیوار ایک دوسری کے برابر نہیں۔

منتر (۴) وہ خدائے واحد کی پرستش کی وجہ سے وہاں روحانی زندگی اور معرفت حاصل ہوتی ہے

منتر (۵) اس کے ۹ دروازے اور آٹھ چکر ہیں۔

منتر (۶) اس کے اندر تین ستون اور ان پر تین آڑے شہتیر ہیں۔

منتر (۷) حضرت ابراہیم علیہ السلام اس بستی کے اصل باشندہ نہ تھے وہ باہر سے یہاں آئے اور انہوں نے اس گھر کی تعمیر کی۔

یہ منتر قرآن کریم کی اس آیت کی تشریح ہیں۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ	"پہلا گھر جو لوگوں کیلئے مقرر کیا گیا یقیناً وہی
لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ	ہے جو مکہ میں ہے برکت دیا گیا اور
مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ	سب قوموں کے لئے ہدایت ہے
فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ	ان میں کھلے کھلے نشان ہیں مقام
اِبْرٰهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ	ابراہیم اور جو وہاں داخل ہوا امن
اٰمِنًا ۭ (العمران) ۳: ۹۶-۹۷	والا ہو گیا۔"

(۱) وہ خدائے واحد کی عبادت کا پہلا گھر ہے (۲) اس کا نام بکّہ اس لئے ہے کہ وہ تو د ناقابل فتح ہے اور جو اس پر حملہ کرے اس کی گردن توڑتا ہے (۳) وہ مبارک ہے اس لئے برکات اور ثمرات کی وہاں کثرت ہے (۴) دنیا کے لوگوں کے لئے ہدایت اور معرفتِ الٰہی کا گھر ہے (۵) اس میں کھلے کھلے نشانات معرفتِ الٰہی کے موجود ہیں (۶) اسکا نام مقام ابراہیم بھی ہے (۷) جو وہاں داخل ہوا وہ امن میں آگیا۔

سام وید میں احمد رسول اللہ کی بشارت :۔

سام وید چار ویدوں میں سے ایک وید ہے۔ اور سام وید ہی برہمنوں کے نزدیک باقی ویدوں پر ایک خاص فوقیت رکھتا ہے۔ لفظ سام کے معنی خاموشی۔ سکوت، نرمی سے کلام کرنا، مکھیوں کی بھنبھناہٹ اور گیت کے ہیں مذہبی لٹریچر میں۔

"گیتیشو سام آکھیہ"ؔ :۔

گیتوں کو سام کہتے ہیں۔ اس وید کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے منتروں پر زیر وبم (اونچی اور نیچی) سروں کی علامات بھی پائی جاتی ہیں جو گانے کے لئے آواز کے اتار چڑھاؤ کو بتاتی ہیں۔ ہندوؤں کے مذہبی لٹریچر میں سام وید کا درجہ مندرجہ ذیل حوالجات سے ظاہر ہے۔

یجر وید اس برہما کا سر ہے۔ رگو وید دایاں پہلو، سام وید بایاں پہلو اُپنشد روح ہے اور اتھر وید دم ہے (اینتر یہ ارنیک)

یجر وید اس کا پیٹ ہے سام وید سر ہے (کوشیتکی برہمن)

رگوید روشنی ہے یجر وید طاقت ہے اور سام وید شہرت ہے (شتپتھ برہمن)

رگوید زمین ہے سام وید جوّ ہے یجر وید آسمان ہے (تیتریا اُپنشد)

سام وید روئیں ہیں اتھر وید منہ ہے (اتھر وید)

سام وید یقیناً رگوید کا خاوند ہے (شتپتھ برہمن)

سام وید تمام ویدوں کا ست ہے (شتپتھ برہمن)

یہ دنیا برہما سے پیدا کی گئی ہے ویش (بنئے) رگو وید کے منتروں سے پیدا ہوئے۔ یجر وید کشتریوں کی جائے پیدائش ہے۔ اور سام وید سے برہمن پیدا ہوئے (تیتریا برہمن) سام وید کو اوم سے نہیں بلکہ ہیں سے گایا جاتا ہے (شتپتھ برہمن)

رگوید ہڈی سام وید بال اور یجر وید دل ہے (اتھر وید)

یہ وید بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت سے خالی نہیں بلکہ اس میں بہت سی پیشگوئیاں حضور کی نسبت موجود ہیں۔ ان میں سے صرف ایک پیشگوئی ہم اس کتاب میں درج کرتے ہیں۔ یہ منتر سام وید پرپاٹھک ۲ کھنڈ ۶ کا منتر ۸ ہے۔

अहमिधि पितुः परिमेधामृतस्य जग्रह । अहं सूर्य इवाजनि ॥

सामवेद० । प्र० २ । द० ६ मं० ८ ॥

(سام وید پرا ۲-۶-منڈل ۸)

(الفاظ کا ترجمہ) (احمد ہے) احمدؐ نے (اہم) میں (پتوہ) رب سے (سوریہ) سورج (میدھام) پُر حکمت (او) کی طرح (رتسیہ) شریعت (اجنی) روشن ہو رہا ہوں (جگرہ) (پری جگرہ) حاصل کی۔

مطلب : احمدؐ نے اپنے رب سے پر حکمت شریعت کو حاصل کیا میں سورج کی مانند (اس سے) روشن ہو رہا ہوں۔

سام وید کی اس پیشگوئی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق مندرجہ ذیل صداقتوں کا ذکر ہے۔

(الف) حضور کا نام احمدؐ موجود ہے۔

(ب) آپ کو شریعت دیئے جانے کا ذکر ہے۔

(ج) شریعت کے ساتھ حکمت ملنے کا بھی اظہار ہے۔

(د) اس بشارت کو دیکھتے وقت رشی آفتاب رسالت کے نور سے منور ہو رہا تھا اس منتر کے ترجمہ میں سائکنا چاریہ قدیم مفسر وید اور آریہ مترجمین وید کو ایک غلطی لگی ہے اور وہ یہ کہ احمدؐ کا نام عربی ہونے کی وجہ سے وہ اسے سمجھ نہیں سکے اور انہوں نے "احمد" کو "اہم ات" کا مرکب سمجھا ہے اور اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

"میں نے ہی چونکہ اپنے باپ کی سچی حکمت کو حاصل کیا ہے اس لئے میں سورج کی مانند ہو رہا ہوں"۔

اس پر ہمارے دو اعتراض ہیں۔

(۱) اس منتر کا رشی وتسہ کنو یعنی کنو خاندان کا رشی وتسہ ہے اس رشی کا یہ کہنا کہ میں نے ہی باپ کی سچی حکمت کو حاصل کیا ہے از روئے عقائد ویدک دھرم غلط ہے وتسہ جیسے سینکڑوں رشیوں کا ذکر وید میں موجود ہے۔ اور اس کے اس دعوے میں سچے ہونے کی کوئی دلیل نہیں کہ اس کو ہی سچی حکمت اور شریعت ملی ہے

(۲) اس منتر کا دیوتا اندر ہے وتسہ کنو ہی صرف اس کا بیٹا نہیں کہ وہ اس کی جایداد کا وارث ہوا ہو اور نہ یہ بات کہیں تاریخ میں موجود ہے کہ وتسہ ہی اندر کا وارث ہوا تھا پس اس صورت میں رشی کا کلام ایک مبالغہ ہوگا جو ناجائز ہے۔

قرآن شریف اس منتر کے راز کو یوں کھولتا ہے۔

یَآاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ "اے نبی ہم نے تجھے شاہد مبشر اور نذیر

شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا | بنا کر بھیجا ہے اور تو اللہ کی طرف اس
وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ | کے حکم سے بلانے والا اور روشن
سِرَاجًا مُّنِيْرًا ؕ (الاحزاب ۳۳: ۴۵ - ۴۶) | کرنے والا سورج ہے۔"

گویا احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے تجھے شاہد۔ مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے اور تو اللہ کی طرف بلانے والا اور روشن سورج ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا :-

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي | "کیا ہی بابرکت وہ ذات ہے جس نے
السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ | آسمان میں ستارے بنائے اور اس میں
فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ؕ | سورج اور روشنی دینے والا چاند بنایا۔"

(۲۵ : ۶۱)

آسمان میں دو قسم کے اجرام ہیں۔ ایک وہ جو بذاتہ روشن ہے اور دوسرے وہ جو اس روشن بذات کے نور سے منور ہیں۔ رات کے وقت چاند اور ستارے سورج کے وجود کی شہادت دیتے ہیں کیونکہ وہ اس سے اقتباس نور کر کے یا اسی کی دی ہوئی روشنی سے روشن ہیں۔ پس رشی ونسہ کا یہ کہنا کہ میں سورج کی مانند ہوں درحقیقت سراجاً منیرا کے لئے ایک گواہی ہے۔ اور سراجاً منیرا وہی احمدؐ ہے جس نے اپنے رب سے شریعت کا نور حاصل کیا ہے۔ اور باقی تمام انبیاء اسی کے نور سے منور یا اس کے وجود کے شاہد ہیں جیسے سورج کی روشنی اس امر پر شاہد ہے کہ منور بالذات ایک ہے اور باقی اجرام اس کے نور سے فیضیاب ہیں۔

ویدوں کی ماں ہندوؤں کی گائتری میں سراجًا منیرا محمد صلعم کے متعلق بشارت

دیدم بعین قلب و شنیدم بگوش ہوش در ہر مکاں نداء جمال محمدؐ است

ओ३म् भूर्भुवः स्वः
तत्सवितुर्वरेण्यं
भर्गो देवस्य धीमहि
धियो यो नः प्रचोदयात्।

گائتری منتر جس کا دوسرا نام ساوتری دیوی ہے ویدوں کی ماں کہلاتی ہے اسے بے نظیر حسن کی ملکہ کہا جاتا ہے۔ آسمان سے زمین پر آئی ہے اس لئے اس کے اندر تمام آسمانی دیوتاؤں کا حسن موجود ہے۔ اس کے صرف ۱۰ الفاظ ہیں جن میں ۲۴ اجزاء ہجائی ہیں۔ چونکہ اس کے تین پاؤں یا مصرعے ہیں فی مصرعہ ۸۔ ۸ حروف ہجائی Syllables. از روئے عقیدہ یہ برہما جی کی بیوی ہے۔ برہما جی جن پر سارے وید الہام ہوئے تھے مگر گائتری ان سب ویدوں کی ماں ہے۔ اس کے علاوہ برہمن، چھتری اور ویش تینوں قوموں کی بھی ماں ہے ان سب باتوں سے اس منتر کی اہمیت عظمت اور فضیلت ثابت ہے یہ ساری باتیں شاید آسانی سے مسلمانوں کی سمجھ میں نہ آئیں کہ ایک فقرہ یا شعر کسی کی بیوی یا اتنی بڑی بڑی قوموں کی ماں کیسے بن گئی۔ مگر اسی لئے تو میں اس پر کچھ لکھنے بیٹھا ہوں کہ کچھ سمجھ سکوں اور دوسروں کو سمجھا سکوں۔

(۲) گائتری منتر تقریباً سب ویدوں میں موجود ہے۔ مستند ہندوستان

اور بیشتر شاستروں میں گایا گیا ہے ..... اس لئے کہ یہ ایک گانا ہے اور مقدس گانا ہے ایسا مقدس گانا کہ جس کے بغیر کوئی ہندو ہندو ہو ہی نہیں سکتا جیسے مسیحی لوگوں میں بپتسمہ اور مسلمانوں میں کلمۂ طیبہ۔ ویسے ہی ہندو کے لئے گایتری منتر ہے اور سب سے پہلا منتر ہے جو گورو۔ یا استاد ہندو بچہ کو زنار پہناتے ہوئے پڑھتا یا پڑھاتا ہے

(۳) روزانہ طلوع و غروبِ آفتاب کے وقت دونوں اوقات کی پرستش اور پوجا میں پڑھی جاتی ہے اُسے پڑھتے ہوئے تمام اعضائے جسم ناک، کان، آنکھ، منہ، سر ہاتھ کی ہتھیلیوں ہر ایک انگلی الگ الگ ران، بازو اور ناف وغیرہ کو ترتیب وار چھوا جاتا ہے اور دیوتاؤں سے ان کی خیر و خیریت مانگی جاتی ہے۔ روزانہ پوجا کے علاوہ بیاہ، شادیوں، تیوہاروں اور جلسوں میں اس کا ورد اور جاپ کیا جاتا ہے۔

(۴) اس کے فوائد اور اثرات بے شمار ہیں یہ ایک ہندو کے لئے اس کے تمام اعضاء کی صحت و سلامتی کی ضامن ہے اس کے علاوہ گناہوں کو معاف کرانے والی ہے کتنا ہی بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہو گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ مالا پر اسے تین ہزار مرتبہ جپ لو یا پڑھ لو بس سمجھ لو کہ وہ گناہ معاف ہو گیا (منو ادھیائے ۲ شلوک ۹۷) چھوٹے موٹے گناہ تو روز پڑھنے ہی سے ملیا میٹ ہو جاتے ہیں۔ آپ یہ سن چکے ہیں کہ یہ آسمان سے اتری ہے۔ مگر کمال یہ ہے کہ یہ آسمان پر اپنا جاپ کرنے والے کو لے جا بھی سکتی ہے یا پہنچانے کی قدرت رکھتی ہے۔ (شتپتھ برہمن ۱۱:۴:۱:۸)

(۵) چونکہ یہ برہما جی کے منہ سے نکلی ہے اور برہمن، چھتری، اور ویش کی ماں ہے اس لئے ان کو دودھ پلانا، ان کی پرورش کرنا ہی اس کا فرض ہے۔ کوئی ماں دوسرے کے بچے کو دودھ پلانے کے لئے مکلف نہیں (اتھرو وید کانڈ ۱۹ سوکت ۱۔ منترا۔ رگوید منڈل ۷۔ سوکت ۳۳۔ منتر ۷) کیونکہ یہ مقدس اور پاک چیز ہے۔ ناپاک لوگوں پر اس کا کوئی حق نہیں ہر شخص اور قوم کو اپنی ملکیت سنبھال کر رکھنی چاہئے۔ دوسروں کو زیبا نہیں دیتا کہ "پرایا مال اپنا" کی مالا جپ کر اس پر قبضہ کرے۔

اِن تمام نکات سے گایتری منتر کی اہمیت، شان، عظمت و برتری ثابت ہو جاتی ہے۔ ہندوؤں کے

علاوہ دوسری قومیں شاید سمجھ نہ پائیں کہ تین سطروں کی مثلث کس طرح کسی کی بیوی اور اتنی بڑی قوموں اور ویدوں کے اتنی ضخیم جلدوں کی ماں بن گئی ہے۔ اسی وجہ سے میں نے اپنا قلم اٹھایا ہے تاکہ خود سمجھ سکوں اور دوسروں کو بھی سمجھا سکوں

گایتری کا معنی اور مطلب سمجھنا ضروری نہیں

گایتری کے زبانی پڑھ لینے ہی سے مطلب و مراد یا ہندوؤں کی اصطلاح میں من کے منوکامنا پورے ہو جاتے ہیں اس لئے اس کے مفہوم سے واقف ہونا ضروری نہیں۔ یہ عقیدہ اور یقین کر لینے کی بات ہے اس میں بحث کی ضرورت ہی کیا ہے؟ چونکہ یہ دیوی ہے اور حسین دیوی ہے حسن کو قواعد کے منطق کے ترازو پر تولنا فضول حرکت ہے یہ کیا کم اعجاز ہے کہ اس کی آنکھ میں زہر و تریاق دونوں کرشمے موجود ہیں۔ جہاں یہ برہمن۔ چھتری اور ویش کے لئے مژدۂ حیات و برکات ہے۔ شودر کیلئے اس کے تیکھے تیور پیغام موت ہیں۔

جن لوگوں نے قواعد زبان اور منطق کے تیز نشتر سے اس کا تجزیہ کر کے اسے سمجھنا چاہا اُن پر اس کی ایسی مار پڑی کہ وہ دونوں جہاں کی خیر سے محروم ہو گئے۔

وجہ یہ کہ اس کا مطلب سمجھنے میں قواعد زبان کی وادی تیہ (بھول بھلیاں) حائل ہے کہ اس کے مطلب تک رسائی محال ہے ہماری تو بساط ہی کیا؟ بڑے بڑے جغادری پنڈت ہمت ہار بیٹھے۔ منتر کے الفاظ ایسے مشکل نہیں مگر ان کی چال اور افتاد ایسی بے طرح پڑی ہے کہ دل آگے بڑھ جانے کے بجائے پیچھے ہٹ جانے کو ترجیح دیتا ہے ویسے اپنے من کے منتر کہہ لینا اردو، ہندی اور انگریزی میں نئی گایتری گھڑ لینا آسان ہے مگر اس اصلی، آسمانی اور الہامی گایتری کا رمز اور کنایہ سمجھنا مشکل اور محال ہے

گایتری کا لفظی ترجمہ

اس میں ہم کوئی بات نہیں کہہ رہے۔ گایتری کے الفاظ ہم نے رگوید منڈل ۳۔ سوکت ۶۲۔ منتر ۱۰۔ سے نقل کئے ہیں۔ ترجمہ بھی ہمارا نہیں پنڈت لوگوں کا اپنا ہے۔ الفاظ یہ ہیں

तत्सवितुर्वरेण्यं भर्गो देवस्य धीमहि ।
धियो यो नः प्रचोदयात् ॥१०॥ १०

تت سوِ تُر وریٖنیم بھرگو دیوسیہ دھی مہی دھیو یو نہ پرچودیات

الفاظ کا الگ الگ ترجمہ:۔ تت اشارہ بعید ہے بمعنٰی وہ یہ گریہ غیر ذی روح کے لئے مخصوص ہے ورینیم (منیر، روشن) بھرگو (برکت اور تقدس) دیوسیہ (دیوتا کی) دھی مہی (بڑی عقل۔ دھیان) دھیو (ہماری عقل یا خیال۔ دھیان) یو (وہ۔ واحد مذکر غائب) پرچودیات (تیز کر پاک کرے)

منتر کا لفظی ترجمہ یہ ہے:۔ وہ سورج روشن، پاک، دیوتا کی بڑی عقل ہماری عقل تیز کرے پاک کرے۔

مذکورہ بالا ترجمہ سمجھنے میں مشکلات

"پہلی مشکل یہ ہے کہ حرف تت کے مشار الیہ کا پتہ نہیں چلتا۔ یا اس کا مرجع کون ہے؟ چونکہ یہ اشارہ بعید ہے اس کا مرجع سورج نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو معبود و مقصود منتر ہے اس کے لئے اشارہ بعید غیر ذی روح آ نہیں سکتا۔ از روئے قواعد سنسکرت۔

(۲) عربی اور انگریزی میں ادات التعریف (Article) بتا دیتا ہے کہ جملے کا اسم مخصوص کون ہے؟ عربی میں اَلْ تعریفی اور انگریزی میں (The) اس کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ سنسکرت میں اور ویدوں میں نہ حرف کبیر (Capital) ہوتا ہے کہ اسم کی تخصیص ہو جائے اور نہ اَلْ یعنی حرف تعریف ہوتا ہے وہاں اگنی بغیر حرف تعریف اور حرف کبیر آتا ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ دیوتا ہے یا رشی ہے یا آگ ہے اپنی عقل دوڑاؤ اور پہیلی بوجھنے کی کوشش کرو۔ اس لئے منتر زیر بحث میں اسم مخصوص معلوم کرنا مشکل ہے

(۳) سنسکرت میں فعل مذکر اور مونث دونوں کے لئے ایک ہی آتا ہے۔ ترجمہ کرتے ہوئے اسے مذکر بنالو یا مونث بنالو۔ مثلاً کھاتا ہے عورت بھی ہو سکتی ہے مرد بھی ہو سکتا ہے دونوں کے لئے فعل ایک ہی طرح آئے گا۔

(۴) اس زبان میں جنس یا اسماء کلیات اور فصل میں تمیز نہیں اس لئے مفہوم سمجھنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔

(۵) ایک جملہ کے پچاس معنیٰ ہو سکتے ہیں اور یہ خوبی سمجھی جاتی ہے مگر یہ امر بلاغت کے خلاف ہے

اس دُعا میں خطاب کس سے ہے؟

ان مشکلات کو سامنے رکھ کر سوال یہ ہے کہ منتر میں دعا کس سے ہے۔ سورج سے؟ اس کی روشنی سے؟ اس کی حکمت و دانائی سے؟

(۱) اگر پنڈت لوگ گایتری سے پہلے "اوم۔ بھور، بھوہ۔ سوہ"۔ زیادہ کرتے ہیں۔ جو وید میں نہیں ہے۔ اوم کا لفظ سارے رگوید میں کہیں نہیں اور یہ چار لفظ اس لئے اپنی گرہ سے ڈالتے ہیں کہ منتر کا مطلب کچھ تو بن سکے۔

(۲) کئی پنڈت تتؔ کا مرجع سورج بنانے کے لئے اس کے بعد حروف تسیہ اپنی طرف سے ایزاد کرتے ہیں ایسی صورت میں حرف تت فضول اور بے کار معلوم ہوتا ہے۔

(۳) مذکورہ بالا خیال ان لوگوں کا تھا جو سورج بھگوان سے ارادت رکھتے ہیں لیکن بعض کا خیال یہ ہے کہ منتر میں دعا سورج سے نہیں حالانکہ منتر کا دیوتا ہی از روئے قاعدہ مقصود و مطلوب اور مخاطب ہوتا ہے۔

(۴) جو لوگ کہتے ہیں کہ دعا سورج سے نہیں بلکہ اس کی روشنی سے ہے ان کی دلیل بھی قابلِ غور ہے کہ کسی کی ملکیت وصفت کی تعریف دراصل مالک کی تعریف ہوتی ہے۔ یہ بات آدھی سچ ہے جب آپ کسی سے گھر، ہنر یا گھوڑے کی تعریف کرتے ہیں تو وہ تعریف فی الحقیقت اس کے مالک کی ہوتی ہے مگر تعریف کے بعد دعا ہمیشہ مالک سے ہی ہوتی ہے جب آپ کسی کے گھر ہنر یا گھوڑے کی تعریف کرتے ہیں تو اس کے بعد کبھی یہ نہیں کہتے "اے پنڈت جی کے گھر مجھے اندر آنے دے یا باہر جانے دے تمھاری بڑی مہربانی ہوگی" مگر پنڈت لوگ یہ عقل کی بات نہیں سنتے اور کہتے ہیں نہیں دیکھو وید کے فلاں منتر میں مالک کے بجائے اس کی ملکیت سے دعا ہے اور جھٹ یہ منتر پڑھ دیتے ہیں :۔ پیپیوانسم۔ سرسوتہ، استنام یو۔ وشیودرشتہ۔ بھکشی، مہی۔ پرجام اِشم۔ رگوید منڈل ۷ سوکت ۹۶ منتر ۶

पीपिवांसं सरस्वत: स्तनं यो विश्वदर्शत: ।
भक्षीमहि प्रजामिषम् ॥६।२०

الفاظ کا الگ الگ ترجمہ:۔ پیپوانسم (خوب بھرے ہوئے) سرسوتہ (سرسوتی دیوی کے) استنام (پستان) یو (جو) بھکشی مہم (ہم مانگتے ہیں) پرجام (اولاد) استم (کھانا)

منتر کا لفظی ترجمہ:۔ خوب ابھرا ہوا سرسوتی کا سینہ جو سب کو نظر آرہا ہے ہم مانگتے ہیں اس سے اولاد۔

یہ منتر بظاہر غیر مہذب معلوم ہوتا ہے مگر اس کے متعلق ہماری بعد میں آنے والی تشریح ملاحظہ فرمائیے۔

اس منتر سے پنڈت لوگ استدلال کرتے ہیں کہ اس منتر میں دعا سرسوتی سے نہیں بلکہ اس کے سینہ کے ابھار سے ہے مگر بالواسطہ سرسوتی سے ہے گو دعا براہ راست نہیں۔

(۵) گائتری کا سارا زور اس کے آخری جملہ پر ہے کہ وہ ہماری عقل تیز کرے بعض اس کا ترجمہ کرتے ہیں "ہمارے خیالات پاک کرے"۔ یہ نہایت اچھی دعا ہے یا تمنا ہے ہم بھی اس کی تعریف کرتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا دعا ہوگی کہ کسی کی عقل تیز ہو جاوے چنانچہ دوسری وید میں قریباً یہی الفاظ آئے ہیں

इन्द्र मृ ळ मह्य जोवा तुमिच्छ चोदय धियमयसो न धाराम् ।
यत्कि ञ्चाह स्वायरिदं वदामि तज्जुषस्व कृधि मा देववन्तम् ।१०।३१

چودیہ دہیم ایسونا دھارم (رگوید منڈل ۶ سوکت ۴۷ منتر ۱۰)

جس کا ترجمہ ہے ہماری عقل تیز کردے جیسے اُسترے کی دھار۔

(۶) گائتری کا مفہوم سمجھنے میں جو قواعد زبان کی رکاوٹیں ہیں ان سے تنگ آکر کہتے ہیں جیسے بھی منتر کا ترجمہ اچھا بنے بنالینا چاہیئے۔ وید قواعد کا پابند نہیں چنانچہ وید میں اسکی مثالیں بکثرت ہیں کہ واحد کی جگہ جمع۔ اور جمع کی جگہ واحد۔ اور اکثر فقرات اور منتر نامکمل ہیں۔ جو ترجمہ کرنے والا اپنے من سے پورا کر لیتا ہے

ہندوستان کی تقسیم سے پاکستان اور بھارت کی حدود جدا جدا ہوگئیں اور ہمارے دوست ہم سے بچھڑ گئے اور شاید عمر بھر کے لئے بچھڑ گئے۔ ہماری اور ان کی وہ محفلیں خواب و خیال ہوگئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا "پیغام صلح" ہندو مسلمانوں کو ایکتا کا سندیش

دے کر چلا گیا۔ اس پر اب ۵۰ برس سے زیادہ کا عرصہ گذر گیا۔ اس " پیغامِ صلح " کو یونیورسٹی ہال لاہور میں سننے والوں میں سے مَیں بھی ایک تھا۔ اس وقت میں بھی ایک نوجوان لڑکا تھا جس نے اپنی زندگی اسی پیغام کی تکمیل کے لئے وقف کی سنسکرت پڑھی، ہندو کتب کا غور سے مطالعہ کیا۔ اس موضوع پر لکچر دئے۔ مناظرے، مباحثے کئے۔ بھارت کی جدائی سے میری محبت میں کچھ کمی نہیں آئی۔ اس کا تازہ ثبوت یہ ہے کہ گایتری جو بیکار گٹھلی کی طرح پھینک دی گئی تھی میں نے اسے اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لیا کیوں؟ اس لئے کہ اس میں میرے محبوب کی قلمی تصویر ثبت ہے وہی میں اپنے دوستوں کو دکھانا چاہتا ہوں۔ آج نہیں کچھ سالوں کے بعد شاید میرے ہندو دوست بھی اسے اپنے گلے کا ہار بنائیں

گایتری میں آنیوالے سراجاً منیرا کی قلمی تصویر

(۱) گایتری کا لفظ سنسکرت کے مصدر "گئی" سے بنا ہے۔ وہ "گئی" نہیں جس کو ہم چلی گئی کہتے ہیں بلکہ اس گئی کے معنیٰ ہیں گانا۔ گایتری کے معنیٰ ہوئے کسی کے گُن گانا، تعریف کرنا۔ نعت کہنا۔ سو یہ کسی کی یاد میں ایک نعت ہے۔ گایتری کو الٹا کر "تری گائے" بنا کر یہ معنیٰ بھی بنائے گئے ہیں۔ یہ تین پاؤں والی ہے یا اس کے تین پاؤں ہیں یا مصرع ہیں۔ پہلے دو جملوں میں اس کی تعریف ہے جس کی شان میں یہ کہی گئی ہے اور تیسرے معنیٰ جو میں سمجھتا ہوں یہ ہیں کہ رات کو چار پہر پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ گایتری۔ گانے کا وقت۔ یا گایتری سے پوجا کرنے کا وقت تین پہر رات گذر جانے پر ابھی ایک پہر رات باقی رہنے کا وقت ہے جو آدھی رات کے بعد شروع ہوتا ہے اور ثلث لیل اس کے درمیان میں ہوتی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ﴿۴﴾ (۷۳:۱-۴)	اے کپڑا اوڑھنے والے۔ رات کو قیام کر سوائے تھوڑے (حصے) کے (یعنی) اس کا آدھا یا اس سے کچھ کم کر۔ یا اس پر بڑھا لے اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ۔

گایتری کے معنیٰ ہیں (رَتِّلِ تَرْتِيْلًا) اس امر کا مزید ثبوت اس مضمون کے آخر میں

وید اور انجیل کے حوالہ سے دیا جائے گا انشاءاللہ تعالیٰ۔ اور یہ گایتری اسی مردِ خدا کی نعمت ہے جو ہمیشہ آدھی رات کو اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی یاد میں صبح تک کھڑا گاتا رہتا ہے اور ترتیل سے اس کی حمد گاتا تھا اور گایتری ہندو بھائیوں کو اسی کا پتہ اور نشان بتاتی ہے۔

(۲) گایتری کا دوسرا نام ساوتری ہے اور یہ "سوِتر" کی تانیث ہے۔ سوِتر سُورج کا نام ہے مگر سوِتر اور سُورج میں ایک گونہ مماثلت کے باوجود مشارکتِ اسمی ہوتے ہوئے بھی ایک بین فرق ہے جس کا ذکر آپ کو چند قدم چلنے کے بعد ملے گا۔

(۳) یہ گایتری برہماجی کی بیوی ہے۔ برہماجی کی بیوی برہما ہی سے پیدا ہوئی تھی اگر یہ فی الواقع عورت نہیں تو اس کا مطلب صاف ہے کہ برہماجی نے دعا مانگی اور اس دعا کا نتیجہ اور مقصد اس گایتری میں مذکور ہے۔

(۴) گایتری آریوں یعنی برہمنوں۔ چھتری اور ویش سب کی ماں ہے۔ ماں کی پوجا بھارت ماتا کی پوجا سے بڑھ کر ضروری ہے۔ پوجا کا حکم فرماں برداری کا مفہوم رکھتا ہے۔ ماں کی فرماں برداری میں تمھاری زندگی ہے اگر وہ تمھیں دودھ دے اور تم نہ پیو تو اس میں یقیناً تمھاری موت ہے اس کے بعد بھی عمر بھر یاد رکھو خدا نے تمھیں جان دی مگر اس کی حفاظت جب تک تم خود نہیں کر سکتے تھے تو ماں نے کی۔ اور انسان کا بچہ تمام جانداروں سے بڑھ کر ماں کا محتاج ہے پس بیٹے کو چاہیئے کہ وہ عمر بھر ماں کا شکر گذار رہے۔ مگر یہ گایتری تمھاری ماں کیسے بنی۔ اس نے تمھاری روحانی زندگی کا بندوبست کیا۔ اس کی نافرمانی میں تمھاری روحانی موت یقینی ہے۔

(۵) گایتری ویدوں کی ماں ہے۔ وید بہت بڑی بڑی کتابیں ہیں۔ ایک وید کے کئی کئی نسخے ہیں۔ رگوید کے ۲۱۔ یجر وید کے ۱۰۱۔ سام وید کے ۱۰۰۰۔ اور اتھرووید کے ۹ (مہا بھاشیہ) ہیں۔ ان میں سے رگوید کے ۲۔ یجر وید کے ۸۔ اور اتھرووید کے دو نسخے اب بھی ملتے ہیں ان میں ملاوٹ، اختلاف اور مفہوم سمجھنے میں دشواریاں ہیں۔ ہر آفت اور مصیبت سے بچنے کے لئے ماں کے پیروں کے نیچے پناہ لو۔ یہ تمھاری خیر خواہ ہے ایسے ہی جیسے ہر ماں اپنے بیٹے کی ہوتی ہے۔

(۶) اب سنو اور غور سے سنو۔ ویدوں کی ماں یا تمہاری اپنی ماں برہما جی اور برہما جی کی آکاش بانی اور آسمان کی بیٹی تمہیں کیا پیغام دیتی ہے۔

(۷) اس میں پہلا حرف تت ہے جس کے معنیٰ وہ ہیں جو ابھی دور ہے یا اس کے آنے کا وقت اور زمانہ دور ہے۔

(۸) سوتُر دوسرا لفظ ہے اس کے معنیٰ سورج ہیں۔ حرکت دینے والا۔ زندہ کرنے والا اس کی صفات ہیں مگر سوترا اور سورج میں فرق یہ ہے۔ سورج وہ جو طلوع ہو چکا اور غروب ہونے تک ہمارے سامنے ہے۔ سوتیا جو طلوع نہیں ہوا اور نہ ابھی ہماری آنکھوں نے اسے دیکھا۔ اس کے دیکھنے کی تمنا میں ہم آدھی رات کو اٹھ کر گاتے ہیں۔ یہی گایتری ہے۔ گایتری کا تعلق آدھی رات کو آنے والے سے ہے اس لئے قرآن مجید میں وہ طارق ہے۔

اسی طرح اگر گایتری لفظ کے حروف کو اس اصول کے مطابق جو نروکت (۱۲:۷) میں بیان کیا گیا ہے الٹا کیا جائے تو یہ "طارق" بن جاتا ہے۔ جہاں "گ" عربی حروف میں "ق" میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اگر ایک طرف گایتری کے معنیٰ آدھی رات کے بعد رات کا تیسرا پہر ہے تو دوسری طرف عربی زبان میں طارق کے معنیٰ رات کو آنے والے مسافر کے ہیں اسی وجہ سے یہ لفظ طارق خاص طور پر رات کو آنے والوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی وجہ سے ستارے کو بھی طارق کہا جاتا ہے کیونکہ وہ رات کو نکلتا ہے۔ غرض کہ دونوں الفاظ گایتری اور سوتیا کے مجموعی طور پر "رات کو آنے والے کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کو آدھی رات کے بعد تیسرے پہر آنا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ الطارق رات کو آنیوالے پیغمبر اسلام نبی کریم محمدؐ ہمیشہ رات کے اس پہر اُٹھ کر خدا تعالیٰ کی حمد گاتے تھے۔ گویا گایتری نہ صرف لفظی معنوں میں "الطارق" تھا بلکہ عملی طور پر بھی آپؐ بلا ناغہ ہمیشہ رات کے اس پہر اپنے بستر سے اُٹھ کر نیند سے بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری دیتے اور اس کی حمد کے گیت گاتے "سوتیا" جیسے آدھی رات کو نکلنا تھا اس کی دو اور صفات یا خصوصیات ہیں اول وہ جو حرکت دینے والا اور دوسرا وہ جو زندگی کو تیز کرنے والا۔

مگر زندگی دینے کے الفاظ سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ ایک زندگی تو تمہیں مل چکی مگر دوسری زندگی جو دوسرا جنم کہلاتی ہے وہ گایتری پڑھنے اور اس کا صحیح مفہوم سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے پیدا ہوگی۔ سوِتا وہ سورج جو طلوع نہیں ہوا۔ (نرکت ۱۲: ۱۲)

۹۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ سورج طلوع ہو کر دن بھر روشنی دے کر وہ زندگی پیدا نہیں کرتا جو سوِتا پیدا کرے گا؟ طلوع ہو کر غروب ہو جانے والا سوِیتا نہیں۔ یہ کوئی اور سورج یا کسی اور عالم کا سورج ہے۔ دونوں میں باوجود مشارکتِ اسمی تضاد معنوی ہے یہ سورج جو طلوع ہوتا ہے اور غروب ہو جاتا ہے یہ انسان کی عمر کاٹتا جاتا ہے۔ روزانہ طلوع و غروب ہو کر ایک ایک کرکے ہماری زندگی ایک دن ختم کر دیتا ہے اس لئے عربی اور عبرانی میں سین کہا جاتا ہے اور سین کے معنیٰ دانت یا دانتوں سے کاٹنا ہے انسان اور حیوان اپنے دانتوں سے کاٹتے ہیں لیکن دوسری چیزیں آری سے کاٹی جاتی ہیں۔ اور (SAW) کہلاتی ہیں سین فی الحقیقت وہی کاٹنے والی چیز ہے یا آری ہے جس کے دانت کسی اور طرز کے ہیں لیکن وہ سورج کاٹتا نہیں بلکہ ہمیشہ کی زندگی دیتا ہے وہ سوِتا کہلاتا ہے وہ جب افق عالم پر آئے گا تو پھر واپس نہیں جائے گا۔ جیسے (The land of no tomorrow) کہنا مناسب ہے وہ آج کو "کل" نہیں بناتا اور نہ ہماری زندگی پر ڈاکہ ڈالتا ہے اسے قرآن مجید میں سراجاً منیراً کہا گیا ہے شاید اس لئے بھی کہ اس کا نور دائمی اور ابدی ہے۔ قیامت تک دوسرا کوئی نبی اس کے بعد پیدا نہ ہوگا۔

(۱۰) گایتری کا تیسرا لفظ ورنیم ہے۔ سوِتا کے بعد اس لفظ کا آنا ضروری تھا اور اشد ضروری تھا کہ ایک چابی ہے اس پیشگوئی کو سمجھنے کے لئے۔ ورنیم کے معنیٰ ہیں منیرا روشنی دینے والا اور سراجاً منیراً کے معنیٰ ہیں (Light giving sun) مگر کمال کی بات یہ ہے کہ ورنیم کو ذرا الٹا کر دیکھئے کہیں یہ منیرا ہی تو نہیں کیونکہ عربی اور سنسکرت میں رشتہ دائیں اور بائیں ہاتھ کا رشتہ ہے۔ لوگوں نے دونوں کو ایک دوسرے کے دشمن بنا رکھا ہے مگر عبدالحق یہ کہتا ہے کہ دونوں زبانوں میں صدہا الفاظ ایسے ہیں جو

دائیں ہاتھ سے بائیں کی طرف جاؤ تو عربی ہیں مگر اس لفظ کو بائیں سے دائیں پڑھو تو سنسکرت ہیں۔ دونوں ہاتھوں میں بھائیوں کا ایسا رشتہ ہے کہ ٹوٹ نہیں سکتا۔ سندھ وبھائی جل پانی کو کہتے ہیں مگر ہمارے یہاں لج ہے۔ وہ شرہ کہتے ہیں ہمارے یہاں راس۔ وہ باو بولتے ہیں ہمارے یہاں داب کہتے ہیں وہ مبشرہ لکھتے ہیں ہم شمبرہ پڑھتے ہیں۔ وہ تک (کاٹنا) اور ہم قط۔ ہم مسار شام لکھتے ہیں وہ سائم پڑھتے ہیں۔ ہم دن کو نہار پڑھتے ہیں وہ آہن پڑھتے ہیں ہم عین کہتے ہیں وہ نین کہتے ہیں۔ ہم نے کہا اَثم انھوں نے کہا اھہ کیونکہ وہ سا نہیں بول سکتے اور عین پڑھتے ہیں۔ انھوں نے ہمارے قنب کو بنگ یا بھنگ کہا پس لفظ سوِ تا کے بعد ورنیم ایسا ہی ہے جیسے سراجًا منیرا۔ ہم کہتے ہیں نوحؑ کے زمانے میں طوفان آیا وہ کہتے ہیں منو کے زمانہ میں آیا۔ وہ کہتے ہیں منو نے اپنی کشتی پہاڑ پر مچھلی سے باندھی۔ ہم کہتے ہیں جُودی پہاڑ پر جا ٹھہرائی۔ آپ دعا کیجئے کہ مجھے اللہ تعالیٰ ایسی ہی ایک نعت لکھنے کی توفیق دے کہ دایاں اور بایاں ہاتھ دونوں مل کر ایک دوسرے سے مصافحہ کریں۔

(۱۱) گایتری کا چوتھا لفظ "بھرگہ" ہے جو ہمارے یہاں برکت اور تقدس کا مفہوم رکھتا ہے۔ سورج کا ایک کام جہاں روشنی دینا ہے وہاں اس کا دوسرا کام گند دور کرنا بھی ہے۔ گندے اور دشمنِ زندگی جراثیم تاریکی میں بڑھتے اور اپنی تباہ کاریاں تیز ترکرتے ہیں۔ " آہنسا پرمودھرما" کا یہ مفہوم کہ ان جراثیم کو ہلاک نہ کیا جائے ایک غلط مفہوم ہے۔ یہ جراثیم نسلِ انسانی کو جس کثرت سے موت کے گھاٹ اتارتے ہیں شیر، چیتا، بھیڑیا اور سانپ مل کر اس قدر تباہی نہیں لاتے۔ شاستر اور قانون کے مطابق ہنسا جرم نہیں بلکہ نیکی اور ثواب کا کام ہے۔ نیّرِاعظم ہر قسم کے گند اور جراثیم کو دن بھر ہلاک کرتا رہتا ہے تقدس اور تزکیہ بھی اس کا نام نہیں کہ گناہ بڑے سے بڑا کرلیا اور گایتری مالا پر جپ لو اور تسبیح پر "یا قدوس" کی رٹ لگا لو اور یہ سمجھ لو کہ گناہ معاف ہوگیا۔ سچ مذہب گناہ سے انتہائی نفرت پیدا کرکے جراثیم گناہ کو ہلاک کرتا ہے۔

(۱۲) دیو سیلہ - پانچواں لفظ دیوتا کا کے معنیٰ دیتا ہے۔ یہ وہ سراجاً منیرا ہے جس کی برکت اور فیضان دائمی ہے کسی ایک زمانہ سے خاص نہیں۔ اگرچہ اس کی آمد اور بعثت کا زمانہ بعد میں ہے مگر اس کا نور گذشتہ کے گندا ور گندے خیالات یا یوں سمجھو گذشتہ بزرگ ہستیوں سے متعلق جو الزامات مذہبی علماء نے پھیلا رکھے ہیں وہ موجودہ لوگوں پر یہ اثر ڈالتے ہیں کہ جب ہمارے رشی، منی، پیغمبر اور نبی گناہوں سے نہ بچ سکے تو ہم کیسے بچیں گے اور انسانی دل کے اندر یہ خیال گناہ کے متعلق ذاتی ذمہ دار کو کمزور کر دیتا ہے۔ اس سراجاً منیرا کا احسان تمام مذاہب پر یہ ہے کہ قرآن مجید تمام انبیاء کو گناہ سے بَری ٹھہراتا اور انھیں معصوم قرار دیتا ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ بائیبل اپنے ہی انبیاء پر گندے الزامات تھوپتا ہے۔ ایسے خوفناک گناہ کہ ایک معمولی آدمی بھی وہ گناہ کرنے سے ہچکچاتا ہے۔ لیکن بائبل نے وہ گناہ حضرت موسیٰؑ، حضرت ابراہیمؑ حضرت لوطؑ، حضرت نوحؑ، حضرت داؤدؑ، اور سلیمان علیہم السلام اور یعقوب علیہ السلام پر تھوپ دیئے ہیں لیکن قرآن مجید سب کو اس سے بَری قرار دیتا ہے۔ انبیاء بنی اسرائیل کو ان گناہوں سے بَری محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرایا ہے۔ ہندو بھائی جہاں برہماجی کو تمام دیوتاؤں کا سردار مانتے ہیں اور ان پر ویدوں کا نزول ہونا مانتے ہیں وہیں ان پر اپنی ہی بیٹی پر عاشق ہو کر اس کے پیچھے دوڑنے کا قصہ بھی بیان کرتے ہیں۔ شری کرشنا کو وہ خدا کا اوتار مانتے ہیں لیکن انکے بارے میں ہندو یہی کہتے ہیں کہ وہ رادھا کی محبت میں گرفتار تھے اور گوپیوں اور گوالنوں کے ہمراہ رنگ رلیاں مناتے تھے۔ محمد الرسول اللہؐ وہ مقدس انسان ہیں جو تمام انبیاءؑ کو گناہ سے معصوم ٹھہرا کر ان کو حقیقی عزت کے مقام پر کھڑا کرتے ہیں چونکہ دیوتا کا مفہوم ہی گناہ سے پاک ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ مصر کی عورتیں یوسفؑ کو دیکھتے ہی پکار اٹھیں۔ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۳۱:۱۲ یہ عام انسانوں سے بڑھکر ایک معزز دیوتا ہے۔

(۱۳) اس کے بعد گایتری میں آتا ہے "دہی مہی"، جو مہدی کا مقلوب اور مترادف ہے اس کے ترجمہ میں اختلاف آراء ہے۔ دہی کے معنیٰ ہیں دھیان اس لئے بعض ترجمہ کرتے ہیں ہم دھیان کرتے ہیں Meditate. بعض کہتے ہیں اس کے معنیٰ بڑی عقل اور حکمت و دھیان لگانا اور خاموشی کے ساتھ کچھ سوچنا۔ یہی معنیٰ مہدی کے ہیں۔ اسم

کے معنی اگر بڑی عقل اور حکمت لئے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بعض باتیں دل کو اچھی لگتی ہیں لیکن ان کے اندر حکمت اور دانائی نہیں ہوتی۔ وعظ اور اُپدیش کبھی کبھی دل پذیر ہوتا ہے لیکن الفاظ کی رنگینی میں حکمت کی شیرینی نہیں ہوتی۔ کامل مصلح اور ہادی ہمیشہ ہاں کہنے والا ... (Yes man) نہیں ہوتا۔ جہاں وہ بہت سی باتوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے۔ وہاں کئی باتوں سے روکتا بھی ہے اور مبشر کے ساتھ نذیر بھی ہوتا ہے۔ حکمت اور دانائی اسی کا نام ہے کہ لوگوں کو بُرے کاموں کے انجامِ بد سے ڈرایا جائے۔

(۱۴) آخری جملہ کے الفاظ میں دھیونہ، ہماری عقل اور خیال کو یو دوہ) پرچودیات (تیز کرے یا پاک کرے)

منتر کی اس لفظی تشریح کے بعد اب اس پر مجموعی طور پر اس پر نظر ڈالی جائے یہ بتایا جا چکا ہے کہ گایتری ویدوں کی ماں ہے اور ہندوؤں کی بھی ماں ہے۔ گایتری کے بیٹوں کو غور سے ماں کی بات سننا چاہیئے۔

(۱) جب ماں کے بیٹوں میں کوئی جھگڑا تنازعہ ہو جائے تو اس کی ماں کے حکم اور فیصلہ کے سامنے اپنی گردن جھکا دینی چاہیئے۔

(۲) جب وہ ماں کی دعا اور آگیا سے ہندو بنتے ہیں یعنی گایتری کے بغیر ہندو ہو ہی نہیں سکتے تو ماں کی نافرمانی سے ہندو کیسے رہ سکتے ہیں۔

(۳) اس ماں کی فرماں برداری میں ماں کا نہیں بلکہ تمھارا اپنا بھلا اور سلامتی ہے

(۴) گایتری ماتا تمھاری ہدایت کے مطابق آسمان سے اتری ہے اور سب کے باپ برہماجی کی یہ بیوی ہے اس کا حکم ماننا اپنے ماتا اور پتا دونوں کا حکم ماننا ہے۔

(۵) جیسے ماں کا دودھ پئے بغیر بچہ کی زندگی محال ہے۔ گایتری کے بغیر تمھاری آتمک زندگی ناممکن ہے۔

(۶) یہ کہنا عقل کی بات نہیں کہ گایتری کا مطلب سمجھے بغیر ہماری مُکتی اور نجات ہو جائے گی۔ ڈاکٹر کا نسخہ یعنی کاغذ کا پرزہ سر پر ملنے اور پیٹ پر رگڑنے سے یا دوائی کا نام

زبانی رٹنے سے بیماری دور نہ ہوگی جب تک ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق دوائی استعمال نہ کروگے۔ یہ کہنا کہ اس کے جاپ سے محض پاپ کی سزا سے انسان چھوٹ سکتا ہے۔ اگر ایسا ہو سکتا تو سب ڈاکو ڈاکے مارتے قتل کرتے اور صرف ایک سطر کی گایتری رٹ کر کبھی پکڑے نہ جاتے اور سزا نہ پاتے۔

(۷) پس گایتری کا مطلب سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

(۸) گایتری نام اور اس کے دیوتا سوِتا کے نام سے ظاہر ہے کہ وہ روز نظر آنے والا سورج کا نام نہیں یہ وہ سورج ہے جو ابھی طلوع نہیں ہوا تھا۔ یعنی وید کے زمانہ میں۔

(۹) سورج جو تم روز دیکھتے ہو۔ یہ پرماتما کا بنایا ہوا ہے۔ یہ کسی کو پرماتما کے حکم کے بغیر کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ اگر دے سکتا تو پنڈت لوگ ساری دنیا کی دولت اپنے گھر میں جمع کر لیتے مگر پنڈت لوگ ہی دوسروں کی کمائی پر جیتے ہیں۔

(۱۰) سورج اور چاند کی پوجا نہ کرو۔ اس کرتا اور خالق کی جس نے ان کو بنایا یہ عقل کی بات یا عقل کو تیز کرنے والی بات اس نے بتائی ہے جس کا گایتری میں ذکر ہے یعنی سوِتا ورنیم اور سراجاً منیرا (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۱۱) گایتری میں پنڈت لوگ جو گڑبڑ کرتے ہیں اور سورج پرستی سکھاتے ہیں۔ یہ بات سو فیصدی غلط۔ گایتری میں ہرگز ہرگز اس سورج کی پوجا کا ذکر نہیں۔

(۱۲) گایتری منتر میں نہ سورج سے دعا ہے اور نہ اس کی روشنی سے۔ بلکہ اس سوِتا کا ذکر ہے جو روحانی سورج ہے جس سے انسان کی ساری اور ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنے کے گر بتائے ہیں۔ اور وہ اس سورج کا نور یعنی قرآن مجید ہے۔

(۱۳) ویدوں میں پنڈت لوگوں نے بے شمار منتر اپنے من کے گھڑ کر ملا دیئے ہیں ہر ہندو کو یہ چاہیئے کہ وہ اپنی ماتا گایتری کی بات غور سے سنے اور سمجھے اور اس پر عمل کرے۔

(۱۴) سورج جو تم روز دیکھتے ہو یہ ہماری عمر روز بروز گھٹاتا چلا جاتا ہے

لیکن وہ روحانی سورج ہمیشہ کی زندگی دینے کے لئے آیا اور اس نے ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنے کا راز یہ بتایا کہ پرماتما سے آدھی رات کو اٹھ کر لَو لگاؤ۔

(۱۵) اب شاید تم یہ پوچھو گے کہ وہ روحانی سورج کب نکلا؟ وہ کون ہے؟ کہاں پیدا ہوا؟ اس کے نشانات وید، شاستروں اور کتب مقدسہ میں کیا کیا ہیں؟

یہ ایک نہایت وسیع مضمون ہے مگر میں اس کا یہاں نہایت مدلل اور مختصر جواب دوں گا۔ پہلا سوال اس روحانی سورج کے آنے کا وقت کیا ہے؟ یہ بتایا جا چکا ہے کہ وہ آدھی رات یا اس کے بعد طلوعِ آفتاب سے بہت پہلے آنے والا تھا کیونکہ اس کا نام سوِتا ہے وہ دن کو نکلنے والا سورج نہیں بلکہ رات کو نکلنے والا سورج ہے مگر کیا فی الواقع وہ آدھی رات کو آیا۔ یا آنے والا تھا۔ سنو وید کیا کہتا ہے۔

" نہایت حکمت والا وہ ہے جو پنیوں کے دروازے توڑ کر ہمارے لئے روشن سورج (سراجًا منیرا) نکال کر لایا جو بیشمار لوگوں کو خوراک (روحانی غذا) دیتا ہے۔ فرخندہ اور ہادیٔ نسلِ انسانی۔ بہی خواہ اور دلی دوست، رات ابھی تاریک تھی کہ وہ نکل آیا۔"

(رگوید منڈل ۷ سوکت ۹ منتر ۲)

اِس منتر میں پنی سے مراد (بنیئے) بنی اسرائیل ہیں جنھوں نے وحی اور رسالت کو اپنے گھر میں بند کر رکھا تھا جن کے متعلق نرکت ۶: ۲۶ بتاتا ہے کہ وہ ہمیشہ نفع دیکھنے والی سُود خور قوم ہے۔ یہ بنی اسرائیل (بنیئے) خیال کرتے تھے کہ ہماری قوم کے باہر نبی نہیں آسکتا مگر اس دانا غالب، حکمت والے نے ان کے گھر کے دروازے توڑ دیئے اور سورج کو نکال لایا۔ منتر کا ایک ایک لفظ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بیان کر رہا ہے۔

स सुक्रतुर्यो वि दुरः पणीनां पुनानो अर्कं पुरुभोजसं नः।
होता मन्द्रो विशां दमूनास्तिरस्तमो ददृशे राम्याणाम् ॥२

Most wise is He who, forcing doors of Panis, brought the bright sun to us who feedeth many. The cheerful Priest, men's friend and home-companion, through still night's darkness he is made apparent.

یہ لیلۃ القدر میں طلوع ہونے والا سراجًا منیرا تھا شاید کسی کے ذہن پر بھی ضد ہو کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کوئی اور [illegible] اور [illegible] منی ہے تو انجیل کی زبان میں اسی بات کو دوبارہ سنئے۔ مسیح کو وید کے ان منتروں کا کوئی علم نہ تھا مگر وہ اسی کو زیادہ الفاظ میں بتاتا ہے جناب مسیح فرماتے ہیں:۔

"خبردار رہو کہ تم نہیں جانتے کب گھر کا مالک آتا ہے۔ شام، آدھی رات، یا مرغ کے اذان دینے کے وقت یا صبح کے وقت۔ ایسا نہ ہو کہ وہ آکر سوتا پائے اور جو کچھ میں تم سے کہتا ہوں وہ سب سے کہتا ہوں۔ جاگتے رہو"

جاگتے رہو کے الفاظ صاف بتاتے ہیں کہ وہ آدھی رات کے بعد آنے والا ہے کیونکہ دس کنواریوں کی تمثیل میں اس کا آنا آدھی رات کو بتایا گیا ہے۔

"آدھی رات کو ایک شور اٹھا خبردار دولہا آتا ہے۔ باہر جا کر اس کا استقبال کرو۔"

(متی [illegible])

مسیح نے اپنی قوم کو ہوشیار کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ ان کے بعد آنے والا نبی ہے اور ایسے وقت آنے والا ہے جب وہ سوئے ہوئے اور غافل ہوں گے۔

مرغ کی اذان سراجًا منیرا کے آنے کا اعلان ہے

بعض باتیں نہایت عجیب ہیں۔ شہد کی مکھی اور ان کی [illegible] کی پوری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور کام اور آپ کے صحابہ کی [illegible] شہد کی مکھیوں اور ان کی حکمت و محبت کی ہو بہو داستان ہے جس میں مکھیاں پالنے والے علماء بیان کرتے ہیں۔ مرغ کی اذان یا بانگ ابھی میں نے آپ کو جناب مسیح کے حوالے سے بتایا آنے والے گھر کے مالک کے آنے کا نشان ہے۔ مرغ کو کون سی چیز مجبور کرتی ہے کہ وہ آدھی رات کے بعد یا رات کے تیسرے پہر اٹھ کر بانگ دینا شروع کر دیتا ہے۔ دنیا بھر کے شعراء اسے

سورج کا بشر سمجھتے ہیں کہ وہ سورج کے آنے کی خوشخبری دیتا ہے۔

شعراء کی باتوں پر شاید اتنا یقین نہ کیا جائے تو جیسا انجیل نے مرغ کی اذان کو گھر کے مالک کے آنے کا وقت قرار دیا ہے۔ ویدنے بھی۔

یجروید کے پہلے ادھیائے کے سولہویں منتر میں بھی یہی کہا گیا ہے

"ککٹو اسی مدھوجیوا اِشم اُرجام۔اودھو"

جس کے معنی یہ ہے کہ تم ایک مرغ ہو۔ میٹھی زبان کے حامل ہمارے لئے بارش اور اور اناج کے لئے پکارو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مرغ کی اذان اس وقت کی خوشخبری دیتی ہے جب کہ آسمان کی برکتوں کی بارش زمین پر ہوگی گویا "کراکوہ سوتر" یعنی مرغ سوتا دیوتا کا ہے کیونکہ وہ سورج کے آنے کا وقت بتاتا ہے (نرکت ۱۲: ۱۳) گویا مرغ کی اذان یا بانگ کے وقت سوتا آئے گا۔

پطرس جسے عیسائی کلیسا کی چٹان کہا جاتا ہے نے مرغ کی اذان سے پہلے تین دفعہ مسیح کا انکار کیا تھا۔ اس کا مطلب تمثیل کے پیرائے میں پیشگوئی کرنا تھا کہ عیسیٰ کی کلیسا اپنی تین مذہبی کانفرنسوں میں مسیح کا یا مسیح کے سچے عقائد کا انکار کرے گی اور اس کی صحیح تعلیمات کو ٹھکرا دے گی اور پھر وہ محمدؐ جو سراجاً منیرا ہے اس کا انکار اور اس کی مذمت جاری رکھے گی۔

حالانکہ آپؐ کی آمد کے بارے میں بلاشبہ حضرت مسیحؑ نے اپنے انجیل کے ذریعے خوشخبری سنائی تھی مگر بالآخر جیسے پطرس سخت رویا اور توبہ کی۔ اس طرح مسیح کے پیرو عیسائی بہت دنوں تک انکار کرنے کے بعد رو رو کر افسوس کریں گے۔ پچھتائیں گے اور سراجاً منیرا محمدؐ پر ایمان لائیں گے۔ جو درحقیقت تمام مذہب عالم کے لئے ایک چٹان ہے۔

دوسرا سوال سراجاً منیرا کا ظہور کب ہوگا؟ اور اس کا مصداق کون؟

سراجاً منیرا کے آنے کا وقت رات کا وقت ہے مگر کتنے سالوں کے بعد وہ آئے گا

جناب مسیحؑ اور وید کے یہ الفاظ کہ وہ سوتا رات کے تیسرے پہر آئے گا قابل غور ہیں۔ الہامی نوشتوں میں ایک دن ہزار برس کا کہلاتا ہے اس کے حوالجات تذ نداِ وستا۔ بائیبل اور ہندو شاستروں کی رو سے ہم دوسری جگہ دے چکے ہیں۔ ۱۰۰۰ برس کا دن آدھی رات تک ۵۰۰ برس اس کے بعد سراجاً منیرا کے ظہور کا وقت ۵۷۱ یا ۶۰۰ برس ہیں۔ ۵۷۱ میں آپ کی ولادت ہوئی ۴۰ برس بعد آپ کو سراجاً منیرا کے مقام پر کھڑا کیا گیا اور یہ مسیح کے ۶۱۱ برس بعد کا وقت ہے اور اس وقت صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سراجاً منیرا کا خطاب دیا اور اس بلند مقام پر آپ کو کھڑا کیا اور یہی وہ ہستی ہے جو اس آدھی رات کے وقت بستر سے اٹھ کر ایک تنگ اور تاریک غار کے اندر ساری دنیا کی گمراہی پر خدا کے حضور روتی اور ان کی ہدایت کے لئے گریہ وزاری کرتی تھی۔

تیسرا سوال وہ کہاں پیدا ہوگا؟

وید کا ایک منتر جو گایتری منتر کی تشریح کے دوران میں درج ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے

" خوب بھری ہوئی سرسوتی کی چھاتی جو سب کو نظر آ رہی ہے ہم مانگتے ہیں اس سے بہادر اولاد اور کھانا "

پروفیسر گرفتھ کا ترجمہ ہے۔

May we enjoy Sarswati's breast all beautiful, that swells with streams. May we gain food and progeny.

(رگوید منڈل ۷۔ سوکت ۹۶ منتر ۶)

ہمارے ترجمہ میں اور گرفتھ کے ترجمہ میں بالکل معمولی اختلاف ہے لیکن مفہوم اور مطلب ایک ہی ہے کہ سرسوتی کے دودھ بھرے پستانوں سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بہادر اولاد دے۔ یہ دودھ بھری چھاتی مکہ معظمہ ہے جسے قرآن مجید میں ام القریٰ تمام دنیا کی قوموں کی ماں کہا گیا ہے جو توحید کے خالص دودھ کی ندی سے تمام دنیا کو سیراب کرتی ہے (وید ماتا کی طرح صرف برہمن، چھتری اور ویش کو ہی دودھ نہیں دیتی) بلکہ اس کی چھاتی اتنی بڑی ہے کہ وید کہتا ہے:۔

"وشودرشٹہ"

سارے جہان کو نظر آرہی ہے اور سارا جہان اُس کی گود میں بیٹھا دودھ پی رہا ہے۔ یہ سرسوتی ندی بھارت کی ندی نہیں اور نہ یہاں کہیں نظر آتی ہے۔

اب رہی دعا کہ ہمیں بہادر بیٹے اور بافراغت روحانی کھانا اسی ماں سے مل سکتا ہے ایسے بہادر بیٹے جو اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے کیونکہ انھوں نے توحید کا خالص دودھ پیا ہے مشرک کا دل پتہ کھڑکا اور دل دھڑکا۔ موحد کا دل اللہ کے سوا کسی سے نہیں کھٹکا۔

خلاصۂ بحث

(۱) گایتری ہندو دھرم کا لبِ لباب ہے اور ویدوں کا جوہر جس کے بغیر ایک ہندو ہندو ہو ہی نہیں سکتا

(۲) لیکن پنڈتوں کا سنسکرت لغت کی بنا پر دعویٰ ہے کہ اس کا مفہوم ناقابلِ فہم ہے۔

(۳) اس لئے وہ اصلی عبارت میں ۴ لفظ کا اضافہ کرتے ہیں[1] یعنی اوم - بھور - بھوا - اور سواہ تاکہ اس کے معنیٰ قابلِ فہم بن جائے۔

(۴) گایتری کے حروف کو الٹا جائے تو "رتری گائے" کا لفظ بنتا ہے جو دراصل عربی زبان کا لفظ طارق ہے جس کے معنیٰ رات کو آنے والا جو قرآن مجید میں محمدؐ ایک نام ہے۔

(۵) چونکہ سوِتا سورج کا نام ہے جو نصف شب کو ظاہر ہوتا ہے اس لئے یہ صبح کے وقت طلوع ہونے والا سورج تو نہیں ہو سکتا۔ دراصل یہ وہ روحانی سورج ہے جو روحانی اندھیرے کے وقت طلوع ہوا۔

(۶) گایتری کے لفظ جو کہ "تری گائے" یا طارق اور سوِتا جو رات کو ظاہر ہونے والا سورج ہے ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔

(۷) سوِتا کے بعد "وری نیام" کا لفظ آتا ہے جسے الٹانے سے منیرا کا عربی لفظ بنتا ہے اور سراجاً منیرا بھی محمدؐ کا ایک صفاتی نام ہے۔

(۸) اس کے بعد لفظ بھرگو آتا ہے۔ سنسکرت کا لفظ "بھرگہ" عربی کا لفظ برکت ہے جس کے معنی ہیں برکت والا اور پاک اور یہ بھی محمدؐ کی ایک صفت ہے۔

---

[1] رگوید ۳-۶۲-۱۰- اور یجروید ۳-۳۵- میں "اوم - بھور، بھوا - سواہ" نہیں ہے اور یجروید ۳۶: ۳ میں اوم نہیں ہے

(۹) سوِتا وہ ہے جو حرکت عطا کرتا ہے اور زندگی میں تیزی لاتا ہے۔ یہ بھی محمدؐ کی ایک صفت ہے۔ قرآن میں آپ کے مطابق فرمایا گیا ہے وہ تمہیں بلاتا ہے تاکہ تمہاری زندگی میں تیزی پیدا کرے (۸ - ۲۴)

(۱۰) اسے دیوتا کہا گیا ہے۔ دیوتاؤں کا سردار۔ پاکوں میں سب سے پاک جس نے تمام انبیاء کی پاکیزگی کی تصدیق کی۔

(۱۱) جس نے اقوام عالم کو ہر قسم کی شرک کی آلودگیوں سے پاک کیا اور انھیں توحید کی چٹان پر مضبوطی سے قائم کیا۔ حکمت کا حامل معلّم جس نے دنیا کو بت پرستی، کواکب پرستی، شمس پرستی کی گندگی سے نکالا اور خدائے واحد پر ایمان کامل لانے کا بلند سبق سکھایا۔

(۱۲) ویداور بائبل دونوں اس ادیانِ عالم کا موعود جو کہ نصف شب سے کچھ ہی دیر بعد کا وقت ہے کے آنے کی نشاندہی کی ہے۔

(۱۳) ویدوں کے رشی اور حامل انجیل حضرت مسیح نے آپس میں مشورہ کے بعد نہیں بلکہ خدائے تعالیٰ سے وحی پاکر) دنیا کو اس وقت کی اطلاع دی۔

(۱۴) وید اور بائبل دونوں ہمیں سبق دیتے ہیں کہ مرغ کی بانگ روحانی سراجًا منیرا کی بشارت دیتی ہے۔

(۱۵) حضرت نبی کریم محمدؐ کی آمد کو لیلۃ القدر کہا گیا ہے جس میں فرشتے اور روح صبح کا اُجالا ہونے تک وحی الٰہی اُتارتے ہیں۔

(۱۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد نصف رات یعنی چھ سو گیارہ سال بعد (ایک دن ہزار سال کے برابر سمجھا گیا ہے) سراجًا منیرا کے وقت کی آمد کا اندازہ کیا گیا تھا۔

(۱۷) ویدوں میں سرسوتی کا ذکر ہے جو ایک ندی ہے جس سے دنیا روحانی دودھ کا ذخیرہ حاصل کرے گی۔ سرسوتی نام کی کوئی دریا ہندوستان میں موجود نہیں اس کا وجود صرف پنڈتوں کے تخیل میں ہے۔ سرسوتی دراصل ایک دریا یا سرچشمہ ہے جس میں تمام دنیا کے دریا آملتے ہیں اور یہ ندی قرآن مجید ہے جس میں تمام مذاہب کی الہامی کتابوں کو جمع کیا گیا ہے۔ لفظ سرسوتی اور لفظ قرآن لغت کے رو سے ہم معنی ہے یعنی دریا جس میں تمام روحانی بارش کا پانی جمع کیا گیا ہو۔

(۱۸) اس سرسوتہ یا سرسوتی کی امتیازی خصوصیت ویدوں میں بیان کی گئی ہے کہ یہ "وشودرشٹہ" ہے یعنی تمام دنیا نے دیکھا اور ادراک کیا ہو لیکن سرسوتی ندی کو نہ تو کسی نے دیکھا ہے نہ ادراک کیا ہے۔

(۱۹) الغرض گایتری میں جو ویدوں کی ماں ہے اس سراجاً منیرا کی تعریف اور بشارت سے جیسے رات کو آنا یعنی جب کہ تمام اقوام عالم جاہلیت کے اندھیرے میں مبتلا تھی ۔ وہ رات ہی کو آیا اور اس نے اپنے ساتھ دودھ کا وہ نادر اور قیمتی خزانہ لایا ۔ جو تمام اقوام عالم کے مقدس ۔ الہامی کتابوں یعنی وید ۔ توراۃ ۔ ژند اوستا ۔ اور انجیل وغیرہ کا نچوڑ تھا ۔ جس نے توحید الٰہی اور نبوت کا ایسا عمدہ اور اعلا سبق پڑھایا کہ آریوں اور بنی اسرائیلیوں کو بھائی بھائی بنا دیا ۔ اور تمام ادیانِ عالم کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا ۔ درحقیقت یہ سراج منیر ہی کی روشنی ہے جو ہر قسم کے اندھیروں کو رفع دفع کرتی ہے اور یہ گایتری ہے جو نسل انسانی کو جلا بخشتی اور نسلِ انسانی کو اپنی باہمی چپقلشوں اور جھگڑوں کی آلودگیوں سے پاک کرتی ہے۔

رحمۃ اللعالمین کے متعلق مہاتما بدھ کی بیّنات

یٰاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا

النسآء (۴ : ۱۷۴)

اے لوگو یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے برہان آچکی ہوئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف (حق اور باطل) کو واضح کر دینے والا نور (میتیہ بدھ) نازل کیا ہے مہاتما بدھ جو ہندوستان کی ایک مایۂ ناز ہستی ہے اور بحیثیت ایک اعلےٰ معلم اخلاق ایشیا کا نور کہلاتا ہے وہ نور جس نے ہندوستان میں مذہب کے نام پر شائع ہونے والی ظلمتوں اور جہالتوں کو پاش پاش کر دیا آج سے کم وبیش ۲۶۰۰ برس پہلے شمالی ہند کے علاقہ نیپال میں کپل وستو نامی ایک مقام پر پیدا ہوا۔ بدھ اعتقاد کے مطابق یہ بعثت بدھ کی آخری بعثت تھی۔ اس سے پیشتر کئی ایک اور بدھ بھی مقررہ وقت پر دنیا میں پیدا ہوتے رہے ہیں۔ آپ کا والد جس کا نام سدھودن تھا خاندان ساکیہ کا راجہ تھا اور آپ کی والدہ کا نام مایا دیوی تھا۔ سلسلہ نسب چونکہ ویدوں کے کشتری رشی گوتم تک پہنچتا تھا۔ اس لئے بدھ کا نام ساکیہ منی گوتم یا ساکیہ سنگھ بھی مشہور ہے۔

بدھ نام کی وجہ تسمیہ

بُدھ زبان سنسکرت کا لفظ ہے جس کے معنی بیدار، ہوشیار، دانا، روشن اور نور وغیرہ ہیں۔ یا وہ انسان کامل جس نے حق اور صداقت کی معرفت حاصل کر لی ہو اور دنیا کی ساری تاریکیوں سے باہر نکل آیا ہو۔ زبان پارسی میں بیدار، ژندی میں بود، یونانی میں بود . . . . اس لفظ کے مترادفات ہیں در اصل یہ لفظ عربی کے لفظ بعث یا بعثت سے نکلے ہیں۔ خود قرآن مجید میں ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ (۶۲:۲)

اس نے اَن پڑھوں میں سے ایک رسول اٹھا کھڑا کیا۔

بُدھوں کی اصطلاح میں یہ کسی خاص شخص کا نام نہیں بلکہ ایک خطاب ہے جو ہمیشہ ایک ایسے شخص کو ملتا ہے جو تاریکیوں سے نکل کر روشنی میں آگیا ہو اور وہ دوسروں کو ظلمت سے باہر بلا رہا ہو اس لئے ساکیہ منی گوتم سے پہلے بھی بدھ ہو چکے ہیں اور آپ کے بعد بھی آمدِ بُدھ کی پیش گوئی موجود ہے زبان عربی کا لفظ بعث بطور مجاز و استعارہ اور حقیقت ہر لحاظ سے بُدھ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بُدھ کے ساتھ پہلی مماثلت معنوی مماثلت ہے جیسا کہ کہا جا چکا بُدھ کے معنی بیدار اور ہوشیار ہیں۔ اللہ تعالے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ۔ (۶۲: ۲)

اللہ تعالے نے اَن پڑھوں میں سے ایک رسول کی بعثت فرمائی اُٹھا کھڑا کیا یا پیدا کر دیا۔"

۲۔ بُدھ کے دوسرے معنی ہیں نور اور روشن اس کے مطابق محمد رسول اللہ کے حق میں فرمایا گیا

رَسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ مُبَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ (۶۵: ۱۱)

وہ ایک رسول ہے اللہ تعالے کے کھلے اور روشن احکامات تم پر پڑھتا ہے۔ تا وہ ایمان لانے والوں اور عمل صالح بجا لانے والوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف نکال لائے قرآن مجید کی اس آیت کو مہاتما بدھ کے الفاظ میں پڑھیے بُدھ مذہب کی کتاب مجھیم نکایا سُتا ۶۳ بُدھ کا ایک قول نقل کیا گیا ہے۔

"میں نے دکھ پر روشنی ڈالی ہے اور اس سے باہر آنے پر روشنی ڈالی ہے۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔ وہ راستہ جو دُکھ سے نجات دیتا ہے اُس پر روشنی ڈالی ہے کیونکہ یہ انسان کے لئے سودمند ہے یہ مذہب کی اساس اور اصل ہے۔"

۳۔ بُدھ کے تیسرے معنی حق اور صداقت کی کامل معرفت والا انسان ہیں۔ قرآن شریف میں اللہ تعالے فرماتا ہے۔

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (۱۷: ۸۱)

کہہ دو حق اور صدق آ گیا ہے اور باطل بھاگ گیا ہے اصل میں باطل بھاگنے والا ہی ہے
لفظ بُدھ کے ان تین معنوں کے لحاظ سے آنے والا بُدھ یا ساکیہ منی گوتم بُدھ کے ساتھ معنوی مماثلت رکھنے والا رسول صرف محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۱۔ تمام دنیا کے لوگوں کو غفلت کی نیند سے بیدار کرنے کے لئے وہ ایک رسول تھا۔ جو مبعوث کیا گیا بُدھ بنایا گیا۔

۲۔ نسلِ انسانی پر چھائی ہوئی تاریکیوں اور ظلمتوں میں وہ ایک نور تھا۔ جو مخلوق خدا کو روشنی کی طرف نکال لایا۔

۳۔ وہ حق و صداقت کا ایک پیکر مجسم تھا۔ جس نے باطل کے بادلوں کو پاش پاش کر دیا۔
مہاتما بُدھ کے بعد مسیح اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو ہی رسول تھے۔ مگر مسیح نے خود آنے والے رسول کو روحِ حق قرار دے کر یہ فیصلہ کر دیا کہ بُدھ کی پیشگوئی مسیح کیلئے نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں تھی (دیکھو یوحنا ۱۶ : ۱۳)

مہاتما بُدھ کے سوانح حیات اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (۲۶ : ۳)

(اے محمدؐ" شائد تو اپنے آپ کو ہلاک کر دے گا کہ لوگ ایمان نہیں لاتے") مہاتما بُدھ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے ایک والئے ریاست کے فرزند تھے ان کی زندگی کا خلاصہ ذیل کی سات باتیں ہیں۔

۱۔ زمانہ شہزادگی میں انسانی زندگی کے تین حسرتناک پہلو بوڑھاپا۔ بیماری اور موت کو دیکھ کر ان کا دل دنیا کی دلچسپیوں سے سرد ہو گیا۔ اس کے اندر ہمدردی اور رحم کے جذبات نے جوش مارا۔ شاہی بستر، بیوی بچہ اور راحتِ جسمانی کو ترک کر کے دکھ کا علاج معلوم کرنا چاہا ابتداً سب مجاہدے اس کے لئے بے کار ثابت ہوئے۔ مگر مخلوق خدا کی ہمدردی کی وہ سچی تڑپ جو اس کے دل کے اندر موجود تھی۔ اس کے استقبال کے لئے اللہ تعالےٰ کی رحمت خود آگے بڑھی۔ اور بالآخر ایک بڑ کے درخت کے زیر سایہ ان کو وہ گیان اور روشنی نصیب ہوئی

جس نے بُدھ کو ایشیا کا نور بنا دیا۔

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرنے والوں کو خوب معلوم ہوگا کہ لوگوں کی بدکاری، اخلاقی ضعف اور روحانی موت کو دیکھ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے بستر راحت سے اُٹھ کر رات کی تاریکیوں میں غارِ حرا کے اندر تنِ تنہا دُکھ اور درد سے بھری ہوئی دنیا پر روتے اور اللہ تعالےٰ کے حضور اپنے دردِ دل کا اظہار کر کے دعائیں کرتے تھے کہ مخلوقِ خدا راہِ راست پر آجائے ؎

من نمے دانم چہ دردے بود اندوہ و غمے | کاندراں غارے درآورد ش حزین و دلفگار
نے ز تاریکی توحش نے ز تنہائی ہراس | نے ز مردن غم نہ خوفِ کثردم و نے بیم مار
نعرہ ہا پر درد میزد از پئے خلقِ خدا | شد تضرع کارِ او بیشِ خدا لیل و نہار
آخر از عجز و مناجات و تضرع کردنش | شد نگاہِ لطفِ حق بر عالمِ تاریک و تار

مخلوقِ خدا کی خاطر اپنے آرام و راحت کا ترک اور ان کی گمراہی پر گریہ و زاری کا نتیجہ تھا کہ حضور صلعم کو اسی غار کے اندر اللہ تعالےٰ کی طرف سے لوگوں کی اصلاح کا بارِ گراں سپرد کیا گیا اور آپ کو حسبِ بشارت ساکیہ منی گوتم اس دور کا بُدھ بنا دیا گیا۔

مہاتما بُدھ کی زندگی کا دوسرا واقعہ

راجہ ہو کر سلطنت کا ترک ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابتداءً اگرچہ بادشاہ نہ تھے مگر جب آپ کو تبلیغ حق کے بالمقابل عرب کی بادشاہت پیش کی گئی تو حضور نے بادشاہت کو ترک کیا اور تبلیغ حق یا دکھ اور درد کی زندگی کو اختیار کیا ؎

اگر دولت کی خواہش ہو تو دولت تم کو دلوائیں | تمہارے واسطے ہم جمع کر کے مال و زر لائیں
عرب کی سلطنت چاہو تو یہ بھی کچھ نہیں مشکل | کہ سارے ملک کو کر دینگے ہم اس بات پر قائل

فرمایا

میرے ہاتھوں میں لاکر چاند سورج بھی اگر رکھدیں | میرے پیروں تلے روئے زمیں کا مال و زر رکھدیں
خدا کے کام سے میں باز ہرگز رہ نہیں سکتا | یہ بُت جھوٹے ہیں میں جھوٹوں کو سچا کہہ نہیں سکتا
میں سچا ہوں تو بس میرے لئے میرا خدا بس ہے | کسی امداد کی حاجت نہیں اس کی رضا بس ہے

ایک عرصہ دراز کے بعد ہر قسم کی آزمائشوں اور فتنوں میں پورا اترنے پر جب بادشاہت آپ کے قدموں میں پڑی تو اس بادشاہت میں بھی آپ نے دنیا کو فقیری کر کے دکھا دی۔ خود حضور نے بجا فرمایا الفقر فخری بادشاہت میرے لئے کوئی فخر کی چیز نہیں میرا فخر تو فقیری میں ہے۔ اس بادشاہت کے زمانہ میں نہ کوئی محل بنوایا نہ جواہرات و سونے چاندی کا تاج سر پر رکھا نہ گھر میں دولت جمع کی نہ بیویوں کو زیورات سے لیپا بلکہ پیٹ بھر کر کھانا کبھی نہ کھایا۔ پلنگ اور صوفوں کی بجائے کھجور موٹی چٹائی پر آرام فرمایا۔ اپنے ہاتھ سے اپنی جوتی گانٹھ لی۔ بکری کا دودھ خود دوہ لیا بیویوں کے لئے چولہے میں آگ سلگا دی کسی بیوہ کا بازار سے سودا لا دیا۔

سوانح بدھ کا تیسرا واقعہ

بڑ کے ایک درخت کے نیچے ان کو وہ گیان (معرفت کا سبق) دیا گیا اور وہ روشنی اسے نصیب ہوئی۔ جس نے بدھ کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا۔ اسی واقعہ کی یاد میں اب تک بدھوں کے جلسے اور اجتماع درخت بڑ کے زیر سایہ ہوتے ہیں۔ تھیوسوفی والوں نے بھی اسی سنت بدھ کی پیروی شروع کر دی ہے۔ ہندوؤں میں بھی پیپل اور بڑ کے درخت مقدس درخت سمجھے جاتے ہیں۔ جن کے نیچے دیوتا استراحت کرتے ہیں (اتھرووید کانڈ ۵ سوکت ۱۳۵ منترا
اور رگوید منڈل ۱ سوکت ۱۶۴ منتر ۲۰۔۲۲) یونانی کتب الہیہ اور مصری کتاب الموتیٰ میں یہ بیری کا درخت (سدرہ) حیرت، عقل اور حکومت بر کائنات کا انتہائی مقام کہلاتا ہے ہومر کہتا ہے جو اس درخت کا پھل کھا لیتا ہے۔ پھر واپس نہیں لوٹتا۔ وہ آرام وسکون روح کا مقام ہے (ہائیکلو پیڈیا برٹانیکا) قرآن مجید میں مذکور ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اسی مقام سدرہ پر پہنچے۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ؕ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۙ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ؕ (۵۳: ۱۳۔۱۸)

اور یقیناً اُس نے (محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے) اپنے آپ کو ایک اور مرتبہ پر دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کے قریب مقامِ جنت ہے جب سدرہ پر پر چھائیں (ظلِ الٰہی) چھا رہی تھیں (اس مقام پر بھی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی) آنکھ کج نہ ہوئی اور نہ حد سے بڑھی۔ یقیناً اس نے وہاں اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھا۔

ان آیات کے اندر معراج نبوی (صلے اللہ علیہ وسلم) کا ذکر ہے اور بُدھ کو بھی بڑ کے نیچے جو کچھ ملا وہ اس کا معراج تھا۔ بدھوں سے یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے اس ظاہری درخت کو ہی سب کچھ سمجھ لیا حالانکہ وہ جنت کا انتہائی مقام ہے جہاں نبی کو اللہ تعالےٰ کی معرفت کا سبق دیا جاتا ہے یہ کہاں علم کا گویا ایک درخت ہے۔ جیسے ہندوؤں اور بُدھوں نے پیپل اور بڑ کے مساوی درخت سمجھ لیا۔ اس درخت پر سایہ فگن کوئی ظاہری روشنی نہ تھی بلکہ وہ ایک روحانی روشنی تھی۔ ایسے بلند مقام پر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کج نہ ہوئی اور نہ حد سے بڑھی یقیناً اس نے وہاں اپنے رب کے نشانات اور دلائل کو دیکھا مگر بدھوں اور ہندوؤں کی بت پرست آنکھ نے کج ہو کر پیپل اور بڑ کی پوجا شروع کر دی اور اس درخت کو خدا سمجھ لیا۔ حالانکہ حسب تصریح قرآن کریم وہ معرفت الٰہی اور آیات ربّی کا روحانی شجر تھا۔

جناب بُدھ کا چوتھا کارنامہ

ہندو دھرم یا پنڈتوں نے مذہبِ حقّہ پر جو پردے ڈال رکھے تھے مہاتما بدھ نے ان سب کو اٹھا دیا۔ برہمنوں اور برہمن کتب کی آپ نے دل کھول کر تردید کی دین و دھرم کے ان داحد اجارہ داروں کی سیاست کا قلع قمع کر کے قوم کے اندر وحدت اور مساوات کی بنیاد رکھی۔ بُدھ کی مشہور کتاب دھمّہ پد میں ہے "تمہیں کِلتّن آتپّن اکھا تاد تتھاگتا"، تمہیں خود ہی ریاضت کرنی چاہیئے تتھاگتا صرف معلم ہیں۔ خود اپنے متعلق بُدھ نے "انگتر انکایا" میں دعویٰ کیا ہے کہ وہ آچاریہ منش (انسان معلم) ہے بھگوّ نارد نے بُدھ کے متعلق لکھا ہے" نہ اس نے وشنو اوتار ہونے کا ادعا کیا۔ جیسا کہ ہندو اعتقاد رکھتے ہیں۔ نہ اس نے منجی مختار جو دوسروں کی نجات کا اٹل باعث ہو اپنے آپ کو کہا"۔ افسوس ہے بُدھوں کا فرقہ مہائنا بدھ کی صراطِ مستقیم سے

بھٹک گیا ہے اور اسے خدا ماننے لگ گیے ہے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیغام کا بہت بڑا حصّہ سابقہ مذاہب کی اصلاح اور ریفارم پر مشتمل ہے نہ صرف یہود و نصاریٰ بلکہ تمام مذاہب کے اندر پنڈتوں پادریوں اور احبار نے جو بدعات داخل کر دی تھیں ۔ قرآن مجید نے ان کو ظاہر کر کے ان پر عقلی اور نقلی دلائل کی بنا پر تبصرہ کیا ۔ اور مذہب میں برہمنوں پادریوں ، راہبوں اور کاہنوں کی ٹھیکہ داری کا خاتمہ کر دیا ۔ حقائق مذہبی پر مطلع ہونا ہر مرد اور عورت کا فرض ٹھہرا دیا ۔

بُدھ کی سیرت کا پانچواں منظر

سوانح بُدھ ایک حسرتناک منظر ان کا اہل و عیال سے علیحدگی اور دائمی قطع تعلق ہے شادی یا نکاح جو عورت کے ساتھ مرد کا اور مرد کے ساتھ عورت کا ایک مذہبی اور قانونی اقرار نامہ ہے ان میں سے کسی فرد کا بغیر دوسرے کے قصور کے اس معاہدہ کو توڑ دینا ہر لحاظ سے ناجائز ہے ۔ بدھ کا دل دنیا سے بیزار ہوا ۔ مگر بیوی اور بچہ کا کیا قصور تھا کہ ان سے عمر بھر کا عدم تعاون کیا گیا ۔ اور کوئی قوم بُدھ کے اس نمونہ پر چل کر دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتی ہے ۔ بدھ کے اصول زندگی کے خلاف بہر حال بدھوں کو شادی کرنا پڑتی ہے اور بیوی کے ساتھ عمر بھر نباہ کرنا پڑتا ہے اس لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بدھ کے ساتھ اس امر میں مماثلت نظر نہیں آتی ۔ البتہ ماسوا اللہ سے اللہ تعالےٰ کے بالمقابل علیحدگی یا تلاشِ حقیقت کے لئے عارضی تنہائی اختیار کرنا یہ مردانِ خدا کی سنت ہے چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں بیوی بچوں کے اندر رہ کر اللہ تعالےٰ سے لو لگانے کا سبق جو آپ نے دنیا کو پڑھایا وہ ساری دنیا کیلئے ایک عملی سبق ہے ۔ بُدھ کا اسوہ ہر شخص کے لئے قابل عمل ہونا ناممکن ہے لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہر شخص اختیار کر سکتا ہے ۔ تاہم عبادات اور ریاضت کے اندر بیوی بچوں کا خدا کی خاطر ترک کا نمونہ ہر روز آپ کی زندگی میں نظر آتا ہے ۔ صحیح حدیث میں مروی ہے کہ نماز کے لئے اذان سن لینے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام بیویوں سے بے تعلق نظر آتے تھے یہ ایک ایسا مشکل امر ہے جس کی قدر ایک علم النفس کا ماہر ہی جان سکتا ہے ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ کمال محبت رکھتا ہے اور ابھی اس سے پیار و محبت کی باتیں ہو

رہی ہیں ۔ ایک دل نشین صحبت میسّر ہے مگر یکایک اللہ اکبر کی آواز اس کے کان میں آتی ہے ۔ جسکے سنتے ہی وہ اپنے محبوب سے یکسر بے گانہ ہو جاتا ہے گویا اس کے ساتھ کبھی پیار ہی نہ تھا۔ اب اس کی تمام تر توجہ کلماتِ اذان اور اللہ تعالےٰ کی طرف ہے۔ جب اللہ تعالےٰ سے اظہار محبت کا وقت آجاتا ہے تو وہ ساری دنیا کی دلکشیوں اور دلربائیوں سے فوراً منہ موڑ کر محبوب حقیقی سے مخاطب ہو جاتا ہے اور اپنے عمل سے کہہ دیتا ہے قرۃ عینی فی الصلوٰۃ بے شک بیوی بچوں سے بھی محبت ہے ۔ لیکن دل کی ٹھنڈک نماز اور عبادت الٰہی میں ہے۔ عشق الٰہی کی یہی چنگاری تھی جو رات کو بھی اپنی بیویوں کی صحبت سے آپ کو غائب کر دیتی تھی۔ اور آپ آدھی رات سے بھی قبل سجدہ الٰہی میں گرے ہوئے نظر آتے تھے۔ ہر روز بلکہ ہر وقت اختیار اور ترک کا یہ مقام اس شخص کو نہیں مل سکتا جو بیوی بچوں کو چھوڑ کر جنگل میں جا بیٹھا ہو ۔

بُدھ کے اُسوہ حسنہ کا چھٹا درس

رسوماتِ مذہبی اور عبادات بغیر اصلاح نفس عبث اور بے سود ہیں۔ منزل حقیقت کے مسافر اور نِروان (نجات) ابدی کے جویا کے لئے خواہشاتِ نفسانی اور جذبات کی طغیانی سے حفاظت سب سے پہلی چیز ہے مہاتما بُدھ کے اقوالِ مبارکہ میں سے ہے کہ گناہ سے نفرت اور رہائی نیز نشہ سے پرہیز، نیکی کرنے میں نہ تھکنا یہ سب سے بڑی برکت ہے ۔ ضبط اور پاکیزگی اعلیٰ صداقتوں کا علم۔ نِروان کی امید رکھنا یہ سب سے بڑی برکت ہے ۔ ایک خوبصورت پھول کی مانند جو رنگین تو ہو مگر خوشبو کے بغیر ہو ۔ اسی طرح جو شخص خود عمل نہیں کرتا اس کے دلکش الفاظ بے پھل ہیں ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم اور قرآن شریف نے عبادت کی غرض ہی تقویٰ اور اصلاحِ نفس بتائی ہے۔ فرماتا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (۲۹:۴۵)

نماز کی حقیقت یہ ہے کہ وہ کھلی بدیوں اور ناپسندیدہ باتوں سے روکے روزہ کا حکم دیا تو فرمایا لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ [۱] روزہ اس غرض سے ہے کہ تم بدیوں سے بچ جاؤ۔ جو شخص ہوا اور ہوس یا

[۱] (۲:۱۸۳)

کسی اور لالچ کے خیال سے عبادت الٰہی کرتا ہے اس کے متعلق فرمایا اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ[۵] کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی ہوس کو اپنا خدا بنالیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کا پیٹ بھر کر کبھی کھانا نہ کھانا، تکلف کھانوں پر کبھی حرص نہ کرنا لباس اور طرز رہائش کی سادگی، کسی معمولی سے معمولی کام کرنے میں عار نہ سمجھنا۔ اپنی جوتی گانٹھ لینا، پھٹے کپڑے کو پیوند لگالینا۔ مسجد کی تعمیر کے وقت اینٹ، پتھر، گارا سر پر اٹھا مزدوروں میں شامل ہو جانا یہ ترک خواہشاتِ نفسانی کے اعلیٰ نظائر ہیں۔ جو محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی میں نظر آتے ہیں اگر بدھ کے نزدیک دنیا کی ہوا و ہوس ایک فتنہ ہے جس سے بچ کر تلاشِ حقیقت میں نجات ہے تو قرآن شریف اس کے متعلق فرماتا ہے۔

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا۔ (۱۸ : ۴۶)

مال اور اولاد دنیا کی زندگی کی زینت ہے۔ تیرے رب کے ہاں تو باقی رہنے والے نیک اعمال ہی بہترین ثواب کی چیز ہیں اور انہی کی آرزو اچھی ہے اس لئے مسلمانوں کو قرآن مجید نے وید کی طرح لمبی عمر اور کثرت مال و دولت کے حصول کی دعائیں نہیں سکھائیں۔ بلکہ فلاح و نجات اور نیکی کے اعلےٰ مقام کے حصول کی دعائیں سکھائی ہیں۔

بُدھ کی زندگی کا ساتواں واقعہ حصولِ نروان ہے

نروان انسان کی اس حالتِ معصومیت کا نام ہے جسے اطمینان اور تسکینِ قلب کی منزل کہا جاتا ہے انسان کی حرکت و سکون کا کلیتہً کسی غرض اور خواہش کے لئے نہ رہنا نام و نمود کے تمام جھگڑوں کا مٹ کر بڑی خواہش اور تحریک کا ہمیشہ کے لئے نابود ہو جانا نفس کی ہر خواہش زندگی کی دردناک تصویر ہے۔ جب تک یہ خواہش معدوم نہیں ہو جاتی اس دنیا کی جہنم سے اس کی روح آزاد نہیں ہوتی قرآن شریف نے نفسِ انسانی کی مختلف حالتوں پر جہاں بحث کی ہے وہاں سب سے اعلیٰ تہذیب یافتہ نفس کے متعلق فرمایا۔

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ

[۵] (۲۵ : ۴۳)

عِبَادِیْ وَ ادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔ (۸۹: ۲۷-۳۰)

اے نفس اطمینان یافتہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ۔ اللہ تعالےٰ تجھ سے راضی اور تو اللہ سے راضی ہوا سو تو میرے بندوں میں داخل ہو اور جنت میں آجا۔ بدھوں کی اصطلاح میں یہ حالت کامل امن، صلح، نیکی اور اعلےٰ حکمت کہلاتی ہے۔ بُدھ نے چونکہ آنے والے بُدھ کا یہ نشان بتایا تھا کہ وہ گذشتہ بُدھ کے نقش پر ہوگا اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ سیرت بُدھ اور سیرت مصطفےٰ میں مطابقت دکھا دی جائے۔

بُدھ مذہب کی کتب

یَکْتُبُوْنَ الْکِتٰبَ بِاَیْدِیْھِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ ھٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ (۲: ۷۹)

(کتاب کو اپنے ہاتھوں تصنیف کرتے ہیں پھر کہہ دیتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے) یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بُدھ نے اپنے پیچھے کوئی کتابیں نہیں چھوڑیں۔ مسٹر وارڈ لکھتا ہے:-

The Buddha (like Jesus) left behind him no written works.

باوجود اس تاکید کے جو بُدھ نے اپنے شاگردوں کو کی تھی کہ:-

"سیکھو جو کہا گیا ہے اسے مضبوط پکڑ لو دل میں اس کو بٹھالو" (مجھمۃ ۲: ۱۹۹)

یا ایں بدھوں کا عقیدہ ہے کہ اس کے صحابہ نے بُدھ کے ملفوظات کو اس کی زندگی میں از بر کر لیا تھا اور تحریر میں آنے سے پہلے ان کو دیانت داری سے روایت کر دیا تھا۔ مندرجہ بالا حکم کی بنا پر شاگردوں نے اگر اصل الفاظ بُدھ کو یاد نہیں رکھا تو اسے روایت بالمعنیٰ کے طور پر ضرور یاد رکھا ہوگا مگر یہ زبانی روایت بھی بہت جلد محرّف مبدّل ہوگئیں۔ اور ان کی تصیحح کے لئے وقتاً فوقتاً کونسلیں منعقد ہوئیں۔ بُدھوں کا مختلف فرقوں میں تقسیم ہو جانا اور الگ الگ نسخے تجویز کر لینا اس امر کی بیّن دلیل ہے موجودہ زمانہ میں شریعت بُدھ کے تین حصص سمجھے جاتے ہیں۔ جن کو ان کی مذہبی اصطلاح میں تی پٹا کا یا ترپٹاکا یعنی تین ٹوکرے کہا جاتا ہے۔ ان کے الگ الگ نام یہ ہیں ا۔ ونیہ پٹاکا۔ ۲۔ ستاپٹاکا۔ ۳۔ ابھی دھمّہ پٹاکا۔ ان میں سے ستاپٹاکا کا ایک

حصّہ دھمّے پد یعنی مذہب بھی کہلاتا ہے۔ ان کتابوں کی زبان پالی ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ وہ زبان جس میں بدھ نے کلام کیا وہ ہم تک نہیں پہنچی پالی جو بعد میں وجود پذیر ہوئی وہ راجہ اشوک کے سنگی کتبوں کی کتابت کے وقت بھی موجود نہ تھی۔ اس لئے بدھوں کو اس امر کا اقرار ہے کہ بدھ کے اصل الفاظ ہمارے پاس محفوظ نہیں ہیں۔ تاہم روایات کے ذریعے ترجمہ ہو کر علماء کی سعی سے ان کی حفاظت کی امکان بھر کوشش کی گئی ہے مگر مسز راس ڈیوڈ جو بدھ مذہب پر بہت بڑی سند سمجھی جاتی ہیں وہ کہتی ہیں کہ

"بدھ پتا کا میں کہیں ایسے راویوں اور حفاظ کا ذکر نہیں"

(ساکیہ مصنفہ مسز راس ڈیوڈ صفحات ۳۷۰ و ۳۸۴ و ۲۸۹)

موجودہ کتاب کے نسخوں کو قرونِ اولیٰ میں کبھی اجماع نے مستند تسلیم نہیں کیا راج گاہ کی کونسل کی روئداد میں پورن راہب کا اس نسخہ کے مستند قبول کرنے سے انکار موجود ہے۔ جسے کونسل کے ممبروں نے مستند نسخہ قرار دیا تھا مگر اس نے اپنے نسخہ کو اس پر ترجیح دی۔

(اگیڈنز سٹڈیز حاشیہ صفحہ ۲۲۳ Geden's studies.

۲۔ ہسٹری آف پالی لٹریچر مصنفہ بی سی لاپی ایچ ڈی

ایم اے بی ایل کی تمہید اور باب اوّل)

بدھوں کی فرقہ بندی

بدھوں کے اصولاً بڑے فرقے صرف دو ہیں مہاینا اور ہنایانا (Mahayana.

Hynayana.) کہا جاتا ہے کہ مہایانا بدھ کی اصل تعلیم سے بہت دور ہو گیا ہے۔

پالی پتاکا کی رو سے مہایانا ایک بے بنیاد اور صرف خیال ہے ان لوگوں کے خیال میں بدھ کا مادی جسم نہیں تھا بلکہ وہ بالاتر از انسان تھا۔ ساکیہ منی کبھی دنیا میں مجسم نہیں ہوا بلکہ اس نے اپنا اوتار اور ظل دنیا میں ڈالا۔ بدھ خود ہی خدا ہے بلکہ دائمی اور ازلی خدا ہے۔

(لٹریری ہسٹری اوف سنسکرت بدھ ازم مصنفہ جی کے نریمان صفحہ ۵)

"اس کے خلاف ہنایانا کا فرقہ خدا اور الہام دونوں کا منکر ہے"۔ (بدھ ازم مصنفہ بھکو نارد)

اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ بُدھ انسان تھا۔ انسان کی طرح پیدا ہوا۔ انسان کی طرح زندہ رہا۔ اور مرا۔ اگرچہ وہ انسان تھا پر ایک غیر معمولی انسان تھا جو بُدھوں کی اصطلاح میں آچاریہ منش کہلاتا ہے۔ بُدھ نے خود اس کے متعلق فرمایا:۔

To depend on others for salvation is negetive, hut to depend on oneself is positive.

نجات کے لئے دوسروں پر بھروسہ نفی ہے اور اپنے اوپر اعتماد مثبت ہے پری نبھان سُتا میں بُدھ کا قول ہے:۔

"تم خود اپنے جزیرے بنو اور خود اپنے لئے پناہ بنو دوسروں میں پناہ تلاش نہ کرو۔[1]"

بُدھ فرقوں میں بنائے فساد و اختلاف پالی زبان ہے۔ جس میں یہ صحیفے ضبط کئے گئے۔ اس زبان کی قواعد اس قدر مہمل ہے کہ ہر ایک عالم اپنے خیال کے مطابق اُسے ڈھال سکتا ہے۔ بُدھ تعلیمات کی تعیین تصحیح اور حفاظت کے لئے سَو سَو سال کے وقفہ کے بعد تین کونسلیں منعقد کی گئیں۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ پہلی تین کونسلوں کے وقت اگرچہ رسم الخط موجود تھا مگر کتابوں کی تحریر کا کام اس سے بہت کم لیا گیا۔ اور یہ ایک مسلمہ ہے کہ کتابوں کی تحریر کا کام بُدھ کے ایک عرصہ دراز بعد کیا گیا اور پِتا کا راجہ اشوک کے زمانہ میں بھی لکھی ہوئی موجود نہ تھیں کیونکہ وہ زبان جس میں یہ آج کل پائی جاتی ہیں۔ اس وقت مکمل نہ ہوئی تھی۔ کیسیتھ کہتا ہے کہ اشوک کے ۲۰۰ سال بعد سُتا پِتا کا کتابت میں آئی بلکہ اس کا ایک حصہ دوسری صدی مسیحی میں تکمیل پذیر ہوا[1]۔

بُدھوں کے مختلف فرقے اپنی بنیاد مختلف کتب پر رکھتے ہیں۔ اور ہر فرقہ اپنی کتاب کو مستند قرار دیتا ہے۔ مگر مسٹر اے برنل (A.Burnel.) جس نے سب سے پہلے بُدھ مذہب کے قدیم نسخوں کو محنت شاقہ سے حاصل کر کے جمع کیا ہے اس کا اس پر آخری فیصلہ یہ ہے کہ

---

[1] بُدھسٹ فلاسفی مصنفہ کیتھ صفحہ ۱۳-۳۲ (۲) پوئنٹ اوف کنٹروورسی مصنفہ مسز راکس ڈیوڈ صفحہ ۲۹-۳۱ (۳) سیکرڈ بکس اوف دی ایسٹ جلد ۱۱۔ صفحہ ۱۱ (۴) سیکرڈ بکس اوف دی ایسٹ جلد ۳۵ صفحہ ۲۷ (۵) بُدھسٹ انڈیا۔ صفحہ ۱۶۱ تا ۱۶۷ (۶) مینوئل اوف بُدھ ازم۔ باب اوّل دوم اور ۱۴ (۷) ساکیہ باب ۱۹-۲۱ ضمیمہ ۱۹۵ (۸) سنسکرت بُدھ ازم مصنفہ جے کے نریمان ضمیمہ ا

ہندوستان میں آج کل ایک ہزار سال کا پرانا نسخہ کوئی نہیں ہے بلکہ ۵۰۰ سال کا بھی پرانا کوئی نہیں ہے کیونکہ اکثر نسخے جو قدیم سمجھے جاتے ہیں۔ صرف پرانے نسخوں کی نقل ہیں۔ اور نقل نویسوں نے نقل کی تاریخ دینے کے بجائے پرانی تاریخ کو نقل کر دیا ہے تین کونسلیں جو سو سو سال کے بعد یکے بعد دیگرے منعقد ہوئیں ان کے فیصلوں کے مطابق ان نسخوں میں کمی بیشی ہوتی رہی ہے۔ پتا کے بعض حصے تیسری کونسل (۲۴۲ قبل مسیح) کے بعد شامل کئے گئے۔ ۱۔ کیتھ بدھسٹ فلاسفی صا۳۱-۳۲ (۲) دیباچہ دھمّہ پاد ص۲۶ (سیکرڈ بکس اوف دی ایسٹ جلد ۱۰ ص۲۹)

کہتے ہیں، اس کے متعلق بدھ نے خود فرمایا تھا کہ میرے بعد یکے بعد دیگرے پانچ چیزیں گم ہوں گی ان میں سے ایک اس کی تعلیم کا گم ہونا ہے۔ چنانچہ بدھ کہتے ہیں کہ ایک وقت بدھ راجہ اعلان کرے گا۔ جسے بدھ کی چار سطریں یاد ہوں وہ ہاتھی پر لدے ہوئے سونے کے ٹکے میں بند ... روپیہ حاصل کرلے مگر شہر میں تین چار مرتبہ منادی کے بعد بھی کوئی بدھ نہ لے سکے گا۔"

بدھ بحیثیت مصلح ویدک دھرم

عام طور پر یہ خیال جاتا ہے کہ بدھ خدا اور روح دونوں کا منکر ہے۔ چنانچہ وشدھی ماگ باب ۱۶ میں اس کا انکار روح موجود ہے لیکن بدھ فلاسفروں کے لئے یہ سوال ہمیشہ لاینحل رہا ہے کہ دنیا میں بدقسمتی ہے مگر بدقسمت موجود نہیں۔ فعل ہے فاعل نہیں۔ نجات ہے مگر جویا ندارد۔ رستہ ہے راہ گیر کوئی نہیں۔ یعنی دکھ، مصائب، فعل اور نجات تو موجود ہے پر روح جسے دکھ اور سکھ کا احساس ہوتا ہے وہ معدوم ہے فعل بغیر فاعل (روح) سرزد ہوتا ہے سچائی اور نجات ہے۔ اور حاصل ہوتی ہے۔ مگر حاصل کرنے والی (روح) کا وجود نہیں۔ تمام مذاہب کے متفقہ عقیدہ اور ہر شخص کے ذاتی احساس سے محسوس شئے کا منکر بدھ کس طرح ہوسکتا ہے؟ بات دراصل یہ ہے کہ بدھ کا انکار روح اور خدا ویدک دھرم کے تصور خدا روح کا انکار ہے۔ ویدک دھرم میں روح کو ازلی ابدی اور غیر متغیر مانا جاتا ہے اور خدا کو ہمہ اوست مانا جاتا ہے۔ بدھ ان دونوں باتوں کا منکر ہے۔ بدھ کے نزدیک قلب

(روح) مادی جسم کی نسبت بھی بہت زیادہ تغیر پذیر ہے۔ اور وہ ہر لمحہ زندہ ہوتا اور مرتا ہے وہ ایک ایسا نظری کھلونا ہے Kaleidoscope جب بھی اُسے حرکت دیں اس میں بے شمار اشکال اور رنگ نظر آتے ہیں مگر ایک شکل جو ایک دفعہ بنی وہ دوبارہ کبھی نہیں بنتی خواہ کتنا بھی ہم اُسے حرکت دیں اس لئے حال کا دل اور آئندہ کا دل کبھی ماضی کے دل جیسا نہ ہوگا۔ نام اور اشکال سب اعتبارات ہیں۔ جو ہمیشہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اس خیال کی بنا پر لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ بُدھ رُوح کا منکر ہے۔ درحقیقت یہ رُوح کا انکار نہیں بلکہ ویدک دھرم کے خلاف رُوح کے ازلی ابدی اور غیر متغیر ہونے کا انکار ہے۔

۲۔ رُوح کے غیر متغیر ہونے کے علاوہ بُدھ نے ہندو مذہب کی سوختنی قربانیوں کا بھی انکار کیا ہے جن کا مطلب یہ تھا کہ انسان اعمال صالحہ بجالائے بغیر محض دیوتا کے حضور قربانی گذرانے سے ہر ایک مقصد دینی اور دنیوی حاصل کر سکتا ہے۔ اس خیال کو مدنظر رکھ کر ہندو بیشمار دیوتاؤں کے حضور۔ ان کے مقررہ جانوروں کو قربانی کرتے اور آگ میں جلا دیتے تھے۔ بُدھ نے اس وحشیانہ رسم کے خلاف آواز اٹھائی اور اس خیال کی بڑے زور سے تردید کی۔

۳۔ بُدھ نے ویدوں کی غیر معقول تعلیم اور ان کے من وعن الہامی ہونے کا بھی انکار کیا۔ چنانچہ اس کے اپنے الفاظ ویدوں کے متعلق یہ ہیں:۔

"چونکہ وید زمانہ کے لحاظ سے غلط ہے خدا کے نشانات سے خالی اور خلافِ عقل ہے۔ اس لئے وہ خدا کا کلام نہیں" (بدھ شاستر ادھیاء ۲ سوترا)

"یہ وید صداقت سے خالی اور مشکوک ہیں۔ پھوس کی مانند ہیں۔ نہ ان میں کوئی اصلیت ہے اور نہ ان کی کوئی قیمت اور نہ کوئی صداقت"

(سیکرڈ بکس اوف دی ایسٹ جلد ۲۵ صفحہ ۱۷۲)

"بُدھ نے ویدک قربانیوں کو رد کر دیا اور نہایت مضبوطی سے اعلان کیا کہ ویدوں کی تعلیم حماقت محض ہے" (بدھ مصنفہ اولڈن برگ صفحہ ۱۷۲)

"ویدوں کا پڑھنا۔ پروہتوں کو نذر دینا۔ دیوتاؤں کو قربانیاں چڑھانا۔ گرم اور سرد تپ اور ازیں قبیل ریاضتیں درازی عمر کے لئے کرنا یہ انسان کو پاک نہیں

اور نہ توہمات سے باہر نکالتی ہیں۔"

(انگندھائشتا بدھ ازم مصنفہ راس ڈیوڈز صفحہ ۱۳۱)

مگر اس انکار میں بدھ کا کیا قصور۔ سوامی دیانند اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں:-

"جب ان پوپوں (ہندو پنڈتوں) کی ایسی بدفعلیاں دیکھیں۔۔۔ تو ایک سخت غضب ناک وید وغیرہ شاستروں کی مذمت کرنے والا بدھ یا جین مت رائج ہوا"

(ستیارتھ پرکاش سملاس ۱۱ و ۱۲)

بدھ مذہب اور رسول مصدق

قرآن مجید نے بدھ کے بہت سے اصولوں کی تصدیق کی ہے۔ روح کا تغیر پذیر ہونا اور ازلی نہ ہونا یہ قرآن مجید کے مسلمات سے ہے فرمایا۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلاً۔ (۱۷ : ۸۵) بنی اسرائیل

تجھ سے روح کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ جواب دو کہ روح میرے رب کا امر ہے اور اس العلم کا تمہیں بہت تھوڑا حصّہ دیا گیا ہے آیت میں تین باتیں قابل غور ہیں:۔

الف ۔ روح امر ہے۔

ب ۔ امر رب ہے۔

ج ۔ روح العلم ہے۔

۱۔ روح امر ہے صرف خدا کے حکم سے وجود پذیر ہوتی اور موجود ہے (۲) امر رب ہے۔ زبانِ عرب میں رب کے معنی ہیں ایک شے پیدا کر کے درجہ بدرجہ ترقّی دینے اور اس کو اس کے کمال تک پہنچانے والا۔ جس سے یہ ظاہر ہے کہ وہ ترقّی پذیر اور متغیر ہے (۳) بدھ اس روح کو گیان یعنی العلم مانتے ہیں۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور بدھ کے عقیدہ میں ایک دوسرے کے مصدق ہیں۔ بدھ تو کیا تمام دنیا کے انبیاء بخلاف ہند و فلسفہ اس عقیدہ میں متفق اور متحد ہیں۔

۲۔ مہاتما بُدھ کا یہ خیال کہ وہ ویدوں کی تعلیم کا مصلح ہے اسلام کے اس عقیدہ کے مطابق ہے کہ جب ایک مذہب کے اصولوں کے اندر غلطیاں واقع ہو جاتی ہیں۔ تو پھر اس کی اصلاح کے لئے مصلح ضرور آتا ہے۔

۳۔ بُدھ کا تیسرا پیغام کہ وہ اصلاح اعمال اور اخلاق کا معلم ہے محض قربانیوں رسومات مذہبی اور منتر پڑھ دینے سے گناہوں کا دور ہو جانا نہیں مانتا اور وہ کسی برہمن اور پنڈت کو یہ اختیار نہیں دیتا کہ وہ لوگوں کے گناہ معاف کرا دے بلکہ وہ ہر ایک شخص کو اس کے اعمال کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے اور اپنے اس پیغام میں روحِ اسلام کے عین مطابق ہے۔

۴۔ بُدھ اور لحم خنزیر۔ بُدھ پر یہ الزام بھی لگایا گیا ہے کہ اُس نے سوٗر کا گوشت کھایا تھا۔ اور بُدھ اب بھی اُسے کھاتے ہیں۔ مگر اس کے متعلق کتاب آوٹ لائن اوف بُدھ ازم صدہ پر لکھا ہے:۔

Some modern scholars suggest that Gautama did not eat pork, but a kind of truffle of which pigs are very fond, hence the name.

عصر حاضر کے بعض فضلا کی رائے ہے کہ گوتم بُدھ نے سور کا گوشت نہیں کھایا یہ ایک قسم کی کھمبی کا نام ہے جسے سوٗر شوق سے کھاتے ہیں۔

بُدھ مذہب کی کتب میں صرف اس قدر لکھا ہے کہ بُدھ کی وفات "شُشک سوکر مار دوا" کے کھانے سے واقع ہوئی۔ شُشک کے معنے خشک ہیں۔ سوکر مار دوا کے معنی ہیں۔ ایسا نرم جیسا سور کا گوشت اور یہ کھمبیوں کا نام ہے (مصنفہ خونی لال)

Buddha as a believer by Khuni Lal.

Newman Die Raden Gautama.

Buddha's & Silcharas Catechism.

نورِ ایشیا (مہاتما بدھ) کی نورِ مبین (آنحضرت صلعم) کے متعلق بشارت

ڈاکٹر پال کاروس (Carus.) نے "دی دھرما" نامی کتاب میں لکھا ہے:۔

"الحق بُدھ مذہب کو نور اور روشنی کا مذہب کہا گیا ہے کیونکہ اس مذہب کا اصل

اصول حکمت اور دانائی کی بنا پر لوگوں کی رہنمائی ہے اور اس کو نور سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جو ہمارے راستہ کو روشن کر رہا ہے تا ہمارا اطمینان کامل ہو اور ہمارے قدم مضبوط ہوں۔ کلام کے سننے والے یا دعوت کو قبول کرنے والے جونہی بُدھ مذہب اختیار کرتے ہیں کہا گیا ہے کہ ان کو ان الفاظ میں اقرار کرنا پڑتا ہے "

ابھی گنتم بھنتے ابھی گنتم بھنتے سیتھاپی بھنتے مِکُتم واکجیاپتی چھنم وادِ دریاسول حسہ والگم۔ الخ

ترجمہ: "خوب اور بہت خوب ہے یہ اے خداوند جو گرے ہوئے کو اٹھاتا ہے راز نہاں کو ظاہر کرتا ہے یا جو گمراہ کو سیدھا راستہ بتاتا ہے یا تاریکی کے اندر شمع کو ہاتھ سے اٹھاتا ہے تا وہ جو آنکھیں رکھتے ہیں۔ اشیاء کو دیکھ سکیں۔ اسی طرح اور ٹھیک اسی طرح خدا نے اعتقاد کو کئی طرح ظاہر اور واضح کیا ہے۔ اور میں ہاں میں خداوند میں پناہ لیتا ہوں۔ شریعت اور منہاج سب اسی کا ہے خدا مجھ ایک نااہل کو قبول کرے۔ مجھے اس دن سے لے کر تا بہ اختتام زندگی جس نے اس میں پناہ لی ہے "

اس بنا پر کہ بُدھ کے معنی نور ہیں اور اس بنا پر کہ اس کے مذہب کا ابتدائی نشان لمپ یا شمع ہدایت ہے بُدھوں کے پُرانے کتبوں اور تصویروں میں بطور نشان اور اشارہ ایک روشن لمپ پتھروں میں کندہ نظر آتا ہے۔ چنانچہ قندھار کے حجریات میں ایک تمثال موجود ہے۔ جس میں ایک معلم لمپ لئے کھڑا ہے اور ایک شاگرد دست بستہ اس کی طرف نہایت ادب اور احترام کے ساتھ نگاہ اٹھا کر دیکھ رہا ہے۔ جو اس امر کو ظاہر کر رہا ہے کہ بُدھ مذہب کے لوگوں نے آنے والے موعود کا نشان سنگی الواح میں کندہ کر دیا تا آنے والی نسلوں کے لئے وہ مشعل راہ کا کام دے۔

۱۔ یہ امر تو ظاہر ہے کہ وہ روشنی جو مہاتما بُدھ نے دنیا کو دی وہ اب اس مذہب کے اندر موجود نہیں رہی اس کو ہم "بُدھ مذہب کی کتب" کے زیر عنوان ثابت کر چکے ہیں۔

۲۔ بُدھوں کے لئے جو نور کے پرستار ہیں۔ قابل غور یہ امر ہے کہ کیا وہ شمع ہدایت جو بُدھ

کی شکل میں دُنیا کے اندر ظاہر ہوئی اس کے گُل ہو جانے پر دُنیا کو کسی اور روشنی کی ضرورت ہے یا نہیں اگر نہیں تو بُدھ سے پہلے لوگوں کو اس کی ضرورت کیوں پیش آئی جس طرح بُدھ سے پہلے دُنیا روشنی کی محتاج تھی۔ اسی طرح بعد میں بھی محتاج ہے۔

۳۔ اس تمثال میں جس کے ہاتھ میں روشنی ہے وہ معلم خود بُدھ نہیں بلکہ کسی اور کی خیالی تصویر ہے۔

۴۔ شاگرد اس کو بہ نگاہ احترام دیکھ رہا ہے اور دست بستہ کھڑا ہے اور یہ شاگرد درحقیقت بُدھ مذہب کا نمائندہ ہے۔

کیا وہ جذبات جو روشن لیمپ کو پتھروں میں کندہ کرتے وقت پرستاران بُدھ کے دلوں میں جوش زن تھے۔ ان کا تقاضا یہ نہیں کہ بُدھ دھرم کے نام لیوا اس روشنی اور لیمپ کو تلاش کریں۔ جو اسی نور سے مقتبس ہے۔ جس سے بُدھ نے اقتباس نور کیا تھا۔ ان کی کتابوں کے اندر اور ان کے حجری نقوش کے اندر ایک روشنی موجود ہے جس سے آنے والے نور یا نورانی مصباح کو شناخت کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس پیشگوئی کو سامنے رکھ کر فرمایا:۔

قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (۴: ۱۷۴)

اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے برہان (روشن بشارت) آچکی ہوئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف نورٌ مّبین نازل کر دیا ہے۔

پھر اسی شمع ہدایت کی زیادہ وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ (۲۴: ۳۵)

"اللہ آسمان اور زمین کو روشن کرنے والا ہے اس کے نور کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک طاق جس میں ایک چراغ ہے۔ چراغ ایک شیشہ میں ہے شیشہ گویا چمکتا

ہوا ایک ستارہ ہے وہ چراغ ایک بابرکت زیتون کے درخت (کے تیل) سے روشن
ہے جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی ہے قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے گو اُسے
آگ بھی نہ چھوئے روشنی پر روشنی ہے۔ اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے رہنمائی
کرتا ہے اور اللہ ہر بات کا جاننے والا ہے" (۲۴:۳۵)

اس آیت میں اس نور اور روشنی اور شمع ہدایت کی طرف اشارہ ہے جس نے اگر کسی وقت ہندوستان کو تاریکیوں میں روشنی بخشی اور نور ایشیا کہلایا تو دوسرے وقت مشرق اور غرب کی حدبندیوں سے بالا ہو ساری دنیا کو منور کر دیا۔ وہ وحی الٰہی کے مصفا روغن سے روشن کیا گیا گو دنیا کی آگ نے اُسے چھوا تک نہیں۔ تاہم وہ اس نور (بُدھ) سے بڑھ کر ایک نور (نورٌ علیٰ نور) ہے۔

کس قدر بُدھوں کو اس نور کی طرف ہدایت کی گئی وہ سیلون، برہما، سیام اور چین کی اسلامی آبادی سے ظاہر ہے۔ انہوں نے اس نور سے جو بدھ نے اُنہیں دیا اس نور کو پہچان لیا۔

مہاتما بُدھ کی اس شمع ہدایت والی تمثیل کو جناب مسیح نے اپنی تمثیل سے خوب واضح کیا ہے اور بتایا ہے۔ کہ یہ بشارت ان کے بعد پورا ہونے والی ہے۔ جناب مسیح کی تمثیل۔

(متی باب ۲۵: ۱-۱۳)

اس وقت آسمان کی بادشاہت دس کنواریوں کی مانند ہو گی جو اپنی مشعلیں لے کر دولہا کے استقبال کے لئے نکلیں۔ ان میں پانچ ہوشیار اور پانچ بیوقوف تھیں۔ بیوقوفوں نے اپنی مشعلیں لیں۔ مگر تیل ساتھ نہ لیا۔ مگر ہوشیاروں نے اپنی مشعلوں کے ساتھ برتنوں میں تیل بھی لیا۔ جب دولہا نے دیر کی سب اونگھنے لگیں اور سو گئیں۔ آدھی رات کو دھوم مچی کہ دیکھو دولہا آتا ہے۔ اس کے استقبال کے واسطے نکلو۔ تب ان سب کنواریوں نے اُٹھ کر اپنی مشعلیں درست کیں اور بے وقوفوں نے ہوشیاروں سے کہا اپنے تیل میں سے ہمیں بھی کچھ دو کہ ہماری مشعلیں بجھی جاتی ہیں۔ پر ہوشیاروں نے جواب میں کہا کہ ایسا نہ ہو کہ ہمارے اور تمہارے واسطے کفالت نہ کرے۔ بہتر ہے کہ بیچنے والوں کے پاس جاؤ اور اپنے واسطے مول لو۔ جب وے خریدنے گئیں دولہا آپہنچا اور وے تھیں اس کے ساتھ شادی کے گھر میں گئیں اور دروازہ بند ہوا

پیچھے سے دوسری کنواریاں بھی آئیں اور کہنے لگیں اے خداوند، اے خداوند، ہمارے لئے دروازہ کھول۔ تب اس نے جواب میں کہا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تمہیں نہیں پہچانتا اس لئے جاگتے رہو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ کون سے دن اور کون سی گھڑی ابن آدم آویگا۔

اس تمثیل میں دانا کنواریوں سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جن کا تعلق نبی موعود صلے اللہ علیہ وسلم سے قائم ہوچکا ہے اور وہ اس پر ایمان لاچکی ہیں۔ لیمپ تصویری زبان میں کلام حق کا مترادف ہے۔ جس کی روشنی میں انسان چلتا ہے۔ حضرت داؤدؑ اپنے زبور میں فرماتے ہیں۔ "تیرا کلام ایک شمع ہے میرے قدموں میں اور میری راہ میں وہ ایک روشنی ہے (۱۱۹: ۱۰۵) اسی طرح سموئیل دوم (۲۲: ۲۹) میں ہے۔"سو تو میری شمع ہے اے خدا اور خدا میری تاریکی کو روشن کرے گا" (زبور ۱۳۲: ۱۷) میں نے اپنے برگزیدہ کے لئے لمپ تیار کیا ہے" اور اس کے عین مطابق مہاتما بدھ فرماتے ہیں:-

"ہاں کلام حق ایک لیمپ کی مانند ہے وہ بہترین شریعت کو ظاہر کرتا اور صداقت کی راہِ شرافت کی طرف نشان دہی کرتا ہے۔ جو نجات کی طرف رہنمائی کرتی ہے"

وہ دولھا جس کا نکاح دنیا کی ساری قوموں کے ساتھ پڑھ دیا گیا۔ مگر ان میں سے پانچ نے اُسے اپنے نورِ معرفت سے پہچان لیا اور اس کے ساتھ امن والے گھر میں داخل ہوگئیں مگر وہ قومیں جو بے وقوف تھیں دولھا کی آمد کے وقت ان کا نورِ معرفت بجھ گیا۔ وہ لیمپ تو اب بھی ان کے پاس موجود ہیں۔ پر ان کے دل اور آنکھیں اندھی بے نور ہیں۔ جس سے وہ دولھا کے ساتھ شامل نہیں ہوسکیں۔ حالانکہ ان کو دولھا کی پہچان کے لئے شمعیں لیمپ اور مشعلیں دی گئی تھیں۔ جو اب بھی ان کتابوں میں موجود ہیں۔ پر ان کا اپنا نور بجھ گیا ہے۔ اور ان کی آنکھوں میں بینائی نہیں رہی اس لئے وہ اس نورِ مبین کو نہیں دیکھ سکتیں۔

دنیا کی مذہبی کتابوں میں چراغ اور مشعل بطور استعارہ روحانی روشنی (وحی الٰہی) اور ضمیر کی بصیرت دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بنی اسرائیل کے ہاں ہمیشہ بیت المقدس میں بتی یا چراغ روشن کرنے کا رواج ہے اور خود بائبل میں یہ حکم موجود ہے۔

"اور تو بنی اسرائیل کو حکم کر کہ تیرے پاس کوٹے ہوئے زیتون کا خالص تیل چراغ کے لئے لائیں تاکہ وہ ہمیشہ روشن رہے اور باہر اس پردے کے جو صندوق شہادت پر ہے جماعت کے مسکن میں ہارون اور اس کے بیٹے شام سے صبح تک روبرو خداوند اُسے آراستہ کریں۔ یہ دستور العمل بنی اسرائیل میں ان کی پُشت در پُشت ہمیشہ جاری رہے" (خروج ۲۷: ۲۰ تا ۲۱ نیز احبار ۲۴: ۲)

بائیبل کے ان الفاظ کو پڑھئے کہ کوٹے ہوئے زیتون کا خالص تیل چراغ کے لئے لائیں۔ اور قرآن مجید کے یہ الفاظ کہ

یُوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ (۲۴: ۳۵)

یہ وہی چراغ ہے جو زیتون کے شجرہ مبارکہ (قانون ابدی) کے تیل سے روشن ہو رہا ہے۔ جس کی خبر بُدھ کے لیمپ اور بنی اسرائیل کے چراغ زیتونی میں رکھ دی گئی ہے۔

ایک غور و فکر کرنے والے انسان کے لئے یہ امر سوچنے کے قابل ہے کہ معبدوں کے اندر اس لیمپ کو ہمیشہ جلانے کی تاکید خدا کی طرف سے کیوں کی گئی یہاں تک کہ رومن کیتھولک عیسائی گرجوں میں چراغ شب و روز جلتا رہتا ہے۔ پھر اس کے لئے زیتون کا تیل کیوں مخصوص کیا گیا؟ انسان جہاں کہیں بھی کوئی گھر بناتا ہے اس میں چراغ جلاتا ہی ہے۔ یہ تو ایک معمولی سی بات تھی۔ بنی اسرائیل میں رات کے وقت اللہ تعالےٰ کی کوئی عبادت بھی مقرر نہ تھی تاہم چراغ جلانے کا حکم نہایت تاکید سے دیا گیا۔ اور کیتھولک گرجوں کے پادری رات کو گرجے میں آکر آنے والے موعود کو تلاش بھی کرتے ہیں۔ مگر آنے والا اور رات کو آنے والا جس کی شناخت کے لئے مہاتما بُدھ نے بُدھوں کے ہاتھ میں لیمپ دیا اور مسیح نے کنواریوں کو مشعلیں دے کر اس کی انتظار میں بیدار رہنے کی تاکید کی اور بنی اسرائیل نے اس کی آمد سے صدیوں پیشتر خالص زیتون کے تیل سے چراغ روشن کر کے اُس کی تلاش کی وہ ایک ہی پیغامبر پیغمبر اسلام ہے۔ جس کی طرف قرآن شریف نے ان مذاہب کو ان الفاظ میں توجہ دلائی۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ النَّجْمُ الثَّاقِبُ (۸۶: ۳۱)

آسمان گواہ ہے اور رات کو آنے والا تجھے کیا خبر ہے کہ وہ رات کو آنے والا کیا ہے وہ ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا:۔

حٰمٓ وَالْكِتَابِ الْمُبِيْنِ۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (۴۴:۳۱)

کھول کر بیان کرنے والی کتاب گواہ ہے ہم نے اسے ایک بابرکت رات میں اتارا ہے۔

اور یوں بھی فرمایا:۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (۳۳:۴۵-۴۶)

اے نبی ہم نے تجھے گواہ بنا کر بھیجا ہے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا۔ اور تو روشن کرنے والا چراغ ہے۔

دُنیا کے دُکھوں کیلئے نسخہ شفا

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (النحل) ۱۶: ۶۸-۶۹۔

ترجمہ:۔ تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور اس میں جسے لوگ حصول شہد کی غرض سے بناتے ہیں اور ہر قسم کے پھلوں سے کھا اور اپنے رب کے رستوں اور طریقوں پر فرمانبردار ہو کر چل۔ ان کے پیٹوں میں سے پینے کی چیز نکلتی ہے جس کے مختلف اقسام ہیں۔ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشان ہے۔ جو فکر سے کام لیتے ہیں ۔

قرآن مجید نے نیچر کی تمام سچائیاں اور قدرت کے سارے رنگین کام اللہ تعالےٰ کی ہستی وحی الٰہی کی صداقت اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رسول برحق ہونے پر گواہ ٹھہرائے

ہیں۔ آیت مندرجہ عنوان میں شہد اور شہد کی مکھی کو وحی الٰہی اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر بطور ایک شاہدِ عادل پیش کیا ہے یوں تو نیچر کی ہر ایک جاندار مخلوق کو طبعی طور پر جو ہدایت ملی ہے وہ سب وحی الٰہی ہے مگر یہاں شہد کی مکھی کو تفکر اور تدبر کرنیوالی قوم کیلئے آیتِ الٰہی فرمایا ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی وحی کی مثال شہد کی مکھی کی مثال ہے۔ اور قرآن مجید وہ شہد ہے جو اس کے ذریعہ سے ۲۳ سال کی متواتر وحی سے ایک جگہ جمع ہوا۔ جس کے اندر شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ ہے۔ نسل انسانی کے سارے روحانی دکھوں کے لئے شفا اور صحت ہے۔ (۱۰: ۵۷) یونس

اس شہد کی مکھی نے تمام دنیا کے پھلوں اور پھولوں سے جو انبیا کی معرفت دنیا میں پیدا ہوئے ان پھلوں اور پھولوں کے رنگ اور بو کو نقصان پہنچانے کے بغیر شہد تیار کیا ہے۔ جس کے اندر پھلوں کا ذائقہ اور ان کے خواص۔ پھولوں کی شفا اور بو تو جمع کر دی گئی ہے لیکن نہ پھول کو نقصان پہنچایا ہے اور نہ پھل کو کوئی گزند ہر ایک کی حکمت کو اس میں جمع کر کے ان کی عزت کو دنیا میں بلند کر دیا ہے دنیا میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کو ہی یہ فخر حاصل ہے کہ آپ سب نبیوں کے مصداق ہیں اور آپ کی کتاب قرآن مجید تمام کتب سماوی کا محافظ اور مہیمن ہے۔

مہاتما بدھ نے اپنی مشہور کتاب "دھمہ پد" میں اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"شہد کی مکھی پر غور کر وہ شہد جمع کرتی ہے اور پھل کو گزند پہنچائے بغیر اس سے علیحدہ ہو جاتی ہے اس کے رنگ اور بو کو نقصان نہیں پہنچاتی اسی کی مانند وہ نبی ہے۔ جو ایک بستی کا باسی ہے لوگوں میں چلتا پھرتا ہے مگر کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا مگر حکمت کا شہد وحی سے جمع کر لیتا ہے۔" (دھمہ پد فصل ۴ سوتر ۴۹)

مہاتما بدھ کے الفاظ اور قرآن مجید کے الفاظ کے اندر کس قدر اتحاد معنوی موجود ہے۔ وہ دونوں حوالجات کو پہلو بہ پہلو رکھ کر دیکھا جا سکتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے کس طرح دنیا کے تمام انبیاء کی تصدیق کی اور ان میں سے کسی کی تکذیب نہ کی۔ ان کی کتابوں کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔ لیکن اس کی صداقت کو اپنے اندر جمع کر لیا گو وہ کتابیں اپنے اصل رنگ میں دنیا کے

اندر موجود نہ ہوں۔ جس طرح گذشتہ سال کے سیب اور انگور کہیں موجود نہیں لیکن انکی روح اور خلاصہ قرآن مجید کے اندر موجود ہے اور یہ ایک ایسا آبِ حیات ہے جو شہد کی طرح کبھی بگڑنے والا نہیں۔ انسان کے انہی پھلوں اور پھولوں سے بنائے ہوئے شربت سب بگڑ جاتے ہیں مگر جس شربت کو خدا کی وحی تیار کرتی ہے وہ ہمیشہ محفوظ رہتا ہے۔

مہاتما بدھ نے ٹھیک اس کے مطابق اپنی موت سے پہلے اپنے رفیق یگانہ آنند کو مخاطب کر کے فرمایا

> "اے انند نہ اندوہناک ہو اور نہ گریہ وزاری کر کیا میں نے تجھے نہیں کہا کہ اس زندگی کا اصل اصول یہ ہے کہ ہم اس سے الگ ہو جائیں۔ میں اپنے اس گوشت و پوست کو کیوں بچا رکھوں جب کہ مذہب کا وجود قائم رہے گا۔ میں نے اپنا کام پورا کر لیا ہے اور اب میں آرام کا متمنی ہوں"

انند نے اپنے آنسو ضبط کر کے مبارک بدھ سے کہا آپ کی وفات کے بعد ہمیں کون تعلیم دے گا۔ مبارک بدھ نے جواب دیا:۔

> "صرف میں ہی ایک بدھ (نور) نہیں ہوں جو زمین پر مبعوث ہوا ہوں اور نہ میں آخری بدھ ہوں۔ مقررہ وقت پہ دوسرا بدھ دنیا میں مبعوث ہوگا۔ ایک قدوس ایک نورٌ علی نور۔ حکمت سے معمور، رازِ شریعت پر آگاہ۔ سرورِ عالم اور سردار کونین وہ تمہیں وہی ابدی صداقت سکھلائے گا۔ جو میں نے تمہیں سکھائی ہے وہ شریعت کو اس کی اصلی شان میں اس کی کامل رفعت اور اس کی پوری کامیابی کے ساتھ اشاعت کرے گا۔ وہ مذہب کی روح کامل اور مطہر کی تبلیغ کرے گا جیسا کہ میں اب کرتا ہوں (گاسپل اوف بدھ مصنفہ کاروس صفحہ ۲۱۷ و ۲۱۸)

مہاتما بدھ کے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ خطابات قابلِ غور ہیں:۔

(۱) دوسرا بدھ (۲) ایک قدوس (۳) ایک نورٌ علی نور (۴) حکمت سے معمور (۵) رازِ شریعت پر آگاہ (۶) سرورِ عالم (۷) سردار کونین (۸) معلم صداقت ابدی (۹) شریعت انبیاء کو مصفّٰی مطہر اور کامل کر کے دکھانے والا (۱۰) مذہب کی روح کامل اور مطہر کی تبلیغ کرنے والا

"مذہب کی روحِ کامل اور مطہر" کے الفاظ کے اندر اسی شہد کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر ان

کے دوسرے حوالہ میں ہو چکا۔

نہ صرف مہاتما بدھ کے پیرو اس شہد کے منتظر تھے بلکہ دنیا کی اکثر مذہبی کتابیں آسمان سے نازل ہونے والے شہد کی منتظر تھیں اور اسی کی پیش خبری اور نشان کے طور پر شہد مذہبی رسوم میں استعمال ہوتا تھا۔ چنانچہ یجر وید میں رشی کی درد مندانہ دعا ہے۔

"(اے خدا) آسمانی پانیوں کو برسا ہماری صحت کے لئے شہد۔ ہماری اولاد کیلئے (جس جگہ یہ شہد نازل ہو) وہاں سے نیک ثمرات پیدا ہوں"

(یجر وید ادھیاء ۱۱ منتر ۳۸)

اس منتر پر اس کی الہامی تفسیر شت پتھ برہمن میں لکھا ہے۔

"تمام (کتب) کا نچوڑ شہد ہے" (شت پتھ برہمن کانڈ ششم ادھیاء برہمن ۳ کنڈکا ۲)

یجر وید ادھیاء ۷ ۳ منتر ۱۳ میں ہے:۔

"مبارک مرتوں (صحابہ) سے ضبط کئے ہوئے تم ہو۔ شیطان کے مس سے محفوظ تم ہو۔ شہد! شہد!! شہد!!!

یہ مبارک شہد جسے صحابہ نے اپنے سینوں کے اندر ضبط کیا اور شیطان کے مس سے پورے طور پر محفوظ کیا گیا۔ دنیا میں یہ ایک ہی شہد ہے جو قرآن مجید ہے دنیا کی اور کوئی کتاب تحریف سے اس طرح محفوظ نہیں رکھی گئی۔

اس منتر کی شرح میں شت پتھ برہمن میں لکھا ہے:۔

"پرانو وی مدھو" زندگی دراصل شہد ہے۔ (شت پتھ برہمن کانڈ ۱۴ ادھیاء ۱ برہمن ۴ کنڈکا ۳۰)

جن کتابوں میں ملاوٹ ہو گئی ان کی مثال بقول دیانند زہر ملے ہوئے کھانے کی ہے جس کا استعمال موت ہے۔ زندگی کی روح صرف شہد میں ہے۔ جو خالص ہے اور شیطان کے مس سے محفوظ ہے۔

وید کے رشیوں نے جس آسمانی شہد کے لئے دعائیں کیں اپنی اولاد کی زندگی اور صحت کے لئے اس شہد کا نزول ناگزیر بتایا وہ شہد بجز قرآن مجید اور کوئی دنیا کی مذہبی کتاب نہیں ہو سکتی۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جس شہد کے لئے وید کے اندر دعا موجود ہے۔ وہ یقیناً

وید کے بعد آنے والا ہے ۔ شت پتھ میں ایک اور جگہ اسی شہد کے متعلق یوں لکھا ہے :۔

"تمام صحت آور بوٹیوں کا اعلےٰ نچوڑ شہد ہے "

(شت پتھ کانڈ ۱۴ ادھیا ۵ برہمن ۴ کنڈ کا ۱۸۔ ایتریا برہمن ۸ : ۲۰)

کیا اس شہد سے مراد مادی شہد ہے؟

وہ لوگ جنہیں الہامی کتابوں کے محاورات سے ناواقفیت ہے ۔ شاید ان حوالجات میں شہد سے مراد مادی شہد سمجھیں اور ہماری اس تشریح اور تعبیر کو بعید از قیاس خیال کریں محض ان کی رہنمائی کی خاطر الہٰی کتابوں سے چند ایک حوالجات پیش کرتے ہیں :۔

تیتریا برہمن میں ہے " یہ شہد عظمت کے لحاظ سے دیوتاؤں کا روپ ہے "

(تیتریا برہمن سوم ۱۴ : ۲ - ۸)

"شہد جنّت کی مثال ہے " (شت پتھ کانڈ ۷ ادھیا ۵ برہمن اکنڈ کا ۳)

"حمد و ثنا کا سرچشمہ ۔ انوارِ الٰہی کا ذریعہ ۔ سونے کا خزانہ اس کا نام شہد ہے ۔ وہ دوسرے عالم میں (لوحِ محفوظ میں موجود ہے " (تانڈیہ برہمن ۱/۲ ۱۳)

حضرت داؤدؑ اسی کی تعریف میں فرماتے ہیں :۔

"خدا کا کلام شہد سے زیادہ شیریں ہے " (زبور ۱۹ : ۱۰)

حضرت سلیمانؑ نے تو بالکل صاف الفاظ میں اس راز کو کھول کر رکھ دیا :۔

"حکو ممتقیم وی کل محمدیم " اس کا کلام شیریں شہد ہے اور وہ عین محمد ہے ۔

(غزل الغزلات سلیمان باب ۵ آیت ۱۶)

شت پتھ برہمن کا ذیل کا حوالہ بھی تحقیق حق کرنے والوں کیلئے مشعلِ راہ ہے :۔

"یہ شہد درحقیقت علوم ثلاثہ (ویدوں) کا تکملہ ہے ۔ اور جس کے پاس یہ تکملہ ہو اُس کے پاس گویا اعلےٰ نچوڑ ہے ۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے ۔ جیسے رگوید کا منتر یجر وید کا یجوہ اور سام کا گیت پڑھ لیا " (شت پتھ برہمن کانڈ ۱۱۔ ادھیار ۵ برہمن ۴ کنڈ کا ۱۸)

اس حوالہ سے یہ صاف عیاں ہے کہ یہ شہد ویدوں کی تکمیل کرنے والا کلام اور وہ تینوں کا قائمقام ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ان کی فروگذاشتوں کو مکمل کرنے والا ہے اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ جس طرح حضرت سلیمان علیہ السّلام نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نام لے کر اسکے کلام کو شہد کہا۔ اسی طرح کال چکر نامی سنسکرت کتب میں "مدھومتی" شہد والا محمدؐ کا نام لکھا ہے۔ دیکھو مونیر ولیم کی سنسکرت انگریزی لغت صنٓ۸۰ کالم ۲ سطر ۱۶۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (۱۶:۱۱) النحل

تتھاگتا۔ اعظم یا انبیاء کے نمونہ پر چلنے والا رسول

مہاتما بدھ کا ایک صفاتی نام تتھاگتا (Tathagata) ہے جسکے معنی ہیں وہ اسی راہ پر چلا۔ بدھ الہیات میں یہ نام بدھ کو اس لئے ملتا ہے کہ وہ پہلے بدھوں کی راہ پر چلتا ہے یا ان کے نمونہ کو اختیار کرتا ہے۔ ہر ایک بدھ جو دنیا میں مبعوث ہوتا ہے وہ سابقہ بدھ کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ آئندہ آنے والے بدھ کا نام بھی تتھاگتا ہے۔ قرآن شریف نے سورۃ الانعام میں تمام انبیاء کا ذکر کر دینے کے بعد فرمایا:۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ (الانعام)

"یہ وہ انبیاء ہیں جن کو اللہ تعالٰے نے ہدایت دی سو تو بھی ان کی راہ پر قدم مار۔ اور لوگوں کو کہہ دو کہ میں اس اصلاح کے کام پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا وہ تو صرف ساری قوموں کے لئے نصیحت ہے" (۶: ۹۰)

ایک دوسری جگہ فرمایا:۔

قُلْ مَا کُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (۴۶: ۹) الاحقاف

کہہ دو میں کوئی انوکھا رسول نہیں۔ پہلے رسولوں کی طرح کا ایک رسول ہوں نئی بدعت جو پہلے انبیاء کی تعلیم کے اصولاً خلاف ہو۔ وہ مجھ میں کوئی نہیں!

بدھوں کی کتاب مہاپری نبھان ستا فصل ۵ سوتر ۵۳ میں لکھا ہے:۔

"گاہ گاہ مقررہ وقت پر تتھاگتا دنیا میں ظاہر ہوں گے جو ارہت بدھ نور مصطفےٰ یا برگزیدہ بدھ کہلائیں گے"

ایک اور جگہ لکھا ہے:-

"آنے والا ارہت بدھ خواہشات نفسانی سے بیزار ہو کر اہلی غرور اور شک سے پاک ہو کر تمام روحانی بیماریوں کو جان کر جو لوگوں کو کمزور کرتی ہیں۔ اور نفس کے مجاہدات اربعہ سے لوگوں کی تربیت کرکے اور حکمت کے سات اصولوں کا مشق کرکے کامل نور کو حاصل کرے گا۔"

مجاہدات اربعہ جن کا ذکر بدھ نے کیا قرآن مجید کی اس آیت میں موجود ہیں:-

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ
(البقرۃ) ۲ : ۱۵۳ -

اے ایمان والو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ طاقت طلب کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ صبر میں دو قسم کے مجاہدات آتے ہیں (۱) خواہشات نفسانی کو اٹھنے نہ دیا جائے (۲) اٹھے ہوئے برے خیالات کو دبا دیا جائے یا روک دیا جائے۔ الصلوٰۃ میں بھی دو مجاہدے ہیں (۱) جذبات نیک پیدا کرنا (۲) اور پیدا شدہ کو بڑھانا اور ترقی دینا۔

یہی مجاہدات اربعہ بدھوں کی کتابوں میں تتھاگتا کی تعلیم کے اصل اصول کے طور پر مذکور ہیں۔ حکومت کے سات اصولوں کا مشق اصطلاحات بدھ دھرم میں یہ ہے۔

(۱) بدی کے مقابلہ کی طاقت پیدا کرنا (۲) صبر (مشکلات میں عزم) (۳) مراقبہ
(۴) تدبر فی الکلام (۵) نشاط (نیکیوں میں خوشی) (۶) اطمینان قلب (۷) سکون

یہی سات حکمتیں ہیں جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حسب معیار مجمع عطا کی گئیں پس کیا بلحاظ عقائد کہ تتھاگتا۔ گذشتہ انبیاء اور بدھوں کے نقش قدم پر ہونا چاہیے۔ اور کیا بلحاظ ان نشانات کے جو تتھاگتا کے لئے مقرر ہیں۔ آنحضرت صلعم بدھ کے موعود تتھاگتا اور "ارہت بدھ" ہیں۔

"ارہت بدھ" کے لئے الگ طور پر بھی جن منازل خشیت سے گذرنا ضروری ہے۔ محمد

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو نہایت خوبی سے طے کیا ہے۔ وہ منازلِ ہشتگانہ یہ ہیں:۔

(۱) تصورِ صحیح (۲) جذبات صحیح (۳) راست گفتار (۴) راست کردار (۵) اعلیٰ معاشرت

(۶) جہاد اور استقلال (۷) مسکرات اور شہوت سے مبرّئی (۸) جسم اور جہالت پر فتح۔

(دینیہ ۱: ۳۰ تا ۳۲ سمیتا ۲: ۲۰)

یہ سب خوبیاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں موجود تھیں۔ اور قرآن مجید میں جگہ جگہ ان خوبیوں کے پیدا کرنے کا ذکر موجود ہے۔

اس لفظ تتھاگتا کے ایک اور معنی بھی ہیں اور وہ ہیں "یتھاودتی تتھاچرتی"۔ یعنی جیسے وہ کہتا ہے اسی کے مطابق عمل کر دکھاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق دو لفظی جواب اس کی تفسیر اور تصدیق ہے۔ کان خلقه القران۔ قرآن کے مطابق آپ کے اخلاق تھے۔ جو شخص آپ کی سیرت اور سوانح کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے وہ قرآن شریف کو پڑھ لے اسی کی عملی تفسیر آپ کی زندگی تھی اور یہی نشان "تتھاگتا یا یتھاودتی تتھاچرتی" کا بدھ نے مقرر کیا ہے۔

رؤف الرحیم نبی کا ذکر مہاتما بدھ کی لسانِ حیات سے

نوٹ:۔ کم و بیش تیس سال کا عرصہ گذرتا ہے مجھے امرتسر میں اوریئنٹ (Orient) نام ایک ماہانہ رسالہ پڑھنے کا اتفاق ہوا جس میں مہاتما بدھ کی ایک نہایت بیّن اور واضح پیشگوئی کو نقل کیا گیا تھا۔ میرا طالب علمی کا زمانہ تھا۔ اس پیشگوئی کو دیکھ کر دل کو ایک گونہ مسرت حاصل ہوئی اور مہاتما بدھ کے ساتھ بھی عقیدت پیدا ہو گئی۔ اس رسالہ کو مَیں نے عرصہ دراز تک سنبھالے رکھا بالآخر وہ رسالہ کہیں گم ہو گیا۔ مگر وہ تخیل اور اثر جو اس نے میرے دماغ میں پیدا کیا اُسی کا نتیجہ ہے کہ مَیں نے بدھ مذہب کی کتابوں کو پڑھا ان کتابوں کی زبان سنسکرت کے بالکل مشابہ ہے اگرچہ ان کے پرانے نسخے رسم الخط کی ناہمواری کی وجہ سے عسیر الفہم ہیں تاہم

انگریزی زبان میں ترجمہ ہو جانے سے ان کا مطالعہ آسان ہوگیا ہے۔

۱۔ مشہور مذاہب عالم میں اس پیشگوئی کی اہمیت

مہاتما بدھ کی ایک پیشگوئی میتیا (Metteya.) کی آمد پر مشتمل ہے۔ یہ پیشگوئی اس قدر شہرت پذیر ہے کہ عیسائیوں، ہندوؤں اور تھیوسوفی والوں نے اپنے اپنے خیال کے مطابق اسے چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ مذاہب بالا میں سے ہر ایک اسے اپنے کسی پیغمبر، مُنی اور ریفارمر پر درست بٹھانے کی فکر میں ہے۔ جس سے کم از کم اتنا تو ظاہر ہے کہ یہ ایک مستند پیشگوئی ہے۔ عیسائیوں نے اُسے جناب مسیح پر لگانے کی کوشش کی ہے۔ اگرچہ بُدھ ان کے عقیدہ کی رو سے پیغمبر نہیں اور نہ خود مسیح نے اس پیشگوئی کو اپنے پر چسپاں کیا ہے۔

تھیوسوفی والوں نے **کرشنامورتی** نامی ایک شخص پر تھوپنے کی کوشش کی جس میں وہ سخت ناکام ہوئے۔ بُدھ کی تمام مشہور کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے۔ چنانچہ چکاوتی سنگھ ناد ستنتا ڈی ۳: ۷۶ میں لکھا ہے۔

At that period bretheren there will arise in the world an Exalted one named Metteya Arahant completely awakened abounding in wisdom & goodness, happy with knowledge of the worlds unsurpassed as a guide to mortals willing to be led, a teacher for Gods & for men, an Exalted one A Buddha even as I am now. He by himself will thoroughly know & see as it were face to face, this universe, with its words of spirits,

its Brahmins & its maras & its world of recluses & Brahmins, of princes & peoples, even as I know by myself thoroughly know & see them the truth lovely in its consummation, will be proclaimed both in the spirit & in letter the higher life will be made known in all its fullness & in all its purity, even as I do now. He will be accompanied by a congregation of some thousands of bretheren even as I am now accompanied by a congregation of some hundreds of bretheren.

ترجمہ:۔ بھائیو! اس وقت دنیا میں ایک اعلیٰ ہستی مبعوث ہوگی اسکا نام برگزیدہ **میتیا** ہوگا۔ کامل معرفت والا۔ حکمت، نیکی اور سرور مطلق والا۔ تمام عالمین کا عالم بے نظیر ہدایت کے متمنی لوگوں کا ہادی، ملائکہ اور انس کا معلم۔ ایک بدھ اعظم جیسا میں اس وقت ہوں۔ وہ خود کامل طور پر جانے گا اور دیکھے گا گویا کہ یہ کائنات اس کے روبرو اپنی ساری ارواح، عرفا، جن و شیاطین، برہمنوں، کشتریوں، ویشوں (علما۔ اہل سیاست اور کاروباری لوگوں) کے ساتھ موجود ہے۔ جیسا میں برائے العین اُسے دیکھ اور جان رہا ہوں۔ **صداقت** اپنی اصل پیاری کامل، اپنی اٹھتی ہوئی خوبصورتی میں ہوگی۔ اور اعلیٰ زندگی کی معرفت معہ اپنے کمال صفائی حافظ (روح) اور الفاظ دونوں کی وساطت سے ظاہر کی جائے گی۔ جیسا کہ میں اب ظاہر کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہزاروں صحابہ کی جماعت ہوگی جیسا کہ میرے ساتھ چند سو کی جماعت ہے" (بدھ کی کتب مقدسہ جلد ۴ صفحہ ۷۳-۷۴)

یہ پیشگوئی بہ تغیر چند الفاظ بدھ مذہب کی تمام شاخوں کی متفرق کتب مقدسہ میں موجود ہے حوالجات کے لئے دیکھئے۔

۱۔ بدھ ازم مصنفہ وارن (Warren) صفحہ ۴۸۱-۴۸۲

۲۔ بدھ اور کرسچین گاسپل مصنفہ ایڈمنڈ (Edmund) جلد دوم صفحہ ۱۹۰-۱۹۱

۳۔ موعود معلمِ عالم (The coming world teacher Pavri)

۴۔ معلمِ صراطِ مستقیم (The master of the path) مصنفہ لیڈ بیٹر

۴۔ مابعد کے بدھوں میں اس پیشگوئی کی شہرت

بدھوں میں ایک نہایت ضخیم اور مستند کتاب ملنڈا پرشنیہ Millinda Prashnya یعنی راجہ ملنڈا کے استفسارات ہیں۔ مہاتما بدھ کے ۵۰۰ سال بعد ایک راجہ ملنڈا ہوا ہے۔ جس نے بدھ مذہب پر کچھ اعتراضات ناگ سین بدھ مشنری سے کئے اور ناگ سین نے ان کے جو جوابات دیئے وہ نہایت معقول جوابات سمجھ کر اس کتاب میں جمع کر دیئے گئے ہیں [illegible]ء میں یہ کتاب کولمبو کے بدھوں نے بصرف زرکثیر شائع کی۔" پروفیسر ٹی ڈبلیو رائس ڈیوڈ نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اس کے صفحہ ۲۲۵ پر یہ عبارت ہے:۔

"Venerable Nagasena it was said by the Blessed one. Now the Tathagata thinks not Ananda, that is, he who should lead the brotherhood, or that the order is dependant upon him. But on the other hand, when describing the virtues and nature of Maitreya, the Blessed one, said thus :-

"He will be the leader of a brotherhood several thousands in number as I am now the leader of a brotherhood several hundred in number." (Isis Unveiled.)

ترجمہ:۔ معزز ناگ سین! مبارک بدھ سے یہ مذکور ہے۔ اے انند تتھاگتا یہ خیال نہیں کرتا کہ صرف وہی جماعت کا رہنما ہے یا نظام جماعت کا انحصار اسی پر ہے۔ بلکہ اس کے برعکس مبارک بدھ نے میتیہ کی صفات اور عادات کی تفصیل کرتے ہوئے

یوں فرمایا" وہ ایک جماعت کا ہادی ہوگا۔ جس کا شمار ہزاروں کا ہوگا جیسا کہ میں اب سینکڑوں کی جماعت کا رہنما ہوں"

نہ صرف راجہ ملنڈا کے زمانہ تک بلکہ بُدھوں میں ہمیشہ ہمیشہ یہاں تک کہ اس زمانہ میں بھی بعض بُدھ مبلّغین نے اس امر کا اعلان کیا ہے کہ میتریا بُودِھستوا عنقریب آنے والا ہے۔ اس زمانہ میں بھی ایک برمی بھکشو لیدی سیڈو (Ledi Sayadow) نے دور و نزدیک سب جگہ تبلیغ کی کہ بُودِھستوا میتریا کے ظہور کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ جس کی نسبت اُس کا اعلان تھا کہ بُودِھستوا میتریا نے تُسِتا آسمان کو چھوڑ دیا ہے اور ۱۹۱۴ء میں وہ زمین پر ابھی نابالغ لڑکا تھا۔

(The coming world teacher. by Pavri. page 52.)

ان حوالجات کے اندر جو کتب مقدسہ بُدھ مذہب کے مختلف برہمی، چینی تبتی اور لنکا کے نسخوں کے اندر کسی قدر اختلاف لفظ کے ساتھ موجود ہیں۔

لفظ میتیہ کے معنی سنسکرت اور پالی لغت میں

۱۔ اس کا نام باختلافِ قلیل میتیہ، میتیو، میتریا، آریمیڈیا، میتلیے، ملی پوسا، میلی فو، مہتریجا مختلف کتب بُدھ مذہب میں موجود ہے۔

۲۔ جس طرح اس نام کا تلفظ مختلف کتابوں میں مختلف ہے اسی طرح اس کے معانی میں بھی قلیل سا اختلاف ہے۔ الف میتریا کے معنی سنسکرت لغت میں مہربان دوست یا رؤف الرحیم کے ہیں (سنسکرت انگلش ڈکشنری مؤلفہ مونیر ولیم صفحہ ۱۸۱)

(ب) بودھی ستو کا نام اور آئندہ آنے والے بُدھ کا نام جو موجودہ دورِ عالم کا پانچواں بُدھ ہے (بُدھ ازم مذکور صفحہ ۱۸۱)

(ج) یہ لفظ میتری سے ہے۔ جس کے معنی دوستی، رأفت، خیر خواہی ہیں (کتاب مذکور صفحہ ۱۲۸)

(د) معلم محبت ہے۔ محبت کا دیوتا جس کا نام رحمت ہے۔ بُدھ رحیم، رحمۃٌ للعالمین، اخوّت کا بُدھ، دوستی کا بُدھ، محبت و رحمت، رحیمیت، اقرب فی المودۃ۔

(ھ) پالی لغت میں اس کے معنی لکھے ہیں۔ دوستی، دوستانہ، رحم، رحمت، رأفت، محبت

شفقت، ہمدردی، مخلوق کی خیر خواہی (پالی ڈکشنری مؤلفہ ولیم سٹیڈ)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میتیہ نام کے مستحق ہیں۔

مہاتما بدھ کی اس بشارت عظمیٰ میں سب سے پہلا قابل غور امر میتیہ نام ہے۔ مندرجہ بالا حوالجات کی بنا پر اس کے معنی "مہربان دوست" یا رؤف الرحیم ہیں۔ قرآن مجید میں صلے اللہ علیہ وسلم کو مندرجہ ذیل صفات کا حامل بتایا گیا ہے جس کی شہادت آپ کے سوانح زندگی میں بھی موجود ہے۔

(الف) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (۲۱: ۱۰۷)

آپ تمام قوموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

(ب) فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (۳۔ ۱۵۹)

سو یہ خدا کی کس قدر رحمت ہے کہ تو ان کے لئے نرم دل ہے اور اگر تو۔۔۔۔ سخت دل ہوتا تو تیرے پاس سے لوگ بھاگ جاتے۔ (۳۔ ۱۵۹)

(ج) وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ۔ (۹: ۶۱)

تم میں سے جو ایمان لائے ان کے لئے (یہ رسول) رحمت ہے۔

(د) لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۹: ۱۲۸)

تمہیں میں سے تمہارے پاس رسول آچکا جو تمہارے لئے تکلیف دہ ہے وہ اسے شاق گذرتا ہے۔ وہ تمہارے لئے بھلائی کا بہت بڑا خواہشمند ہے مومنوں پر شفقت اور رحم کرنیوالا ہے۔ ان تمام آیات کے اندر اور اس قسم کی بیسیوں آیات میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو رحیم رؤف اور نرم دل کہا گیا ہے اور آپکی اس نرمی اور رحم کے جذبات کو مومنوں اور مسلمانوں تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ کل قوموں اور کل عالموں پر اسے محیط کر دیا گیا ہے پس آپکی ذات میں رحمۃ کی اس فراوانی اور کثرت کے اعتبار سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میتیہ موعود یعنی مہربان دوست یا رؤف الرحیم ہیں۔

آنحضرت صلعم کے یتیمہ نام مستحق ہونے کی دوسری وجوہات

۱:۔ انسان کے اپنے دل کے اندر جس قسم کے جذبات بکثرت موجزن ہوتے ہیں انہی کا مظہر وہ اپنے معبود اور خدا کو قرار دیتا ہے۔ عاشقِ صادق کے لب پر معشوق کے نام کا ورد آٹھوں پہر رہتا ہے۔ یا جس نبی کی وحی میں اللہ تعالےٰ کا جو نام بکثرت دوہرایا جاتا ہے۔ نبی کا دل اسی صفت کا فوارہ بن کر اچھلتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی صفات رحمٰن اور رحیم کو جس کثرت کے ساتھ قرآن مجید میں دوہرایا گیا ہے۔ دنیا کی کسی کتاب میں اس صفت رحم کو اس کثرت سے نہیں دوہرایا گیا۔ اہل انجیل کو خدا کا نام محبت ہونے کا بہت دعویٰ ہے۔ مگر بطور صفتِ خداوندی یہ الفاظ اناجیل میں دس سے بھی کم مرتبہ دوہرایا گیا ہے۔

۲۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے تخلیق نسلِ انسانی کی غرض رحم ربّی کا اظہار قرار دیا۔

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَ لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ (۱۱ : ۱۱۹)

لوگ اختلاف کرتے رہیں گے۔ اس کے سوا جس پر تیرے رب نے رحم کیا اور اسی رحم کے لئے ہی ہم نے انہیں پیدا کیا ہے۔

۳۔ مذہب کے تمام عقائد کی بنیاد سرورِ کائنات نے رحم پر رکھی ہوئی بتائی قانون تزویج نسب صہر۔ خاندان قبیلہ۔ جماعت سب کو اظہار رحم کے رشتے قرار دیا ہے۔

۴۔ ارسال وحی، ملائکہ کا وجود، جنّت و دوزخ، انبیاء کی بعثت سب کو رحم ربّی کے مظہر ٹھہرایا۔

۵۔ برہان و استدلال کو خدا کی رحمت قرار دیا۔

۶۔ عدل و انصاف اور سیاست کی بنیاد رحم خداوندی پر رکھی۔

۷۔ جنگ و جہاد جو شیطان کی فتنہ انگیزی کا نام تھا اس کو شروط اعتدال سے وابستہ کرکے سراسر رحم بنا دیا۔

۸۔ خلقت کی ابتداء۔ دنیا کی جدوجہد اور آخرت کی زندگی کی بنیاد اللہ تعالےٰ کی رحمت قرار دی۔

۹۔ انسانی زندگی کی انتہائی مایوسیوں کے اوقات میں بھی رحمانیت اور رحیمیت خداوندی کو فراموش نہیں ہونے دیا۔ عزیز سے عزیز محبوب کی وفات اور اس کی لاش پر کھڑے ہوتے وقت اللہ

تعالیٰ کا شکوہ نہ سکھایا بلکہ خدا ئے رحیم و رحمان کے نام کا ہی ورد سکھایا۔

ان تمام امور کے لحاظ سے آپ مجسم میتیہ یا رؤف الرحیم رسول تھے اور مہا تما بُدھ کی بشارت کے مستحق ہیں۔

میتیہ کی دوسری صفات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

لفظ میتیہ کے دوسرے معنی معرفت، حکمت، نیکی، علم، سرور، تعلیم، ہدایت میں کمال رکھنے والے کے ہیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معرفت میں یہ کمال کہ ذات وصفات الٰہی اور قرب کے تمام مدارج کو قرآن شریف میں کھول کر بیان کر دیا۔ توحید جو مذاہب سابقہ میں مبہم اور شرک کے ظلمات میں ڈھپنی ہوئی تھی اس کو واضح اور مبرہن کر دیا۔ صفات الٰہی جو شرکا میں بٹی ہوئی تھیں۔ خدا کے لئے خاص کر دیا۔ تمام صفات اعلےٰ کا موصوف اس ایک کو ٹھہرایا اور ہر عیب اور نقص کی اس سے نفی کر دی۔ کوئی برا نام خدا کی طرف منسوب نہ کیا۔ قرب الٰہی کو صفات الٰہی میں رنگین ہونے کا نام دیا اور خدا تک پہنچنے والا راستہ تخلقوا باخلاق اللہ قرار دیا۔

حکمت میں اس قدر بہرہ وافر آپ کو ملا کہ ہر عقیدہ اور اصولِ دین پر دلائل عقلیہ اور براہین باہرہ بیان فرمائیں۔ ہستی باری تعالےٰ۔ ضرورت رسالت، عالم معاد کا کون سا مسئلہ ہے جس پر دلائل قرآن شریف میں موجود نہیں نیچرل سائنس سے روحانیات پر استدلال یہ قرآن مجید کا اچھوتا انداز بیان ہے۔

نیکی میں حضور کا اسقدر شغف کہ کوئی لمحہ زندگی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائی سے خالی نہیں۔

علم کی یہ انتہا کہ دنیا کے تمام انبیا اولین اور آخرین کی صداقتوں کا نچوڑ آپ کو عطا کیا گیا۔ کوئی تاریخی واقعہ جو قرآن مجید میں مذکور ہوا۔ وہ غلط نہ ہوا اور کوئی انکشاف جو آئندہ کے متعلق بیان کیا گیا وہ باطل نہ ہوگا۔

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ (۴۱ : ۴۲)

باطل نہ پیچھے کی طرف سے اس پر حملہ آور ہو سکتا ہے اور نہ آیندہ کی طرف سے (اس لئے کہ) یہ حکیم اور حمید کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔ حکیم ہو اور اس کی حکمت آیندہ چل کر باطل ہو جائے تو وہ حکیم نہ ہوا۔ حمید ہو اور گذشتہ تاریخی واقعات بھول جائے یہ ناممکن ہے۔

سرورِ کامل کا آپ کے قلب میں یہ عالم کہ اللہ تعالےٰ کا شکوہ اور زمانہ کی ناسازگاری کا کوئی گلہ کبھی آپ کی زبان پر نہ آیا بلکہ بڑی سے بڑی تکلیف اور مصیبت کے وقت بھی الحمدللہ کے سوا کچھ زبان پر نہ آیا۔

تعلیم و تعلم میں یہ کمال جو بات اللہ تعالےٰ سے پائی فوراً دوسروں کو پہنچادی۔ برہنہ تلواروں کے سایہ میں بھی تبلیغ احکام اور تعلیم دین سے غافل نہ ہوئے اور کسی کی مخالفت کی پروا نہ کی۔

ہدایت میں یہ کامیابی کہ کسی دوسرے نبی کو یہ مرتبہ کمال حاصل نہ ہوا۔ اپنی زندگی میں ہزاروں مسلمانوں کو خدا کے حضور سجدہ میں گرنے اور اسلام کی خاطر جانیں قربان کرنے کو تیار دیکھ لیا۔ وہ یتیم اور بے کس انسان جو ایک وقت اکیلا اور تنہا تھا۔ اس پر ایک گھڑی ایسی بھی آئی کہ اس کے اشارہ پر جنگ تبوک کے لئے چالیس ہزار جان نثار جوانوں کا لشکر لڑنے مرنے کو تیار ہو گیا۔ وفات سے پہلے آخری حجۃ الوداع میں مومنین کا ایک بحرِ مواج جس کے سامنے لہرا رہا ہو اس کی انتہائی کامیابی میں کیسے شبہ ہو سکتا ہے۔

۳۔ پیغامِ الٰہی کی بے نظیر حفاظت

مہاتما بدھ کے اصل الفاظ کا ترجمہ مشرقی کتب مقدسہ جلد ۴ ص۳۵ پر یوں دیا ہے:۔

"The Truth lovely in consummation will he proclaim both in the spirit and in the letter."

"پیغام حق اپنی دلنواز تکمیل اور روز افزوں خوبصورتی حافظ اور حروف دونوں میں شائع کیا جائے گا"

اس ایک جملہ کے اندر قرآن مجید کی شان میں کتنی واضح پیشگوئیاں ہیں۔ جو دنیا کی کسی الہامی کتاب کو میسر نہیں۔

۱۔ اس کا پیغام حق ہونا۔
۲۔ قلوب انسانی پر اس کا مؤثر ہونا۔
۳۔ اس کی صداقتوں کا روز بروز کھل کر ظاہر ہوتے جانا۔
۴۔ حفاظ کے سینوں میں اس کا نقش پذیر ہونا۔
۵۔ نزول کے ساتھ ساتھ اُس کا کتابت میں آجانا۔

دنیا کے کسی الہامی صحیفہ کو بلکہ مذہبی کتاب کو خواہ وہ الہامی نہ ہو یہ خوبیاں سوائے قرآن مجید کے میسّر نہیں آئیں۔

۱۔ پیغامِ حق

قرآن مجید کو پیغامِ حق کہا گیا ہے۔ خواہ اس لحاظ سے کہ وہ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ تیرے رب کی طرف سے حق ہے اور خواہ اس اعتبار سے کہ وہ ضرورتِ حقّہ کے وقت نازل کیا گیا یا اس لئے کہ اس میں باطل راہ نہیں پاسکا اور نہ کبھی پاسکے گا۔ ہر قسم کی تحریف، تغیّر اور تبدّل سے پاک ہے۔ یوں بھی کہ انبیاء کی پیشگوئیوں کو حق ثابت کرنے والا ہے اور اس لئے بھی کہ آئندہ اس کا ایک شوشہ تک بغیر پورا ہوئے نہ رہے گا۔ وہ حق کی طرف اترا ہے۔ ہر مذہب کے متعلق بلا رو رعایت حق کہتا ہے۔ تعلیماتِ حقہ پر مشتمل اور حق کی طرف لے جانے والا ہے۔

۲۔ قلوب انسانی پر اسکا اثر

انسانی قلوب کی سرزمین اس کی آمد سے پہلے مردہ تھی اس کی روحانی بارش سے زندہ ہوئی حرکت میں آئی اور ایک لہلہاتے کھیت کی طرح اپنے قدموں پر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ جہاں تاریکی تھی وہاں روشنی آئی۔ ریگستان کے ذرّے اس سیمنٹ کے مصالحہ سے مل کر ایک مضبوط چٹان بن گئے۔ بدی رخصت ہوگئی۔ اور نیکی نے اپنے قدم مضبوط جما لئے۔

۳۔ صداقتوں کا کھلنا

ہر قوم صرف اپنی کتاب کو لئے بیٹھی تھی۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ (۲ : ۱۱۳) البقرۃ

ایک ہی کتاب کے پرستار ہو کر ایک دوسرے کے حق اور صداقت کی کلیۃً تردید کرتے تھے۔ اپنی قوم اور ملکی حدود سے باہر کسی بھلائی کے موجود ہونے کے منکر تھے۔ قرآن آیا اور اپنے ساتھ یہ بشارت لایا۔

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ[1] وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۔ (۱۶ : ۳۶) النحل

کیا اس صداقت کا جس طرح اسلام سے پیشتر انکار کیا جاتا تھا۔ اور نزول قرآن کے وقت اس پر تعجب کیا جاتا تھا کیا آج بھی مذہبی دنیا اس حقیقت و صداقت کی ویسی ہی منکر ہے۔ کیا ہندوؤں میں برہمو سماج، عیسائیوں میں تھیوسوفسٹ یونیٹیرینسٹ اور ریشنیلسٹ کا وجود قرآن کی صداقت کا اعلان نہیں کر رہا۔ کیا بڑے بڑے منکرین اسلام کے دل اس صداقت کے سامنے پگھل نہیں گئے ؎

کہتا ہے کون ؟ کہ نالۂ بلبل ہے بے اثر ٭ پردے میں گل کے لاکھ جگر تار تار ہے

۴۔ حفّاظ کے سینوں میں نقش قرآن

مہاتما بدھ کی بصیرت کی داد دیجئے۔ اور اس نور ایشیا کو مرحبا کہئے جس نے قرآن مجید کی اس امتیازی خصوصیت کو صدہا برس پیشتر بتا دیا۔ قرآن مجید کا حافظوں کے سینہ میں یوں نقش ہو جاتا ایک عظیم الشان حقیقت ہے۔ جس کا نظارہ دنیا نے ہر زمانہ میں کیا ہے اور اپنے آخر تک کرتی چلی جائے گی۔ حفاظتِ کتاب کا یہ تواتر تواریخی کسی مذہبی کتاب کو میسر نہیں آیا۔ بے شک بعض کتابوں کو لوگ اپنی جان سے بھی عزیز رکھتے ہیں، حفظ کرتے ہیں۔ لیکن حفاظتِ کتاب کا تواتر یقیناً کسی جگہ موجود نہیں اور نہ یہ کثرت حفاظ کسی کتاب کو میسر آئی ہے جو قرآن مجید کو ملی ہے۔ اس پیغام حق کے سوا تمام کتب مذاہب پر تاریکی کا ایک لمبا زمانہ گذرا ہے۔ ایسا زمانہ جس میں کتاب کی موجودگی اور صحت دونوں مشکوک ہیں۔ وید اس تاریکی کے اندر ایک سے

---

[1] (۳۵ : ۲۴) فاطر۔

چار اور چار سے ۱۳۱۱ ہو گئے۔ دس بارہ ویدوں کا وجود آج بھی اس بہار و خزاں کا پتہ دے رہا ہے جو شجر وید پر گزر چکی۔ بائیبل کے مسورہ اور نسخہ سبعینیہ کے مختلف نسخے صدوقیوں اور فریسیوں کی مفصل اور مجمل بائیبل۔ صحف بائیبل کے جعلی نسخے ایک انجیل کی شکست و ریخت پر بیسیوں سے شاخسانے نکل آنا اس امر کی دلیل بین ہے کہ دنیا کی کوئی الہامی کتاب نبی کی زندگی میں پورے طور پر حفظ نہیں کی گئی۔ وید۔ ژند اوستا، تورات، انجیل وغیرہ وغیرہ اور خود مہاتما بدھ نے جس صداقت کا اعلان کیا وہ اس کے مبلغین نے محفوظ نہیں رکھا جیسا کہ ہم اُسے زیر عنوان ''بدھ مذہب کی کتب'' ثابت کر چکے ہیں۔

ان تمام صحف سماوی کے خلاف قرآن مجید کی تلاوت اور حفظ کا جس قدر چسکا صحابہ کرام میں موجود تھا وہ تاریخ کے اندر موجود ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی جماعت کو نہایت ذوق و شوق سے تلاوت کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:۔

''خدا کا شکر ہے خدا کی کتاب ایک ہے اور تم میں سرخ، سیاہ، سپید ہر قسم کے لوگ ہیں''۔

(ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے شوق تلاوت کو دیکھ کر آپ نے فرمایا ''پورے ایک مہینہ میں قرآن ختم کیا کرو''۔ بولے مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ حکم ہوا کہ پندرہ دن میں۔ عرض کی کہ میں اس سے بھی زیادہ طاقت پاتا ہوں۔ فرمایا دس دن میں، بولے کہ مجھ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے۔ ارشاد کیا سات دن میں۔ اور اب اس سے زیادہ کی اجازت نہیں''۔

(ابو داؤد کتاب الصوم)

اکثر صحابہ کی محفلوں میں مجالس میں تلاوتِ قرآن کا ورد ہوتا تھا اور بعض کو اس کے سننے کا عشق تھا۔ ابو موسیٰ اشعری نہایت خوش الحانی سے قرآن مجید پڑھتے تھے۔ وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو فرماتے ہم کو خدا کا شوق دلاؤ وہ قرأت شروع کرتے اور حضرت عمرؓ نہایت محویت سے سنتے۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ ابو موسیٰ اشعری)

یوں تو ہر ایک صحابی کو آدھا تہائی قرآن یاد تھا مگر بہت سے صحابہ مہاجرین اور انصار میں سے ایسے تھے جنہوں نے پورا قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت علیؓ اور

عبد اللہ ابن مسعودؓ وغیرہ بڑے بڑے مہاجرین شروع سے برابر قرآن کو حفظ کرتے آتے تھے۔

ابن جریر طبری لکھتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مکہ میں اپنے گھر میں ایک چھوٹی سی مسجد بنا لی تھی اس میں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ اور حفظ قرآن سے اُن کو عشق تھا۔ مہاجرین میں خلفاء اربعہ، طلحہ، سعد، ابن سعد، حذیفہ، سالم مولٰے حذیفہ، ابو ہریرہ، عبداللہ بن سائب، عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ انصار میں سے عبادہ بن الصامت، ابو حلیمہ، مجمع بن جاریہ، فضامہ بن عبید مسلم بن مخلد، تمیم داری، عقبہ بن عامر، ابو موسیٰ اشعری، نہ صرف مرد بلکہ عورتوں تک کو قرآن مجید حفظ تھا۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ، حفصہؓ، ام سلمہؓ نے قرآن مجید کو حفظ کیا ہوا تھا۔ مدینہ میں ام ورقہ کو قرآن مجید یاد تھا۔

۵۔ نزول کے ساتھ ہی کتابت قرآن

مہاتما بُدھ کے **موعود میتیہ** کا پانچواں نشان یہ تھا کہ اس کا پیغام حروف میں بھی شائع کیا جائے گا۔ صحف سماوی میں سے قرآن مجید اور صرف قرآن مجید ہی وہ کتاب ہے جو نزول کے ساتھ ملہم اور نبی کی زندگی میں اور اس کی زیر ہدایت حروف والفاظ میں ضبط ہوتی چلی گئی۔ جب اس کا کوئی حصہ نازل ہوتا تھا آپ اسی وقت حفاظ کو بلاکر یاد کرا دیتے اور کاتبوں کو بلاکر لکھوا دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نزول قرآن کی تاریخ تمام الہامی کتابوں کی تاریخ سے بہت بڑھ کر مکمل ہے۔ ہر ایک آیت کے متعلق شان نزول، مقام نزول، اور وقت نزول کے تفصیلی حالات احادیث کے اندر مروی ہیں۔ ہر ایک قدیم نسخہ قرآن مجید کی تاریخ موجود ہے۔ حفاظ قرآن کا سلسلہ روایت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سر ولیم جیسے دشمنِ اسلام کو قرآن مجید کی صحت کے متعلق یہ اعلان کرنا پڑا:۔

"جہاں تک ہماری معلومات ہیں۔ دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو اس (قرآن) کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو"

اس کے بعد خود ہی وان ہیمر کا یہ قول ولیم میور نے نقل کیا ہے:۔

"ہم ایسے ہی یقین سے قرآن مجید کو بعینہٖ محمد (صلعم) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھتے

ہیں جیسے مسلمان اُسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں"۔

مستشرقین کی رائے درحقیقت ان واقعات پر مبنی ہے جن کا انکار جہالت ہے :۔
مکہ معظمہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی، حضرت عثمان رضی، حضرت علی رضی وغیرہ قرآن مجید لکھا کرتے تھے۔ مدینہ میں ان کے علاوہ زبیر بن العوام۔ ابی بن کعب، حنظلہ ابن الربیع زید بن ثابت، ابی ابن فاطمہ، عبداللہ بن ارقم، شرجیل بن حسنہ، عبداللہ بن رواحہ، امیر معاویہ خالد بن سعید اور ان کے بھائی ابان وغیرہ تھے (حدیث ابن ابی داؤد)

وہ کتاب جس کی حفاظت کا اہتمام روز اوّل سے کیا گیا۔ جس کے نزول اور ضبط کے متعلق ہر قسم کے واقعات دل نشین کئے گئے جس کے بکثرت نسخے بہت جلد ہر قوم اور ہر ملک میں شائع کئے گئے اور وہ قوم جو اس کی مبلغ قرار دی گئی۔ اُس کی نقلیں لے کر ایک قلیل عرصہ میں مشرق اور مغرب میں پھیل گئی۔ وہ ملت جس کے ۳۰ سال کے اندر بظاہر شیعہ اور سنی دو ٹکڑے ہو گئے لیکن ان کی باہمی دشمنی بباطن قرآن مجید کی حفاظت کا ذریعہ بن گئی۔ گو وہ اُمت ایک صدی میں ہی پاش پاش ہو کر آج سینکڑوں فرقوں میں تقسیم شدہ ہے لیکن ہندو اور عیسائی فرقوں کے الگ الگ ویدوں اور اناجیل کے خلاف اُن کا قرآن ایک ہی رہا۔ اس کے اندر ایک حرف بلکہ زیر وزیر تک کا اختلاف نہ ہوا۔ یہ ایک ایسا بیّن نشان تھا۔ جس کی پیشگوئی مہاتما بدھ نے کی اور جس کی بشارت دوسرے انبیاء نے دی۔ انبیائے عالم کے موعود نبی کی کتاب کی بے نظیر حفاظت کا وعدہ تھا جس نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا اس نے قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اپنے اوپر لے کر (ان علینا جمعہ وقرآنہ) اسے خاتم الکتب ٹھہرایا اور اس دوگونہ خاتمیت سے دین اسلام کو خاتم ادیان قرار دے کر دنیا پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا :۔

آپکے ساتھ ہزارہا صحابہ کی جماعت ہوگی

پیشگوئیوں میں جس طرح قرآن کو خاتم النبیین کا اعجاز قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح صحابہ کی جماعت کا ملنا بھی ایک موعود امر ہے۔ قرآن اگر حضور کا قولی معجزہ تھا تو صحابہ کی جماعت آپ کا ایک عملی اعجاز تھا اسی لئے کئی ایک انبیاء کی زبان پر ان کو قدوسی کا خطاب دیا گیا۔ گویا وہ ایک عظیم الشان

رسول کی قدوسیت پر ایک زندہ شہادت تھی۔ جناب بدھ نے فرمایا آنے والا بدھ میتیہ میری مثل ہے اور یہ مماثلت کئی ایک باتوں میں ہے ایک وجہ مماثلت یہ فرمائی جس طرح میرے ساتھ سینکڑوں کی جماعت ہے اس کے ساتھ ہزاروں کی جماعت ہوگی۔ اگر کسی داعیٔ حق کی کامیابی کا معیار یہ ہے کہ وہ حسب منشار لوگوں کے اندر انقلاب پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائے اس کے اثر کا دائرہ اکائیوں دہائیوں اور سینکڑوں سے آگے بڑھ کر ہزاروں تک پہنچ جائے تو وہ بلاشبہ دنیا میں ایک غیر معمولی طاقت کا فرد ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے داعیانِ حق کی زندگی ہمارے سامنے ہے کسی کو عمر بھر میں صرف دس بارہ مومن دیکھنے نصیب ہوئے اور وہ بھی ایسے پست ہمت کہ نازک وقت میں استاد کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ کسی کو سو دو سو شاگرد ملے مگر انہوں نے اپنے استاد کے پیغام کو جلد کھو دیا۔ (دیکھو بدھ مذہب کی کتب مقدسہ صفہ) (بدھ مذہب نے مختلف ممالک کے اندر متضاد اصولوں کی ترویج کی ہندوستان میں وہ اپنے پہلے دس ہی برس میں بدل گیا۔۔۔۔۔ بدھ کوئی مذہب نہ تھا بلکہ وہ محض فلسفی نظام تھا) مگر وہ ہزاروں کی جماعت جو علم کے لحاظ سے علوم الاولین والآخرین کی وارث ٹھہرائی گئی تو عمل کے لحاظ سے ایک بے نظیر جماعت فعّال قرار دی گئی۔ جذبۂ محبت کے لحاظ سے شمع رسالت کے وہ پروانے تھے۔ جو حفظ ناموس رسول و رسالت پر جانیں قربان کرنے والے تھے۔ اعداد و شمار میں ہزاروں تقدس اور پاکیزگی میں بے مثال اور محبت رسول میں والہ و شیدا یہ ایک ایسی کامیابی ہے جو عقلاً نقلاً عرفاً اور شرعاً ہر لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو انبیاء عالم پر امتیاز بخشتی ہے۔

میتیہ موعود کی شناخت مہاتما بدھ کی زبان سے

میتیہ کے نام اور کام پر بحث کرنے کے بعد یہ امر بھی قابل غور ہے کہ بدھ نے خود میتیہ کی کیا علامات بیان فرمائی ہیں تاکہ اس کی شناخت میں آسانی ہو سکے بدھ کی مشہور کتاب دھمپد میں ایک فصل میتیہ کے موضوع پر ہے اس میں میتیہ کی مفصلہ ذیل علامات لکھی ہیں:۔

۱۔ تمام مخلوقات پر شفقت کرنے والا ۲۔ سلامتی والا یا مسلم

۳۔ راحت اور آرام کی نیند سونے والا ۴۔ تدبر والا

۵۔ اُسے بُری خوابیں نہ آئیں گی
۶۔ ملائکہ کی اس پر حفاظت ہوگی
۷۔ نسلِ انسانی سے بیحد محبت
۸۔ زہریلی اشیا سے بے خوف
۹۔ جنگ کی شدت میں مصئون ومحفوظ
۱۰۔ آگ اور پانی کے ضرر سے محفوظ
۱۱۔ دنیا میں کامیاب اور وفات پر برہم لوک (بہشت) میں جانا۔

اس میتیہ سُتا میں بحیثیت معلم اخلاق مہاتما بدھ نے میتریا کے اخلاق فاضلہ یہ بیان کئے ہیں:۔

۱۔ صادق
۲۔ خوددار
۳۔ نرم گفتار
۴۔ شریف
۵۔ مغرور نہ ہونا
۶۔ دوسرے کو کبھی دھوکا نہ دے
۷۔ کسی حیثیت میں دوسروں کو حقیر نہ سمجھے
۸۔ مغلوب الغضب نہ ہو۔
۹۔ دوسروں کے نقصان پر خوش نہ ہو
۱۰۔ مخلوق پر ماں کی مثل مہربان ہو
۱۱۔ کھڑے، چلتے، بیٹھے، لیٹے اور بیداری میں نیک تدبیر رہے۔
۱۲۔ اس کا طریق زندگی دوسروں کے لئے بہترین نمونہ ہو۔

(دھمّہ پد، فصل میتیہ سُتا فقرہ ۱۵۱)

ان تمام علامات کو ایک ایک کر کے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دیکھ جائیے۔

تمام مخلوقات پر شفقت اس خلق کی بنا پر حضور صلعم کو رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ۔ (۲۱ : ۱۰۷)
فَبِمَا رَحْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ[۱] وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (۶۸ : ۴)

وغیرہ وغیرہ خطابات ملے نسلِ انسانی پر شفقت کے علاوہ باقی مخلوق پر شفقت کے مفہوم میں اقوام اور مذاہب کا زاویۂ نگاہ مختلف ہے۔ بالعموم سمجھا یہ جاتا ہے کہ کسی جانور کو کسی قسم کی تکلیف نہ دینا بھی اس خلق میں داخل ہے۔ ان کا ذبح کرنا جذبۂ شفقت اور رحم کے خلاف ہے۔ بُدھ اور جین مبلغین کے ساتھ ہمارا یہی اختلاف اور تنازع ہے۔ اس کے متعلق مہاتما بدھ کے الفاظ بھی قابلِ غور ہیں آپ فرماتے ہیں۔

"اُس شخص میں محبت کہاں جو ایمان رکھتا ہے کہ ایک جان کو ہلاک کرنا بداعمالیوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ کیا ایک نئی غلطی پرانی غلطی کو مٹا سکتی ہے۔ کیا ایک ناکردہ قصور

[۱] (۳ : ۱۵۹)

کا خون انسان کے گناہوں کو دور کر دے گا؟

مہاتما بُدھ کے یہ الفاظ صرف اس امر کو ظاہر کرتے ہیں کہ اپنی بداعمالیوں کا کفارہ قربانی کو سمجھ لینا یہ ایک ضلالت عظیم ہے۔ بُدھ کے زمانہ میں ہندو برہمن ہزارہا جانوروں کو دیوتاؤں کی نذر کر کے زندہ جلا دیتے تھے اور اس کے ذریعہ گناہوں کا کفارہ ہونا یقین کرتے تھے۔ جانور باہم لڑا کر ان کا تماشہ دیکھتے تھے۔ ان کو آوارہ چھوڑ کر غربا کی کھیتی اور پھلوں کا نقصان کرا دیتے تھے۔ مہاتما بُدھ نے اپنے سامنے جانوروں پر یہ مظالم دیکھے۔ اور اس نامعقول بے رحمی پر اظہار افسوس کیا۔

پس ہمارے نزدیک جانوروں پر شفقت کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ کسی جانور کو بلاوجہ تکلیف نہ دی جائے۔ ہر ایک جانور جس غرض کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے۔ مگر ان کی طاقت سے بڑھ کر ان سے کام نہ لیا جائے۔ بیمار جانوروں کو کام میں نہ جوتا جائے ان کے کھانے پینے اور آرام کا خیال رکھا جائے۔ جانوروں کی پیدائش کی غرض صرف یہی ہے اس سے تجاوز کر کے مفید جانوروں کو بے کار چھوڑ دینا، اُن کی پوجا اور پرستش کرنا، انکی اس طرح حفاظت کرنا کہ وہ اپنی تعداد سے لاکھوں گنا بڑھ کر انسانی زندگی کو خطرہ میں ڈال دیں۔ یہ تعلیم اسلام اور علم وعقل دونوں کے نزدیک ناجائز ہے۔

اسلام راہبوں اور تارکوں کا مذہب نہیں بلکہ وہ ایک سائنٹیفک مذہب ہے اس کے نزدیک حیوانات ہمارے فائدہ کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (۲۳ : ۲۱) "یقیناً تمہارے لئے چارپایوں میں بھی عقلی اور علمی دلائل ہیں۔ ہم تمہیں اس سے پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں ہے اور ان میں بکثرت منافع ہیں اور انہیں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو"

بے شک ہمارے علم کا بہت ساحصہ جانوروں سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کے لئے بھی ہمیں اُنہیں ذبح کرنے کی ضرورت ہے ان میں ہمارے لئے بے شمار منافع ہیں، مختلف قسم کے ان سے کام لینے کے علاوہ ان کا چمڑہ، ہڈیاں، بال، آنتیں، ہر ایک چیز ہمارے لئے فائدہ مند ہے۔ اور ہمارے تمدن کی بہت حد تک ان اشیاء پر بنیاد ہے۔ بعض سوائے کھانے کے اور کوئی مصرف

نہیں رکھتے ان تمام صورتوں میں ذبح حیوانات ایک نہایت ضروری امر ہے۔

اس کے بعد جانوروں پر شفقت کا خیال جس قدر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تھا وہ نہ جناب مسیح کو میسر ہے نہ بدھ کے اقوال میں اس کا کوئی نمونہ نظر آتا ہے اور نہ کسی اور پیغمبر کی زندگی میں وہ نمایاں ہے۔ احادیث اور سیرت کی کتب میں اس پر ایک خاص باب باندھا گیا ہے۔ جس کا استقصار درج ذیل ہے:-

۱۔ ایک دفعہ حضور ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک بھوکا اونٹ دیکھ کر اسکے مالکوں کو بلایا اور فرمایا "اس جانور کے معاملہ میں تم خدا سے نہیں ڈرتے؟"

۲۔ ایک بار آپ سفر میں تھے۔ ایک شخص ایک چڑیا کا انڈا اٹھا کر آپکے پاس لے آیا۔ چڑیا بے قرار ہو کر اس پر منڈلا رہی تھی۔ فرمایا اس کا انڈا چھین کر اُسے کس نے دُکھ دیا؟ صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ مجھ سے یہ حرکت ہوئی۔ فرمایا "اُسی جگہ یہ انڈا رکھ دو۔"

۳۔ زندہ جانوروں کے بدن سے لوگ گوشت کاٹ کر کھاتے تھے اس سے آپ نے منع فرمایا۔

۴۔ کسی زندہ جانور کو آگ کا عذاب دینے سے بھی منع فرمایا۔

۵۔ جانوروں کو باہم لڑانا ممنوع قرار دیا۔

۶۔ ایک بدکار عورت نے پیاس سے جاں بلب کتے کو دیکھا کہ وہ گیلی مٹی چاٹ رہا ہے۔ اُس نے اُس پر رحم کھا کر کنویں سے پانی کھینچ کر اُسے پلایا حضور نے سنا تو فرمایا کہ یہ اس کا جنتی فعل ہے

۷۔ ایک عورت نے بلی کو پیاسا اور بھوکا رکھ کر مار دیا۔ نہ اسے خود کھانے کو دیا اور نہ دوسری جگہ تلاش خوراک میں جانے دیا۔ حضور نے اُسے سُن کر فرمایا یہ فعل اس عورت کا دوزخ کا حصہ دار بنانے والا ہے۔

۸۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ جب ہم منزل پر اُترتے تو پہلے اونٹوں کا کجاوہ کھول لیتے پھر نماز پڑھتے تاکہ جانور آزادی سے چارہ وغیرہ کھائے۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلامتی والا یا مسلم ہونا

اسلام کا نام ہی سلامتی سے ماخوذ ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلعم کو اول المسلمین بتایا گیا ہے

مگر یہ حقیقت صرف نام اور لغت تک محدود نہیں۔ اسلام کے تمام اصولوں کے اندر صلح و سلامتی کو سمو دیا گیا ہے۔ کسی امر میں امن عالم کو فراموش نہیں کیا گیا۔

۳۔ راحت اور آرام کی نیند سونے والا

قرآن مجید میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ارشاد ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۶ : ۱۶۲)

کہو میری نماز اور میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا رب العالمین کے لئے ہے۔ اس زندگی اور موت کے درمیان میں بھی جو کچھ ہے وہ اللہ تعالےٰ کے لئے ہے۔ اس فرد اکمل کے دل کے اندر کس قدر راحت اور تسکین ہو گی۔ جس کا جینا اور مرنا سب کچھ خدا کے لئے ہو جائے۔ احادیث میں وارد ہے کہ حضور استراحت سے پہلے نماز عشا پڑھتے جس میں اللہ تعالےٰ کی حمد۔ تعریف اور شکر کا اظہار ہے سوتے وقت بھی کلام مجید کی کوئی نہ کوئی سورت تلاوت فرماتے اور پھر نیند سے پہلے حضور کے آخری الفاظ یہ ہوتے :۔

اللّٰھم باسمک اموت واحیٰ۔ خدایا تیرا نام لے کر مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں۔

جب بیدار ہوتے تو زبان مبارک پر یہ الفاظ ہوتے :۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ۔ اس خدا کا شکر جس نے موت کے بعد ہمیں زندہ کیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ آپ کی نیند کس قدر پر تسکین اور راحت کی ہوتی تھی۔

تمام انبیاء کے متعلق حضور نے فرمایا تنام اعینھم ولا تنام قلوبھم انکی آنکھیں سوتی ہیں۔ پر دل بیدار رہتا ہے اپنے متعلق بالخصوص فرمایا۔ تنام عینی ولا ینام قلبی۔ میری آنکھیں سوتی ہیں پر دل نہیں سوتا (وہ حمد الٰہی میں لگا رہتا ہے (صحیح مسلم باب صلوۃ اللیل) اہل معرفت جانتے ہیں کہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ ذکر الٰہی کی کثرت میں ہی اطمینان قلب ہوتا ہے۔ کس قدر آرام اور راحت کی نیند ہے جو اس خدا کے محبوب کو میسر ہے۔ یہ ایک علم النفس کا عالم اور عارف باللہ ہی جان سکتا ہے کوئی دنیا کا انسان اسکی نظیر کسی شخص میں پیش نہیں کر سکتا۔

۴۔ حضور صلعم کا تدبّر۔ حضور صلعم کے سوانح حیات کا سب سے پہلا ورق حُسنِ تدبّر کی ایک بے نظیر مثال اپنے اندر لئے ہوئے ہے تاسیس سنگ اسود کے موقعہ پر جب قبائل عرب آپس میں کٹ مرنے کو تیار تھے آپ نے اپنی چادر بچھاکر پتھر کو اس پر رکھ دیا اور تمام قبائل کے سرکردہ لوگوں کو اُسے مل کر اٹھانے کی تدبیر بتائی۔ جنگوں میں گفتگو میں، وفود سے تبادلہ خیالات میں اور عام حالات میں آپ نے اپنے حسن تدبیر سے ہمیشہ حیرت انگیز کام لیا۔ آپ کی حسن تدبیر اور سعی کا ہی نتیجہ تھا کہ ریگ زار عرب کے پراگندہ ذرّے ایک اتحادی سمنٹ کی دیوار بن گئی۔ جس کی اساس وہ خطبہ تھا۔ جو فتح مکّہ کے موقعہ پر دیا گیا۔

۵۔ بُرے بُری خوابیں نہ آئیں اس کا مطلب ہم صرف یہ سمجھے ہیں کہ پُرخوری اور جذبات کے طغیان کی وجہ سے جو خوابیں آتی ہیں وہ نہ آئیں۔ آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم کے متعلق قرآن مجید میں ہے۔ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوْلَہُ الرُّؤْیَا بِالْحَقِّ (۴۸ : ۲۷)

اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کے رویا کو سچ کر دکھایا۔ اس قسم کے خواب اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ جو پورے ہو کر رہتے ہیں۔ ان کے خلاف پُرخوری کے خواب، اضغاث اور شیطانی خواب احلام کہلاتے ہیں۔ ان برے خوابوں کا کوئی تعلق نبی کے ساتھ نہیں ہوتا صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے الرؤیا من اللہ والحلم من الشیطان رویا اللہ کی طرف سے در حلم محرک بد کی طرف سے ہے۔

آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم کے متعلق مذکور ہے کہ آپ پر وحی کا آغاز رویائے صالحہ سے ہوا۔ آپ کو رویار دکھائی جاتی تھیں۔ اور وہ سپیدۂ صبح کی طرح درست اور راست اترتی تھیں (صحیح بخاری)

۶۔ اس پر ملائکہ کی حفاظت ہو۔ ملائکہ کے ذریعے انبیار اور صلحار کی حفاظت کا ذکر کتب مقدسہ میں ہر جگہ منظور ہے، ویدوں میں دیوتا (ملائکہ) زمین و آسمان اور لوگوں کی حفاظت پر مامور ہیں۔ بدھ کتب مقدسہ میں تورات و اناجیل میں زند اوستا میں سب جگہ صلحار کی حفاظت ملائکہ کے سپرد معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک طوفان سے مہاتما بدھ کی حفاظت ایک عظیم الجثہ اژدہا مچلنڈا کے ذریعہ مذکور ہے۔ اسی طرح احادیث میں آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم کی حفاظت بادِ سموم سے ملائکہ

کے ذریعہ ہوئی اس کا ذکر موجود ہے۔ البتہ قرآن مجید میں اس حفاظتِ ملائکہ کا ذکر اور طرح پر کیا گیا ہے۔ ایک تو جنگ بدر میں آپ ملائکہ کے نزول کا ذکر ہے۔ دوسرے اللہ تعالےٰ کے اس وعدہ کے ماتحت کہ۔

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (۵ : ۶۷) المآئدۃ

ا اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ یہ وعدہ لفظ بلفظ پورا ہوا۔ جنگ کی شدت کے اندر صفِ اوّل میں لڑنے کے باوجود کوئی آپ کو شہید نہ کر سکا۔ حالانکہ آپ کے پہلو بہ پہلو لڑنے والے مسلمان سینکڑوں کی تعداد میں شہید ہوئے۔ جب بھی آپ کی جان لینے کی کوشش کی گئی۔ ملائکہ نے ہمیشہ آپ کی حفاظت کی۔

۷۔ **نسل انسانی سے بےحد محبت** مہاتما بدھ نے دیکھا کہ لوگ اپنی غفلت اور حبِ دنیا کی شدّت کی وجہ سے دکھوں میں مبتلا تھے اس کو دیکھ کر آپ کا دل بے قرار ہو گیا۔ اور اس نے بادشاہی پر لات مار کر لوگوں کو مصیبت سے نکالنے کے لئے سخت ریاضتہا سے شاقہ کیں اور اپنے آپ کو اس دکھ کے اندر گھلا دیا کہ کیونکر لوگوں کو حقیقی روشنی نصیب ہو۔ بعینہٖ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مجاہدے، ریاضتیں، عبادات اور تفکرات اسی وجہ سے تھے کہ دنیا کو بدکاریوں سے کیونکر نجات ملے؟

خدا کے حضور آدھی آدھی رات تک گریہ وزاری کا مقصد لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لانا تھا۔ لوگوں نے آپ کو بےحد اذیتیں اور دکھ دیئے مگر آپ کی اس دلسوزی میں قطعاً کوئی فرق نہ آیا۔ جنہوں نے آپ کو انتہائی اذیتیں دیں انہی کے لئے آپ نے عفو اور رحم طلب کیا۔ نسل انسانی کے ساتھ غایت درجہ کی محبت کے سوا کیونکر ممکن تھا؟

۸۔ **زہریلی اشیاء سے بے خوف** وہ سب زہر جو انسان کی ہلاکت کا موجب ہیں۔ ان سب سے مہلک ترین زہر بدی یا شیطان کا زہر ہے جو نہ صرف انسانی جسم پر ہی حملہ کرتا ہے۔ بلکہ اسکی روح کی گہرائیوں میں اتر کر اسے تباہ و برباد کرتا ہے۔ اس قدیمی سانپ۔ مار یا شیطان سے آپ کیونکر بے خوف تھے۔ آپ نے خود ہی ایک مرتبہ فرمایا کہ ہر ایک انسان کے لئے ایک جن شیطان ہے۔ مگر میرا شیطان مسلمان ہو چکا ہے اس لئے کہ وہ کبھی آپ کے دل میں بدی

کا خیال پیدا نہیں کرتا۔ تاہم عام زہریلی اشیاء کے متعلق بھی لکھا ہے کہ کسی ایک لوگوں نے آپ کو کھانے میں زہر ملا کر دیا مگر آپ کو اس سے کوئی گزند نہ پہنچا یا آپ کو قبل از وقت اس کا علم ہو گیا کہ کھانا مسموم ہے اور آپ اس سے فی الفور دستکش ہو گئے جیسا کہ ایک یہودی عورت کا قصہ روایات کے اندر منقول ہے۔

جنگ کی شدت میں محفوظ رہنا

دیکھو نمبر ۶

آگ اور پانی کے ضرر سے محفوظ بعض قوموں پر ان کے انبیاء کی زندگی میں آگ اور پانی کے طوفان آئے جس کی وجہ قوم کے لوگوں کی سرکشی اور انکار رسالت تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور برکت سے نہ صرف خود حضور آب و آتش کے حملوں سے محفوظ رہے بلکہ آپ کی قوم بھی ان قہری نشانات سے ہمیشہ بچائی گئی۔ قرآن مجید نے خود اسے یوں بیان کیا ہے:۔

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (۸: ۳۲-۳۳)

"اور جب انہوں نے کہا خدایا اگر یہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر دردناک عذاب بھیج۔ اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان کو عذاب دیتا جب کہ تو ان میں تھا۔ اور اللہ ان کو عذاب دینے والا نہ تھا۔ اس حال میں کہ وہ استغفار کرتے ہوں۔"

کیسا عجیب خدا کا تصرف تھا جنگِ بدر میں بارش کا ریلا آیا۔ دشمن کو اس سے شدید نقصان پہنچا مگر آپ کے لئے اور آپ کی فوج کے لئے وہ ابر رحمت ہو گیا۔ اس لئے کہ آنے والے کا پیشگوئیوں میں یہ بھی ایک نشان تھا۔

دنیا میں کامیاب اور وفات پر بہشت اس سے بڑھ کر دنیا میں کسی کو

دیکھو کتاب پیدائش ۱۳: ۸۔

۳ ۔ مماثلت کے لحاظ سے — Brother of resemblance

۴ ۔ طبعی اور وطنی بھائی — By community nature or habitation

دیکھو پیدائش ۱۹: ۷

۵ ۔ نسل اور پیشہ کے اعتبار سے نامہ قلیسون ۱: ۲ — By regeneration and a profession of the same faith and religion (Col. 1:2)

۶ ۔ ایک بھائی منہ بولے بھی ہوتے ہیں دیکھو دیوحنا ۲۰: ۱۷)

پس یہ کہنا کہ عبرانی اح صرف حقیقی بھائیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ غلط محض ہے۔ اور اس سے مراد صرف بنی اسرائیل لینا بھی لغت کے مندرجہ بالا حوالجات کے خلاف ہے۔

جناب ابراہیم اور اسحاق دونوں غیر قوموں میں شادی کرنے کے خلاف تھے۔ مگر حضرت یعقوب کے بھائی عیسو نے حضرت اسماعیل کی بیٹی سے شادی کی پیدائش ۲۸: ۹ اور ۳۶: ۳ جس سے یہ ظاہر ہے کہ وہ ان کو اپنے بھائی سمجھتے تھے۔ اور جناب داؤد کی بھتیجی سے ایک اسمٰعیلی نے شادی کی تواریخ اول ۲: ۱۷ کتاب مقدس میں بعض اوقات اسماعیلیوں کو اسرائیلیوں کے دشمن بھی لکھا ہے۔ مگر اس کے متعلق سائیکلو پیڈیا بیلیکا میں لکھا ہے کہ اس قسم کے فقرات مصنف کے ذاتی عناد کا نتیجہ ہے۔

پس بائیبل کے ان حوالجات کی بناء پر یہ کوئی ضروری امر نہیں کہ اسرائیل کے بھائیوں سے مراد صرف اسرائیلی ہوں بلکہ اسرائیلیوں کا اسماعیلیوں میں شادی بیاہ کرنا ثابت کرتا ہے۔ کہ وہ ان کے قریبی بھائی تھے۔

مسیحی حضرات کے دعوی کی تردید

مسیحی حضرات کا یہ دعوی کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسرائیل ہی ہیں۔ اور کہیں یہ محاورہ دوسری قوموں کے لئے استعمال نہیں ہوا غلط ہے۔ اول تو اس میں بلحاظ کلام کے یہ نقص ہوگا۔ کہ یہاں اضافت الی نفسہٖ ماننی پڑے گی۔ حالانکہ مضاف ہمیشہ مضاف الیہ کا غیر ہوتا ہے۔ پس بنی اسرائیل اور اس کے بھائی دو الگ الگ قومیں ہوں گی۔ اور بائبل میں خود دونوں قوموں میں یہی رشتہ اخوت بتایا گیا ہے۔ چنانچہ استثناء ۲۳: ۸ اور ۲: ۴۸ اور عبدیاہ ۱: ۱۰ میں بنی عیساؤ پر بھائیوں کا لفظ بولا گیا ہے۔

میں ممد ہے۔ حیات اجتماعی کی بقاء کا انحصار علم الاخلاق پر ہے اس لئے علم الاخلاق مذاہب عالم کا ایک نہایت ضروری جزو ہے۔ چونکہ فطرۃ انسانی ثبات عقل اور صحت نفسی کی حالت میں بالعموم اس امر کو ترجیح دیتی ہے کہ انفرادی منافع اور مضار اجتماعی منافع اور مضار کے تابع رہیں۔ اس لئے انفرادی زندگی پر اجتماعی زندگی کو اور علم طب پر علم الاخلاق کو ترجیح حاصل ہے۔

ہمیں اس امر کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ مہاتما بدھ کا فلسفہ اخلاق بہت بلند ہے۔ اور انہیں بجا طور پر برقِ شرق یا نور ایشیا کا خطاب دیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک معجزات اور کرامتیں کسی شخص کے مصلح ریفارمر یا نبی ہونے پر اس قطعیت کے ساتھ دلالت نہیں کرتے۔ جس قطعیت کے ساتھ خُلقِ عظیم یا اعلیٰ اخلاق دلالت کرتے ہیں کیونکہ قوموں کی تعمیر خرقِ عادت معجزات پر نہیں بلکہ اعلیٰ اخلاق سے ہوتی ہے۔ چونکہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور حقانیت کے ثابت کرنے کے لئے کسی صنفِ دلیل کو باقی نہیں چھوڑا۔ لہٰذا انبیاء اور رشیوں کی زبان پر آپ کے معجزات کا ذکر بھی پیش خبری کے طور پر کر دیا گیا۔ اور آپ کے اعلیٰ اخلاق کی نسیم بشارت بھی ہر ملک اور قوم کی فضاء میں پہنچا دی گئی۔ مہاتما بدھ نے میتیہ (آنحضرت صلعم) کی جو خرق عادت علامات بیان کی ہیں۔ وہ گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے۔ اب صاحبِ خلقِ عظیم کے حسن باطنی پر بھی ایک نگاہ دوڑائیے۔ جس کا مہاتما بدھ جیسا معلم اخلاق والہ وشیدا تھا۔

میتریاسُتہ (دھمہ پد میں) اِخلاق میتریا

صاحبِ خلقِ عظیم کے اعلیٰ اخلاق کی تعریف نہ صرف مہاتما بدھ نے کی ہے بلکہ ان اخلاق کا مطالعہ اس نگاہ سے بھی کرنا ضروری ہے کہ جس قوم کے سامنے وہ پیش کیا گیا۔ اس پر اس نے کیا اثر کیا کیونکہ یہ امر بالکل ممکن ہے کہ ایک ضابطۂ تعلیم نہایت دلربا اور خوش آیند ہو لیکن عملاً اس کا نتیجہ صفر ہو نا قابل عمل ہو۔ ناصرۃ کے نبی کی تعلیم بیشک دل کو اچھی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن نہ تو مسیح کے حواریوں پر اس کا کوئی اثر ہوا اور نہ ان اخلاق پر عمل پیرا ہو کر دنیا کی کسی قوم نے کبھی کامیابی حاصل کی لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا درس اخلاق قعر ذلت میں گری ہوئی ایک قوم کو ترقی کے بلند مقام پر پہنچانے میں کامیاب ہو گیا۔ یہی وہ اخلاق تھے۔ جن کے ذریعہ وہ منتشر اور پراگندہ ریت کے ذرے ایک

سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ہو گئے۔ حیات قومی کا انحصار افراد کی طاقت اور قوت پر ہے۔ اور طاقت کی جان امانت ہے اور امانت نام ہے۔ ان استعدادوں اور قویٰ کے نشو و نما کا جو فاطر فطرت نے انسان کے اندر اس کے ارتقا کے لئے رکھی ہیں۔ محمد رسول اللہ کو سب سے پہلا خطاب جو اس کی قوم کی طرف سے دیا گیا وہ امین کا خطاب ہے۔ کسی شخص کا امین ہونا ہی صاحب خلق عظیم کی دلیل ہے۔ مہاتما بدھ نے میتریہ کے ۱۲ اخلاقی فضائل کا ذکر کیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں۔ ان خوبیوں کا موصوف بحیثیت مجموعی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی دوسرا نہیں۔

۱۔ صدیق ہونا انسان خلقی طور پر صادق القول اور صداقت پسند پیدا ہوا ہے۔ بالعموم جب تک ناجائز، خود غرضی یا اور کوئی اضطراری حالت اور خوف سے مجبور نہ ہو تب تک وہ ہمیشہ سچ ہی بولتا اور سچ ہی پسند کرتا ہے اس لئے ہر قسم کی خود غرضی اور خوف سے بلند ہو کر راست گفتاری ہر نبی کے لئے پہلی شرط ہے۔ اور ہمیں خوش ہونا چاہیئے کہ راستی اور صداقت ہر مذہب میں مقبول ہے مہاتما بدھ فرماتے ہیں۔

"جھوٹ مت بول بلکہ سچ کہہ، آزادی کے ساتھ سچ بول، نڈر ہو کر اور محبت بھرے دل کے ساتھ"

پس صداقت اور راستی ہر مذہب کی جان ہے۔ پر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو میتریہ کی پیش گوئی کا مصداق ہیں۔ اس کے اندر بھی اگر ایسے ضروری خُلق کا معمولی رنگ پایا جائے تو قرآن مجید کا اسے إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ[۱] کہنا درست نہ ہوگا۔ بیشک وید میں، اوستا ژند میں، تورات اور صحفِ انبیاء و اناجیل میں سب جگہ سچ بولنے کی تاکید ہے۔ لیکن بعض مواقع ایسے بھی ہیں۔ جن میں ضرورتاً سچ کی نسبت جھوٹ بولنا بہتر سمجھا گیا ہے۔ اور ہمارے خیال میں یہ چار مواقع ہیں:۔

الف۔ دیوتاؤں کی یا خدا کی مبالغہ آمیز تعریف کرتے ہیں۔

ب:۔ غیر اقوام اور مذاہب کے بالمقابل اپنے فائدہ کو مدنظر رکھ کر۔

ج:۔ رشیوں، منیوں، پیغمبروں اور رسولوں کی منقبت کرتے ہوئے۔

د:۔ بعض اوقات خود غرضی اور خوف کے وقت۔

[۱] (۶۸ : ۴)

مذہبی لوگوں نے ان اقسام دروغ کے مختلف نام اپنے دل کی تسلی کے لئے رکھ چھوڑے ہیں۔ مختلف مذاہب کی کتابوں میں سے ایسے حوالجات پیش کرنا مناظرہ کی کتاب کا موضوع ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوانح حیات میں سے آپ کے خلق عظیم کی مثالیں انہی چار عنوانات کو سامنے رکھ کر پیش کی جاتی ہیں۔ ایسے مواقع پر جب اپنا سراسر نقصان نظر آ رہا ہو سچ بولنا ایک اعلے خلق کے صدیق کا ہی کام ہے۔

الف :۔ قیصر روم کے دربار میں قیصر نے جب ابوسفیان سے یہ سوال کیا کہ تم نے اس نبی کو پہلے کبھی دروغ گو پایا؟ ابوسفیان نے جواب دیا نہیں۔ اس پر ابوسفیان کو ملزم گردانتے ہوئے قیصر نے کہا اگر وہ خدا پر افترا باندھتا تو وہ آدمیوں پر افترا باندھنے سے کیسے باز رہتا؟

ب :۔ آنحضرت صلعم کو دعوت اسلام کا جب حکم ہوا تو آپ نے ایک پہاڑ پر چڑھ کر قریش کو بلایا اور فرمایا۔ اگر میں تم سے کہوں کہ پہاڑ کی پشت پر ایک لشکر آ رہا ہے تو کیا تم کو میری بات کا اعتبار آئے گا۔ سب نے کہا ہاں! کیونکہ ہم نے تم کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔

ج :۔ ابوجہل جیسے دشمن اسلام نے کہا ہم آپ کو جھوٹا نہیں کہتے ہاں اس رسالت کو جھوٹ مانتے ہیں جو آپ لائے ہیں۔

د :۔ صلح حدیبیہ میں جو عہد نامہ آپ نے کفار کے ساتھ کیا کہ اہل مکہ سے کوئی شخص مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئے تو اسے واپس کر دیں گے جس کے معنی یہ تھے کہ مسلمان اگر مکہ والوں کی سختیوں سے جان بچا کر مسلمانوں کے پاس پناہ لے گا تو اسے پناہ نہ دیکر پھر اس فتنہ کی بھٹی میں واپس کرنا ہوگا۔ مگر اس عہد کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے حالات میں پورا کیا کہ خود مسلمانوں کی آنکھوں میں خون کے آنسو اتر آئے۔

۲۔ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور امتیازی پہلو

سیرت کا امتحان برائی اور کمزوری میں ہی ہو سکتا ہے۔ جو شخص اپنے اعلے اخلاق کو بیان کرتا ہے۔ مگر کبھی اپنی کمزوری کا اعتراف نہیں کرتا فلسفہ اخلاق کی رو سے اسے صدیق نہیں کہا جاسکتا لوگوں نے انبیا کی سیرت نگاری میں بھی ٹھوکر کھائی ہے کہ ان کو بشریت سے اٹھا کر خدائی کے عرش

پر بٹھا دیا ہے۔ اناجیل نے مسیح کی پیدائش، ان کے معجزات، ان کے کلمات، ان کی وفات ان کا صعود آسمانی، ان کی بکرر آمد ان سب کو ایسے رنگ میں بیان کیا ہے کہ وہ خدا یا خدا کی فی الحقیقت بیٹے بنا دیئے گئے ہیں۔ اس کے بالمقابل ان کی بشریت کے پہلو کو ایسا نظر انداز کیا ہے۔ گویا وہ بشریت سے بالکل خالی ہیں۔ جناب مسیح پر ہی کیا انحصار ہے اپنے اپنے رشیوں پیغمبروں کے ساتھ ہر ایک مذہب نے یہی سلوک کیا ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بنا پر اس صداقت کا بڑے زور کے ساتھ اعلان کیا ہے

قُلْ إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (۱۸ : ۱۱۰)

کہدو میں تو تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں۔ ایک اور موقعہ پر اپنے متعلق اپنے منہ سے اس واقعہ کا اعلان کیا اور قیامت تک کے لئے اسے قرآن مجید میں لکھوا دیا کہ لوگ ہمیشہ اس کی تلاوت کرتے رہیں اور دنیا کو بتاتے رہیں۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰى أَنْ جَآءَهُ الْأَعْمٰى وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكّٰى أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى أَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى فَأَنْتَ لَهُ تَصَدّٰى وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكّٰى وَأَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى وَهُوَ يَخْشٰى فَأَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى

(العبس ۸۰ : ۱ تا ۱۰)

"برا منایا اور منہ پھیر لیا اس لئے کہ اس کے پاس اندھا آیا اور تجھے کیا خبر ہے کہ شائد وہی پاکیزگی اختیار کرے یا نصیحت قبول کرے تو نصیحت اسے فائدہ دے۔ جو پرواہ نہیں کرتا تو اس کی طرف تو متوجہ ہوتا ہے اور تجھ پر کیا؟ اگر وہ پاکیزگی اختیار نہ کرے۔ اور جو تیرے پاس دوڑتا آیا اور وہ ڈرتا ہے۔ تو اس سے تو بے رخی کرتا ہے"

یہ واقعہ کتنا ہی معمولی ہو کہ ایک شخص جو نابینا تھا اس نے اس وقت جب آپ اور لوگوں کے ساتھ مصروفِ گفتگو تھے دخل دیا اور آپ نے اس سے بے رخی کی لیکن صاحب خلق عظیم کی سیرت کے اتنا چھوٹا سا امر بھی خلاف تھا اس لئے اللہ تعالے نے فوراً آپ کو اس سے روک دیا مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی انتہائی صداقت پسندی کا یہ ایک بیّن ثبوت ہے کہ وحی الٰہی

کا یہ حصّہ بھی جو آپ کے خلاف تھا قرآن مجید میں لکھوا دیا۔ اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کئی ایک اور مواقع پر اپنی بشریت کے تقاضوں اور لوازمات کا اظہار اور اعلان کیا ہے۔

مہاتما بدھ کا یہ کہنا کہ وہ صدیق ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے غیر معمولی طور پر سچ بولیگا اور سچ کر دکھائے گا کہ اس طرح دوسروں کے لئے سچ بولنا عادتاً محال ہوگا۔

خود دار ہونا دنیا کا سارا کاروبار نسل انسانی کی باہمی امداد اور ایک دوسرے پر احسان کرنے سے چل رہا ہے۔ لیکن دوسروں سے ایثار کا مطالبہ اور خود احسان و ایثار سے باز رہنا یہ خود داری کے جذبہ کے بالکل خلاف ہے جو شخص هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ[1] کے سنہری اصول سے ناواقف ہے۔ اس میں خود داری کے جذبہ کی کمی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بے مثال محسن نسلِ انسانی تھے۔ دوست و دشمن سب پر احسان ان کا ایک امتیازی خلق تھا تاہم آپ کسی کا احسان گوارا نہ فرماتے تھے مگر اس صورت میں کہ اس احسان کا بدلہ بھی دیدیتے کیونکہ یہ خود داری کو ٹھیس لگانے والا امر ہے۔ قرآن مجید میں آپ کو حکم دیا گیا۔ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ[2] "زیادہ ملنے کی توقع پر کسی سے احسان نہ کرو" احسان کر کے اجر یا بدلہ کی توقع رکھنا یہ احسان کے خلاف ہے۔ اس میں احسان اور جس پر احسان کیا گیا دونوں کی ہتک ہے۔ اسی طرح دوسرے کے احسان کا بدلہ نہ دنیا یہ خود داری کے جذبہ کے خلاف ہے اور انسان اس سے دوسروں کی نگاہ میں ذلیل ہو جاتا ہے۔ خود داری شرافت کا ایک نہایت ضرور جزو ہے۔ واقعات اس بات کا ثبوت دیں گے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں خود داری کہاں تک موجود تھی۔

(۱) حضرت ابوبکرؓ کو کون نہیں جانتا کہ وہ آپ کے دوست اور یار غار تھے متبع اور ہر طرح فرمانبردار تھے۔ بلکہ آپ پر سب کچھ فدا کرنے کو تیار رہتے تھے۔ مگر جب ایسے جان نثار دوست نے بھی ہجرت کیلئے ناقہ پیش کیا تو بغیر قیمت دیئے نہ لیا۔

(۲) مدینہ میں مسجد کے لئے جو زمین پسند آئی مالکان زمین نے مفت دینا چاہی مگر آپ نے باصرار قیمت ادا کی۔

(۳) کسی کا ہدیہ قبول کیا تو اس کا معاوضہ بھی ضرور دیا۔ یمن کے بادشاہ نے ہدیۃً حضور کو حُلّہ بھیجا آپ نے بھی تحفۃً اُسے ایک حُلّہ بھیج دیا۔

[1] (۵۵ : ۶۰) الرحمٰن۔ [2] (۷۴ : ۶) المدثر

(۴) قبیلہ بنی فزارہ کے ایک فرد نے اونٹنی نذر کی۔ آپ نے صلہ دیا تو وہ ناراض ہوا۔ آپ نے اُس کا ذکر خطبہ میں کیا اور آپ نے اس کے اس فعل کو ناپسند کیا۔

(۵) اسی جذبہ خودداری کا نتیجہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے خود اپنی ذات، اپنے خاندان بلکہ اولاد کے لئے صدقہ/زکوٰۃ قبول کرنا ناجائز قرار دیا۔

۳۔ نرم گفتاری کلام میں نرمی اور ملائمت اعلےٰ اخلاقی زیور ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس کو اپنی رحمت قرار دیا ہے کیونکہ یہ خوبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں بدرجہ اتم موجود تھی۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ (۳: ۱۵۹)

سو خدا کی یہ کس قدر رحمت ہے کہ تو ان لوگوں پر نرم ہے آپ نے کبھی کسی کو عمر بھر گالی نہیں دی بلکہ سخت کلامی سے آپ کسی کو مخاطب نہ کرتے تھے۔ جس کو سمجھانا ہوتا نہایت نرمی اور محبّت سے اسے سمجھاتے بلکہ دوسروں کو بھی سخت کلامی سے روکتے۔ یہودی آپ سے خطاب کے وقت کلام میں سختی برتتے اور مداہنت کرتے۔ ذومعنی گالیاں دیتے مگر ان کے جواب سے خود ہمیشہ پرہیز کیا اور دوسرے لوگوں کو بھی پرہیز کی تلقین کی۔

۴۔ شریف ہونا شرافت خاندانی اور شرافتِ ذاتی دونوں آپ کو حاصل تھیں قریش کے ایک اعلےٰ قبیلہ سے آپ کا تعلق تھا اور شرافتِ ذاتی آپ کے اعلےٰ اخلاق سے ظاہر ہے۔ تاریخ عرب کا ایک ایک لفظ اس پر شاہد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیمؑ کے فرزند اکبر حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے تھے لیکن آپ کا خاندان قریش نضر بن کنانہ کے لقب سے مشہور تھا مکّہ معظمہ میں حرم کی خدمات انہی کے سپرد تھیں اور یہی اس کے متولّی تھے۔ تمام عرب میں قافلے لوٹ لئے جاتے تھے مگر قریش کی عظمت اور شرافت کا یہ اثر تھا کہ ان کے قافلے محفوظ رہتے تھے۔

۵۔ غرور اور تکبّر کا نہ ہونا۔ قرآن مجید میں سب سے پہلے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے بعد ہر مسلمان کو حکم ہے۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا (۱۷: ۳۷)

ایک اور جگہ فرمایا۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا۔ (۴: ۳۶)

زمین میں اکڑ کر مت چلو تو اس مغرورانہ چال سے زمین کو نہ پھاڑ دے گا اور نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکے گا۔ خدائے رحیم انہی لوگوں کو پسند کرتا ہے جو فروتن اور بردبار ہوں۔ اُسے متکبر اور شیخی باز پسند نہیں ایک اور جگہ ارشاد ہوا۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا (۲۵ : ۶۳)

رحمٰن کے بندے وہی ہیں۔ جو زمین میں انکسار سے چلتے ہیں اور جب جہلاسے دوچار ہوں تو سلام کہہ کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔

باوجود اس رتبہ اور بادشاہی کے جو آپ کو اپنی قوم میں حاصل ہوئی تھی آپ اپنے لئے کسی معاملہ میں فخر و امتیاز پسند نہ فرماتے تھے۔ قریش اپنی عزت اور فخر کی وجہ سے حج کے اندر مزدلفہ کے مقام پر قیام کرتے تھے جہاں کسی اور کو ٹھہرنے کی اجازت نہ تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے باوجود قریش ہونے کے کبھی اسے پسند نہ فرمایا۔ بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد بھی آپ ہمیشہ عام لوگوں کے ساتھ مقام کرتے تھے۔ بلکہ آپ کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ کوئی عمدہ جگہ دیکھ کر آپ کے لئے مخصوص کر دی جائے اور وہاں کوئی سایہ کیلئے چھپر ڈال دیا جائے۔ صحابہؓ نے یہ تجویز پیش کی تو فرمایا جو پہلے پہنچ جائے اس کا مخصوص مقام ہے۔

جس کام میں باقی شریک ہوتے آپ بھی اس میں ضرور شرکت کرتے۔ مسجد نبوی کی تعمیر میں حضور خود مزدور بن کر اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ غزوۂ احزاب میں خندق کھودنے میں برابر کے شریک تھے۔ یہاں تک دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ کے شکم مبارک پر مٹی اور غبار کی تہ جم گئی (بخاری باب الہجرۃ و بنا المسجد اور باب غزوہ احزاب)

اُٹھنے بیٹھنے میں سب کے ساتھ مساوات کا رنگ تھا کوئی گدّی اور تخت بچھا ہوا نہ ہوتا تھا۔ بلکہ صحابہؓ کے ساتھ گھٹنے جوڑ کر بیٹھتے اور باہر سے آنے والے کو پوچھنا پڑتا ''اَیُّکُم محمد'' تم میں محمد کون ہے؟

۶۔ دوسرے کو کبھی دھوکہ نہ دے اس امر کی مثالیں بھی رسول اللہ صلعم کی زندگی میں بے شمار ہیں۔ صرف دو باتیں پیش کی جاتی ہیں۔ نبوّت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ عبداللہ بن ابی العمسار

نے حضور سے کچھ معاملہ کیا اور آپ کو ایک جگہ بٹھا کر چلے گئے کہ آکر حساب صاف کر دیتا ہوں۔ اتفاق سے ان کو خیال نہ رہا تین دن کے بعد آئے تو آنحضرت صلعم اسی جگہ تشریف رکھتے تھے۔ اُن کو دیکھ کر فرمایا تین دن سے یہاں تمہارے انتظار میں ہوں۔ بدر کی جنگ کا واقعہ ہے مسلمان قلیل تھے۔ اور ان کو سپاہیوں کی از حد ضرورت تھی ابو حذیفہ بن الیمان اور ابوحسل دو صحابی مکہ سے آرہے تھے۔ راہ میں کفار نے ان کو روکا۔ آخر اس شرط پر ان کو رہائی ملی کہ وہ جنگ میں آپؐ کا ساتھ نہ دیں گے۔ حضور کے پاس پہنچے تو صورتِ حال عرض کی فرمایا "تم دونوں واپس جاؤ ہم ہر حال میں وعدہ وفا کریں گے۔ ہم کو صرف خدا کی مدد بکار ہے۔

۷۔ کسی حیثیت میں بھی دوسروں کو حقیر نہ سمجھے قرآن مجید میں حکم ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (۴۹: ۱۱)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو ایک قوم دوسری قوم کو حقیر نہ سمجھے شاید وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کو حقیر سمجھیں۔ شاید وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ اپنوں کو عیب لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کے برے نام دھرو۔ ایمان کے بعد برا نام کیا ہی برا کام ہے جو باز نہ آئے تو وہی ظالم ہیں۔"

دوسروں کو انفرادی طور پر حقارت سے نہ دیکھنے کی تعلیم دوسرے بزرگوں نے بھی یقیناً دی ہے۔ لیکن بحیثیت مجموعی دنیا کی کوئی قوم دنیا کی کسی قوم کو حقیر نہ سمجھے۔ یہ تعلیم صرف محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے۔ جس نے ساری نسلِ انسانی کو مساوات کا درجہ دیا ہے۔ ذات پات، شرقی غربی، رنگ و نسل کی تفریقات کو مٹا دیا ہے اور پھر مسلمانوں کو کل مومنؐ اخوۃ کا سبق پڑھا کر بھائی بھائی بنا دیا ہے۔ کل دنیا کی قوموں کو خدائے واحد کی مخلوق قرار دے کر ہر قوم میں وحی الٰہی کے نزول انبیاء اور رشیوں کے وجود کو تسلیم کیا ہے۔ بلحاظ عمل جو علم اور انکسار کی کیفیت آپ کی اس وقت تھی۔ جب آپ تنہا اور بیکس تھے۔ وہی کیفیت اس وقت بھی موجود رہی۔ جب آپ

بادشاہ تھے نہ اپنے لئے تاج بنوایا نہ تخت نہ محل اور نہ کوئی اپنے لئے ایسی تنظیم پسند کی جس میں دوسروں کی تحقیر پائی جائے۔

۸۔ **مغلوب الغضب نہ ہونا** یہ خوبی بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ جنگ و صلح دونوں وقت آپ نے ہمیشہ ضبط اور تحمل کا ثبوت دیا۔ عام حالات میں جب طاقت اور قدرت حاصل نہ ہو تو انسان خواہ مخواہ حلیم اور بردبار رہتا ہے۔ لیکن طاقت اور قدرت پاکر بادشاہ ہو کر انسان اپنے قدیمی جانی دشمنوں کو جنہوں نے کوئی موقعہ آپ کی ایذادہی کا نہ چھوڑا تھا۔ ان پر فتح پاکر یکسر معاف کر دیا۔ اور فتح مکّہ کے بعد جان کے لاگو دشمنوں کو مخاطب کر کے فرمایا لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ آج کے دن میں تمہیں ملامت بھی نہیں کرتا۔

ابو سفیان جیسے دشمنِ اسلام کی بیوی ہندہ جو ظلم، سنگدلی اور وحشت میں نامور تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین چچا حمزہؓ کا اس نے سینہ چاک کیا اور دل و جگر کو اپنے دانتوں سے چبایا۔ فتح مکّہ کے دن ڈرتے ڈرتے نقاب اوڑھ کر حاضر ہوئی مگر اپنی شوخی کی وجہ سے پہچان لی گئی۔ مگر حضور نے اسے وہ دلخراش واقعہ یاد نہ کرایا جس پر اس نے کہا یا رسول اللہ اس سے پیشتر مجھے آپ کے خیمہ سے زیادہ مکروہ کوئی خیمہ نظر نہ آتا تھا مگر آج محبوب ترین خیمہ آپ کا ہی معلوم ہوتا ہے۔ عام انسانی نفسیات میں یہی موقعہ ہوتے ہیں کہ انسان اپنے آپ میں نہیں رہتا اور مغلوب الغضب ہو کر انتقام لینے میں اندھا ہو جاتا ہے۔

وحشی جس نے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا مکّہ میں رہتا تھا۔ جب مکّہ فتح ہوا تو یہ شخص جان کے خوف سے بھاگ نکلا۔ طائف جا پہنچا۔ طائف نے بھی اطاعت کی تو یہ بھی اس کے لئے امن کی جگہ نہ رہی۔ ناچار حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جسے کہیں پناہ کی جگہ نظر نہ آئی اس نے آپکے دامن میں پناہ لی۔

اس قسم کے عفو و رحم کے سینکڑوں واقعات آپ کی زندگی میں موجود ہیں۔ جن میں حضور نے نہ صرف غضب کو دبایا بلکہ رحم کے جذبات نے دوسروں کے حسد اور غصّہ کی آگ کو سرد کر دیا۔

۹۔ دوسروں کے نقصان پر خوش نہ ہو۔ مکہ آپ کی پیدائش کی جگہ تھا مگر مکہ والے آپ کے خون کے تشنہ تھے۔ تین برس تک ان لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو محصور رکھا اناج کا ایک دانہ تک آپ کے پاس نہ پہنچنے دینے پر تلے بیٹھے تھے۔ بالآخر انتہائی مصائب سے تنگ آکر ہجرت کرنی پڑی۔ آپ کی ہجرت کے بعد جب وہاں شدید قحط پڑا کہ لوگ ہڈی اور مُردار کھانے پر مجبور ہو گئے۔ ابوسفیان نے حاضر ہو کر عرض کی۔ محمدؐ تمہاری قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ آپ نے بلا عذر ہاتھ اٹھا کر اپنی جان کے دشمنوں کے لئے دعا کی اور خدا نے اس مصیبت سے انہیں نجات دی۔ جنگ اُحد میں دشمنوں نے آپ پر پتھر پھینکے، تیر برسائے دانت شہید کر دیئے۔ لیکن ان پر بددعا کے لئے ہاتھ نہ اٹھائے بلکہ یہ عاجزانہ دعا بدرگاہِ رب العالمین کی۔ **اللھم اھدِ قومی فانھم لا یعلمون** "خدایا ان کو معاف کرنا یہ نادان ہیں"۔ کسی جنگ میں فتح کے بعد نہ شادیانے بجوائے نہ دوسروں کے نقصان پر خوشی کی جیساکہ دنیا کے بادشاہوں کا قاعدہ ہے۔

۱۰۔ مخلوق پر ماں کی طرح مہربان ہر ایک ہی خواہ نسل انسانی نے اپنی زندگی میں دوستوں کے ساتھ محبت کا ثبوت دیا ہے مگر ماں کو اپنی اولاد کے ساتھ جو طبعی اور فطری محبت ہوتی ہے۔ اس کا نظارہ اس وقت قابلِ مطالعہ ہوتا ہے۔ جب اولاد حد درجے کی شریر اور نافرمان ہو۔ اور ماں کو دکھ دینے میں اس نے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا ہو۔ کفار مکہ کے ظلم وستم کی داستان ایک مشہور زمانہ حقیقت ہے۔ مگر حضور نے ہر موقعہ پر جس محبت فطری اور خیر خواہی کا ثبوت دیا وہ آپ کے رحیمانہ جذبات کا ثبوت ہے۔ غلاموں اور زیر دستوں پر مادرانہ شفقت کا اظہار اگر وسعت قلبی کی دلیل ہے تو سنئے زید بن حارثہ غلام تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا۔ ان کے باپ ان کو لینے کے لئے آئے لیکن زید کے دل پر حضور کی محبت کا اس قدر گہرا اثر تھا کہ انہوں نے باپ کی محبت پر حضور کی شفقت اور پیار کو ترجیح دی۔ ایک شخص خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا۔ عرض کی یارسول اللہ میں غلاموں کا قصور کتنی مرتبہ معاف کروں؟ آپ خاموش رہے اس نے پھر عرض کی آپ نے سکوت فرمایا اس نے تیسری بار وہی عرض کیا تو فرمایا "ستر بار معاف فرمایا کرو"۔

قصور معاف کرنا اور غلاموں کا قصور معاف کرنا اور پھر ایک دن میں ستر بار معاف کرنا

جس دل میں اس قدر رحم اور محبت موجود ہو وہ ماں کی محبت کا ایک بے مثل فوارہ اپنے دل کے اندر سے ہر وقت باہر لاتا ہے۔

۱۱۔ کھڑے چلتے بیٹھے لیٹے ہر وقت نیک تدبیر ہو قرآن مجید میں ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلاً۔ (۳۔ ۱۹۱)

مومن وہ ہیں جو اللہ تعالے کا ذکر کھڑے بیٹھے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں۔ نیز آسمان و زمین کی بناوٹ میں فکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ اس کائنات کو اللہ تعالے نے عبث پیدا نہیں کیا۔

ایک اور جگہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی لسانِ حیات سے فرمایا:۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۶ : ۱۶۲)

"میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لئے ہے۔ جو جہانوں کا رب ہے"۔ کھڑے بیٹھتے چلتے اور لیٹتے ہوئے۔ جو شخص اللہ کو یاد رکھتا ہے وہ مخلوقِ خدا کیلئے ہر آن نیک تدبیر سے کبھی غافل نہیں ہو سکتا۔ مخلوق خدا کی بہتری اور بہبودی کا ہی یہ فکر تھا۔ جو نماز میں آپ کو خدا کے حضور گڑگڑا کر دعاؤں پر مجبور کرتا تھا۔ دنیا کی سخت سے سخت مخالفت کے باوجود آپ ان کی بھلائی اور بہتری میں شب و روز لگے رہتے تھے۔

۱۲۔ اس کا طریق زندگی دوسروں کے لئے بہترین نمونہ ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں ایک ہی نبی اور رسول ہیں۔ جس کے حالات زندگی اعمال حسنہ کا ایک ایک نقش محفوظ اور موجود ہے۔ حضور کی زندگی میں لوگ آپ کے ہر عمل کی اقتدار اور پیروی میں لوگ نجات سمجھتے تھے کیونکہ قرآن مجید میں مسلمانوں کو اس کا نہایت تاکیدی حکم تھا۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ (۳۳ : ۲۱)

اللہ کے رسول کے طریق عمل میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا (۳۳ : ۲۱)

اس کیلئے جو اللہ اور یوم آخرۃ کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے:۔

بشارت میتریا کی عالمگیر شہرت

کسی پیشگوئی کے متعلق اگر دوست اور دشمن دونوں کی شہادت موجود ہو ظاہر ہے کہ یہ شہادت پیشگوئی کی اہمیت اور صحت پر ایک بہت بڑی دلیل ہوتی ہے اگرچہ اس کے تعین اور تشخص میں لوگوں کے اندر اختلاف موجود ہو۔ اس پیشگوئی کی ثقاہت اس امر سے ظاہر ہے کہ مسیحی مشنری۔ تھیوسوفسٹ علماء اور ہندو فضلاء نے اس پیشگوئی کو لے کر اپنے بزرگوں پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ میں مدراس میں تھا۔ انہی دنوں اڈیار میں جو تھیوسوفی کا مرکز ہے۔ ایک بہت بڑی مذہبی کانفرنس منعقد ہوئی اور دنیا بھر کے تھیوسوفسٹ اس میں جمع ہوئے اس موقع پر بہت سا لٹریچر شائع کیا گیا۔ جس میں آنے والے معلم عالم (میتریا) کے موضوع پر بحث کی گئی تھی۔ چنانچہ مسیحی اور تھیوسوفی والوں کی کتب میں میتریا موعود کا ذکر ان الفاظ میں موجود ہے۔

"The fifth Maitreya Buddha is yet to come. This latter is the Kabalistic King Messiah, the Messenger of Light, Sosiosh the persian saviour, who will come on a white horse. It is also the Christ's second advent." See Apocrypha of St. John." (Isis unveiled. Vol II. footnote page 156.)

میڈم بلاوٹسکی کی کتاب کا حاشیہ

۱۔ "بدھ لوگ میتریا کی آمد کے منتظر ہیں جو زمانہ مستقبل کا بدھ ہے اور ہندو وشنو اوتار کے کلکی اوتار ہو کر آنے کے جو شمشیر بکف اور گھوڑے پر سوار آئے گا۔"

۲۔ آخری اوتار کلکی نام سے آنے والا ہے۔ شریمد بھاگوت میں لکھا ہے۔ رشی میتریا زمانہ حال کا "معلم دنیا" جسے دویاپن ویاس منی کا دوست کہا گیا ہے۔ آخری معلم ہے۔ جو بدھ ہو گیا ہے۔

۳۔ خداوند میتریا نے دوسری بار جب وہ کرائسٹ (مسیح) کے طور پر ظاہر ہوا اپنے شاگردوں

کو حکم دیا ایک دوسرے سے محبت کرو جیسے میں نے تم سے محبت کی ہے۔
یہی صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں کہ کلکی اوتار اور میتر یا دونوں الگ الگ موعود ہیں۔ ان کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:۔

۴۔ وشنو پران میں ہے۔ رشی میتر یا کل یگ میں روحانی تعلیم دے گا اور بہترین تہذیب کی بنیاد رکھے گا۔ جس تہذیب کی بنیاد اخوت اور محبت پر ہوگی۔ یہ جگت گرو کلکی اوتار نہیں جو دیر کے بعد ہوگا بلکہ یہ میتر یا رشی آئندہ کا معلم روحانی قرار دیا گیا ہے ان تمام حوالجات کیلئے دیکھ کتاب "معلم دنیا" المصنفہ پادری صفحات ۲-۶۲-۶۳ (Coming world teacher.) تھیوسوفی والوں کی دوسری کتاب "دی ماسٹر آف دی پاتھ" پادری لیڈبیٹر کی تصنیف ہے۔ اس میں کرشنا مورتی نامی ایک شخص کو موعود قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"Lord Maitreya took the same course when he visited Palastine, 2000 years ago.

۵۔ "خداوند میتر یا نے وہی راہ اختیار کی جسے اس نے ۲۰۰۰ سال پیشتر فلسطین میں دیکھا تھا۔"
(کتاب مذکور صفحہ ۱۵)

۶۔ میڈم بلاوٹسکی جو مذہب تھیوسوفی کی بنیادی اینٹ تھی اپنی ضخیم تصنیف آئسیس انویلڈ جلد دوم صفحہ ۱۵۶ کے حاشیہ میں لکھتی ہیں:۔

"The fifth Maitreya Buddha is yet to come. This latter is the Kabalistic King Meesiah, the messenger of light Sosiosh the Persian saviour, who will come on a white horse." (Isis unveiled Vol. II. Footnote. page 156.)

پانچواں بدھ میتر یا آنے والا ہے۔ یہ یہود کی ایک خفیہ جماعت کا موعود بادشاہ مسیح ہے جسے نور کا پیغامبر کہا جاتا ہے۔ فارسیوں کا نجات دہندہ سوسیوش جو سفید

گھوڑے پر سوار آئے گا اور یہی مسیح کی آمدِ ثانی ہے جس کا ذکر سینٹ جان کی انجیل میں ہے۔

۷۔ جنارجاداس "بدھ اور کرائسٹ" نامی کتاب میں لکھتا ہے:۔

"In those days two only among the million of men stood towering above the rest in might of grace and love : Sumedha and another, in latter we know them as Gautama Buddha and Christ. (Buddha and Christ. by C. Jinarja Dass. page 8.)

آخری ایام میں لکھوکھا انسانوں کے ہجوم میں دو انسان عظمت اور محبت میں سب سے سربلند ہوں گے بدھ اور ایک اور آخری ایام میں ہم انہیں گوتم اور میتریا یا بدھ اور مسیح کے نام سے پہچانیں گے (کتاب مذکور)

۸۔ پروفیسر میکسمولر جو مشرقی کتب کا عالم ہونے کی وجہ سے بین الاقوامی شہرت کا مالک ہے وہ اپنی ایک تصنیف میں لکھتا ہے:۔

کیا بدھوں نے کبھی یہ معلوم کرنے کی کوشش کی ہے کہ بدھ موعود یا میتریا شریعت کا معلم نہیں بلکہ محبت کا پیغامبر (مسیح) ظاہر ہو گیا ہے۔

(Chips from a german workshop. by Max Muller Vol I. page 452-453.)

۹۔ "بدھ اور مسیحی اناجیل" نامی کتاب کا مصنف ایڈمنڈ اور پادری لوجنگ بیان کر کے "مسیح موعود" میتریا اور مسیح کو ایک قرار دیتے ہیں (بدھسٹ اینڈ دی کرسچین گاسپلیز جلد ۲ صفحہ ۴۹۔ ۲۴۳ اور دی کمنگ کرائسٹ صفحہ ۱۰۶)

تھیوسوفسٹوں اور عیسائیوں کی دیکھا دیکھی بعض ہندو مصنفین کو بھی شوق چرایا کہ وہ میتریا کی پیشگوئی کو کسی اپنے بزرگ پر چسپاں کریں۔

ع۔ فکرِ ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست

چنانچہ شنکر آچاریہ کو میتریا بنانے کی کوشش کی گئی وہی شنکر آچاریہ جس نے بدھوں کو مد

مار کر ہندستان بدر کر دیا تھا۔ کیونکہ بُدھ ویدوں کا دشمن تھا۔ ویدوں کے متعلق اس کے خیالات نقل کئے جا چکے ہیں۔ اندریں صورت شنکر آچاریہ کو میتریا ٹھہرانا شنکر آچاریہ کو بنانا اور اس کا مذاق اڑانا ہے۔ رہا تھیوسوفی والوں کا ادعا کہ کرشنا مورتی میتریا موعود ہے۔ اس کا جواب، خود کرشنا مورتی نے فلم سٹار بن کر دیدیا ہے۔ تھیوصوفی والوں کے لئے یہ ایک خدائی تازیانہ اور سبق تھا کہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں کہ پیشگوئی کا مصداق وہ نہیں جسے تم بنا رہے ہو بلکہ وہ آج سے ۱۴۰۰ برس پیشتر ظاہر ہو چکا۔

رہا مسیحی دوستوں کا دعویٰ اس پر ہم زیادہ تفصیل کے ساتھ آئندہ بحث کریں گے۔ سردست ہم اُن کی توجہ مونیر ولیم کی کتاب بُدھ ازم کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ جس میں ایک مخصوص فصل کے اندر مسیح کی بُدھ سے مماثلت پر اظہار غیظ و غضب کیا گیا ہے۔

اس باب کا موضوع بشارت میتریا کی عالمگیر شہرت تھا۔ مسیحی تھیوسوفسٹ اور ہندو علماء کی مجموعی شہادت نے اس امر کو ثابت کر دیا کہ یہ پیشگوئی غیر مبہم الفاظ میں بُدھ کتب کے اندر اور بُدھ لوگوں کے اندر مشہور اور معروف ہے اور ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے۔

الف۔ ایرانیوں، ہندوؤں اور عیسائیوں کی طرح بُدھ ایک موعود کے منتظر ہیں۔

ب۔ اس موعود کا نام میتریا ہوگا۔

ج۔ اس کا نام میتریا صرف لفظاً نہ ہوگا بلکہ معناً اور حقیقت کے لحاظ سے ہوگا یعنی عالمگیر رحمت اور محبت کا مجسمہ۔

د۔ اسکے ہاتھ میں تلوار ہوگی۔ صرف صداقت کی تلوار نہیں بلکہ اسے جنگیں بھی پیش آئیں گی۔

ہ۔ میتریا کا۔ وشنو اوتار کا اور ایرانی موعود سوسیوش کا سفید گھوڑے پر سوار ہو کر آنا مسلمانوں کی روایات میں براق کا رنگ سفید ہی تھا جس پر حضور سوار ہوئے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی تاویل کے مطابق اس سے مراد آپ کے نفس روحانی کا نفسِ حیوانی پر غالب آنا مراد ہے آپ کی پاکیزہ زندگی کی طرف اشارہ بھی ہو سکتا ہے۔ یوحنا کے مکاشفات میں نہایت صفائی سے اس عقدہ کو حل کر دیا گیا ہے۔ لکھا ہے۔

"پھر مَیں نے آسمان کو کُھلا ہوا دیکھا اور دیکھو کہ ایک نقرئی گھوڑا اور اس کا سوار

امین اور صدیق کہلاتا ہے اور وہ راستی سے عدالت کرتا اور لڑتا ہے"۔
گویا ہاتھ میں تلوار اور سفید گھوڑے پر سوار ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ امین ہے، صدیق ہے، راستی سے عدالت کرتا اور لڑتا ہے اس بشارت کا ایک ایک لفظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے۔ امین اور صدیق آپ کو مخالفین قریش نے بھی کہا۔ حق اور راستی کی لڑائی۔ مسیح کے بعد صرف آپ ہی کو لڑنا پڑی کیونکہ مکاشفات یوحنا مسیح کے بعد کی کتاب ہے ویسے بھی آپ کی سواری کا خاص گھوڑا لحیف اور سجہ سفید رنگ کا گھوڑا تھا۔

د۔ میتریا کا ویاس جی کا دوست ہونا (یہ اس پیشگوئی سے ظاہر ہے۔ جو ویاس جی نے حضور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر بھوشیہ پُران میں کی ہے)

ز۔ میتریا کا آخری بدھ اور آخری موعود ہونا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (۳۳: ۴۰)

ح۔ میتریا عالمگیر رحمۃ اور محبت کا پیغامبر ہوگا (رحمۃٌ للعالمین)

ط۔ میتریا کی بعثت کل یگ میں ہوگی۔ یا ہندوستان کا کوئی بزرگ اس سے مراد نہیں ہو سکتا وہ دواپر اور ترتیا یگ میں ہو چکے۔

میتریا کی پیشگوئی کے ماخذ

دوسرا امر جس سے اس پیشگوئی کی اہمیت اور شہرت ظاہر ہوتی ہے پیشگوئی کے ماخذ اور آثار ہیں۔ جن کی تفصیل ذیل کے عنوانات کے ماتحت دکھائی جا سکتی ہے۔

۱۔ اس پیشگوئی کی روایت مشہور شاگردانِ بدھ سے منقول ہے۔

۲۔ بدھ بزرگوں کے مکالمے اس پیشگوئی کی نسبت موجود ہیں۔

۳۔ بدھ راجاؤں نے آنے والے موعود میتریا کے مجسمے قندھار، گیا، بنارس، صوبہ سرحد، دکن، برہما، چین، جاپان بلکہ وسط ایشیا کے دور دراز علاقوں تک میں نصب کئے

جن کی بلندی بعض اوقات فضاء آسمانی میں ۸۰ فٹ تک پہنچادی گئی ہے۔

۴۔ شروع دنیا سے جس قدر بدھ ہو چکے ہیں۔ ان کے نام کے ساتھ آئندہ آنے والے میتریا بدھ کا ذکر بالالتزام کیا گیا ہے۔

۵۔ نہایت مستند اور قدیم کتب بدھ مذہب کے اندر آنے والے موعود کا حلیہ بھی بیان کر دیا گیا ہے تاکہ ہر شخص اسے شناخت کر سکے۔

۶۔ میتریا موعود کے بعض مخصوص سوانح کا ذکر بھی کیا گیا ہے

۷۔ میتریا کے اخلاق و عادات اور اس کی مدح و نعت نہایت پاکیزہ الفاظ میں کی گئی ہے۔

۸۔ روایت کے اندر اس کے زمانہ کی تحدید کی کوشش کی گئی ہے۔

۹۔ میتریا کی ایک خاص صفت پر بہت زور دیا گیا ہے کہ وہ ہادی کل اقوام ہوگا۔

۱۰۔ نہایت صفائی کے ساتھ غیر مبہم الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ وہ موعود خاتم النبیین ہوگا۔ اس کے بعد کوئی بدھ نہ ہوگا۔

۱۱۔ بدھوں کے تاریخی لٹریچر میں بھی اس موعود کے عالمگیر اور شدید انتظار کا ذکر موجود ہے۔

۱۲۔ میتریا کے معانی میں پیشگوئی کے اندر ایک بصیرت موجود ہے تا اس کے تعین اور تشخص میں شبہ نہ پیدا ہو۔

۱۳۔ بدھ نے اس کو مثیل بدھ کہا اور اپنی ایک مشہور ہجرت کے ساتھ میتریا کی ہجرت کو تشبیہ دی۔

۱۴۔ بدھ نے خود اس پیشگوئی کو اتنی اہمیت دی ہے کہ اپنی وفات کے صدمہ کو اپنے پیرووں کے دل سے یکسر دور کر دیا ہے۔

۱۵۔ بدھوں کی آنکھیں میتریا کے انتظار میں اس قدر مضطرب رہی ہیں کہ ہر ایک ریفارمر پر انہیں میتریا کا گمان ہونے لگا۔ بدھوں کی تاریخ ایسے بیانات سے پُر ہے۔

۱۶۔ نہ صرف میتریا کے خلق عظیم اور مرتبہ عظمٰی کا ذکر بدھ تحریرات میں بکثرت ہے بلکہ اسے قبول کرنے والوں اور اسے نہ ماننے والوں کے اوصاف اور علامات بھی بتا دیئے گئے ہیں۔

۱۷۔ میتریا کی بعض ایسی صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو دنیا کے کسی دوسرے مصلح اور ریفارمر

میں نہیں پائی جاتی۔

ان تمام امور کو ترتیب وار مگر نہایت اختصار کے ساتھ ذیل میں بیان کرتے ہیں۔

۱۔ بدھ کتب میں مشہور شاگردان بدھ کی زبان سے اس پیشگوئی کی روایت

جرنل اوف دی پالی ٹیکسٹ بک سوسائٹی مطبوعہ سنہ ۱۸۸۶ء کے صفحہ ۳۳ پر اناگت ونشا میں ایک عنوان یہ ہے:- (History of future events.)

Hail to that Blessed one, that saint and supreme Buddha, thus have I heard on a certain occasion. The Blessed one was dwelling at Kapilavastu in a banyan grove on the banks of the Rohani river. Then the reverend one sariputta questioned the Blessed one concerning the future conqueror. The hero that shall follow you as the Buddha, of what sort is he. The account in full I fain would learn. Declare to me. Thou seeing one. When he had heard the elder's speech. The Blessed vouchsafed reply: I will tell it thee, Sariputta; pray lend your ears for I will speak. Our cycle is a happy one. Three leaders have already lived: Kaku-Sandha, Konagamana, and eke the leader Kasapa. The Buddha supreme am I, but after me Metteya comes, while still this happy cycle lasts.

Before its tale of years shall lapse comes this Buddha then Metteya called supreme and of all men the chief.
(Buddhism in transition. by Warren. pages 480-482)

ل اس کی ایک کاپی M.G.P.O مینا گنالا بریری رنگون میں موجود ہے اس کا ترجمہ ہم نے پروفیسر وارن کے بدھ ازم ان ٹرانسلیشن سے لیا ہے۔

ترجمہ: "اس مبارک کیلئے تعظیم اس مہاتما اور بُدھ عظیم کے لئے میں نے ایک دفعہ یوں سنا مبارک بُدھ کپل وستو میں درختِ بڑ کے جوف کے اندر دریائے روہنی کے کنارے مقیم تھا۔ اس وقت اس کے (شاگردِ اعظم) معزز سری پت نے مبارک بُدھ سے آئندہ کے فاتح کے متعلق پوچھا" وہ مردِ مصطفٰی جو تمہارے بعد بُدھ ہو کر آتا ہے اُس کے ممتاز خط و خال کیا ہیں۔ میں اس کے پورے پورے حالات کامل سرور کے ساتھ معلوم کروں گا۔ اے دانا و بینا وہ آپ مجھے بتائیے۔ جب بُدھ نے شاگرد اعظم کے کلام کو سنا تو مبارک بُدھ نے تعظیماً جواب دیا اے سری پت میں تمہیں بتاتا ہوں مہربانی کر کے آپ متوجہ ہو کر میری بات سنئے۔ ہمارا دور سترت کا دور ہے تین رہنما اس وقت زندہ ہیں۔ ککوسندھ۔ کونوگمن اور کسپتھ رہنماء اعظم۔ میں بُدھا اعلےٰ ہوں۔ مگر میرے بعد میتیا آتا ہے۔ اس وقت تک یہ سترت کا دور رہے گا۔ اس سے پیشتر کہ اس دور کا خاتمہ ہو یہ بُدھ اس کے بعد میتیاءِ اعظم سرورِ عالم ہے۔"

مہاتما بُدھ کی یہ روایت اس کے شاگردِ اعظم اور صحابی کی زبان سے مروی ہے۔ سرورِ عالم میتیاءِ اعظم کی جو عزت اور شوکت ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں اس حوالہ کی بنا پر آنے والے میتیار کو عالمگیر مذہب کا بانی سمجھا جاتا ہے۔

مہاتما بُدھ کے دوسرے شاگرد آنند کی روایت

میتیا کی پیشگوئی کا دوسرا راوی انند ہے۔ جو بُدھ کے ساتھ ہمیشہ حاضر رہا اگر کسی امر کی شہادت کیلئے صرف ایک ہی گواہ موجود ہو تو وہ شہادت رد ہو سکتی ہے۔ لیکن دو معتبر اور مقدس راویوں کا وجود اس امر کی صداقت پر ایک بیّن دلیل ہوتی ہے۔ بُدھوں کے ہاں ایک ملنڈا پرشنیہ Millinda Prashnya کے نام سے مشہور ہے جو ۱۸۷۷ء میں کولمبو میں طبع ہو چکی ہے پانچ بُدھ روساء نے اس کے اخراجات طبع برداشت کئے ہیں اس کتاب کی تمہید میں درج ہے کہ بُدھ سے ۵۰۰ سال بعد راجہ ملنڈا اور ایک بُدھ مبلغ ناگ سین نام کے مابین جو گفتگو اور سوال و جواب ہوئے وہ اس کتاب میں محفوظ کئے گئے ہیں۔ ٹی ڈبلیو رائس ڈیوڈز نے اُسے انگریزی میں ترجمہ

کیا ہے اور اس کے مستند کتاب ہونے کے متعلق لکھا ہے۔

It has come in this southern home a book of standard authority .... which has been long a popular book in its Pali form, has been translated into Sinhalese, and occupies a unique position second only to the Pali Pitakas.

یہ کتاب جنوبی بدھوں میں ایک مستند صحیفہ کی حیثیت رکھتی ہے .... ایک عرصہ دراز سے وہ ایک معروف اور مشہور تصنیف تھی۔ اس کا سنگھالی زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے اور اسے پالی پیٹاکا کے بعد بدھوں میں ایک امتیازی عظمت حاصل ہے۔

اس کتاب کے صفحہ ۲۹۷ پر ہے :۔

راجہ ملنڈر نے ناگ سین کو مخاطب کر کے کہا۔ اے معزز ناگ سین مبارک بدھ نے یہ کہا تھا کہ انند! بدھ یہ خیال نہیں کرتا کہ صرف وہی ایک ہے جسے جماعت کی قیادت کرنی چاہیئے یا یہ کہ شریعت اس پر موقوف ہے بلکہ اس کے برعکس میتیا کی خوبیوں اور امتیازی باتوں کا ذکر کرتے ہوئے۔ مبارک بدھ نے کہا " وہ اخوت نسل انسانی کا قائد ہو کر ہزارہا لوگوں کی قیادت کرے گا جیسا کہ میں صدہا لوگوں کی اخوت کا پیشوا ہوں۔ میتیا یقیناً آئندہ بدھ ہو کر آنے والا ہے۔

مہاتما بدھ کی اپنے بستر وصال پر آخری وصیت

بدھوں کی مشہور کتاب مہا پری نبھان ستا Maha pri Nibhan Sutta اور چینی بدھوں کی سنسکرت کتاب کی بنا پر ٹی ڈبلیو رائس ڈیوڈز T.W. Rhys Davids. ارنسٹ جے ائیٹل Ernest.J. Eitel اور کارل لونجن نیومین نے لکھا ہے کہ مبارک بدھ نے دینی بھائیوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ ملا قوم کے سال کی کٹیا کی طرف قدم بڑھایا جو کوشی نگر کے میدان میں دریائے ہرنیہ وتی کے پار تھی۔ جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے انند کو مخاطب کیا۔ میرے لئے ایک سوفہ مہیا کیجئے۔ اس کا سرہانہ جانب شمال دو سال کے درختوں

کے درمیان ہو۔ انند مجھ پر ضعف طاری ہو گیا ہے اور میں لیٹنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ صوفہ مہیا کیا گیا۔ بدھ اس پر خود لیٹ گیا مگر وہ اس وقت اپنے ہوش و حواس میں تھا۔ زمین و آسمان اور سال کے درختوں پر کچھ غیر معمولی عجائبات ظاہر ہوئے۔ انند نے خیال کیا کہ یہ بدھ کی عزت افزائی ہو رہی ہے مگر بدھ نے کہا ان عجائبات سے بدھ کی عزت افزائی نہیں ہوتی۔ بدھ کی عزت افزائی تو اس کے ماننے والوں کی فرض شناسی اور اتقا سے ہوتی ہے۔ اے انند اسطرح تم اپنے آقا کی تقدیس کر سکتے ہو۔ یہ سن کر انند باہر آکر اس خیال سے رونے لگا کہ میں ابھی تک طالب علم ہوں۔ جسے ابھی اپنی تکمیل کی سعی کی ضرورت ہے اور اُستاد اب مجھ سے رخصت ہو رہا ہے۔ جو مجھ پر اس درجہ مہربان ہے۔ تب بدھ نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا بھائیو! انند کہاں ہے۔ ایک شخص نے انند کو بلایا۔ انند نے آتے ہی مبارک بدھ سے کہا گہری تاریکی حکمت کی تلاش میں ہے۔ جذبات اور شہوات سے اندھے ہوئے لوگ روشنی کی تلاش میں ہیں۔ اے کامل حکمت کا چراغ روشن کرو۔ انند جب اس کے پہلو میں بیٹھ گیا تو بدھ نے اُسے کہا:۔

"انند بس۔ اندوہگین مت ہو۔ زاری نہ کر۔ کیا میں نے تجھے پہلے کئی موقعوں پر یہ نہیں بتایا کہ یہ ہماری فطرت میں ہے کہ ہم اپنی محبوب اور مطلوب اشیا سے جدا ہوں بے وقوف "آنا و لاغیری" کے خیال میں ہے دانا آدمی خوب دیکھتا ہے کہ انا کی بنیاد وہم پر ہے اس کے ذہن میں دنیا اور مافیہا کا صحیح تصور ہے کہ تمام مرکبات اور حادث فنا ہو جائیں گے صرف ایک اکیلی راستی باقی رہے گی"۔ میں اپنے گوشت اور پوست کو کیوں لپٹا رہوں۔ دراں حالیکہ قدرت کی روح رواں باقی رہے گی۔ اس لیے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں اپنے مقصد اور مشن کو پورا کر کے سکون اور اطمینان کو تلاش کروں۔ یہی ایک چیز اب مطلوب ہے انند تم عرصہ دراز سے عقائد اور غیر فانی اور بے پایاں کارہائے محبت کے اعتبار سے میرے بہت قریب تھے اے انند تم نے جو کچھ کیا خوب کیا۔ جد وجہد میں اور کوشاں ہو تو تو کبیرہ گناہوں شہواتی خواہشات نفسانی۔ توہمات اور جہالت سے آزاد ہو جائے گا"

تب آنند نے اپنے آنسو ضبط کر کے کہا جب آپ وفات پا جائیں گے تو ہمیں کون تعلیم دے گا۔ بُدھ نے فرمایا "اس دنیا میں میں کوئی ایک ہی بُدھ ہو کر نہیں آیا ہوں۔ اور نہ میں اس سلسلہ کا خاتم ہوں۔ وقت مقررہ پر دوسرا بُدھ مبعوث ہوگا۔ ایک نہایت ہی مقدس نورٌ علیٰ نور، حکمت کا حصّہ وافر جسے دیا جائے گا۔ اقبالمند، اسرار کائنات کا عالم ہوگا۔ نسل انسانی کا بے نظیر ہادی اور جن اور انسان کا معلم ہوگا۔ وہ انہی ازلی صداقتوں کا اظہار تم پر کرے گا۔ جو میں نے تمہیں سکھائی ہیں۔ وہ اپنے دین کی تبلیغ کرے گا۔ جو اپنی حقیقت کے اعتبار سے شاندار ہے۔ بنتہا کمال اور انتہائی عروج کے مقام پُر پُرشکوہ ہے۔ وہ دینداری کی زندگی کا اظہار کرے گا۔ جو سرتاسر کامل اور مطہر ہوگی جیسا کہ میں اب کرتا ہوں۔ اس کے شاگردوں کا شمار ہزاروں تک ہوگا۔ جب کہ میرے شاگردوں کا اعداد و شمار سینکڑوں تک ہے۔

آنند نے اطمینان کا سانس لیا اور پوچھا، ہم اسے کیونکر جانیں گے؟ مبارک بُدھ نے فرمایا۔ وہ میتریا کی حقیقت سے معروف ہوگا۔" گاسپل آف بُدھ مترجمہ کاروس صفحہ ۲۱۸-۲۱۵

مندرجہ بالا حوالہ سے ظاہر ہے کہ مہاتما بُدھ نے نہ صرف گذشتہ بُدھوں کی تصدیق کی ہے بلکہ وہ آئندہ آنے والے ایک عظیم الشان بُدھ کی بشارت دیتے ہیں۔ جس کی صفات وہ یہ بیان فرماتے ہیں۔ وہ نہایت ہی مقدس یعنی گناہوں سے پاک انسان ہوگا۔

قرآن مجید میں ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (۵:۶۷)

لوگوں میں سے اللہ تعالےٰ تجھے معصوم بنائے گا۔ ایک تاریک اور جاہل ملک کے اندر روشنی پھیلانے کی وجہ سے نور، اور دنیا کی کل قوموں کی ہدایت اور رہنمائی ہمیشہ ہمیشہ کرنے کی خوبی کی وجہ سے نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہوگا۔ یہی الفاظ قرآن مجید نے قلب مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمائے ہیں۔

نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (النور ۲۴: ۳۵)

حکمت اُسے دی جائے گی۔ یا اس کی کتاب کا نام حکمۃ بھی ہوگا۔ قرآن مجید کے متعلق خود اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ تِلْكَ اٰيَاتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ (۱۰:۱)

"یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔"

اُقبال مند اور اسرار کائنات کا عالم ہوتا" اس امر سے ظاہر ہے کہ یہ قرآن عالم الغیب و الشہادۃ کا کلام کہلاتا ہے اور یعلم السرّ والاخفٰی وہ معلم الاسرار اور نہاں در نہاں اخفائے کائنات عالم ہے۔ پھر فرمایا۔ نسل انسانی کلیے نظیر ہادی اور جن و انس کا معلم ہوگا۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (۱۳ : ۷)

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں فرمایا گیا ہے۔ اگر باقی انبیاء ایک ایک قوم کے ہادی ہو کر آئے تھے۔ تو یہ ساری قوموں کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔" وہ انہی ازلی صداقتوں کا اظہار تم پر کرے گا۔ جو میں نے تمہیں سکھائی ہیں" قرآن مجید کا یہی دعوے ہے۔

صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۔ (۹۸ : ۲-۳)

تمام ازلی صداقتیں جو انبیاء پر مختلف صحیفوں میں نازل ہوئیں وہ اس قرآن مجید میں جمع کر دی گئی ہیں وہ اپنے دین کی تبلیغ کرے گا۔ جو اپنی حقیقت کے شاندار ہے" جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ کسی ایک گزشتہ دین کی اشاعت کرے۔ بلکہ اس کا دین کامل اور حقیقت کے اعتبار سے اتمام دین کی شان رکھنے والا ہوگا۔ گویا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ (۵ : ۳) کی طرف اشارہ ہے" وہ منتہائے کمال اور انتہائی عروج کے مقام پر ہوگا" قرآن مجید میں اس کے متعلق فرمایا گیا۔

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ؕ (۱۷ : ۷۹)

امید ہے کہ تیرا رب تجھے کمال تعریف کے مقام پر کھڑا کرے" چنانچہ دنیا کے بڑے بڑے علماء اور فلاسفر نے آپکی تعریف کی ہے۔

"وہ دینداری کی زندگی ظاہر کرے گا۔ جو سرتاسر کامل اور مطہر ہوگی" خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کامل اور مطہر زندگی بسر کی کہ اس کی برکت سے ہزاروں لوگوں کی زندگی پاک ہوگئی۔ چنانچہ مہاتما بدھ نے خود ہی فرمایا" اس کے شاگردوں کا شمار ہزاروں تک ہوگا جب کہ میرے شاگردوں کا شمار سینکڑوں تک ہے" کس قدر بین اور واضح نشان ہے۔ جو میتریا اعظم کے متعلق بدھ نے فرمایا۔ فتح مکہ کے وقت آپ کے ساتھ دس ہزار کی جمعیت

موجود تھی۔ مگر حضورؐ کی وفات کے وقت یہ تعداد ساٹھ ستر ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ وہ جو ایک وقت تن تنہا ایک تھا۔ اور ساٹھ ستر ہزار کی آبادی اس کی دشمن تھی۔ اس کی زندگی میں ہی باوجود سینکڑوں اور ہزاروں مخالفتوں اور بے سرو سامانیوں کے اس قدر کامیاب ہوا کہ اس کی وفات سے پہلے ساٹھ ستر ہزار انسان اس پر اپنی جان نثار اور قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ اس سے بڑھ کر اس کی کامیابی کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالٰے کے زبردست ہاتھ نے اس کی اس قدر تائید اور نصرت کی کہ اس کی جان کے سارے دشمن اس کے مطیع اور فرمان بردار ہوگئے۔ جن کے نہ صرف جسموں پر اس کی حکومت تھی بلکہ اس کی محبت ان کے دل کے گہرائیوں تک اُتری ہوئی تھی۔

میتریا کی پیشگوئی کن کتب بُدھ مذہب میں موجود ہے

بُدھ مذہب پر شاید ہی کوئی کتاب لکھی گئی ہوگی جس میں میتریا کی پیشگوئی کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔ اس لئے تمام بدھ ممالک اور بدھ فرقوں کے اندر یہ پیشگوئی موجود ہے۔ (۱) سر چارلس ایلیٹ جو کبھی برٹش گورنمنٹ کی طرف سے جاپان میں سفیر تھے وہ اپنی کتاب جاپانیز بُدھازم میں لکھتے ہیں:۔

The Maitreya is of special importance for the history of doctrines for it connects the older and the newer of the nature of a Bodhi-stava.

He is mentioned, in the Pali text with few details...... All branches of Buddhism recognized him and he is mentioned frequently in the later Pali literature and in such Sanskrit Buddhist texts as the Lalit Vistara and Maha-vastu.

(Japanese Buddhism by Sir Charles Eliot. page 119-120.)

بُدھ عقائد کی تاریخ میں میتریا کی عظمت بالخصوص قابل لحاظ ہے کیونکہ وہ بُدھوں کے عقائد قدیم اور جدید کے مابین ایک رشتہ ہے میتریا کا ذکر پالی صحیفوں میں موجود ہے گو تفصیلات بہت کم ہیں۔۔۔۔۔۔ بُدھ مذہب کے تمام فرقے اس کی آمد کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کا ذکر بعد کی پالی تصنیفات میں بکثرت کیا گیا ہے اور سنسکرت کتب للت، وستار اور مہا دستو وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

۲۔ مدراس کے مشہور پنڈت کمار سوامی اپنی کتاب بُدھ اینڈ دی گاسپل آف بُدھ ازم میں لکھتے ہیں:۔

Of future Buddhas only the Bodhisatva Maitreya, the personification of the loving kindness is mentioned, and that in the Millinda Prashna, which is little later than the canonicalscriptures.

آئندہ بُدھوں کے متعلق صرف میتیہ بُدھ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور وہ راجہ ملنڈا کے سوال و جوابات میں موجود ہے جو شرعی صحائف سے قلیل عرصہ بعد کی کتاب ہے (کتاب مذکور ص۲۲۵)

۳۔ ایک مرتبہ بُدھ کے باپ نے بُدھ کو دیکھنے کی خواہش کی۔ اس نے کئی مرتبہ قاصد اور پیغامبر بھیجے انہوں نے کہا "تمہارا باپ تمہارے دیدار کا اس قدر مشتاق ہے۔ جس طرح گل نیلوفر آفتاب کا۔ اور ملکہ تمہارے دیکھنے کی ایسی منتظر ہے جیسے عروس شب چاند کی" راج گاہ اور کپل وستو میں ۹۶۰ میل کا فاصلہ تھا۔ جسے بُدھ دو ماہ میں ۱۶ میل روزانہ کے حساب سے طے کر کے وہاں پہنچا ایک مبشّر نے بُدھ کے باپ کو آگے جا کے اطلاع دی۔ ۵۰۰ لڑکے اور لڑکیوں نے پھول اور عطر ہاتھوں میں لے کر استقبال کیا۔ لوگوں نے کہا ہم اس کے چچا اور بزرگ ہیں۔ اور یہ ہمارا بھتیجا ہے اور اس کی تعظیم کرنے کو ناپسند کیا۔ بدھ نے ان کی نیت معلوم کر کے اس وقت کہا "میرے رشتہ دار مجھے سجدہ کرنے سے ناخوش ہیں۔ مگر میں ان کی بیزاری پر غالب آؤں گا۔۔۔۔۔ بُدھ نے اس وقت انہیں میتریا کی آمد کی

بشارت سنائی" (مینوئل آف بدھ ازم ص۲۰۳)

(Manual of Buddhism.) by R.S. Hardy Page 203

جناب میتریا کی پیشگوئی کا ذکر نہ صرف پالی کتب مقدسہ میں موجود ہے۔ بلکہ بدھ مذہب کی سنسکرت کتب کے اندر بھی اس کا ذکر اکثر پایا جاتا ہے۔ ان کی ایک مشہور کتاب "بدھ چرت اوف اشوگھوشا" کہلاتی ہے۔ اس کے باب ۱۵ شلوک ۱۱۸ باب ۶ شلوک ۱ و ۳ ۵ باب ۷ شلوک ۲ و ۲۷ میں میتریا کی آمد کا ذکر ان الفاظ میں موجود ہے۔

"برہمن اور دوسرے دیوتاؤں کو ان کے خدمت گاروں سمیت آسمان کے ہر ایک مقام معلوم سے بلایا گیا اور میتریا تشتہ آسمان کے ملائکہ کے ساتھ شریعت کے چکر کو متحرک کرنے کے لئے آیا۔" (باب ۱۵ شلوک ۱۱۸)

اس میں آئندہ آنے والے واقعات کو مکاشفہ میں دیکھ کر بیان کیا گیا ہے۔ میتریا کے متعلق بدھوں کا خیال ہے کہ تشتہ آسمان کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ تشتہ کے حقیقی معنی تسکین اور تسلی کے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ آنے والا بدھ میتریا اطمینان اور تسلی کے اعلیٰ مقام پر ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر کس قدر سکون اور تسلی تھی کہ آپؐ نے کبھی بڑی سے بڑی مصیبت کے موقعہ پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہ کیا۔ وہ شخص جو رات اور دن خفیہ اور علانیہ سینکڑوں بار الحمدللہ کا ورد کرتا ہے۔ اس کے دل کے اندر کس قدر سکون اور تسلی اور اطمینان موجود ہوگا اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

سنسکرت کی دوسری کتاب جس میں میتریا کی آمد کا ذکر ہے۔ وہ للت وستارہ ہے یہ بدھوں کے فرقہ مہایانا کی نہایت مستند کتاب ہے۔ اس میں جناب بدھ کے سوانح بیان کئے گئے ہیں۔ اور چین کے بدھ اس کتاب کی بہت عزت کرتے اور تصدیق کرتے ہیں کتاب مذکور کے ندان پری ورتہ صفحہ ۲ ادھیا ۵ صفحہ ۳۹ اور ادھیا ۲۶ فقرہ نمبر ۱۰۹ میں میتریا کی پیشگوئی موجود ہے۔ ریاست بڑودہ کے اورنیٹل انسٹیٹیوٹ کی مطبوعہ سادھن مالا جلد ا اور جلد ۲ کے صفحات ۲۰ و ۲۳ و ۴۹ و ۷۱ و ۵۱۰ اور میتریا سادھنم صفحہ ۵ پر بھی بھگوان میتریا (حضرت محمد صلعم) کا حلیہ مبارک بطور پیشگوئی مرقوم ہے۔ جس پر بحث ہم دوسری جگہ کریں گے۔ سر چارلس ایلیٹ

جو بُدھوں کی ایک اور کتاب دِگھانکایا ہے۔ اس کے متعلق بُدھسٹ فلاسفی ان انڈیا اینڈ سیلون مصنفہ براِیڈل کیتھ میں لکھا ہے:۔

The advent of one Buddha to be namely Metteya is recognized in the canon.
(Digha Nikaya iii:76)

یعنی ایک بُدھ میتیا نام کے آنے کی پیشگوئی دیگھانکایا کے صحیفہ میں مستند قرار دی گئی ہے دیکھو دِگھانکایا ۳ : ۷۶۔

میتریا کے بُت

معذرت مسلمانوں میں یہ امر معیوب سمجھا جاتا ہے کہ کسی نبی کا بت یا تصویر بنائی جائے۔ بالخصوص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی تصویر اور بُت بنانے کو وہ نہایت ہی غصہّ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس لئے "میتریا، موعود کے بت" کا عنوان قائم کرتے ہوئے دل میں کھٹکا محسوس ہوا کہ مسلمان شاید اسے ناپسند کریں۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بُدھ صحیفوں میں میتریا کے آنے کی پیشگوئی موجود ہے۔ اور وہ ہمارے علم اور یقین میں محمد صلے اللہ علیہ وسلّم کے متعلق بشارت ہے۔ یہ امر بھی ناقابل انکار ہے کہ بُدھوں نے میتریا کے عظیم الشان بت تراش کر ایشیا کے ایک بہت بڑے حصہ ملک میں جابجا نصب کئے۔ یہ ظاہر ہے کہ بُدھ مسلمان نہیں۔ ان کے مذہب میں بت بنانا ناجائز نہیں۔ میتریا کے بُت بُدھوں کے عشق کا اظہار ہے۔

اللہ تعالےٰ حضرت سلیمان علیہ السّلام پر اپنی نعمتوں اور احسانات کا ذکر کرتا ہوا فرماتا ہے

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۭ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۭ (۳۴ : ۱۲-۱۳)

"اور جنوں میں سے کچھ وہ تھے۔ جو اس کے سامنے اس کے رب کے حکم سے کام کرتے۔ اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم سے پھرتا، ہم اسے جلتے ہوئے عذاب کا مزہ چکھاتے۔ وہ اس کے لیے بناتے جو وہ چاہتے تھے۔ مسجدیں اور مجسمے اور تالاب جیسے لگن اور ایک جگہ دھری رہنے والی دیگیں۔ اے آلِ داؤد شکر کرتے ہوئے عمل کرو۔ ہمارے بندوں میں تھوڑے ہی شکر گزار ہیں"

حضرت سلیمان کے زمانہ میں جو مجسمے بنائے جاتے تھے۔ ان کے متعلق بعض مفسرین کا خیال ہے کہ وہ حیوانات کے تھے۔ اور بعض کے خیال میں فرشتوں اور انسانوں کے تھے۔ اور بائیبل میں لکھا ہے کہ وہ بیلوں اور کروبیوں یعنی فرشتوں کے مجسمے تھے۔ اور مفسرین کے خیال میں حضرت سلیمانؑ کی شریعت میں یہ باتیں جائز تھیں۔ صرف ان بتوں کی تراش ناجائز تھی جو عبادت کی غرض سے گھڑے جاتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ جو انتہا درجہ کے موحد انسان تھے۔ ان کی جنگ بھی انہی بتوں کے ساتھ تھی۔ جو خدا بنا کر پوجے جاتے تھے۔ چنانچہ ان کا قول قرآن مجید میں یوں نقل کیا گیا ہے۔

مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِيٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ (۲۱ : ۵۲)

"یہ مورتیں کیا ہیں جن کی عبادت میں تم لگے ہوئے ہو"

چنانچہ میتریا موعود کی پیشگوئی کا ایک ماخذ اس کے سنگی مجسمے ہیں۔ جو بدھوں نے اس کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے افغانستان، چین، ہندوستان، جاپان، چینی ترکستان، برہما اور سیلون میں تراشے ہیں۔ جس سے اس قوم کا میتریا کے ساتھ عشق معلوم ہوتا ہے۔ کتابوں کے اندر قلم دوات اور سیاہی کی مدد سے کچھ لکھ دینا نہایت ہی آسان امر ہے۔ لیکن کوئی شخص اس محنت اور سنگ تراشی میں مشقت کا اندازہ نہیں کر سکتا جو بھگوان میتریا کی آمد کے انتظار میں لکھوکھا بدھوں نے برداشت کی۔ شیریں کے عشق میں فرہاد کی کوہ کنی ضرب المثل ہے۔ مگر میتریا کے عشق میں بدھوں نے جس طرح سر بفلک پہاڑوں کو تراشا ہے۔ وہ دنیا کے عجائبات اور نوادرات میں ایک عظیم الشان واقعہ ہے۔ اور دنیا کی کوئی دوسری قوم اس کی نظیر لانے سے قاصر ہے۔ فرہاد کی کوہ کنی کا مطلوب و مقصود شیریں کا عشق تھا۔ مگر بدھوں کی کوہ تراشی اس لحاظ سے کہ بدھوں کا مذہب کامل یاس

اور نا امیدی کا مذہب ہے۔ جن کے لئے دنیا کی کسی چیز میں عشق اور محبت نہیں بلکہ ہر خواہش اور آرزو سے کامل بیزاری ان کا نصب العین ہے۔ نہ اس دنیوی بہشت کے اندر ان کے لئے کوئی امید ہے اور نہ مرنے کے بعد ان کے خیال میں کوئی فلاح اور نجات ہے۔ ایک بدھ کا آخری نصب العین نروان ہے اور وہ اپنی ہستی اور ہستی کی ہر خواہش کو یکسر مٹا دینے کا نام ہے۔ غالب نے کہا تھا۔

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید
نا امیدی اس کی دیکھا چاہیئے

فنا کی امید جن کے نزدیک انسان کا منتہا رکمال ہو تعجب اور حیرت کی جا ہے کہ وہ قوم دنیا میں زندہ رہے ہم نے سنا ہے دنیا بامید قائم ہے۔ دنیا کی انتہائی مصیبتوں کے اندر بلکہ صلیب اور پھانسی کا حکم سننے کے بعد بھی جو چیز انسان کا خاتمہ نہیں کرتی اور زندگی کی آخری رمق تک باقی رہتی ہے۔ وہ امید اور صرف امید ہے مگر بدھ مذہب بھی کامل یاس اور حزن کا مذہب ہونے کے باوجود ایک امید پر قائم اور باقی ہے۔ اور وہ میتریا کو عود کا دیدار اور درشن ہے۔ اس لئے بدھ کہہ سکتے ہیں۔ اور ان کا کہنا بجا ہے کہ وہ صرف میتریا کی آمد کے انتظار میں زندہ ہیں۔

جیئے جانے کی تہمت کس سے اٹھتی کس طرح اٹھتی
ترے غم نے بچائی زندگی کی آبرو برسوں

میتریا کی آمد کی امید اُن کے اندر اس قدر دلکش ہے کہ ہر بدھ اس پر اپنی جان قربان کرنے کے لئے ہے۔ اس لئے بدھوں کے اندر میتریا کا عشق اس قدر شغف کی حالت کو پہنچ گیا ہے کہ اس کی کیفیت کا اندازہ الفاظ کے اندر محدود کرنا مشکل ہے۔ صرف اس قدر کہا جا سکتا ہے کہ میتریا کے عشق میں ان کی کوہ کنی کو دیکھو اور اس سے ان کی شغف محبت کا اندازہ لگاؤ۔ ناتراشیدہ پتھر کے اندر بے شک ایک حسین و جمیل صورت پوشیدہ ہوتی ہے سنگ تراش کا کام اس سے نقاب اٹھا کر اسے منظر عام پر کھڑا کر دینا ہے۔ مگر اس حقیر پتھر کو ایک خوب صورت مجسمہ کی شکل دینے کے لئے سنگتراش اپنے جذبات قلب پتھر پر انڈیل

دیتاہے۔ اور اپنے دل و دماغ کے خون سے اس پر رنگینی بہار پیدا کرتا ہے۔ پس میتریا کے بتوں کو ایک معمولی پتھر نہ سمجھا جائے بلکہ ان پتھروں کو انسانی شکل میں ڈھالنے کے لئے دل و دماغ کی صدہا کاوشوں اور روحانی جذبات نے برابر کا حصّہ لیا ہے۔ اس حُسن و عشق کی داستان کا کچھ تھوڑا سا حصّہ ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ پیکنگ سے ۱۲ میل جانب غرب یونسی کا ایک عظیم الشان مندر کھڑا ہے۔ جس کے اندر ایک وسیع ہال اور اس کے ارد گرد ۸ گیلریاں ہیں۔ مندر کا دروازہ شمال رُخ ہے۔ اس کے اندر کئی ایک بُت ہیں۔ مگر بڑے دروازہ کے اندر داخل ہوتے ہی سب سے پہلا بت جو نظر آتا ہے۔ اور سب پر ایک نمایاں فوقیت رکھتا ہے وہ میتریا کا بُت ہے۔

(چائینز بُدھ زم صفہ ۲۵۴)

نہ صرف پیکنگ کے قریب بلکہ اندرون ملک میں بھی جگہ جگہ بُدھ مندر ہیں۔ اور ان کے اندر میتریا کا بُت نمایاں حیثیت سے نظر آتا ہے۔ ان مندروں کے متعلق صحابہ کرام کو تفصیلی علم ہو یا نہ ہو مگر تبلیغ اسلام کے لئے سب سے پہلے انہوں نے اپنا رُخ چین کی طرف کیا۔ اور اس کی ترغیب ان کے دل میں ان احادیث سے پیدا ہوئی۔ جن میں چین سے طلب علم کی فضیلت بیان کی گئی تھی۔ اور انہی غیر مرئی تاثرات کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کو اشاعت اسلام میں چین کے اندر اس قدر کامیابی ہوئی۔

ہوان سانگ چینی کا میتریا سے عشق!

ہوان سانگ جو ۶۰۰ء میں پیدا ہوا، ایک چینی سیاح تھا۔ جس نے چین سے ہندوستان تک سفر کیا۔ اور اس زمانہ میں سفر کیا جب راستے مخدوش اور سفر کی آسانیاں مفقود تھیں۔ ان جان کاہ صعوبتوں پر غور کرو۔ جب ایک شخص بیس میل تک کے سفر کی نیت سے بھی نکلتا تھا۔ تو گھر والوں سے یوں رخصت ہوتا تھا گویا وہ دوبارہ ان سے نہ مل سکے گا۔ ایسے زمانہ میں لوگ محض سیاحت کی غرض کو لے کر گھر سے بہت کم نکلتے تھے۔ اس زمانہ کے جان جوکھوں کے سفر کسی بڑی ہی غرض کو سامنے رکھ کر کئے جاتے تھے۔ ہوان سانگ چین سے چلا ہندوستان کے صوبوں کی سیر کی اور پیادہ پا جنگلوں اور دریاؤں کو عبور کیا۔ مگر کس غرض کے لئے؟ آؤ

اس سے ملکر دریافت کریں کہ کس کی یاد اور عشق میں اس نے یہ صحرا نوردی اختیار کی ؟

وہ نالندہ بنگال سے ہوتا ہوا اکیوتا پہنچا جہاں بُدھ مندروں کی کثرت ہے۔ ان مندروں کے مرکز میں ایک خالص صندل کی لکڑی کا بہت بڑا بت کھڑا ہے۔ جو اپنی بزرگی کے لحاظ سے مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ اس بت کی حکومت لوگوں کے دلوں پر ہے۔ اس لئے اس بُت کا نام اولوچت ایشور ہے۔ شاید اسے لوگوں کی آئندہ قسمت بتانے کے اختیارات حاصل ہیں۔ ایسا سمجھا جاتا ہے۔ لوگ خوشبو دار اور خوشرنگ پھولوں کے ہار اپنے ہاتھوں میں لئے عقیدت اور انتہائی ارادت کے ساتھ اس کے درشن کرتے ہیں۔ اپنے دل میں اپنی مراد کو حاضر کر کے بیم و رجا کی کشمکش میں اپنے ہار اسکے بلند بازوؤں پر پھینکتے ہیں۔ اگر ہار اس کے ہاتھ نے قبول کر لیا تو اسے ہار پھینکنے والے کی چابکدستی نہ سمجھو بلکہ بت کی رضا اور خوشنودی کی سند سمجھو۔ دل کی مراد یقیناً بر آئے گی۔ لیکن اگر شومئ بخت سے دھڑکتے ہوئے دل نے اپنا ہار بت تک نہ پہنچایا، غم و اندوہ اور حزن و یاس کی تاریکیاں اس پر محیط ہو جاتیں۔ چین کا وہاں مشرقی دنیا کے انتہائی کنارے سے پیادہ پا چلا ہوا مسافر اتنی دور سے کوئی اُمنگ لے کر اس بت پر حاضر ہوا ہے۔ اس کی آرزو اور تمنا معلوم کرنے کے قابل ہے۔ سنو! ہوان سانگ کی قلبی گہرائیوں سے ایک ہلکی سی آواز آرہی ہے۔

"کیا میں دیوتاؤں میں مبارک میتریا کی خدمت کرنے کے لئے دنیا میں دوبارہ جنم لونگا؟" اس انتہائی آرزو کے ساتھ اس نے اپنے ہار اولوچت ایشور بُت کے ہاتھ کی طرف پھینکے۔ خوف ورجا کی ڈوبتی اور تیرتی ہوئی ناؤ سے یہ آواز بلند ہوئی "میری تمنا پوری ہونی ہو تو ہار دیوتا کے ہاتھ میں قبول ہوں"۔ خوبی بخت سے ہوان سانگ کے ہار بت نے قبول کر لئے۔

In the footsteps of Buddha. by Grousset by Grousset (French) p 174.

(ان دی فٹ سٹیپس آف بُدھ صفحہ ۱۷۴۔ مصنفہ گروسٹ فرانسیسی)

کیا آپ اس کی خوشی کا اندازہ کر سکتے ہیں ؟ اپنے سفر کی ساری صعوبتیں اس کے دل سے محو ہو گئیں۔ میتریا کے ساتھ انتہائی عشق ہی اس کو بنارس کے بُت کدہ سارناتھ میں لے گیا اس نے وہاں اس مقدس مقام کے درشن کئے جو بارہ سنگھا کا مقام کہلاتا ہے۔ جہاں بُدھ پر میتریا کی بعثت کا کشف ہوا تھا۔ اور شہنشاہ ہند مہاراجہ اشوک نے اس مقام اقدس کی یاد کو تازہ رکھنے

کے لیے اس پر ایک لاٹھ نصب کی تھی۔ (ان دی نوٹ اسٹیپس آف بدھ ص ۱۵۴، مصنف گرُ ڈسٹ فرانسیسی)

ایک مرتبہ اس نے کہا کہ "میری تمنا ہے کہ وہ ثواب جو میں نے اپنے نیک کاموں کے بدلے حاصل کیا ہے۔ وہ کسی دوسرے شخص کو مل جائے۔ وہ اس کے عوض مبارک دیوتاؤں کے آسمان میں پیدا ہو۔ اسے مبارک میتریا کے مقام سں داخل ہونے کی اجازت ملے اور اس کی خدمت کا موقع ملے جو محنت اور محبت کا مجسّمہ ہے" اس کے بعد ہوان سانگ خاموش ہوگیا اور مراقبہ میں چلا گیا۔ اس نے اپنی یہ آخری دعا کی اور اسے بار بار دہراتا رہا۔

"ہر طرح کی پرستش اور ارادت آپ کی نذر ہے اے تتھاگتا میتریا، جسے اعلےٰ حکمت دی گئی ہے۔ میں تمام لوگوں کے ساتھ آپ کا محبّت بھرا چہرہ دیکھنا چاہتا ہوں اے میتریا تتھاگتا تمام ارادت آپ کی نذر ہے! میری آرزو ہے کہ موت کے بعد میں آپ کے صحابہ میں ہوکر واپس آؤں گا۔"

یہی دعا کرتے کرتے ہوان سانگ کی روح اس کے جسم سے پرواز کر گئی (کتاب مذکور)

یہ وہ ہوان سانگ ہے۔ جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم پر ایک نادیدہ عاشق کی طرح اپنی جان قربان کر دی۔

اسی طرح چین کا ایک اور سیاح آئی چنگ (Iching) میتریا سے اپنا شغف ان الفاظ میں ظاہر کرتا ہے "مجھے صدق دل سے صرف ایک ہی خیال ہے۔ میں چین اور پھر تمام بُدھی دنیا کیلئے چار نعمتیں طلب کرتا ہوں (۱) پاک نوشتوں کا علم (۲) ایک مقدس درخت کے نیچے تمام لوگوں کا اجتماع (۳) رؤف الرحیم محترم میتریا (آنے والے بدھ) کے ساتھ ملاقات۔ (۴) کامل معرفت کا حصول۔ (صفحہ ۲۷۳)

ایک چینی رئیس کی میتریا سے عقیدت

ایک چینی رئیس میتریا (موعود) کا نادیدہ عاشق ہے وہ اپنی اس انتہائی محبّت کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔ میتریا موجود نہیں کہ وہ اس کے قدموں میں پہنچے اور اس پر اپنی بیش بہا دولت نثار کرے وہ اپنی غائبانہ محبّت کا اظہار وصیت کے الفاظ میں کرتا ہے۔ اور اپنی ساری دولت اس کے نام پر قربان کر دیتا ہے۔ مجنوں کی لیلےٰ سے، فرہاد کی شیریں سے اور دوسرے عشّاق کی محبت

حُسن کی نمود سے بھڑک اٹھتی ہے۔ پر اس چینی عاشق صادق کو دیکھو جو میتریا کے نام پر کٹ مرنے کو تیار ہے۔ دنیا کی ساری نعمتیں میتریا کے ایک لمحہ دیدار کے سامنے اسے ہیچ نظر آتی ہے۔ مسلمانوں میں بڑے بڑے عشاق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم گزرے ہیں۔ پر اس چینی کی فریفتگی بھی قابل دید ہے۔ اس کا اپنا بیان ہے۔

میں خادم بُدھ سی شانت ایک عرصہ سے اپنے والدین کے فوت ہونے کی وجہ سے دنیا میں یکہ و تنہا چھوڑ دیا گیا ہوں۔ ایک درخت کے ہواسے لہرانے سے قبل میں نے اپنے والدین کا بہت خیال کیا۔ اور میں نے آسمان سے بار بار پوچھا مگر جواب نہیں پایا۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو مقدس ارواح کے سپرد کر دوں کہ وہ مجھے تنہائی کے راستے سے الگ کر دیں پس میں اپنی ساری خاندانی دولت اس غرض کے لئے وقف کرتا ہوں کہ اس سے نہایت احترام کے ساتھ بُت تراشے جائیں۔ اس بُت خانے کے عین سامنے میتریا کا بُت نصب کیا جائے اس کے عقب میں "کشتی گر تبھا" کا دیۃ ایک اور گزشتہ زمانہ کے بُدھ کا نام ہے۔)

(ان دی فٹ سٹپس آف بُدھ صفہ ۳۲۶-۳۲۷)

رئیس مذکور کے ان الفاظ سے میتریا کے ساتھ کسقدر محبت کا اظہار ٹپکتا ہے وہ ظاہر ہے کہ اس نے اپنی ساری جائداد اس کے نام پر قربان کر دی۔ خواہ قربانی کا طریق اسکے اپنے عقائد اور خیالات اور جذبات کے مطابق ہے۔

چین کا دوسرا سیاح فاہیان میتریا کی تلاش میں

فاہیان ایک دوسرا مشہور چینی سیاح ہے۔ جو میتریا کی زیارت کے لئے چین سے نکلا اور ہندوستان پہنچا۔ جنگلوں اور بیابانوں کی خاک چھانتا ہوا ادیان نگر (صوبہ سرحد) تک پہنچا۔ اور وہاں اس نے میتریا کے ایک قدیم بُت خانہ کی زیارت کی بُدھ سیاح چین کی یہ زیارت کوئی معمولی دلی امنگ نہ ہوتی تھی۔ بلکہ اس کے متعلق سرچارلس الیٹ لکھتے ہیں:۔

The Chinese pilgrims mention statues and sites connected with the Maitreya but seem,

too, filled with a personal devotion for him and to think of him as occupied in protecting the faith while waiting for his own to appear on earth.

چینی سیّاح اور زائر صرف میتریا کے بتوں اور یادگاروں کا ہی ذکر نہیں کرتے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی دلی ارادت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اس کے بارہ میں ان کا خیال یہ ہے کہ وہ مذہب بُدھ کی حفاظت کرے گا۔ جب وہ زمین پر ظاہر ہوگا۔ (سر چارلس الیٹ برٹش سفیر جاپان)

یہی سر چارلس الیٹ اپنی کتاب "ہندو اِزم اینڈ بُدھ ازم" میں لکھتے ہیں۔

"اَدلوپیت اور منجوسری بُدھوں کے بعد بُدھوں کے نزدیک نہایت اہم ہستی میتریا کی ہے۔ جسے اجیتا، یا ناقابلِ فتح بھی کہا گیا ہے۔ جو پالی صحیفہ کی رو سے صرف ایک ہی شخص موعود تصدیق کیا گیا ہے۔ یہ اس لئے کہ اس کا مقام دوسرے بُدھوں کے مساوی نہیں (بلکہ وہ سب پر فضیلت رکھتا ہے۔ تمام بُدھ اپنی حقیقت کے اعتبار سے اور اپنی سیرت کے لحاظ سے نسل انسانی پر فائق ہیں۔ تاہم میتریا ایک انسان ہے جو گوتم بُدھ کی طرح بے شمار لوگوں سے محبت کرکے بُدھ کے مقام پر فائز ہوا ہے۔ اور آسمان میں ابھی تک اپنی بعثت کے وقت کا منتظر ہے) اس میتریا کا ذکر زیادہ تر پالی لٹریچر اناگت ونتا اور سنسکرت کی ابتدائی کتب للِت وِستار، ودیہ وادن اور مہاوستو میں پایا جاتا ہے۔ اس کے بُت بُدھ دنیا کے ہر حصّہ میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے متعلق خیال یہ ہے کہ وہ اشاعتِ دین کا محافظ و نگراں ہے۔ رنگ کے اعتبار سے اس کا رنگ سنہری دکھایا جاتا ہے۔ اس کے بت جو اکثر بلند قامت اور رُعبناک ہیں۔ اس میں اسے مغربی لوگوں کی عادت کے مطابق کھڑا یا بیٹھا ہوا ظاہر کیا جاتا ہے۔ بُدھوں کی طرح پالتی مارے ہوئے نہیں دکھایا گیا۔ قندھار کے حجریات میں اس کے سب سے پہلے بت پائے گئے ہیں۔ اور وہاں ادیان نگر میں اس کا ایک بہت مشہور بُت تھا۔ جس کے متعلق فاہیان مورخ چین (۳۹۹ تا ۴۱۴ء) بتاتا ہے کہ وہ بہت قدیم ہے (غالباً اسی کے متعلق اس نے لکھا ہے کہ اس نے شمالی ہند میں میتریا کا بت ۱۲۰ فٹ اونچا دیکھا ہے۔ جس میں سے خاص تیوہاروں کے موقع پر روشنی نکلتی ہے۔ گردونواح کے تمام راجہ اس پر نذر و نیاز چڑھاتے ہیں۔ چین کا دوسرا سیاح ہیون سانگ

اسی بُت کے متعلق یہاں تک مبالغہ کرتا ہے کہ وہ اُسے بُدھ کے خاص شاگرد آنند مدھیانیک کی صنعت قرار دیتا ہے۔ اور ابتدا میں وہ ایک لاٹھ تھی جو ساکیہ منی گوتم بُدھ کی اس پیش گوئی کی یاد میں نصب کی گئی تھی کہ میتریا اس کا جانشین ہوگا۔ اور وہ بُدھ کا خطاب پاکر نورانی بہشت کا مالک قرار پائے گا۔"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فاہیان کو یہاں سہو ہوا ہے۔ بلند قامت بت تو ادیان نگر میں ہی ہے مگر لاٹھ بنارس کے قریب تھی۔ جس کا ذکر ہم دوسری جگہ کر چکے ہیں۔

ان عاشقان میتریا کی سرگرمیوں، سرفروشیوں اور جانکاہ صنعتوں پر غور کیجئے کہ کس طرح ان ان تھک سنگتراشوں اور مذہبی دیوانوں نے کتنے بلند اور مہیب بُت پہاڑوں کو تراش کر بنا دیئے ہیں۔ جن کے دیکھنے کے لئے انسان کو اپنی کلاہ تھامنی پڑتی ہے۔ پہاڑوں کو چیرنا کوئی آسان کام نہیں بلکہ ہزار ہا انسانوں کی قربانیوں کو دے کر ۱۲۰ فٹ اونچا بت بنایا جاسکتا ہے۔ پھر ان بتوں کا صندل کی لکڑی اور چاندی سے تیار کرنا کس قدر صرف کثیر اور محنت کو چاہتا ہے۔ اور ان بتوں میں سے بعض کے اندر سے روشنی کا نکلنا اور میلوں تک سنسان جنگلوں کو روشن کر دینا کسی معمولی قوم کے دماغی ارتقا کا نتیجہ نہیں ہوسکتا۔ ان بُتوں پر راجاؤں مہاراجاؤں اور زائرین کا ہجوم اور اپنی دولت کو قربان کرنا ان کی بیحد عقیدت اور ارادت کو ظاہر کرتا ہے اور یہ کہ انہوں نے آنے والے دولہا کی خوش آمدید اور استقبال کے لئے کس قدر دل کھول کر تیاری کی ہے۔ اس کو بتایا ہے کہ آنے والے دولہا کے لئے اس قدر تیاری دنیا کی کسی قوم نے نہیں کی۔

آیئے آپ کو اقصائے مشرق کے ملک چین کے مندروں کی سیر کرائیں اور دکھائیں کہ انکے سنگی اور چوبی مندروں کے اندر میتریا کی یاد میں کیا کچھ نقش و نگار بنائے گئے ہیں۔ چین میں مندر بالعموم جنوبی رُخ ہیں۔ جن کی تعمیر کا ڈھنگ یکساں ہوتا ہے۔ اس میں داخل ہوتے ہی وہ دیکھو صدر دروازہ کے عین بالمقابل ایک عظیم الشان بُت ہے۔ جسے وہ اپنی زبان میں می لی فو (Mi-li-fo) کہتے ہیں۔ جس کے معنی ہیں "آنے والا بدھ" اس کا سنسکرت میں اور پالی میں نام میتریا ہے۔ اور معنی رحیم ہیں۔ بُت کی صنعت میں اسے ہمیشہ دلیر اور ہوشیار

دکھایا گیا ہے۔ اس کے سینے کو دیکھو کس قدر فراخ اور برہنہ ظاہر کیا ہے۔ اس کے چہرہ کو دیکھو گلاب کی طرح شگفتہ اور متبسم ہے۔ یہ ہے وہ عظیم الشان میتریا کا تصور، جو چین کے بدھ مندروں نے پیش کیا ہے۔ اس کی نسبت وہاں کے بعض بدھ علما کا خیال ہے۔ کہ وہ ساکیہ منی گوتم سے ۳۰۰۰ سال بعد مبعوث ہوگا۔ اور دنیا میں ایک انقلاب نو کا بانی ہوگا۔

(خلاصہ مطلب چائینز بدھ ازم مصنفہ ایڈکنس صفحہ ۲۴۰)

جزیرۂ جاوا میں میتریا

جاوا کے سنگی مجسمے اپنی بلندی کے لیے مشہور ہیں۔ انکی خوبصورتی دلربائی اور کثرت دونوں کے اندر ایک اثر ہے۔ بلحاظ جغرافیہ ملک وہ جزیرہ کے وسطی اور مشرقی حصہ میں تو موجود ہیں (مگر مغربی جاوا ان سے خالی ہے۔ اس میں سے صرف چند پتھر اور دو کتبے اس کے متعلق ملے ہیں) سب سے اعلیٰ اور مشہور لاٹھ جس کے دونوں طرف منزل بہ منزل گیلریاں ہیں۔ اسے ۸۵۰ء کی تعمیر سمجھا جاتا ہے طرز تعمیر میں برہمنی تعمیر کا شائبہ تک نہیں۔ بلکہ خالص بدھ طرز کی ہے۔ اس کی تیسری منزل کی گیلری میں میتریا کا بت نظر آتا ہے۔ جو اپنے صحابہ کو گویا تعلیم دے رہا ہے۔ دیکھنا پجاری اور زائر کس طرح پروانہ وار گرد گھوم گھوم کر اسے اپنی جاں نثاری اور محبت کا ثبوت دے رہے ہیں۔

اس کے علاوہ ملک بھر میں جہاں کہیں بھی پانچ بدھوں کے بت ہیں۔ ان میں ایک میتریا کا بت بھی ہے جسے سب سے زیادہ عظمت دی گئی ہے۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ سنسکرت کی کتاب للت وستار میں جو نقشہ اور حلیہ میتریا کا بتایا گیا ہے۔ وہ وسط جاوا کے بارا بدر مندر (Barabudur) کی پہلی گیلری کی تصاویر میتریا کے ہو بہو مطابق ہے۔ اور جاوا کا یہ مندر ۸۵۰ء کی تعمیر ہے۔

بھگوان میتریا سیلون میں

بدھ مذہب کے زوال کے دنوں میں سیلون میں سے راجہ دھاتوسین نام ہوا ہے (۴۶۳ء میں) جس نے آبپاشی کے لئے بڑے بڑے تالاب بنوائے اور کنوئیں کھدوائے اور اس نے بطور یادداشت وہاں بدھ میتریا کا بت بھی نصب کیا۔ تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے کتاب۔

Buddhism Primitive and Present in Magadha Ceylon by S. R. Complestqn. D. D.

چینی سیاح فاہیان نے بھی اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ سیلون میں باوجود دہریت اور لاادریت کے دور دورہ کے میتریا کے بت جابجا نصب دیکھے گئے۔ جس سے یہ ظاہر ہے کہ سیلون والوں کو مذہب کی اور کسی بات سے دلچسپی ہو یا نہ ہو مگر میتریا کی آمد اور اس کے دیدار کے منتظر وہ بھی ہیں

تبت میں میتریا

بدھ کے باقی ممالک کی طرح تبت کا سنگلاخ ملک بھی میتریا کے بتوں سے خالی نہیں۔ تبتی زبان یا وہاں کی مذہبی اصطلاح میں میتریا کا نام چمپا بتایا جاتا ہے۔ وہاں کے بدھ صحیفہ " بارڈو " (Bardo) میں بھی میتریا کا ذکر ہے اور اس کی آمد کے لوگ اسی طرح والہانہ منتظر ہیں جیسے دوسرے بدھ ممالک کے۔ ملاحظہ کیجئے کتاب

Tibetan book of the Dead. by Evens Wentz. P. 101.

چنانچہ تبت میں ڈلائی لاما کے حکم سے ۸۰ فٹ بلند میتریا کا مجسمہ بنایا گیا۔ اور اس کے مسی مجسمہ پر سونے کا پترا چڑھایا گیا۔ تاکہ میتریا اسے منظور کرے۔ اور جلد آجائے۔

(مینوئل آف بدھ ازم۔ مصنفہ آر۔ ایس۔ ہارڈی)

وسطِ ایشیا میں

ہندوستان، سیلون، تبت، قندھار، چین، جاپان کے علاوہ میتریا کے بتوں کا سلسلہ وسطِ ایشیا تک پہنچا دیا گیا تھا تاکہ وہ ممالک جن میں اسلام کی اشاعت ہونے والی ہے ان میں لوہے کے مضبوط قلم سے پہاڑوں اور پتھروں پر میتریا کی پیشگوئی کندہ کر دی جائے۔

سر چارلس ایلیٹ سفیر جاپان لکھتے ہیں۔

A temple of Maitreya has been found at Turfan in Central Asia, with a Chinese inscription which speaks of him as an active benevolent diety, manifesting himself in many forms.

یعنی میتریہ کے نام پر ایک مندر وسطِ ایشیا میں پایا گیا۔ جسپر چینی زبان میں ایک کتبہ کندہ تھا۔ جس میں اس امر کا اظہار تھا کہ میتریا فرائض کا پابند اور رحیم ہوگا۔ جو اپنی کسی ایک صفات میں سے جلوہ گر ہوگا۔

آنے والا بدھ صرف ایک اور خاتم النبیین ہوگا۔

بدھ مذہب کی پالی اور سنسکرت کتب کے اندر ایک مختلف فیہ مسئلہ بدھوں کی کل تعداد کے متعلق ہے۔

۱۔ پالی بدھ ونشا دلی میں کل بدھوں کی تعداد ۲۴ ہے۔ جنمیں سے ۲۳ مبعوث ہو چکے ہیں۔ اور ایک ابھی باقی ہے۔

۲۔ بدھوں کی تعداد ہزارہا ہے (بحوالہ کتاب ست دھرم پنڈریک اور سورن بھاش)

Sat-Dharma Pundarik.

۳۔ کل بدھ دس لاکھ ہیں (للت وِستار کی ایک روایت)

۴۔ بدھوں کا شمار کروڑوں تک ہے (سکھاوتی دیوہ)

۵۔ بدھ تین کروڑ ہیں (کتاب مہاوستو)

۶۔ گنگا کی ریت کی طرح بدھ ان گنت ہیں (للت وِستار ۶۷ ۵ ۔ ۴۰۲)

۷۔ ہر ایک چھوٹے بڑے ستارے میں بدھ براجمان ہے (ایضاً)

۸۔ بدھ دراصل سات ہیں۔ اور یہی ویدوں میں سپت رشی کہلاتے ہیں۔ (دھرم سنگرہ فصل ۶ اور مہاویتپتی فصل ۶)

۹۔ پالی کی سب سے قدیم روایت میں بدھوں کا کل شمار قبل از گوتم بدھ ۶ ہے اور آنے والا موعود بدھ یا میتریا صرف ایک ہے۔ سب کے نام مہاپدان ستا کی فصل دِگھانِکایا ۱۱ و ۲ میں نقل کر دیئے گئے ہیں۔

۱۰۔ بدھوں کے فرقہ مہاینا کی بدھ اولوجی میں ۱۵ بدھوں کے نام دیئے گئے ہیں۔ جن میں سے ۱۳ بدھ سے قبل ہو چکے ہیں۔ ایک ساکیہ منی گوتم اور ایک میتریا موعود ہے ان کے ناموں

کی فہرست اور ممالک کی نشان دہی حسب ذیل ہے

شمال ۔ اموگھ سدھ ۔ وشو پانی ۔ **میتیا** ۔

جنوب ۔ ابیتابھ ۔ اولوچیت ایشور ۔ گوتم ۔

مغرب ۔ رتن سمبھو ۔ رتن پانی ۔ کشیپ ۔

مشرق ۔ اکشوبھیہ ۔ وجر پانی ۔ کوناگمن ۔

وسط دنیا ۔ ویروچن ۔ سمنت بھدرا ۔ کاکوسندھا ۔

اس فہرست سے ظاہر ہے کہ آنے والا بدھ میتریا صرف ایک ہے ۔ ساکیہ منی گوتم سے پیشتر بُدھوں کے متعلق اختلاف ہوا کرے لیکن میتریا کے بعد کوئی بُدھ نہ ہوگا ۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے چنانچہ پروفیسر آر ۔ ایس ۔ ہارڈی مینوئل اوف بُدھ ازم کے صفحہ ۹۸ پر لکھتے ہیں ۔

This long period of remediless ignorance was succeeded by the Maha Bhadru Kalpa in which five Buddhas are to appear:-
1. Kaku Sandha 2. Konagamna. 3. Kasyapa. 4. Gautama. 5. Maitreya.
The first four of these have already appeared and the Maitreya will be the next Buddha who will arise to bless the world. (Manual of Buddhism by prof. R. S. Hardy. page 98)

" جہالت کے اس طویل زمانہ کے بعد ایک دور مہا بھدرو نام سے شروع ہونے والا ہے جس میں پانچ بُدھ مبعوث ہوتے ہیں (۱) کاکوسندھ (۲) کوناگمن (۳) کشیپ (۴) گوتم (۵) میتریا آئندہ کا بُدھ ساری دنیا کو برکت دینے کے لئے مبعوث ہوگا ۔"

پس پیشگوئی صرف ایک ہی موعود کے لئے موجود ہے ۔ جس کا نام **میتیا یا میتریا** بتایا گیا ہے ۔ کسی دوسرے شخص کے متعلق اس قسم کا حوالہ موجود نہیں ۔ ان تمام حوالجات سے جن کو ہم گزشتہ صفحات میں درج کر چکے ہیں ۔ یہ امر ظاہر اور عیاں ہے کہ آنے والا بُدھ صرف ایک ہے اور اسی پر نبوت ختم ہے ۔

جناب میتریا سے بدھوں کا عشق

آدم کے فرزندوں نے اپنی قوم کے مصلحین اور قائدین کی قربانیوں اور دلسوزیوں سے متاثر ہو کر ان سے عشق کیا۔ اور اس میں اس قدر شغف دکھایا کہ وہ دوسری صنف عشاق سے پیچھے نہیں رہے۔ مگر دنیا کی ساری قوموں میں بدھوں کی ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ کہ انھوں نے آئندہ آنے والے بدھ میتریا کے ساتھ عشق کیا ہے۔ اس کے ساتھ جسے انھوں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ ان کے دل اس پر اس طرح والہ وشیدا ہیں۔ جس طرح ایک فتنہ نگاہ اور آتش رخسار کی دید کا شیدا کوئی دل باختہ ہوتا ہے۔ وہ اس ان دیکھے دلدار کے لئے اس طرح چشم براہ ہیں۔ جس طرح ایک مہجور اور فراق زدہ دیوانہ ہوا کرتا ہے۔ خود ہی اپنے ہاتھ سے ایک حسین وجمیل مورتی بنانا اور خود ہی اس کو دل دے بیٹھنا، دراصل اس دماغی تصور کے ساتھ انتہاء عشق کی دلیل ہے۔ جو مہاتما بدھ نے اپنے شاگردوں کے اندر پیدا کر دیا تھا۔ ایک صادق اور راستباز بدھ کی زندگی ایک راز ہے۔ زندہ اور زندگی سے بیزار۔ یہ زندگی ایک معمہ ہے۔ جو دنیا میں حل ہوئے بغیر رہ جاتا ہے۔ دنیا میں رہنا مگر دنیا اور دنیا کی ہر خواہش کو دھوکا یقین کرنا اور فریب سمجھنا، اس دھوکے اور فریب سے باہر آنا ہر بدھ کا نصب العین ہے۔ فنا اور شاید ہمیشہ کے لئے فنا ان کا منتہار مقصود ہے۔ دنیا میں رہنے کے لئے دنیا کی ہر چیز سے دل بستگی اور لگن کی ضرورت ہے۔ مگر بدھ کے لئے یہ سب عذاب الیم ہے۔

بدھوں کی اس سیاہ اور تاریک دنیا کے اندر ایک منور نقطہ ہے۔ اور وہ میتریا کا وجود ہے۔ جس کی تلاش میں نہیں بلکہ عشق میں صدر اول کے بدھوں کے پہاڑوں کو تراشا پتھروں کو چیرا۔ جنگلوں کو چھانا۔ دریاؤں کو پاٹا۔ اور اپنی ان مجنونانہ کوششوں اور سعیوں کا محور اور اپنی اس دیوانہ وار زندگی کا مطلوب صرف میتریا قرار دیا۔

دی لا اوف کرائسٹ کا مصنف جنار جاد اس لکھتا ہے۔

"ہماری بدھ روایات میں کہا گیا ہے کہ کسی شخص کے لئے اس کے عمل صالح کا اجر اس سے بڑھ کر کچھ نہیں ہو سکتا کہ وہ اس وقت زمین پر موجود ہو جب بدھ موعود لوگوں میں چلتا پھرتا ہو۔ زاہد

اور عابد بُدھ جب مہاتما بُدھ کے بُت کے حضور اپنی عقیدت کے پھول پیش کرتے ہیں۔ تو اپنی ساری آرزوؤں اور تمناؤں کو اس جملہ میں جمع کر دیتے ہیں "میں اس وقت زمین پر موجود ہوں۔ جب بودھستوا (میتریا) لوگوں میں چلتا پھرتا ہو۔"

(The law of Christ) by Jinarja Dass. page 191.

چین کا وہی مورخ ہوان سانگ جو چین سے متریا کا عشق اپنے اندر لے کر چلا دوران سفر میں ایک جگہ بیمار ہوگیا۔ اور اسے موت کا خطرہ لاحق ہوا۔ تو اپنی نامرادی کے غم میں ڈوب گیا خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ تین دیوتا اس کے سامنے کھڑے ہیں۔ جن کے بدن خوبصورت اور چہرے باعظمت تھے۔ اور وہ احرام باندھے ہوئے نہایت فوق البھڑک لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کا رنگ سونے کا دوسرے کا گہرا نیلا تھا۔ اور تیسرا چاندی کے رنگ کا تھا۔ اور وہ ترتیب وار ۱۔ من جوشری ۲۔ اولوچیت الیشور اور ۳۔ میتریا تھے۔ انہوں نے اسے زندہ رہنے اور تبلیغ کی ہدایت کی۔ (In the footsteps of Buddha) by Grousset, page 168.

اس خواب یا مکاشفہ سے ظاہر ہے کہ ہوان سانگ کے دل پر میتریا کا عشق اس قدر مستولی تھا کہ ہر وقت اور ہر جگہ اسی کی تصویر نظر آتی تھی۔

بعض ضروری حوالجات جو کتاب کی طوالت کے باعث تفصیل سے درج نہیں کیے جا سکے

۱۔ میتریا آخری اور اتم نور کا مالک ہوگا۔ (ست دھرم پنڈریک فصل ۹۴)

۲۔ بدھوں کی تاریخ میں ترتیب وار گذشتہ بدھوں کے یہ نام مروی ہیں (۱) موگھ سدھا۔ (۲) امیتابھ (۳) رتن سمبھو (۴) اکشوبھیہ (۵) ویروچن (۶) وشوپانی (۷) اوچیت الیشور (۸) رتن پانی (۹) وجر پانی (۱۰) سمنت بھدرا (۱۱) گوتم (۱۲) کسپہ (۱۳) گوناگمن (۱۴) کاکوسندھا (۱۵) میتیا (یعنی آنے والا بدھ)

(Bartem and Yewasef) by E.W. Wallis Budge.

۳۔ بُدھ سے پہلے اکیس٢١ یا کئی ایک بُدھ ہو چکے ہیں۔ مگر آئندہ کے متعلق لکھا ہے کہ آئندہ صرف ایک میتیا بُدھ ہوگا۔

Of future Buddhas only the Bodhisatva, Maitreya the personification of the loving kindness is mentioned,
(Buddha and Gospel of Buddhism. by Kumar Swami. page 225.)

۴۔ بُدھ نے ایک جگہ موعود کل ادیان کے متعلق ایک لطیفہ لکھا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ بے وقوف مکھی جانتی ہے کہ مقررہ وقت پر درختوں کو پھول لگتے ہیں۔ مگر وہ تیزی سے قبل از وقت ان پر سے گزر جاتی ہے۔ اس کی واپسی پر شہد کا موسم ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دوسری بیوقوف آہستہ پرواز کر کے اس کے موسم کو کھو دیتی ہے۔ مگر عقلمند شہد کی مکھی نہ تیزی کرتی ہے نہ سستی سے موسم کھو دیتی ہے۔ بلکہ عین وقت پر رس چوس لیتی ہے۔ اس کی کامیابی تیزی ہوشیاری اور پھرتی پر منحصر ہے" (بیوقوف تھے وہ لوگ جنھوں نے قبل از وقت نبی موعود ہونے کا دعویٰ کیا یا لوگوں نے ان کو نبی موعود بنانا چاہا جیسے مانی وغیرہ۔ اور ان سے بڑھ کر وہ بے وقوف تھے۔ جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا جیسے بہاء اللہ وغیرہ۔ خدا کی فرمانبردار شہد کی مکھی فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا (۱۶ : ۶۹) النحل

عین موسم اور وقت کے مطابق خدا کے بتائے ہوئے راستہ پر تیزی ہوشیاری اور پھرتی سے چلی اور اس نے اپنے چھتہ میں شہد جمع کر لیا) (ہندو ازم اینڈ بُدھ ازم مصنفہ سر چارلس ایلیٹ)

۵۔ آخری بُدھ میتریا گزشتہ گم شدہ دین اور صداقت کی از سر نو تبلیغ کرے گا۔۔۔ جب دنیا بدی سے بھرپور اور بُدھ تعلیمات سے دور ہو جائے گی"

(بُدھ ازم مصنفہ ٹی۔ ڈبلیو۔ رائس ڈیوڈز صفحہ ۱۸۰)

۶۔ کل بُدھوں کی تعداد جو شروع دنیا سے بُدھ بنائے گئے کتابوں میں مختلف ہے۔ پالی کی قدیم روایات میں چھ ہے۔ پالی بُدھ ونش میں ۲۴۔ للت وِستار میں دس لاکھ۔ سورت پر بھاش اور ست دھرم پنڈریک میں ہزاروں۔ سکھاوتی دیو میں کروڑوں بُدھ ہو چکے۔ مہاوستو میں

۳۰ کروڑ مگر آخری بُدھ جو گوتم کے بعد آنے والا ہے ۔ وہ ایک ہی میتریا ہے ۔ یعنی وہ خاتم النبیین ہوگا

۷ ۔ ایک کتاب سپراٹ (Spratt)* تے پلِ گری میج اوف بُدھ ازم لکھی ہے ۔ اس کے صفحہ ۶۲۹ پر بُدھ علماء کا عقیدہ لکھا ہے کہ بدھ دھرم کی تجدید کا خیال غلط ہے ۔ دھرم بالکل دنیا سے مٹ گیا ہے ۔ پیشگوئی کے مطابق میتریا آکر دنیا میں نئے سرے سے دھرم پھیلائے گا ۔ اور وہ اسے مغرب سے شروع کرے گا ۔

۸ ۔ میتریا صاحب شریعت نبی ہوگا ۔ اور ضرورت زمانہ کے مطابق بعض احکامات مذہبی کو منسوخ کر دے گا (سیکرڈ بکس اوف دی ایسٹ جلد ۴۹)

۹ ۔ ہارورڈ یونیورسٹی سٹڈیز جلد سوم میں بُدھوں کی کتاب جاتکا کا ترجمہ شائع ہوا ہے ۔ اس کے صفحہ ۳۳ پر ’’ آئندہ آنے والے بُدھ کے فضائل کا ذکر ہے ۔ اس میں لکھا ہے کہ میتریا نہ صرف مہاتما بُدھ کا موعود ہے بلکہ گزشتہ کے ۲۴ بُدھوں (یعنی شروع دنیا سے لے کر مہاتما بُدھ تک) سب نے میتریا کے آنے کی خبر دی ہے ۔ ،، گویا وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ الخ کی تصدیق ہے ۔ (۳ : ۸۱)

۱۰ ۔ یہ بھی لکھا ہے ’’ بُدھ میتریا کے حسن کی تعریف الفاظ میں نہیں ہو سکتی ۔ اس کی شریعت ہم سے مختلف نہ ہوگی ۔ اس کا اعلیٰ کلام فصیح و بلیغ ہوگا ۔ جو اسے سنیں گے وہ سنتے سنتے تھک نہ جائیں گے بلکہ کبھی سیر نہ ہوں گے ‘‘

(بُدھ ازم ۔ ڈبلیو رائس ڈیوڈز صفحہ ۱۸۳)

۱۱ ۔ پانچ گناہوں کے مرتکب میتریا کو پہچان نہ سکیں گے ۔ شرک کے عقیدہ والے ۔ مقدس صحابہؓ کے قاتل ۔ ننگے اور برہنہ لوگ ۔ جماعت اور جمہوریت کے منکر ۔

۱۲ ۔ بُدھ میتریا کی ماں نیک اور خوبصورت ہوگی ۔ پہلے اس کے ہاں کوئی بچہ نہ پیدا ہوا ہوگا ۔

(مہاوستوا : ۱۹۷ ۔ للت وستار ۲۵ : ۵ اور ۲۳ : ۱۰)

۱۳ ۔ میتریا بُدھ کے ظہور کے وقت نہ تو قرب قیامت ہوگا ۔ جبکہ لوگوں کی عمر تھوڑی ہوگی اور نہ زیادہ لمبی عمر کے وقت ۔ بلکہ اس وقت ہوگا ۔ جب لوگوں کی اوسط عمر سو برس ہوگی ۔ وہ مغرب اور مشرق کے درمیانی ملک میں پیدا ہوگا ۔

---

* [illegible]

۱۴۔ بھگوان میتریا کے گو صدہا بُت بنائے گئے مگر یہ عجیب معجزہ ہے کہ اس کے باوجود یہ بھی لکھا ہے کہ میتریا خود بُت تراشی اور بُت پرستی کے خلاف ہوگا۔ (اور یہ ایک روشن دلیل ہے کہ اس پیشگوئی کے مصداق مسیح، شنکراچاریہ اور کرشنامورتی نہیں ہو سکتے بلکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم ہیں)

(چائنیز بدھ ازم مؤلفہ ایڈکنس صفحہ ۸)

بشارت حضرت آدمؑ

(شیطان کا سر کچلنے والا فارقلیط)

וְאֵיבָה ׀ אָשִׁית
בֵּינְךָ וּבֵין הָאִשָּׁה וּבֵין זַרְעֲךָ וּבֵין זַרְעָהּ הוּא יְשׁוּפְךָ רֹאשׁ
וְאַתָּה תְּשׁוּפֶנּוּ עָקֵב׃ کتاب پیدائش ۳:۱۵

جناب حنوکؑ کی پیشگوئی

(دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آنے والا خداوند)

גַּם־חֲנוֹךְ הַשְּׁבִיעִי לְאָדָם נִבָּא
עֲלֵיהֶם לֵאמֹר הִנֵּה יְהוָה בָּא בְּרִבְבוֹת קְדֹשָׁיו׃

(نامہ یہوداہ ۱:۱۴)

حضرت نوحؑ کی بشارت

(مذاہب کے طوفان میں ایک مقدس کشتی بان)

וְהָיָה בְּעַנְנִי עָנָן עַל־הָאָרֶץ וְנִרְאֲתָה
הַקֶּשֶׁת בֶּעָנָן׃ (پیدائش ۹:۱۴)

حضرت ابراہیمؑ کی بشارت

(دنیا کی ساری قوموں کے لئے مبارک نبی)

וְאֶעֶשְׂךָ לְגוֹי גָּדוֹל וַאֲבָרֶכְךָ וַאֲגַדְּלָה שְׁמֶךָ וֶהְיֵה בְּרָכָה׃

(پیدائش ۱۲:۲)

بشارات حضرت یعقوبؑ

(حسن یوسفؑ میں نور محمدیؐ)

וַיְבָרֶךְ אֶת־יוֹסֵף וַיֹּאמַר הָאֱלֹהִים אֲשֶׁר
הִתְהַלְּכוּ אֲבֹתַי לְפָנָיו אַבְרָהָם וְיִצְחָק הָאֱלֹהִים הָרֹעֶה
אֹתִי מֵעוֹדִי עַד־הַיּוֹם הַזֶּה׃

לֹא־יָסוּר שֵׁבֶט מִיהוּדָה וּמְחֹקֵק
מִבֵּין רַגְלָיו עַד כִּי־יָבֹא שִׁילֹה וְלוֹ יִקְּהַת עַמִּים׃

(پیدائش ۴۸: ۱۵، ۴۹: ۱۰، ۲۲)

بشارات موسوی
(مثیل موسیٰ کی پیشگوئی)

נָבִיא מִקִּרְבְּךָ מֵאַחֶיךָ
כָּמֹנִי יָקִים לְךָ יְהוָה אֱלֹהֶיךָ אֵלָיו תִּשְׁמָעוּן׃ כְּכֹל אֲשֶׁר־
שָׁאַלְתָּ מֵעִם יְהוָה אֱלֹהֶיךָ בְּחֹרֵב בְּיוֹם הַקָּהָל לֵאמֹר
לֹא אֹסֵף לִשְׁמֹעַ אֶת־קוֹל יְהוָה אֱלֹהָי וְאֶת־הָאֵשׁ הַגְּדֹלָה
הַזֹּאת לֹא־אֶרְאֶה עוֹד וְלֹא אָמוּת׃ וַיֹּאמֶר יְהוָה אֵלָי
הֵיטִיבוּ אֲשֶׁר דִּבֵּרוּ׃ נָבִיא אָקִים לָהֶם מִקֶּרֶב אֲחֵיהֶם
כָּמוֹךָ וְנָתַתִּי דְבָרַי בְּפִיו וְדִבֶּר אֲלֵיהֶם אֵת כָּל־אֲשֶׁר
אֲצַוֶּנּוּ׃ (استثناء ۱۸: ۱۵-۱۸)

دس ہزار قدوسیوں اور آتشی شریعت والا نبی

וַיֹּאמַר יְהוָה מִסִּינַי בָּא וְזָרַח מִשֵּׂעִיר
לָמוֹ הוֹפִיעַ מֵהַר פָּארָן וְאָתָה מֵרִבְבֹת קֹדֶשׁ מִימִינוֹ אֵשְׁדָּת
לָמוֹ׃ (استثناء ۳۳: ۲)

داؤد موعود کے متعلق یسعیاہ نبی کی بشارت

הַטּוּ אָזְנְכֶם וּלְכוּ אֵלַי שִׁמְעוּ וּתְחִי נַפְשְׁכֶם וְאֶכְרְתָה
לָכֶם בְּרִית עוֹלָם חַסְדֵי דָוִד הַנֶּאֱמָנִים׃ הֵן עֵד לְאוּמִּים
נְתַתִּיו נָגִיד וּמְצַוֵּה לְאֻמִּים׃ הֵן גּוֹי לֹא־תֵדַע תִּקְרָא וְגוֹי
לֹא־יְדָעוּךָ אֵלֶיךָ יָרוּצוּ לְמַעַן יְהוָה אֱלֹהֶיךָ וְלִקְדוֹשׁ יִשְׂרָאֵל
כִּי פֵאֲרָךְ׃ (یسعیاہ ۵۵: ۳-۵)

داؤد موعود

(بشارت یرمیاہ نبی)

הִנֵּה יָמִים בָּאִים נְאֻם־יְהוָה וַהֲקִמֹתִי
לְדָוִד צֶמַח צַדִּיק וּמָלַךְ מֶלֶךְ וְהִשְׂכִּיל וְעָשָׂה מִשְׁפָּט
וּצְדָקָה בָּאָרֶץ׃ בְּיָמָיו תִּוָּשַׁע יְהוּדָה וְיִשְׂרָאֵל יִשְׁכֹּן לָבֶטַח
וְזֶה־שְּׁמוֹ אֲשֶׁר־יִקְרְאוֹ יְהוָה ׀ צִדְקֵנוּ׃

(یرمیاہ ۲۳: ۵-۶)

داؤد موعود

(حزقیل نبی کی بشارت)

לכן כה אמר אדני יהוה אליהם הנני
אני ושפטתי בין־שה בריה ובין שה רזה׃ יען בצד
ובכתף תהדפו ובקרניכם תנגחו כל־הנחלות עד אשר
הפיצותם אותנה אל־החוצה׃ והושעתי לצאני ולא־
תהיינה עוד לבז ושפטתי בין שה לשה׃ והקמתי עליהם
רעה אחד ורעה אתהן את עבדי דויד הוא ירעה אתם
והוא יהיה להן לרעה׃ ואני יהוה אהיה להם לאלהים
ועבדי דוד נשיא בתוכם אני יהוה דברתי׃ (حزقیل ۳۴: ۲۰-۲۵)

داؤد موعود

ודבר
אלהם כה־אמר אדני יהוה הנה אני לקח את־בני
ישראל מבין הגוים אשר הלכו־שם וקבצתי אתם
מסביב והבאתי אותם אל־אדמתם׃ ועשיתי אתם לגוי
אחד בארץ בהרי ישראל ומלך אחד יהיה לכלם למלך
ולא יהיה־עוד לשני גוים ולא יחצו עוד לשתי ממלכות
עוד׃ ולא יטמאו עוד בגלוליהם ובשקוציהם ובכל
פשעיהם והושעתי אתם מכל מושבתיהם אשר חטאו
בהם וטהרתי אותם והיו־לי לעם ואני אהיה להם
לאלהים׃ ועבדי דוד מלך עליהם ורועה אחד יהיה
לכלם ובמשפטי ילכו וחקותי ישמרו ועשו אותם׃ וישבו
על־הארץ אשר נתתי לעבדי ליעקב אשר ישבו־בה
אבותיכם וישבו עליה המה ובניהם ובני בניהם עד־
עולם ודוד עבדי נשיא להם לעולם׃ (حزقیل ۳۷: ۲۱-۲۵)

داؤد موعود

(بشارت ہوشیع نبی)

אחר ישבו
בני ישראל ובקשו את־יהוה אלהיהם ואת דוד מלכם
ופחדו אל־יהוה ואל־טובו באחרית הימים׃ (ہوشیع ۳: ۵)

داؤد موعود

קוּמָה יְהוָה ׀ בְּאַפֶּךָ
הִנָּשֵׂא בְּעַבְרוֹת צוֹרְרָי וְעוּרָה אֵלַי מִשְׁפָּט צִוִּיתָ׃ וַעֲדַת
לְאֻמִּים תְּסוֹבְבֶךָּ וְעָלֶיהָ לַמָּרוֹם שׁוּבָה׃ יְהוָה יָדִין עַמִּים
שָׁפְטֵנִי יְהוָה כְּצִדְקִי וּכְתֻמִּי עָלָי׃ יִגְמָר־נָא רַע ׀ רְשָׁעִים
וּתְכוֹנֵן צַדִּיק וּבֹחֵן לִבּוֹת וּכְלָיוֹת אֱלֹהִים צַדִּיק׃
הִנֵּה יְחַבֶּל־אָוֶן וְהָרָה עָמָל וְיָלַד שָׁקֶר׃

׀ תַּבִּיט לָתֵת בְּיָדֶךָ עָלֶיךָ
יַעֲזֹב חֵלְכָה יָתוֹם אַתָּה ׀ הָיִיתָ עוֹזֵר׃ שְׁבֹר זְרוֹעַ רָשָׁע
וָרָע תִּדְרוֹשׁ־רִשְׁעוֹ בַל־תִּמְצָא׃ יְהוָה מֶלֶךְ עוֹלָם וָעֶד
אָבְדוּ גוֹיִם מֵאַרְצוֹ׃ תַּאֲוַת עֲנָוִים שָׁמַעְתָּ יְהוָה תָּכִין לִבָּם
תַּקְשִׁיב אָזְנֶךָ׃ לִשְׁפֹּט יָתוֹם וָדָךְ בַּל־יוֹסִיף עוֹד לַעֲרֹץ
אֱנוֹשׁ מִן־הָאָרֶץ׃

(زبور ۷: ۶—۱۱—۵۔ ۱۰: ۱۴—۱۸)

حضرت داؤدؑ کی بشارات

הַכֹּל
סָר יַחְדָּו נֶאֱלָחוּ אֵין עֹשֵׂה־טוֹב אֵין גַּם אֶחָד׃ הֲלֹא יָדְעוּ
כָּל־פֹּעֲלֵי אָוֶן אֹכְלֵי עַמִּי אָכְלוּ לֶחֶם יְהוָה לֹא קָרָאוּ׃ שָׁם ׀
פָּחֲדוּ פָחַד כִּי־אֱלֹהִים בְּדוֹר צַדִּיק׃ עֲצַת־עָנִי תָבִישׁוּ כִּי
יְהוָה מַחְסֵהוּ׃ מִי יִתֵּן מִצִּיּוֹן יְשׁוּעַת יִשְׂרָאֵל בְּשׁוּב יְהוָה
שְׁבוּת עַמּוֹ יָגֵל יַעֲקֹב יִשְׂמַח יִשְׂרָאֵל׃

אִמְרוֹת יְהוָה אֲמָרוֹת טְהֹרוֹת כֶּסֶף צָרוּף
בַּעֲלִיל לָאָרֶץ מְזֻקָּק שִׁבְעָתָיִם׃ אַתָּה־יְהוָה תִּשְׁמְרֵם תִּצְּרֶנּוּ ׀
מִן־הַדּוֹר זוּ לְעוֹלָם׃ סָבִיב רְשָׁעִים יִתְהַלָּכוּן כְּרֻם זֻלּוּת
לִבְנֵי אָדָם׃

יְהוָה מִי־יָגוּר בְּאָהֳלֶךָ מִי־יִשְׁכֹּן בְּהַר קָדְשֶׁךָ׃
הוֹלֵךְ תָּמִים וּפֹעֵל צֶדֶק וְדֹבֵר אֱמֶת בִּלְבָבוֹ׃ לֹא־רָגַל ׀
עַל־לְשֹׁנוֹ לֹא־עָשָׂה לְרֵעֵהוּ רָעָה וְחֶרְפָּה לֹא־נָשָׂא עַל־
קְרֹבוֹ׃ נִבְזֶה ׀ בְּעֵינָיו נִמְאָס וְאֶת־יִרְאֵי יְהוָה יְכַבֵּד נִשְׁבַּע
לְהָרַע וְלֹא יָמִר׃ כַּסְפּוֹ ׀ לֹא־נָתַן בְּנֶשֶׁךְ וְשֹׁחַד עַל־נָקִי לֹא־
לָקָח עֹשֵׂה אֵלֶּה לֹא יִמּוֹט לְעוֹלָם׃

(زبور ۱۴: ۳—۷، ۱۲: ۶—۹، ۱۵: ۱—۵)

حضرت داؤدؑ کی پیشگوئی

כי־מרעים יכרתון וקוי יהוה המה יירשו
ארץ: ועוד מעט ואין רשע והתבוננת על־מקומו ואיננו:
וענוים יירשו־ארץ והתענגו על־רב שלום: זמם רשע
לצדיק וחרק עליו שניו:
צדיקים
יירשו־ארץ וישכנו לעד עליה: פי־צדיק יהגה חכמה
ולשונו תדבר משפט: תורת אלהיו בלבו לא תמעד
אשריו: (زبور ۳۷: ۹-۱۱، ۲۹-۳۱)

حضرت داؤدؑ کی بشارت

ישפט עניי־עם יושיע לבני אביון
וידכא עושק: ייראוך עם־שמש ולפני ירח דור דורים:
ירד כמטר על־גז כרביבים זרזיף ארץ: יפרח־בימיו
צדיק ורב שלום עד־בלי ירח:
מלכי תרשיש ואיים מנחה ישיבו מלכי שבא וסבא
אשכר יקריבו:
וברוך שם כבודו
לעולם וימלא כבודו את־כל־הארץ אמן ואמן:
(زبور ۷۲: ۴-۷، ۱۰، ۱۹)

بشارت داؤد علیہ السلام

כרתי ברית לבחירי נשבעתי
לדוד עבדי: עד־עולם אכין זרעך ובניתי לדור־ודור
כסאך סלה: ויודו שמים פלאך יהוה אף־אמונתך
בקהל קדשים: (زبور ۸۹: ۳-۵)

بشارت حضرت داؤدؑ

תכתב זאת לדור אחרון ועם נברא יהלל־יה:

(زبور ۱۰۲: ۱۹)

حضرتِ داؤدؑ کا خداوند

אבן מאסו הבונים
היתה לראש פנה: מאת יהוה היתה זאת היא נפלאת
בעינינו: זה־היום עשה יהוה נגילה ונשמחה בו:
אנא יהוה הושיעה נא אנא יהוה הצליחה נא: ברוך
הבא בשם יהוה ברכנוכם מבית יהוה:

(زبور ۱۱۸: ۲۲—۲۶)

حضرتِ ایوبؑ کی پیشگوئی

(آنے والا فارقلیط)

הנה־נא בהמות אשר־עשיתי עמך
חציר כבקר יאכל: הנה־נא כחו במתניו ואנו בשרירי
בטנו: יחפץ זנבו כמו־ארז גידי פחדו ישרגו: עצמיו
אפיקי נחשה גרמיו כמטיל ברזל: הוא ראשית דרכי־
אל העשו יגש חרבו: כי־בול הרים ישאו־לו וכל־חית
השדה ישחקו־שם: תחת־צאלים ישכב בסתר קנה
ובצה: יסכהו צאלים צללו יסבוהו ערבי־נחל: הן יעשק
נהר לא יחפוז יבטח | כי־יגיח ירדן אל־פיהו:

הן־תחלתו נכזבה הגם אל־מראיו יטל: לא־אכזר כי
יעורנו ומי הוא לפני יתיצב: מי הקדימני ואשלם תחת
כל־השמים לי־הוא: לא־אחריש בדיו ודבר גבורות וחין
ערכו: מי־גלה פני לבושו בכפל רסנו מי יבוא: דלתי
פניו מי פתח סביבות שניו אימה: גאוה אפיקי מגנים
סגור חותם צר: אחד באחד יגשו ורוח לא־יבא ביניהם:
איש־באחיהו ידבקו יתלכדו ולא יתפרדו: עטישתיו
תהל אור ועיניו כעפעפי־שחר: (ایوب ۴۰: ۱۵—۲۴، ۴۱: ۱—۱۰)

حضرتِ سلیمانؑ کا محمدیم

דודי צח ואדום דגול מרבבה:
מיסדים על־אדני־פז מראהו כלבנון בחור כארזים:
חכו ממתקים וכלו מחמדים זה דודי וזה רעי בנות
ירושלם:

(غزل الغزلات ۵: ۱۰-۱۶)

یسعیاہ نبی کی بشارت

העם ההלכים בחשך ראו אור גדול ישבי בארץ צלמות
אור נגה עליהם: הרבית הגוי לא הגדלת השמחה
שמחו לפניך כשמחת בקציר כאשר יגילו בחלקם שלל:
כי את־על סבלו ואת מטה שכמו שבט הנגש בו החתת
כיום מדין: כי כל־סאון סאן ברעש ושמלה מגוללה
בדמים והיתה לשרפה מאכלת אש: כי־ילד ילד־לנו
בן נתן־לנו ותהי המשרה על־שכמו ויקרא שמו פלא
יועץ אל גבור אבי־עד שר־שלום: לםרבה המשרה
ולשלום אין־קץ על־כסא דוד ועל־ממלכתו להכין אתה
ולסעדה במשפט ובצדקה מעתה ועד־עולם קנאת יהוה
צבאות תעשה־זאת: דבר שלח אדני ביעקב
ונפל בישראל: (یسعیاہ ۹: ۱-۷)

והיה ביום ההוא
שרש ישי אשר עמד לנס עמים אליו גוים ידרשו והיתה
מנחתו כבוד: והיה ביום ההוא יוסיף אדני
שנית ידו לקנות את־שאר עמו אשר ישאר מאשור
וממצרים ומפתרוס ומכוש ומעילם ומשנער ומחמת
ומאיי הים: ונשא נס לגוים ואסף נדחי ישראל ונפצות
יהודה יקבץ מארבע כנפות הארץ: (۱۱: ۱۰-۱۲)

משא בערב ביער בערב תלינו
ארחות דדנים: לקראת צמא התיו מים ישבי ארץ תימא
בלחמו קדמו נדד: כי־מפני חרבות נדדו מפני חרב
נטושה ומפני קשת דרוכה ומפני כבד מלחמה:
כי־כה אמר אדני אלי בעוד שנה כשני שכיר וכלה כל־
כבוד קדר: ושאר מספר־קשת גבורי בני־קדר ימעטו
כי יהוה אלהי־ישראל דבר: (۲۱: ۱۳-۱۷)

את־מי יורה דעה ואת־מי יבין שמועה
גמולי מחלב עתיקי משדים: כי בלעגי שפה ובלשון
אחרת ידבר אל־העם הזה: אשר אמר אליהם זאת
המנוחה הניחו לעיף וזאת המרגעה ולא אבוא שמוע:

לָכֵן כֹּה אָמַר אֲדֹנָי יְהוִה הִנְנִי יִסַּד בְּצִיּוֹן אָבֶן אֶבֶן
בֹּחַן פִּנַּת יִקְרַת מוּסָד מוּסָּד הַמַּאֲמִין לֹא יָחִישׁ׃ וְשַׂמְתִּי
מִשְׁפָּט לְקָו וּצְדָקָה לְמִשְׁקָלֶת וְיָעָה בָרָד מַחְסֵה כָזָב
וְסֵתֶר מַיִם יִשְׁטֹפוּ׃ (۲۸، ۹-۱۲، ۱۶-۱۷)

וַתְּהִי לָכֶם חָזוּת הַכֹּל כְּדִבְרֵי הַסֵּפֶר
הֶחָתוּם אֲשֶׁר־יִתְּנוּ אֹתוֹ אֶל־יוֹדֵעַ הַסֵּפֶר לֵאמֹר קְרָא־נָא
זֶה וְאָמַר לֹא אוּכַל כִּי חָתוּם הוּא׃ וְנִתַּן הַסֵּפֶר עַל אֲשֶׁר
לֹא־יָדַע סֵפֶר לֵאמֹר קְרָא־נָא זֶה וְאָמַר לֹא יָדַעְתִּי סֵפֶר׃
וַיֹּאמֶר אֲדֹנָי יַעַן כִּי נִגַּשׁ הָעָם הַזֶּה בְּפִיו וּבִשְׂפָתָיו
כִּבְּדוּנִי וְלִבּוֹ רִחַק מִמֶּנִּי וַתְּהִי יִרְאָתָם אֹתִי מִצְוַת אֲנָשִׁים
מְלֻמָּדָה׃ (۲۹: ۱۱-۱۳)

קוֹל קוֹרֵא בַּמִּדְבָּר
פַּנּוּ דֶּרֶךְ יְהוָה יַשְּׁרוּ בָּעֲרָבָה מְסִלָּה לֵאלֹהֵינוּ׃ כָּל־גֶּיא
יִנָּשֵׂא וְכָל־הַר וְגִבְעָה יִשְׁפָּלוּ וְהָיָה הֶעָקֹב לְמִישׁוֹר
וְהָרְכָסִים לְבִקְעָה׃ (یسعیاہ ۴۰: ۳-۴)

یرمیاہ نبی کی بشارت

לָכֵן עֹד אָרִיב אִתְּכֶם נְאֻם־יְהוָה וְאֶת־בְּנֵי
בְנֵיכֶם אָרִיב׃ כִּי עִבְרוּ אִיֵּי כִתִּיִּים וּרְאוּ וְקֵדָר שִׁלְחוּ
וְהִתְבּוֹנְנוּ מְאֹד וּרְאוּ הֵן הָיְתָה כָּזֹאת׃ הַהֵימִיר גּוֹי אֱלֹהִים
וְהֵמָּה לֹא אֱלֹהִים וְעַמִּי הֵמִיר כְּבוֹדוֹ בְּלוֹא יוֹעִיל׃

(یرمیاہ ۲: ۹-۱۱)

בַּת־עַמִּי חִגְרִי־שָׂק וְהִתְפַּלְּשִׁי בָאֵפֶר
אֵבֶל יָחִיד עֲשִׂי־לָךְ מִסְפַּד תַּמְרוּרִים כִּי פִתְאֹם יָבֹא
הַשֹּׁדֵד עָלֵינוּ׃ בָּחוֹן נְתַתִּיךָ בְעַמִּי מִבְצָר וְתֵדַע וּבָחַנְתָּ
אֶת־דַּרְכָּם׃ כֻּלָּם סָרֵי סוֹרְרִים הֹלְכֵי רָכִיל נְחֹשֶׁת וּבַרְזֶל
כֻּלָּם מַשְׁחִיתִים הֵמָּה׃ נָחַר מַפֻּחַ מֵאֵשׁתַּם עֹפָרֶת לַשָּׁוְא
צָרַף צָרוֹף וְרָעִים לֹא נִתָּקוּ׃ כֶּסֶף נִמְאָס קָרְאוּ לָהֶם כִּי־
מָאַס יְהוָה בָּהֶם׃

(یرمیاہ ۶: ۲۶-۳۰)

صحیفہ آدم میں رسول کریم (صلعم) کے متعلق بشارت

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے کیا فرمایا؟

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سَاجِدِيْنَ (۱۵ : ۲۹)

"جب میں اسے (آدم کو) تکمیل کو پہنچاؤں اور اپنی روح سے نیک و بد کی تمیز اسمیں نفخ کردوں تو تم (اے فرشتو!) اسکے لئے فرمانبرداری کرتے ہوئے گر پڑنا۔"

آدم کی وجہ تسمیہ:- آدم نام کی وجہ تسمیہ مفسرین بائیبل کے نزدیک یہ ہے کہ اس لفظ کے معنی عبری لغت میں سرخ مٹی یا سرخ رنگ کے ہیں۔ کیونکہ کتاب موسیٰ میں لکھا ہے کہ "تو خاک ہے اور خاک میں واپس جائے گا۔" (پیدائش ۳ : ۱۹) بعض نکتہ آفرین مسیحیوں نے اس نام کو ایک پیش گوئی قرار دیکر یہ اُپج کی ہے کہ تو خاک سے نکلا ہے اگر نافرمانی کرے گا تو خاک میں جائے گا۔" مسیحی دوستوں کی یہ اُپج بالکل بے معنی ہے قرآن شریف نے اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ میں بائیبل کے ترجمہ "تو خاک ہے اور خاک میں واپس جائے گا" کی تصدیق کی۔ ہے کہ عیسیٰ مسیح بھی خاکی ہے اور خاک میں جائے گا۔" (العمران) ۳ : ۵۹

آدم کا دوسرا نام بائیبل میں انُوش ہے جس کے معنی بدقسمت اور مصیبت زدہ کئے گئے ہیں اور یہ نام یہود و نصاریٰ کے خیال کے مطابق آدم کو اس کی نافرمانی کے بعد دیا گیا لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ لفظ انُوش عربی کے لفظ انس سے ماخوذ ہے۔ آدم کا تیسرا نام توراۃ موسوی میں ایش ہے جس کے معنی مالک کے ہیں۔ اور یہ نام اسے اس وقت دیا گیا جب وہ اپنی بیوی کا مالک ٹھہرایا گیا ان تینوں ناموں میں آدم کا سارا قصہ جو بائیبل میں مذکور ہے بتا دیا گیا ہے۔ لیکن اس موجودہ زمانہ میں حضرت آدم اور حوا کا قصہ یا باغ عدن کی کہانی

بعض علماءِ مغرب کے نزدیک ایک استعارہ بن کر رہ گئی ہے۔ یعنی آدم سے مراد نسلِ انسانی ہے باغ عدن یہی دنیا ہے جو انسان کے قوائے بہیمیہ سے عبارت ہے۔ شیطان اسی راہ سے انسان پر حملہ کر کے اسے گمراہ کرتا ہے۔

جناب آدم اور بائیبل:۔

حضرت آدم کا کوئی الگ صحیفہ بائیبل میں موجود نہیں۔ جناب موسیٰؑ نے جو کچھ آدم کے متعلق فرمایا۔ وہ بھی ان کے اصل الفاظ میں کہیں موجود نہیں جو حیثیت تاریخ کی نگاہ میں باقی قصص توراۃ کی ہے وہی قصہ آدم کی ہے۔ البتہ یہود میں ایک کتاب ''آدم و حوّا'' کے صحیفے کے طور پر مشہور ہے جو جعلی کتابوں کی ذیل میں سمجھی جاتی ہے اور غالباً مسیح سے سو دو سو سال پہلے کی تصنیف ہے ایسی صورت میں کہ حضرت آدم کا کوئی صحیفہ نہ تو بائیبل میں موجود ہے اور نہ کوئی مستند کتاب کہیں الگ موجود ہے۔ ان کی کسی پیشگوئی کے اصل الفاظ کا پتہ چلنا قریباً ناممکن ہے تاہم اس قصہ کی بنا پر جو توراۃ میں مستور ہے۔ مسیحی دوستوں نے جناب مسیح کے متعلق اس میں سے بعض پیشگوئیاں تراشنے کی کوشش کی ہے اور جناب مسیح کو آدم ثانی قرار دے کر فسانۂ آدم کی تعبیر مسیح کے حسن سے کی ہے اور اس کی توثیق بعض غیر معتبر اور جعلی کتابوں سے کی ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت آدم کو ہبوطِ نسلِ انسانی کا ذمہ دار قرار دیا ہے اور جناب مسیح کو بذریعہ کفارہ اس تنزل اور ہبوط سے نکالنے والا قرار دیا ہے۔

بائیبل کی پیشگوئی کا مصداق

مسیحی حضرت نے توراۃ کی اس آیت کو ایک پیشگوئی قرار دیا ہے۔

سانپ (شیطان) کو خداوند نے آدم کو دھوکہ دینے کی وجہ سے ملعون ٹھہرایا اور کہا:۔

''میں تیرے اور عورت کے درمیان تیری اولاد اور عورت کی اولاد میں دشمنی ڈالوں گا۔ یہ تیرے سر کو کچلے گی اور تو اس کی ایڑی کو کاٹے گا۔ (پیدائش ۳: ۱۵)

کہا جاتا ہے کہ جناب مسیح نے کفارہ ہو کر شیطان کا سر کچل دیا اور جناب آدم کی پیشگوئی پوری ہو گئی۔

لیکن عالم کتاب جانتا ہے کہ معاملہ بالکل برعکس ہوا اناجیل کی تصریحات کی بنا پر مسیح نے ہرگز شیطان کا سر نہیں شیطان کا سر نہیں کچلا اوّل تو شیطان حواریوں میں ہی گھسا رہا مثلاً پولوس میں ہو کر اس نے جناب مسیح کو بے حد تکالیف پہنچائی۔ پطرس کو جو کلید بردار جنت اور کلیسا کی چٹان ہے جناب مسیح کی سرکار سے شیطان کا خطاب دلوایا انجیل متی ۱۶: ۲۳ میں ہے۔ "پر اس نے (مسیح نے) پھر کے پطرس سے کہا۔ اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو تو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے"۔ یہودا اسکریوطی میں ہو کر خدا کے اکلوتے بیٹے کو صلیب دلوا دی اس کے متعلق جناب مسیح خود فرماتے ہیں۔ "کیا میں نے تم بارہوں کو نہیں چنا اور ایک تم میں سے شیطان ہے"۔ (یوحنا ۶: ۷۰)

اگر حسب عادت پادری صاحبان منہ بسور کر یہ کہیں کہ یہ تو شیطان کی ظاہری فتح تھی مگر معناً کفارہ نے گناہوں کو معاف کرا دیا تو گذارش یہ ہے کہ اسطرح بھی شیطان کا سر نہیں کچلا گیا۔ شیطان کا کام کسی کو جہنم تک پہنچا دینا ہے جس میں وہ مسیح کے بالمقابل کامیاب ہو گیا (کیونکہ مسیحی دوستوں کا عقیدہ ہے کہ جناب مسیح جہنم میں تشریف لے گئے) اب اس کے بعد خدائے پاک کا فرض تھا کہ وہ اپنا عدل پورا کرتا یعنی حسب مسلمات مسیحی گناہ کی سزا ابدالآباد کے لئے دیتا۔

کفارہ نے گناہ کی جڑ کو نہیں کاٹا بلکہ گناہ کے لئے آزادی کا لائسنس دلوا دیا اور اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی زنا کو دنیا سے مٹانے کا علاج یہ تجویز کرے کہ شادی کی رسم ہی دنیا سے اٹھا دی جائے۔ کیونکہ کفارہ پر ایمان کے بعد کوئی گناہ گناہ نہیں کہلا سکتا۔ خدا کی ذات وصفات کے متعلق جو جی چاہے ایمان رکھو کوئی گناہ نہیں۔ بلکہ اس کی شان اور جلال جھوٹ بولنے سے اور بھی بڑھ جاتی ہے (رومیوں ۳: ۷) انبیاء کو معاذاللہ چور، بٹمار اور پرلے درجہ کے بدکار سمجھو یہ کوئی گناہ نہیں بلکہ یہ امر عقاید میں داخل ہے (یوحنا ۱۰: ۸)

جناب مسیح کے کفارہ ہونے سے پیشتر اگر ایک شخص پر ہر قسم کی بدی کا ارتکاب کرنے کے باوجود روح القدس (وحی) نازل ہوتی تھی یا وہ نبی ہو سکتا تھا تو کفارہ کے بعد ہر قسم کے گناہ کے باوجود کسی عیسائی کو روح القدس یا خدا کا اقنوم ثالث ایک منٹ کے لئے بھی نہیں چھوڑتا۔ چنانچہ پولوس نے فرمایا۔

"جہاں گناہ زیادہ ہوا فضل اس سے بھی بہت زیادہ ہوا" رومیون ۵ : ۲۰

ان عقائد اور حالات کی موجودگی میں کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ مسیح نے شیطان کے سر کو کچلا بلکہ یوں کہا جائے گا کہ اگر ظاہری طور پر یہودہ اسکریوطی کی شکل میں شیطان نے آکر خدا کے بیٹے کی ایڑی کو کاٹا یا صلیب دلوایا تو معناً پولوس میں ہو کر ہر قسم کی آزادیٔ گناہ کا لائسنس دلوا دیا۔

البتہ اس پیشگوئی کے حقیقی مصداق محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں جنہوں نے اپنے صحابہ کو گناہ سے اس قدر نفرت دلائی کہ وہ گناہ سے یا شیطان سے یکسر بیزار ہو گئے۔ شراب۔ جوا۔ زنا چوری اور جھوٹ صحابہ میں سے ہر بدی دور ہو گئی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ	"مگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے نزدیک ایمان
الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ	کو محبوب کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں
وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ	میں زینت دیدی ہے۔ کفر نافرمانی اور
الْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ	گناہ تمہارے نزدیک مکروہ کر دیا ہے
هُمُ الرّٰشِدُوْنَ	یہی لوگ نیکی کی راہ پر چلنے والے ہیں"

(اَلْحُجُرٰت) ۴۹ : ۷

جب انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے مقدسین کی محبت اور کفر، نافرمانی اور بدی سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے تو شیطان کا سر خود بخود کچلا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کی نسبت ایک اور جگہ فرمایا۔

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ	"یہ سیدھا رستہ میری طرف پہنچتا ہے
اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ	میرے بندوں پر تیرا (شیطان کا) کوئی
سُلْطٰنٌ (۱۵ : ۴۱-۴۲)	غلبہ نہیں"

اس لئے یہ پیشگوئی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حق میں پوری ہوئی۔

پیشگوئی کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

جناب مسیح کی اپنی شہادت

جناب آدم کی مذکورہ بالا پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے اس کے متعلق جناب مسیح کی اپنی شہادت موجود ہے چنانچہ انجیل یوحنا میں مسیح کا یہ قول نقل کیا گیا ہے۔

"میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تمہیں کہیں لیکن وہ فارقلیط جو پاک روح ہے جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا۔ اور سب باتیں جو میں نے تمہیں کہی ہیں تمھیں یاد دلائے گا" (یوحنا باب ۱۴۔ آیت ۲۵، ۲۶)

اس پیشگوئی پر تفصیلی بحث ہم انجیلی بشارات کے ضمن میں کریں گے۔ سردست اس قدر بتا دینا کافی ہے کہ اس بشارت میں مسیح کے بعد فارقلیط کے آنے کی بشارت ہے اور اس لفظ کے دو جز ہیں۔ ایک 'فارق' بمعنی پھاڑنے والا یا سر کچلنے والا اور دوسرا 'لیط' بمعنی شیطان رجیم پس فارقلیط کے معنی ہیں۔ شیطان کا سر کچلنے والا[1]۔ یہ امر اللہ تعالےٰ کے علم میں تھا کہ حسب بشارت آدم مسیحی لوگ شیطان کا سر کچلنے والا مسیح کو قرار دیں گے اس لیے اس کی حکمت بالغہ نے مسیح کے منہ سے یہ کہلوا دیا کہ بشارتِ آدمؑ کا مصداق فارقلیط ہے جو میرے بعد آنے والا ہے۔

جناب حنوک یا ادریسؑ کی پیشگوئی

---

[1] Hebrew English Lexicon پیدائش ۲۷: ۴۰۔ نوحہ یرمیاہ ۵: ۸ و ۷: ۳ زکریا ۱۱: ۱۶ خروج ۳۲: ۱۶ سلاطین اول ۱۹: ۱۱ اور عزرا ۱۹: ۱۲ ان تمام حوالجات میں لفظ فارق یا اس کے مشتقات کے معنی کچلنے ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور چور چور کر دینے کے ہیں۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ	"کتاب میں ادریس کی خبر بیان کر دو
إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ۝	وہ یقیناً صدیق نبی تھا اور ہم نے اسے
وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝	بلند درجہ عطا کیا"

(۱۹: ۵۶ - ۵۷)

حضرت حنوک یا ادریس علیہ السلام جناب آدم کی ساتویں پشت میں ایک نہایت عظیم الشان پیغمبر گزرے ہیں۔ ان کی عظمت اور شان کتاب توراۃ کی اس آیت سے ظاہر ہے۔

"حنوک تین سو برس خدا کے ساتھ ساتھ چلتا تھا۔۔ اور غائب ہو گیا۔ اس لئے کہ خدا نے اُسے لے لیا"

(پیدائش ۵: ۲۲-۲۴)

جس کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اسے معجزانہ رنگ میں اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل تھا یا اسے نہایت تفصیل کے ساتھ وحی شریعت دی گئی۔

کتاب جوبلی میں جو بائیبل کے یونانی نسخہ میں شامل ہے ان کے متعلق لکھا ہے۔

"اس نے سب سے پہلے علم و حکمت، رسم الخط اور علم نجوم ایجاد کیا خدا کے فرشتے تین سو سال تک اس کے ساتھ ساتھ رہے اور انہوں نے اسے آسمان اور زمین کی ہر ایک چیز کا علم دیا" (جوبلی باب ۴)

بائیبل کے مروجہ نسخہ میں انھیں کسی کتاب کے دیئے جانے کا ذکر نہیں لیکن تازہ تحقیقات سے جو بابلی کتبوں کی بنا پر کی گئی ہے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ انھیں کتاب بھی دی گئی تھی۔ صحیفۂ حنوک جو پہلے عبرانی زبان میں تھا اور اب الحق اوپیا (کش) کی زبان میں موجود ہے۔ اس کا ترجمہ ہو گیا ہے۔ اور ان کی دوسری کتاب اسرار حنوک جو سالونیکا کی زبان میں موجود ہے زمانہ حال کے عیسائیوں نے ان کتابوں کو غیر مستند اور جعلی کتابوں کی ذیل میں رکھا ہے لیکن مسیحیت کے ابتدائی زمانہ کے مصنفین انہیں کتابوں سے سند لیتے رہے ہیں۔ اور ان کے متعلق انسائیکلو پیڈیا ببلیکا میں لکھا ہے۔

"With the earlier fathers and apologists it had the weight of canonical book but، towards the close of the III and the begining of the IV centuries it began to be discredited and finally it fell under the ban of the Church" (Encyclopaedia Biblica, "Enock")

بابل کے کھنڈرات نے جو الواح اگل دی ہیں ان میں حضرت حنوک کا خصوصیت سے ذکر ہے اور اس زمانے میں ان کی اہمیت مسلم ہو گئی ہے۔ کتاب حنوک جو درحقیقت سب سے پہلی شریعت کی کتاب ہے (صحیفہ آدم کے مستند ہونے کا ابھی تک کوئی ثبوت نہیں ملا) جس قدر فضیلت حضرت ادریس (حنوک) کی معلوم ہوتی ہے وہ ان کی بے نظیر اطاعت احکام الٰہی اور علم و حکمت میں ایک ممتاز حیثیت ہے۔ قرآن کریم کی مندرجہ عنوان آیت میں وَاِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا[1] کہ وہ نبی صدیق تھا۔ حضرت ادریس کی بے نظیر اطاعت احکام الٰہی کو ظاہر کرتا ہے اور رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا[2] کا اشارہ علم و حکمت عطا کیے جانے کی طرف ہے اور حنوک کے بجائے ادریس نام اس امر کے لیے اختیار کیا گیا ہے کہ اسے علم و حکمت کا بکثرت درس دیا گیا۔ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا میں یہ بھی اشارہ مضمر ہے کہ آپ نے جو پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی وہ لفظ بہ لفظ پوری ہو گئی۔ کیونکہ صدّیق کے معنی عربی زبان میں راستی میں کمال کو پہنچا ہوا شخص ہیں یا جس کا صدق کثرت سے ظاہر ہو صدّیقاً نبیّاً کے معنی ہوئے جس کی نبوت یا دی ہوئی خبر اٹل ہو پوری ہو کر رہے۔ حضرت ادریس کی نبوت کا کمال یہ کہ ابتداء عالم یا سب سے پہلی نبوت میں ہزاروں برس بعد ہونے والی خبر نہایت بلیغ الفاظ میں بتا دی اور صداقت کا کمال یہ وہ کہ ہزاروں سال بعد لفظ بلفظ کسی ابہام اور شبہ کے پوری ہوئی کتاب حنوک کا ترجمہ ہو چکا ہے لیکن وہ ابھی ہمیں دستیاب نہیں ہوا اور اگر ہو بھی جاتا تو عیسائی حضرات کے لیے یہ عذر لنگ کافی تھا کہ یہ کتاب جعلی اور غیر مستند ہے۔ اگرچہ اس کے خلاف ہم سائیکلو پیڈیا بلیکا کا حوالہ پیش کر چکے ہیں مگر ہم اس پیشگوئی کو ایسے ثبوت کے ساتھ مضبوط کر کے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جس سے عیسائی دوستوں پر بھی

---

[1] (۱۹ : ۵۶) [2] (۱۹ : ۵۷)

اتمام حجت ہو سکے۔

یہودا کا خط عہد نامہ جدید میں شامل اور مسلمات مسیحی سے ہے یہ اپنے خط میں لکھتا ہے۔

"حنوک نے جو آدم کی ساتویں پشت تھا ان کی بابت پیشگوئی کی کہ دیکھ خداوند اپنے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آتا ہے تاکہ سبھوں کی عدالت کرے اور سب بے دینوں کو ان کی بے دینی کے سب کاموں پر جو انہوں نے بے دینی سے کئے اور ساری سخت باتوں پر جو بے دین گنہگاروں نے اس کی مخالفت میں کہی ہیں ملزم گردانے" (یہوداہ کا خطِ عام ۱: ۱۴-۱۵)

یہ پیشگوئی مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے:

الف: دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آنا اور یہ ایک امر واقعہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ کے وقت دس ہزار قدوسی موجود تھے۔

ب: فتح مکہ کے وقت سبھوں کی عدالت ہوئی یا اسلام نے تمام مذاہب عالم کے متعلق عدل اور انصاف کا فیصلہ دیا۔

ج: فتح مکہ میں سب بے دین سخت باتوں اور بدیوں کی وجہ سے ملزم ہوئے مگر سب کو بغیر ملامت چھوڑ دیا گیا۔

د: مسیحی حضرات اسی خداوند کی آمد کے منتظر تھے گویا حضرت حنوک کے زمانہ سے لے کر اب تک اس کا مصداق پیدا نہ ہوا تھا۔

ھ: اس پیشگوئی کا مبشر بہ مسیح کو بھی نہیں سمجھا گیا کیونکہ یہوداہ کا خط مسیح کے بعد لکھا گیا۔

عالمگیر طوفان میں ایک مقدس کشتی

حضرت نوح علیہ السلام کی بشارت

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ	"یہ (واقعات نوح) غیب کی خبروں سے
نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ	ہیں جو ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں تو
تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ	انھیں اس سے پہلے نہ جانتا تھا تو اور نہ
مِنْ قَبْلِ هٰذَا فَاصْبِرْ اِنَّ	تیری قوم (یعنی تو بو مثیل نوح اور تیری
الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ	قوم جو نوح کی مانند ہے) سو صبر کر کیونکہ انجام
(۱۱: ۴۹)	(ہمیشہ سے) متقیوں کے لئے (بہتر رہا) ہے"

قرآن شریف کی اس آیت میں واقعات نوح، قوم کی بدکاریوں کے طغیان کشتی محفوظ اور متقی کشتیبان انجام کار ساحل نجات اور ہلاکت بدکاران کو انباءِ غیب یا آئندہ پیش آنے والے واقعات قرار دیا ہے۔

حضرت نوح کی عظیم الشان اور مسلّم شخصیت:-

حضرت حنوک کے بعد دوسرے عظیم الشان نبی حضرت نوح ہیں جن کی شخصیت ہندو۔ پارسی، یہود، مسیحی اور اہل اسلام بلکہ اکثر اقوام عالم کے نزدیک مسلّم ہے۔ جناب نوحؑ کو ویدوں اور شاستروں میں منوؑ زندہ وستا میں یم کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جس طرح یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں میں حضرت نوحؑ کو آدم ثانی کہا گیا ہے اسی طرح منوؑ کو ویدوں میں ساری نسل انسانی کا باپ بتایا گیا ہے۔ آدم کی اولاد اگر آدمی کہلاتی ہے تو منوؑ سے منش (انسان) کہلاتے ہیں۔ رگوید کے کم و بیش پچاس حوالجات میں اس کی صراحت موجود ہے۔

ہندوؤں کی مستند کتب میں طوفان نوح کا ذکر

(۱) جناب نوحؑ اپنے طوفان عظیم اور کشتیٔ عجیب کے لئے دنیا بھر میں مشہور ہیں اِس طوفان کا ذکر نہ صرف توراۃ وانجیل اور قرآن شریف میں موجود ہے بلکہ ہندوؤں کی نہایت مستند کتابوں شت پتھ برہمن، مہابھارت اور دوسرے پُرانوں میں بھی مذکور ہے۔

(۲) طوفان کے آنے سے پہلے دونوں کے متعلق لکھا ہے کہ انھیں غیب سے طوفان آنے کی خبر دی گئی۔

(۳) جیسا کہ حضرت نوحؑ کے متعلق لکھا ہے کہ صرف وہ اور ان کے متعلقین کشتی میں محفوظ رہے اسی طرح منوؑ کے متعلق بھی مذکور ہے۔

(۴) کشتی نے بالآخر ایک پہاڑ پر سہارا لیا۔ دونوں جگہ مذکور ہے۔

(۵) نوح کے بیٹے کاریگر تھے۔ جنہوں نے برج بنایا اور آسمان تک پہونچے (پیدائش ۱۱ : ۴) منوؑ کے بیٹے رِبھو بے نظیر کاریگر تھے (رگوید منڈل ۳ سوکت ۶۰ منتر ۳) یہی قوم بعد میں لیبانی کہلائی تاریخ مصر میں اس کا تلفظ لبو ہے۔

(۶) حضرت نوح کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے ایک بیٹے کو عاق کر دیا اسی طرح منوؑ نے بھی اپنا بیٹا نبھید نید شٹا کو عاق کر دیا (ائیتریا برہمن ۵ : ۴ ائیتریا سنگھتا III ۱-۹-۴-۶)

(۷) ان کی بیوی کا نام ایلہا ہے جس کے معنی تمام نسلِ انسانی کی ماں کے ہیں (شت پتھ اوّل $\frac{1}{۴۶}$ ۸ سوکت ۱۱ : ۹۴) غرض منوؑ کے واقعات زندگی اور جناب نوحؑ کے حالات میں بہت حد تک یگانگت ہے۔ سردست اس پر روشنی ڈالنے کے لئے اسی قدر حوالجات کافی ہوں گے جناب نوح اور منوؑ کے واقعات زندگی ان دونوں سے ہم رسول کریمؐ کے متعلق پیشگوئیاں دکھاتے ہیں۔

بشارت نوحؑ کا مصداق :

توراۃ موسوی کی کتاب (پیدائش ۹ : ۱۳-۱۶)

"میں اپنی کمان بدلی میں رکھتا ہوں اور یہ ایک عہد کا نشان ہوگی میرے اور زمین کے درمیان اور ایسا ہوگا کہ میں جب زمین کے اوپر بادل لاؤں گا تو کمان بدلی میں نظر آئے گی اور میں اپنے عہد کو جو میرے اور تمہارے اور ہر جاندار کے درمیان ہے یاد کروں گا اور طوفان کا پانی پھر نہ ہوگا کہ سب جانداروں کو تباہ کرے اور کمان بادل میں ہوگی اور میں اس پر نگاہ کروں گا تاکہ اس ہمیشہ کے عہد کو جو خدا کے اور زمین کے سب جانداروں کے درمیان ہے یاد کروں۔

بائیبل کا بیان تحقیقات جدید کی روشنی میں :۔

اس سے پیشتر کہ ہم پیشگوئی ۶ پر بحث کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بائیبل کے اس مقام پر تھوڑی سی روشنی ڈال دی جائے۔ حضرت موسیٰؑ سے بہت عرصہ پیشتر بلکہ حضرت نوحؑ کے اس فرضی زمانہ سے جو بائیبل نے ہمیں بتایا ہے صدیوں پیشتر اس طوفان کا قصہ الواح بابل میں کندہ موجود تھا اس موجودہ زمانے میں توراۃ موسوی اور ان الواح میں جو بابل کے کھنڈرات سے دستیاب ہوئی ہیں۔ ایک حیرت انگیز مطابقت پائی گئی ہے اور اس نے یہودی اور مسیحی مذہب کے ماخذ کے متعلق مستشرقین میں ایک دلچسپ بحث پیدا کر دی ہے سائیکلو پیڈیا ببلیکا میں لکھا ہے۔

The question as to the relation of the Babilonian to the Hebrew "Deluge Story" can not be satisfactorily answered. If, as we believe, the former had its origin in Babilonia and is fundamentally a myth winter and the sun god. The Hebrew story must have been borrowed from the Babilonism. ......

طوفانِ نوح کا قصہ گل گمیش کی مثنوی جو بابل کے خرابوں سے ملی ہے اس کی گیارہویں لوح کے پہلے چار کالموں میں کندہ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دیوتا اور بالخصوص بعل دیوتا لوگوں کی بدیوں سے غضبناک ہو گئے اور انہوں نے ایک عالمگیر بربادی بخش طوفان بھیجنے کا تہیہ کر لیا۔ ان میں سے ایک آے دیوتا (مچھ دیوتا نے) ایک برگزیدہ انسان کو اس طوفان سے بچانے کے لئے چن لیا پیغمبر پانبستی اس برگزیدہ انسان کا نام ہے (جس کے معنی ہیں شاخ زندگی) اس پیغمبر نے رویا میں دیوتا سے اطلاع پائی کہ اسے کشتی تیار کرنی چاہیئے طوفان اپنے مقررہ وقت پر آیا اور ان کے سوا جو کشتی پر سوار تھے تمام لوگ اس میں غرق ہو گئے۔ بدلی میں اپنی کمان رکھنے یا قوس و قزح کو خدا کے عہد کا نشان قرار دینے کا کوئی ذکر مثنوی گل گمیش میں نہیں البتہ اس میں یہ ذکر ضرور ہے کہ ایک سیاہ بادل آسمان کی جڑ سے اٹھتا ہے اس میں رمان (طوفان کا دیوتا) گرجتا ہے۔ رمان کا شور آسمان تک جا پہنچتا ہے۔ اس نے برق کو تاریکی میں بدل دیا لمعات برق یہ طوفان کے دیوتا کے تیر ہیں۔ جب طوفان تھم جاتا ہے تو دیوتا اپنی کمان رکھ دیتا ہے" یعنی جب بادلوں کی اور سورج کی جنگ ختم ہو جاتی ہے تو خدا اپنی کمان ہاتھ سے رکھ دیتا ہے جو بطور نشانی صلح قوس و قزح کے رنگ میں آسمان پر ظاہر ہوتی ہے۔

طوفان کے تمام قصوں سے آئندہ کی پیشگوئی کے متعلق کیا معلوم ہوتا ہے؟

ہندوؤں کی کتب اور بائیبل دونوں کے قصہ طوفان کا ماخذ یہی بابلی قصہ ہے جو کسی قدر فساد کے رنگ میں رنگین ہو گیا ہے۔

طوفان نوح اور ان کی کشتی کو جہاں ایک حقیقت سمجھا گیا ہے وہاں اسے استعارہ اور پیشگوئی بھی قرار دیا گیا۔ بابل۔ بائیبل۔ پارسی۔ ہندو، امریکن قصہ طوفان میں آئندہ کی پیشگوئی کے متعلق اگر قدر مشترک نکالا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے۔

(۱) کسی وقت پھر بدیوں کی کثرت ہو گی ایسی کثرت جو عالمگیر ہو گی یعنی دنیا کی کل قومیں ایک ہی زمانہ میں بگڑ جائیں گی۔

(۲) بدی کے اس طوفان کے بالمقابل خداوند عالم کی طرف سے پانی کا کوئی طوفان نہ آئے گا کہ کل دنیا کو ان کی شرارت اور بدی کی سزا میں غرق کر دے۔

(۳) بلکہ نوح اور ان کی ذریت سے یہ عہد ہے کہ وہ اپنی کمان بدلی میں رکھتا ہے۔ دوبارہ جب بدیوں کا طوفان عالمگیر ہوگا۔ خدا کی کمان بدلی سے باہر نہ ہوگی شریروں اور بدکاروں کو سزا تو بذریعہ کمان (جنگ) ملے گی۔ بائیبل، وید، ژنداوستا اور مثنوی گل گمیش (بابل کی قدیم مذہبی کتاب) میں کمان اٹھانے کا محاورہ جنگ کے لئے تیاری کا مترادف ہے۔ اور کمان رکھ دینے کا محاورہ جنگ ختم کر دینے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ خدا کی بدلی میں ہونے کا محاورہ کے لئے دیکھو احبار ۱۶ : ۲ موسیٰ کو خطاب کر کے (خداوند نے) فرمایا کہ اپنے بھائی ہارون کو یہ کہہ ہر وقت پاکترین مکان میں پردے کے اندر کفارہ گاہ کے پاس جو صندوق ہے نہ آیا کرے تاکہ مر نہ جائے اس لئے کہ میں کفارہ گاہ پر بدلی میں دکھائی دوں گا۔" مطلب رحمت کے پردہ میں دکھائی دیتا ہے پس اس پیشگوئی میں نہایت صفائی سے دو باتوں کا ذکر ہے۔

الف: حضرت نوحؑ کے زمانہ میں لوگ جس طرح بدکاریوں میں مبتلا تھے۔ اسی طرح بدکاری نوحؑ کی ذریت میں پھر کسی وقت عالمگیر ہوگی۔

ب: جس طرح لوگوں کی بدکاری سے تنگ آکر اور ان کی اصلاح سے ناامید ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور نوحؑ نے اس قوم کی تباہی کی بد دعا کی۔ طوفان موجزن ہوا اور اس نے سب کو غرق کر دیا۔ اس عالمگیر فساد کے وقت کہ جس کی تفصیل کے لئے یہی کہہ دینا کافی ہے کہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ[له] خشکی اور تری عالم اور عامی صوفی اور دنیا دار سب میں فساد پھیل گیا اس وقت ہاں اس رحمت للعالمین کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے عہد کا نشان یہ ہے کہ جنگ ہوگی مگر اس کی کمان رحمت کی بدلیوں سے باہر نہ ہوگی اس لئے کہ وہ رحمت للعالمین اپنے دشمنوں کے حق میں نوح کی طرح رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا (۷۱ : ۲۶) کی دعا نہ کرے گا بلکہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ

له (۳۰ : ۴۱)

لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (۸ : ۳۳) یعنیٰ اللہ ان کو عذاب نہ دے گا اس حالت میں کہ تو اپنے دشمنوں میں رحمت کی دعائیں کر رہا ہے کہ ماتحت وہ ان کے لئے رحمت اور مغفرت طلب کرے گا۔

یہ پیشگوئی حضرت مسیح کے بعد کے زمانہ کیلئے ہے :۔

یہ پیشگوئی ایک خاص زمانہ کے لئے ہے اس کے ثبوت کے لئے جناب مسیح کے الفاظ کافی شاہد ہیں۔ (جو اس امر پر بھی روشنی ڈالتے ہیں کہ جناب مسیح کے بعد یہ پیشگوئی پوری ہوگی) "جیسا کہ نوح کے دنوں ہوا ویسا ہی ابن آدم کا آنا بھی ہوگا کیونکہ جس طرح ان دنوں میں طوفان کے آگے کھاتے پیتے بیاہ کرتے بیاہے جاتے تھے۔ اس دن تک کہ نوح کشتی پر چڑھا اور نہ جانتے تھے جب تک کہ طوفان آیا اور ان سب کو لے گیا۔ اسی طرح ابن آدم کا آنا بھی ہوگا۔ دو آدمی کھیت میں ہوں گے ایک پکڑا اور دوسرا چھوڑا جائے گا۔ دو عورتیں چکی پیستی ہوں گی ایک پکڑی دوسری چھوڑی جائے گی" (متی ۳۷ : ۴۱) مسیح کے ان الفاظ پر غور کیجئے کہ بدی اور غفلت کا طوفان عالمگیر ہوگا مگر سب پکڑے نہ جائیں گے۔ جن کا دشمن ماخوذ ہوگا۔ مگر غیر جانب دار سے کوئی تعرض نہ ہوگا (حالانکہ طوفان نوح میں بچنے والے چند کس تھے) اور یہ واقعہ مسیح کے بعد ہوگا۔

بدی کے طوفان سے بچانے والی کشتی :۔

طوفان نوح کے اس عالمگیر تذکرہ میں دوسری مشترک چیز ایک کشتی ہے بدیوں کا طوفان عالمگیر ہوگا مگر سزا عالمگیر نہ ہوگی تو لوگوں کے بچاؤ کی کیا صورت ہوگی؟ کوئی کو بھر کی لکڑی کی کشتی (نوح کی کشتی) دنیا کی کل قوموں کو اس عالمگیر طوفان میں پناہ نہیں دے سکتی۔ اس کا جواب ان دعاؤں میں موجود ہے۔ جن میں مختلف مذاہب کے نبیوں نے آئندہ پناہ دینے والی اور ساحل نجات تک پہونچانے والی کشتی کا ذکر کیا ہے۔

ویدوں میں موعود کشتی اور انکے کشتیبان کے اوصاف کا ذکر :۔

مضمون اپنی حد سے تجاوز کرتا جاتا ہے۔ اس لئے ہم بائبل اور دیگر مذاہب کو چھوڑ کر صرف ویدوں

سے اس موعودہ کشتی کی صفات اور کشتیبان کے اوصاف بوالہ قلم لکھتے ہیں۔

(1) जातवेदसे सुनवाम सोममरातीयतो नि दहाति वेदः ।
स नः पर्षदति दुर्गाणि विश्वा नावेव सिन्धुं दुरितात्यग्निः ॥१॥७

(2) वेदिषदे प्रियधामाय सुद्युते धासिमिव प्र भरा योनिमग्नये ।
वस्त्रेणेव वासया मन्मना शुचिं ज्योतीरथं शुक्रवर्णं तमोहनम् ॥१॥

(3) त्वं हि विश्वतोमुख विश्वतः परिभूरसि । अप नः शोशुचदघम् ॥
द्विषो नो विश्वतोमुखाति नावेव पारय । अप नः शोशुचदघम् ॥७

(4) प्र ते नावं न समने वचस्युवं ब्रह्मणा यामि सवनेषु दाधृषिः ।
कुविन्नो अस्य वचसो निबोधिषदिन्द्रमुत्सं न वसुनः सिचामहे ॥७

(5) विश्वानि नो दुर्गहा जातवेदः सिन्धुं न नावा दुरिताति पर्षि ।
अग्ने अत्रिवन्नमसा गृणानो स्माकं बोध्यविता तनूनाम् ॥९॥

(6) आ सूर्यो अरुहच्छुक्रमर्णोऽयुक्त यद्धरितो वीतपृष्ठाः ।
उद्ना न नावमनयन्त धीरा आशृ ण्वतीरापो अर्वागतिष्ठन् ॥१०॥

(7) ता भूरिपाशावनृतस्य सेतू दुरत्येतू रिपवे मर्त्याय ।
ऋतस्य मित्रावरुणा पथा वामपो न नावा दुरिता तरेम ॥३॥

(8) स नः पप्रिः पारयाति स्वस्ति नावा पुरुहूतः ।
इन्द्रो विश्वा अति द्विषः ॥११

(9) ते नो भद्रेण शर्मणा युस्माकं नावा वसवः ।
अति विश्वानि दुरिता पिपर्तन ॥१७

(10) इमां धियं शिक्षमाणस्य देव क्रतुं दक्षं वरुण सं शिशाधि ।
ययाति विश्वा दुरिता तरेम सुतर्माणमधि नावं रुहेम ॥ ३ ॥

(11) स्रक्वे द्रप्सस्य धमतः समस्वरन्नृतस्य योना समरन्त नाभयः ।
त्रीन्त्स मूर्ध्नो असुरश्चक्र आरभे सत्यस्य नावः सुकृतमपीपरन् ॥१

(12) पृथक् प्रायन्प्रथमा देवहूतयोऽकृण्वत श्रवस्यानि दुष्टरा ।
न ये शेकुर्यज्ञियां नावमारुहमीर्मैव ते न्यविशन्त केपयः ॥ ६ ॥

(13) सुत्रामाणं पृथिवी द्यामनेहसं सुशर्माणमदितिं सुप्रणीतिम् ।
दैवीं नावं स्वरित्रामनागसमस्रवन्तीमा रुहेमा स्वस्तये ॥१०॥४

(14) इन्द्रस्येव रातिमाजोहुवानाः स्वस्तये नावमिवा रुहेम ।
उर्वी न पृथ्वी बहुले गभीरे मा वामेतो मा परेतो रिषाम ॥ २

(۱) ''اے دیوتا جس کا منہ ہر طرف نظر آتا ہے (سب پر اس کی توجہ ہے کوئی قوم اس کے فیض سے محروم نہیں اور اس کی دعوت کسی خاص قوم سے مخصوص نہیں) ہمیں دشمنوں کے پار کشتی کی مانند اٹھا اس کی روشنی ہمارے گناہوں کو خشک کر دے (رگوید منڈل ۱ سوکت ۹۹ منتر ۱)

(۲) ''اے اگنی (نور مجسم) ہمارے تمام مصائب میں ہمیں اٹھا اور رنج میں جیسے کشتی میں سمندر کے پار''
(رگوید منڈل ۱ سوکت ۱۴۰ منتر ۱)

(۳) ''ہماری گاڑی کو ہمارے مکان کو اے اگنی (نور مجسم) ایک گریز پا کشتی عطا کر اور کشتی رانی مستقیم ہو۔''
(رگوید منڈل ۱ سوکت ۹۷ منتر ۷)

(۴) تو نجات دلانے والی کشتی کی مثل ہے (رگوید منڈل ۲ سوکت ۱۶ منتر ۷)

(۵) تمام غموں اور خطرات سے اے پیدائشِ عالم ہمیں اُٹھا جیسے دریا پار کرنے والی کشتی میں ہماری تعریفوں سے حمد کئے ہوئے جیسے اترے رشی نے تیری تعریف کی اے نور مجسم ہمارے تن بدن کا محافظ ہو (رگوید منڈل ۵ سوکت ۴ منتر ۹)

(۶) ''داناؤں نے اسے کھینچا جیسے پانی میں سے کشتی۔ طوفان اس طرف مطیع ہو کر پایاب ہو گئے ہیں۔''
(رگوید منڈل ۵ سوکت ۵۴ منتر ۱۰)

(۷) گنہگاروں کی زنجیریں ہیں وے بہت سے پھندے رکھتے ہیں بدبخت انسان بمشکل ان سے بچ سکے گا۔ اے ورُن (خدا) اور متر (محبوب خدا) تمھاری شریعت کی راہ ہماری مصائب کو اٹھا لے جیسے کشتی پانی کے اوپر'' (رگوید منڈل ۷ سوکت ۶۵ منتر ۳)

(۸) ہاں وہ نجات دہندہ جو بکثرت پکارا گیا ہے اِندر ہمیں ایک کشتی میں بحفاظت اُٹھا لے تمام ہمارے دشمنوں کے پار'' (رگوید منڈل ۸ سوکت ۱۶ منتر ۱۱)

(۹) ''بس اس بے پایاں حفاظت کرنے والی مدد سے اے وسُو ہمیں اُٹھا لو تمام تکالیف اور مصیبت دور کر

اپنی کشتی میں سوار کرا کے" (رگوید منڈل ۸ سوکت ۱۸ منتر ۱۷)

(۱۰) "ہم کشتی پر سوار ہوں جو ہمیں بحفاظت اٹھا لے جس سے ہم تمام بدبختی سے پار ہو جائیں"۔ (رگوید منڈل ۸ سوکت ۴۲ منتر ۳)

(۱۱) "صداقت کی کشتیاں متقی کو پار لے جاتی ہیں (رگوید منڈل ۹ سوکت ۷۳ منتر ۱)

(۱۲) "جو قربانی کی کشتی پر نہیں چڑھ سکتے ہلاکت میں ڈوب جائیں خوف سے کانپتے ہوئے" (رگوید ۴۴/۹ ۱۰)

(۱۳) "نہایت عمدہ چپوؤں سے آراستہ آسمانی کشتی جو اپنے اندر پانی نہیں آنے دیتی ہر نقص سے پاک اس پر ہم راحت کے لئے سوار ہوں گے"۔ (رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۶۳ منتر ۱۰)

(۱۴) چونکہ ہم نے اندر کے لئے تحائف پیش کئے ہیں ہم اس کی طرف چڑھیں گویا اسلام کی کشتی پر دور دور تک پھیلے ہوئے وسیع جہانوں کی مانند ہم دونوں وقت سلامتی میں ہوں اسکے آنے کے وقت اور جب وہ تم سے رخصت ہو"۔ (رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۱۷۸ منتر ۲)

مندرجہ بالا منتروں پر ایک نظر:-

اس سے پیشتر کہ ہم اس نجات دہندہ کشتی کا صاف صاف نشان ویدوں سے بتا دیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا منتروں پر مجموعی حیثیت سے ایک نظر دوڑائی جائے ان منتروں میں اوصاف کشتی رفتار کشتی اور کشتیبان کی صفات کا تذکرہ ہے۔

(۱) کشتی۔ دکھوں۔ مصیبتوں۔ گناہوں غم اور خطرات سے بچانے والی کشتی ہے لکڑی کی کشتی نہیں

(۲) پار اتارنے والی نجات دلانے والی ہر نقص اور عیب سے پاک کشتی جو اپنے اندر طوفان بد کا پانی گھسنے نہیں دیتی۔ نہایت عمدہ چپوؤں سے آراستہ سلامتی صداقت۔ شریعت اور ریگیہ کی کشتی (نسل انسانی کو متحد کرنے والی) اور آسمانی کشتی ہے۔

(۳) کشتیبان عالمگیر فیضان والا (رحمۃ للعالمین) پیدائش سے عالم (دایہ فطرت کا شاگرد) دیوتا (ملک

بیرت) نجات دہندہ۔ اِندرا (غالب وطاقتور) مگر اس کے ساتھ ہی مترا (خدا اور مخلوق خدا کا محب) ہے۔ کشتی کا بنانے والا ورُن (خدا) اور لانے والا سب کا مِترا اور دوست ہے۔ وہ بکثرت پکارا گیا ہے۔ (تمام دنیا کے انبیاء کی دعائیں اس کے حق میں ہیں) اس کی آمد اور اس کا جانا دونوں نسل انسانی کی حفاظت کے ضامن ہیں وہ آیا تو گناہوں سے حفاظت کی کشتی ساتھ لایا وہ گیا تو نبی آدم کی سلامتی کا جہاز لوح محفوظ کا نوشتہ دے کر گیا۔

(۴) اس کی کشتی صراط مستقیم پر چلتی ہے جس کے سامنے گناہوں کے طوفان پایاب ہو جاتے ہیں۔ دنیا جن گناہوں کی زنجیروں اور رسم و رواج کے پھندوں میں جکڑی ہوئی تھی اور بدبخت انسان بمشکل ان سے بچ سکتا مگر اس کشتیبان کی عجیب کشتی نے ان تمام مصائب سے انسان کو پار کر دیا۔

تاریخ کا فتویٰ :۔

اس خوبی اور آن کی کشتی اور اس نشان اور ہمت کا کشتیبان دنیا نے اگر کبھی دیکھا اور اس عالمگیر طوفان بدی و بدکاری سے کسی مصلح کی زندگی میں اگر کوئی سارے کا سارا ملک نجات پا گیا تو صفحات تاریخ میں وہ ایک ہی انسان ہے جس کی نسبت دوست و دشمن سب نے یہ شہادت دی ۔

The most successful of all the prophets and religious personalities. (*Encyclopaedia Britannica*, Subject "Quran").

اس کشتی سے مراد وید یا ویدک دھرم نہیں :۔

اس کشتی سے مراد ویدک دھرم یا وید نہیں اول تو تاریخ سے یہ امر ثابت نہیں کہ کسی زمانہ میں وید نے کسی قوم کی اس قدر بے نظیر اصلاح کی ہو دوم خود ویدوں اور اپنشدوں کے ایسے حوالجات موجود ہیں کہ ویدوں سے معرفت الٰہی حاصل نہیں ہوتی بلکہ اپنشدوں سے ہوتی ہے ۔ خود وید کے اندر یہ دعائیں موجود ہیں۔ اور دعا غیر حاصل چیز کے لیے ہوتی ہے چہارم یہ کہ اس کے آنے اور رخصت ہونے کا وقت آئندہ بتایا گیا ہے۔

اس کشتی کا کشتیبان آریہ نہیں ہو سکتا:۔

مگر ان واضح اور مبین دلائل کے علاوہ ہم اور بھی صفائی سے بتانا چاہتے ہیں کہ اس کا کشتیبان آریہ نہیں رگوید منڈل ۹ سوکت ۲ے منتر میں آتا ہے ۔

"اس اُسُر نے تین بلندیوں کو قابو کرنے کے لئے صداقت کی کشتی بنائی ہے جو اعمالِ صالحہ کرنیوالے کو پار لگاتی ہے"۔

آریہ اور اُسُر یہ ایک دوسرے کے بالمقابل دو قومیں ہیں اس کشتی کے بنانے والا آریہ نہیں بلکہ اُسُر ہے۔ سوامی دیانند جی مہاراج اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں آریہ ورت کے علاوہ مشرق شمال مشرقی شمالی۔ شمال مغربی اور مغربی ملکوں میں رہنے والوں کا نام دسیو اور ملیچھ نیز اُسُر ہے۔ جب وید نے دو ٹوک فیصلہ کر دیا کہ وہ کشتی ویدک دھرم نہیں بلکہ وہ غیر آریہ شخص کی کشتی ہے تو اس کا کیا حق کہ وہ ویدک دھرم کو یا دید کو وہ کشتی قرار دے ۔

وید سے اتمام حجت :۔

وید سے آخری بات جو اس کشتی کے متعلق ہم بتانا چاہتے ہیں اور بطور اتمام حجت اسے پیش کرتے ہیں۔ وہ اس منتر میں ہے:۔

"اے آفتاب تو لوگوں کی فلاح کے لئے سو چپوؤں والی کشتی پر چڑھا ہے دن کے تو مجھے پار لے گیا ہے ویسے ہی مجھے رات کے پار پہنچا۔ (اتھرووید کانڈ ۷ اسوکت ا منتر ۲۵، ۲۶)

سو چپوؤں والی کشتی سے مراد قرآن کریم ہے:۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتب مقدسہ میں آفتاب اور قرآن شریف میں سِرَاجاً مُّنِیْرًا (روشن سورج) کہا گیا ہے اس منتر میں سِرَاجاً مُّنِیْرًا ناخدا ہے۔ کشتی سو چپوؤں والی ہے ہر شخص جانتا ہے کہ قرآن شریف کی سو سے کچھ اوپر یا ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ قاعدہ یہی ہے کہ سو کے اوپر کی اکائیوں کو چھوڑ دیا

جایا کرتا ہے اور اتھر و وید میں شت (صد) کا لفظ عدد معین نہیں بلکہ کم و بیش سو کے لئے استعمال ہو جاتا ہے۔ یہ اس کشتی کی ایک صفت ہے جو کسی اور کتاب پر صادق نہیں آسکتی۔ رگوید کے منڈل دس ہیں کل سوکت ۱۰۲۸ ہیں اتھر و وید کے کانڈ ۲۰ ہیں سوکت ۷۵۹ یجر وید کے ادھیاء ۴۰ ہیں منتر ۱۹۷۵ یا ۱۴۰۰ باختلاف آراء ہیں۔ سام وید کے متعلق کوئی شمارہ متفقہ نہیں منتروں کی تعداد ۱۸۲۴ سے لے کر ۶۵ منتر تک باختلاف آراء ہے پس .. ا چپوؤں والی کشتی جو نجات اور فلاح دلانے والی ہے وہ قرآن شریف ہے دن کے پار لے جانے کا مطلب بدی سے بچانا اور نیکی کی راہ پر لے جانا ہے یہ دونوں قسم کی آیات قرآن شریف میں ہی نہایت وضاحت سے مذکور ہیں اور پھر کشتیبان بھی آریہ نہیں بلکہ اثر ہے جو حسب تشریح سوامی دیانند آریہ ورت کے مغربی ملک کے رہنے والے کا نام ہے۔

بشارت نوحؑ کا استقصاء:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب نوحؑ کی طرح بیشتر سے اپنی قوم کو بتلا دیا کہ میرا اور تمہارا معاملہ نوحؑ اور ان کی قوم کے ساتھ مماثلت رکھتا ہے جس طرح قوم نوح غرق ہوئی نوحؑ اور مومنین کو بچا لیا گیا اسی طرح یہاں بھی ہوگا۔ بدکار غرق ہوں گے مگر کثیر حصہ کفار کو توبہ اور رجوع کا موقعہ دیا جائے گا۔ حسب بشارت پیدائش باب ۹ آیت ۱۴ جنگ کے بادل فضاء میں چھا گئے مسلمانوں اور کفار میں رعد و برق کے خوب مظاہرے ہوئے۔ مگر خدا کی کمان بدلی سے باہر نہیں ہوئی بلکہ رحمت کی بدلیوں کے اندر ہمیشہ نظر آئی۔ مسیح کی پیشگوئی کے مطابق اگر بدکار پکڑے گئے اور مارے گئے تو کثرت سے مومنین اور رجوع کرنے والوں کی جان بخشی بھی کی گئی۔ ویدوں کی تصریحات کے بموجب عالمگیر فیضان والا۔ وایو فطرت کا شاگرد غالب قوی اور مخلوق خدا کا سچا محب دکھوں مصیبتوں گناہوں اور غم و خطرات سے بچانے والی کشتی لایا جو ۱۱۴ چپوؤں (سورتوں) سے آراستہ تھی کشتی بان آریہ ورت کا باشندہ نہ تھا بلکہ ہندوستان کے شمال مغربی ممالک کا باشندہ تھا۔ ان کتب مقدسہ کے اندر آنحضرتؐ کی صداقت کے بینات کس قدر واضح طور پر مسطور ہیں۔ ان کتابوں کے مطالعہ کرنے والوں پر یہ امر ظاہر ہے۔

اقوام عالم کے باپ حضرت ابراہیمؑ کی بشارت

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ	"اے ہمارے رب ہم دونوں کو اپنے
لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً	مسلمان بنا اور ہماری اولاد میں سے
مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا	ایک اُمت اپنی مسلمہ بنائیو اور ہمیں
مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا	ہمارے حج کے اعمال بتا اور ہم پر رجوع
إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ	برحمت ہو یقیناً تو توبہ فرمانے والا رحیم
رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا	ہے۔ اے ہمارے رب ان میں انہی
مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ	میں سے ایک رسول مبعوث کریو اُن
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ	پر تری آیات پڑھے ان کو کتاب اور اس
وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ	کا فلسفہ سکھائے اور انھیں پاک کرے
الْحَكِيمُ (البقرہ) ۲: ۱۲۸، ۱۲۹	یقیناً تو غالب حکمت والا ہے"

حضرت نوحؑ کے بعد اقوام عالم کے مشترکہ باپ حضرت ابراہیمؑ ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہندوؤں میں برہما جی جو ابو البشر کہلاتے ہیں وہ حضرت ابراہیم ہی ہیں اور برہمن ان کی خاص اولاد کا نام ہے۔ جو آریہ قوم کی سردار یا مکھ کہلاتی ہے۔ منڈک اپنشد جو ایک اپنشد ہے اس میں لکھا ہے۔

برہما دیوتاؤں میں سب سے پہلے ہوا اس نے برہم ودیا (صحیفہ الٰہی) جو سب علموں کی بنیاد ہے۔ اپنے بڑے لڑکے اتھروا کو سکھائی (منڈک اُپنشد ۱:۱) یہ برہم ودیا اسی اپنشد کی بنا پر چاروں ویدوں کے علاوہ کوئی صحیفہ ہے جیسا کہ لکھا ہے کہ تعلیم دو قسم کی ہے اعلیٰ اور ادنیٰ۔ اعلیٰ وہ ہے جس سے معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے اور ادنیٰ رگوید یجروید سام وید اور اتھروید کی تعلیم ہے۔ ۲۔ برہم ودیا اتھروید کا دوسرا نام ہے

حضرت ابراہیمؑ کے دو بیٹے اسماعیل اور اسحاقؑ مشہور ہیں۔ گوپتھ برہمن سے معلوم ہوتا ہے کہ اتھروا اور انگرس دو بھائی تھے جن میں سے اتھروا بڑا اور انگرس چھوٹا ہے۔ بڑے بھائی کا وید اتھروید کہلاتا ہے اور چھوٹے بھائی کا انگرس وید کہلاتا ہے۔ جو اتھرووید کا آخری نصف حصہ ہے۔ ۳۔ اور اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ سب سے پہلے برہما ہی تھا۔ اس نے یہ تمنا کی کہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہونے پر بھی تنہا اور بے اولاد ہوں کیا اچھا ہو کہ میں اپنی مثل اپنی صفات کا دوسرا دیو (روشن پیغمبر) پیدا کروں۔ اس نے سخت محنت شاقہ سے ریاضت کی۔ (گوپتھ برہمن ۱:۱ بائیبل کتاب پیدائش ۱۵: ا تا ہم گوپتھ برہمن میں اس کے بعد افسانہ کے رنگ میں لکھا ہے۔ کہ ان کے ہاں میٹھے اور کھاری دو دو الگ الگ پانیوں سے اتھروا اور انگرس دو بیٹے پیدا ہوئے میٹھے پانی سے اتھرو اور کھارے پانی سے انگرس اتھرو بڑا تھا اور انگرس چھوٹا (اسماعیلؑ بڑا اور اسحاقؑ چھوٹا) ایک میٹھی شیریں اور حلیم ماں ہاجرہ کا بیٹا اور دوسرا غصیلی کھاری ماں کا بیٹا اسحاق (ہاجرہ کا نام پاروتی اور سارہ کا کتب ہندی میں سرسوتی نام ہے) مگر اتھرو کے متعلق لکھا ہے کہ وہ شکل و صورت اور سیرت میں برہما کی مثل تھا۔ درحقیقت گوپتھ برہمن کے اس قصہ میں بھی ایک پیشگوئی ہے اور وہ یہ کہ دونوں بیٹے دو قوموں بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل کے قائم مقام ہیں۔ بائبل میں کئی جگہ کھاری اور میٹھے سمندر کی تمثیل آتی ہے۔ کھاری سمندر بنی اسرائیل ہیں جن کی قربانیوں، بچہ کی پیدائش وغیرہ کی رسوم میں نہایت سختی سے نمک کے استعمال کا ذکر ہے احبار ۲: ۱۳ حزقیل ۱۶: ۴ وغیرہ۔

کلام میں شیرینی کی بجائے نمکینی پر زور ہے۔ قلسیوں کے خط میں پولوس کہتا ہے "چاہیئے کہ تمہارا کلام ہمیشہ پرعظمت اور نمکین ہو جناب مسیح فرماتے ہیں تم زمین کے نمک ہو۔ متی ۵: ۱۳۔

مگر کلام کی یہ نمکینی اس کی خوشگواری کی وجہ سے نہیں بلکہ عبرانیوں کے خط میں پولوس خود ہی بتاتا ہے "خدا کا کلام زندہ اور تاثیر کرنے والا ہے اور ہر ایک دو دھاری تلوار سے تیز تر ہے جان اور روح اور بند بند اور گودے گودے کو جدا کر کے گزر جاتا ہے عبرانیوں ۴: ۱۲۔

پولوس کا اشارہ غالباً اس کلام کی طرف ہے جو جناب مسیح نے یہودی علماء فقیہوں اور فریسیوں سے کیا ان کے دماغ کو یقیناً پاش پاش کر گیا ہوگا۔

کتاب شمار ۱۸ : ۱۹ میں لکھا ہے " یہ نمک کا عہد خدا کے حضور ہمیشہ کے لئے ہے "، تواریخ دوم ۱۳ : ۵ میں ارشاد ہے " کیا تمہیں نہ جاننا چاہیئے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے اسرائیل کی سلطنت داؤد ہی کو اور اس کے بیٹوں کو نمک کا عہد کر کے ہمیشہ کے لئے دی ہے "۔

بائبل کے ان بیانات میں آپ نے پڑھا کہ کھاری اور نمکین سمندر کونسا ہے ۔ وہ ابراہیم کے چھوٹے بیٹے اسحاق یا برہما کے پسر خورد انگرس کی اولاد ہے ۔ آیئے اب آپ کو بتلائیں کہ ہاجرہ نو داور ہاجرہ کی اولاد یا اتھرو نو داور اتھرو کی اولاد شیریں شہد اور میٹھا سمندر ہے ۔

وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ	" اور اللہ وہی ہے جس نے دو سمندر
هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا	چلا رکھے ہیں ۔ یہ میٹھا ہے بہت میٹھا
مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا	اور وہ کھاری ہے ۔ سینہ جلانے والا
بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا	ان دونوں کے درمیان ایک برزخ ہے
(۲۵ : ۵۳)	اور روکنے والی روک ہے "۔

بنی اسماعیل اور بنی اسرائیل دو میٹھے اور کھاری سمندر ہیں (المومن حُلْوٌ) مومن شیریں ہوتا ہے ۔ (حدیث) اور ان کے ملنے میں صدیوں سے ایک روک ہے مگر اب مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیَانِ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَانِ یہ بہتے ہوئے دو سمندر ملا دیئے جائیں گے ۔ ان دونوں کے درمیان ایک برزخ ہے جس سے ایک دوسرے پر بغاوت نہیں کر سکتے (۵۵ : ۱۹ ۔ ۲۰ قرآن)

یہ شرقی اور غربی آرین اور سامی یا اسرائیلی اور اسماعیلی دو کھارے اور میٹھے سمندر ہیں جو اقوام عالم کے باپ برہماجی یا حضرت ابراہیمؑ سے پیدا ہوئے ہیں ابراہیم کی اولادوں میں سے اس پیشگوئی کا مبشر بہ عظیم الشان نبی اس حائل (اوٹ) کو کاٹ کر دونوں سمندروں کو ملا دے گا جناب ابراہیم کی نسل کے کل انبیا کی تصدیق کریگا بنی اسرائیل نے صرف اپنے انبیاء کی تصدیق کی ۔ آریوں نے صرف اپنے رشیوں کو تسلیم کیا ۔ اور دنیا کے باقی انبیاءؑ کو جھوٹے اور مکار کہا ۔ لیکن وہ موعود برہما اور دعائے ابراہیمؑ آتا ہے ۔ جو ابراہیمؑ کے گھرانے کی ان تمام

بکھری ہوئی قوموں کو ایک جا جمع کرے گا۔ مسیح اس لئے آیا کہ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو جمع کرے لیکن محمدؐ اس لئے آئے کہ تمام دنیا کی گم شدہ قوموں کو ایک جا جمع کرے۔ اس لئے کہ جناب ابراہیمؑ کو اللہ تعالےٰ نے فرمایا تھا۔

وی ای عیسبحا لغوءکادل وی اباریکحا وا کذیلہ شمیخ وھیہ بیرا
لہ واباریکہ یبیاریکنخ ومیقلیخ اُروبنبریکو بیخ کل مشقی ھوث
ادمہ (پیدائش ۱۲:۲)

"اور میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤں گا اور تجھے مبارک کروں گا اور تیرا نام بڑا کروں گا اور تو باعث برکت ہو گا اور ان کو برکت دوں گا جو تجھے برکت دیتے ہیں اور تجھے خفیف کرنے والوں کو لعنتی کروں گا اور برکت پائیں گے تجھ سے اس زمین کے سب گھرانے"۔

جناب ابراہیمؑ کی اس پیشگوئی کی چار شقیں ہیں ان چاروں کا مجموعی ماحصل یہ ہے کہ آپ کی اولاد میں سے ایک عظیم الشان امت یا قوم ہو گی جو آپ کی برکت کی وارث ہو گی اس امت کی پہچان یہ ہے کہ وہ آپ کو دعائے برکت دے گی اور دنیا کی کل قومیں اس اُمت کے ذریعہ تجھ سے برکت پائیں گے۔ بائبل کی اِس عبارت میں جس طرح آنے والے موعود کو ابراہیمؑ کا خطاب دیا گیا ہے۔ اسی طرح بھوشیہ پُران کے رشی نے بتایا تھا۔ (ایوریبنہ سہ ورومتہ پراپتوان) "اس مجاہد نے مجھ سے برہما کا خطاب حاصل کر لیا ہے" جس طرح پُران کی پیشگوئی میں آپ کے معلم روحانی گناہوں سے پاک اور پاک کرنے والا ہونے کا ذکر ہے۔ یہاں بھی اس کی پاکیزگی اور کل قوموں کے لئے برکت یا روحانی معلم ہونے کا ذکر ہے۔ بھوشیہ پُران کی پیشگوئی میں آپ کو پاربتی کے خاوند کہا ہے ہاجرہ (عبرانی ھاغار) کے معنی عربی میں ہجرت کرنے والی کے ہیں لیکن اگر اسے ہاجرہ لکھا جائے تو اس کے معنی میں پاربتی یا پہاڑی عورت ہونے کی غلطی ہو سکتی ہے (اس لحاظ سے کہ وہ دکھوں اور مصیبتوں کے برداشت کرنے میں ایک مضبوط چٹان تھی جس پر اس کی زندگی خود کافی گواہ ہے) چنانچہ پولوس نامہ گلاتیون ۴:۲۴ میں کہتا ہے،، ہاجرہ عرب کا کوہِ سینا ہے اس میں ہاجرہ کو پہاڑ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ دیکھو

بھوشیہ پُران کی پیشگوئی صـ۴۴ تا ۴۸ حضرت زرتشت (دساتیر کی پیشگوئی صـ۳۳) نے فرمایا تھا مسلمان مہاباد (حضرت ابراہیمؑ) کا بیت اللہ بتوں سے خالی کر کے اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے پس آریہ، پارسی، یہود اور عیسائی ان تمام قوموں کی مجموعی شہادت سے ثابت ہے کہ یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے۔

کل دنیا کا ایک معلم روحانی :۔

جناب ابراہیمؑ کی پیشگوئی میں یہ الفاظ خصوصیت سے قابل لحاظ ہیں کہ جو تجھے برکت دیتے ہیں ۔ ان کو "برکت دوں گا"

دنیا میں صرف اُمت مسلمہ ہی ایک قوم ہے جو اپنی شبانہ روز پانچ وقت کی نمازوں میں اور روزانہ وظائف میں درود شریف پڑھتی اور حضرت ابراہیمؑ کے لئے دعائے برکت بھیجتی ہے اور دنیا کا کوئی لمحہ چوبیس گھنٹوں میں ایسا نہیں گزرتا کہ جس میں کسی نہ کسی ملک کے مسلمان حضرت ابراہیمؑ پر درود شریف نہ پڑھ رہے ہوں اسی برکت کے ساتھ وہ اپنے لئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے لئے بھی دعائے برکت پڑھتی ہے۔ چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے جناب ابراہیمؑ پر درود پڑھنے کی تاکید فرمائی اس لئے هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (۵۵ : ۶۰) کے طور پر حضرت داؤد نے آپ کے حق میں فرمایا۔

"اس کے (آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے) حق میں سدا دعا ہوگی اور ہر روز اس کی مبارکباد کہی جائے گی۔" (زبور ۷۲ : ۱۵)

یہود و نصاریٰ کے ہاں کوئی روزانہ دعا حضرت ابراہیمؑ کی دعائے برکت کے مضمون پر مشتمل نہیں مانگی جاتی پس اس برکت دینے والی مبارک قوم سے مراد صرف مسلمان ہیں۔

پیشگوئی کا دوسرا حصہ کہ دنیا کے سب گھرانے تجھ سے برکت پائیں گے یہ بھی اُمتِ مسلمہ سے خاص ہے۔ مذہب یہود میں تو تبلیغ مذہب سرے سے ممنوع ہے اور انجیل میں جناب مسیح فرماتے ہیں۔

"میں صرف اسرائیل کے گھرانے کی گم شدہ بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں" (متی ۱۵-۲۴)

--- انبیاء عالم میں سے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک ایسے نبی ہیں جو دنیا کے تمام گھرانوں کے لئے برکت لائے چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا	"ان لوگوں کو جنہیں کتاب دی گئی ہے
الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ	اور اُمیوں کو بھی (جن کے پاس کوئی
ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا	کتاب نہیں) کہہ دو کیا تم اسلام قبول
فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا	کرتے ہو؟ پھر اگر وہ فرمانبردار ہو جائیں
فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ	تو یقیناً انہوں نے ہدایت پالی اور
وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ	اگر پھر جائیں تو تجھ پر تبلیغ ہی فرض ہے۔
(آل عمران ۳: ۲۰)	اور اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے"

دنیا میں دو ہی قسم کی قومیں ہیں ایک اہل کتاب اور دوسرے اُمی جن کے پاس کوئی کتاب نہیں۔ محمد رسول اللہؐ ان سب کی طرف مبعوث ہوئے اور برکت لائے۔

پھر دوسری جگہ فرمایا۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ	"کہو اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ
اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۨ (۷: ۱۵۸)	کا رسول ہوں"

اس پیشگوئی کے کچھ اور بھی اجزا ہیں۔ جو بائیبل کی کتاب پیدائش کے ابواب ۱۲ تا ۲۲ میں موتی کے دانوں کی طرح بکھرے ہوئے ہیں۔ جن کا ملخص یہ ہے۔

(۱) ختنہ کا عہد جس قوم میں ہوگا۔ وہی خدا کے عہد کی وارث ہوگی۔ پیدائش ۱۷: ۱۳-۱۴۔

(۲) اسماعیل کے حق میں دعا کا قبول ہونا۔ یعنی اس سے اُمت عظیمہ پیدا ہوگی۔ پیدائش ۱۷: ۲۰۔

(۳) فرشتہ کا ہاجرہ سے وعدہ کہ تیرے بیٹے سے ایک عظیم الشان قوم پیدا ہوگی۔ پیدائش ۲۱: ۱۸۔

حسنِ یوسف میں نورِ محمدی

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَ إِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِينَ ط (۱۲ : ۷)

"بے شک یوسف اور اس کے بھائیوں میں تحقیق کرنے والوں کے لئے (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی) صداقت کے نشانات ہیں۔"

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بستر وصال پر ۱۲ بیٹوں کو طلب کیا اور ہر ایک کو اس کی عادت اور فضیلت کے مطابق دعا دی۔ فرمایا۔

۱۔ "یہوداہ سے ریاست کا عصا جدا نہ ہوگا اور نہ امر اس کے پاؤں سے جاتا رہے گا جب تک شیلوہ نہ آجائے اور قومیں اس کے پاس اکٹھی ہوں گی۔" (پیدائش باب ۴۹ آیت ۱۰)

۲۔ یوسف ایک پھل دار پودہ ہے۔ وہاں وہ پھلدار پودہ جو لب جو لگا ہو جس کی شاخیں دیوار پر چڑھ جاتی ہیں تیر انداز چھیڑتے مارتے اور ستاتے تھے۔ لیکن اس کی کمان زور میں پائیدار ہے۔ اور اس کے ہاتھوں کے بازوؤں نے یعقوب کے خدائے قادر کے ہاتھوں سے قوت پائی۔" (پیدائش باب ۴۹ آیت ۲۲)

۳۔ "اور اس نے یوسف کے لئے برکت چاہی اور کہا کہ خدا جس کے سامنے میرے باپ ابراہیم اور اسحاق چلے اور وہ خدا جس نے آج کے دن تک میری پاسبانی کی اور وہ فرشتہ جس نے مجھے ساری بلاؤں سے بچایا ان جوانوں (یوسف کے بیٹوں) کو برکت دیوے اور جو میرا نام ہے اور میرے باپ دادوں ابراہیم اور اسحاق کا نام ہے سو ان کا رکھا جاوے۔" (کتاب پیدائش باب ۴۸ آیت ۱۵)

جناب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی وفات کے وقت فرمایا: ۔

"اور یوسف[1] کے حق میں کہا کہ اس کی سرزمین خداوند کے حضور متبرک ہو آسمان کے تحفہ جات سے۔"

---

[1] حضرت موسےٰ کی یہاں یوسف سے مراد اولاد یوسف یا قبیلہ یوسف ہے جو بائبل کی اصطلاح (بقیہ ص۳۱۵ پر)

"تبسم سے اور گہراؤ سے جو نیچے پڑا ہے آفتاب ماہتاب کے تحفہ جات پہاڑوں کی قیمتی چیزوں اور ابدی ٹیلوں کے تحفہ جات.... اور اس کے فضل سے جو درخت میں رہتا تھا برکت یوسف کے سر پر اور اس کی چاندی پر جو اپنے بھائیوں سے جدا کیا گیا تھا نازل ہو اس کی شان ایسی ہے جیسے اس کے بیل کے پلوٹھے کی اور اس کے دو سینگ گینڈے جیسے سینگ انھیں سے وہ قوموں کو ایک ساتھ زمین کی انتہا تک ریلے گا۔" (کتاب استثناء باب ۳۳۔ آیت ۱۳۔ ۱۷)

تواریخ اول میں جو عزرا نبی سے منسوب ہے اور بائیبل میں شامل ہے لکھا ہے۔

"اور نبی روبن اسرائیل کے پلوٹھے کے وہ تو اس کا بڑا بیٹا تھا لیکن اس لئے کہ اس نے اپنے باپ کے بچھونے کو ناپاک کیا تھا۔ اس کے پلوٹھے ہونے کا حق یوسف بن اسرائیل کے بیٹوں کو دیا گیا۔ اور نسب نامہ کا ثبوت پلوٹھے ہونے پر موقوف نہیں کہ یہوداہ البتہ اپنے بھائیوں سے زور آور ہو گیا.... لیکن پلوٹھے ہونے کا حق یوسف کا ٹھہرا۔

(تواریخ اول باب ۵ آیت ۱ تا ۲)

عہد نامہ جدید میں عبرانیوں کے خط میں پولوس لکھتا ہے۔

"ایمان سے یعقوب نے مرتے وقت یوسفؑ کے دونوں بیٹوں کو دعا دی۔"

(نامہ عبرانیوں باب ۱۱۔ آیت ۲۱)

اسرائیل کے بیٹوں کی اپنے بھائی یوسف کے ساتھ دشمنی اور حسد بلا وجہ نہ تھی۔ حضرت یعقوب حضرت موسیٰ اور جناب عزرا علیہم السلام کی مندرجہ بالا تصریحات اور بشارات سے یہ ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہم السلام کی برکات نبوت کا وارث یوسف اور اولاد یوسف کو قرار دیا گیا۔ باپ کے پلوٹھے۔ تنومند اور طاقتور بیٹے منہ دیکھتے رہ گئے اور اسرائیلی گھرانے کی برکت کا حقدار ایک نازک اور کمزور رستہ ٹھہرا دیا گیا بڑے بھائیوں کی مصیبت کا خاتمہ یہیں تک نہ تھا بلکہ ان کی اولاد ابدالاباد تک ہمیشہ ہمیشہ کے لئے برکات نبوۃ سے محروم کر دی گئی۔ اور قوم اسرائیل کا آخری نجات دہندہ شیلا یا شیلوم اولاد یوسف کا ایک روشن چراغ سمجھا گیا۔ یہوداہ کو بیشک حکومت ملی لیکن یہ حکومت کا عصا بھی بالآخر یوسف کے عصائے نبوت میں ضم ہو جانے والا تھا۔ (دیکھو حزقیل نبی کی کتاب باب ۳۷۔ آیت ۱۶ تا ۱۹)

(بقیہ صفحہ ۳۱۴) کے مطابق یوسف کا گھرانہ کہلاتا ہی کیونکہ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں یوسفؑ موجود نہ تھے آپ سے قریباً ..۴ برس پہلے فوت ہو چکے تھے۔

یوسفؑ کے بھائیوں کی محرومی ابدالآباد کی محرومی تھی اور یوسفؑ اپنے نام کام اور اپنے انجام کے لحاظ سے بھائیوں پر سبقت لے گیا[1] اور اسرائیلی گھرانے کی کل قوموں کی گلہ بانی بالآخر یوسف یا شیلوم کے عصا کے ساتھ مقدر ہوئی۔

لفظ شیلوہ یا شیلوم سے کیا مراد ہے؟

جناب یعقوب کی مندرجہ بالا پیشگوئی میں یہ بالصراحت موجود ہے کہ بنی اسرائیل میں حکومت یہودا کے عصا کے ساتھ ہوگی جو بالآخر شیلوم کے قبضہ میں چلا جائے گا۔

اس پیشگوئی کا لفظ شیلوہ قابل غور ہے تورات کے مختلف نسخوں میں کہیں یہ لفظ شیلوہ ہے کسی جگہ شلوہ بعض میں شلوم شلو اور شیلو ہے۔ جس طرح اس لفظ کی قرأت میں اختلاف ہے۔ معانی میں بھی اختلاف ہے۔ بالعموم اس کے معنی صلح کرانے والا، سلامتی کا شہزادہ وغیرہ کئے گئے اور آیت نمبر ۱ کتاب پیدائش باب ۴۹ (جس میں یہ لفظ پایا گیا ہے) کا ترمیم شدہ نسخہ کے لحاظ سے یہ ہے۔

"حکومت کا عصا یہوداہ سے جدا نہ ہوگا یہاں تک کہ شیلوہ آجائے جو لوگوں کی اطاعت کا حقدار ہے"

کلیسا کے مستند نسخہ تورات کے لحاظ سے اس کا ترجمہ یوں ہے۔

"یہوداہ سے ریاست کا عصا جدا نہ ہوگا اور نہ قانون اس کے پاؤں تلے سے جاتا رہے گا یہاں تک کہ شیلوہ آجائے"

نسخہ سورانی کی قرآت کے لحاظ سے یہ ہے۔

"عصا یہوداہ سے جدا نہ ہوگا اور نہ اس کا وکیل اس کے قدم سے یہاں تک کہ وہ آجائے جو حکومت کا مستحق ہے لوگ اسی کے انتظار میں ہیں"

ایک اور نسخہ میں اس کے آخری جملہ کا ترجمہ یہ ہے:

(جو) "سلطنت کا مالک ہے اور اس کے لئے لوگ چشم براہ ہیں"

جناب یعقوب علیہ السلام کی اس پیشگوئی کی بنا پر بنی اسرائیل کے کل گروہوں کو ایک جھنڈے کے نیچے جمع

---

[1] عبرانی زبان میں یوسف کے معنی ہیں سبقت لے گیا۔ بڑھ گیا۔ حزن اور یاس دور کر دیا گیا۔

کرنے والا شیلوہ آنے والا ہے یہود کا خیال اس پیشگوئی کی بنا پر یہ تھا کہ وہ اولاد یوسف میں سے ہوگا لفظ شیلوم کا صحیح مفہوم بتانے کے متعلق عبرانی لغت اور بائبل دونوں مضطرب ہیں۔ دیکھو عبرانی لغت جیسنس اور پروفیسر براؤن کی ہبرو لیکسیکن ۔

بائبل میں جناب یوسف کا قصہ یہود کے جہوسٹک اور ایلوہسٹک گروہوں کے اختلافات کا مجموعہ ہے اس لیے وہ ہماری اس لفظ کے متعلق کوئی رہنمائی نہیں کرتا (سائیکلوپیڈیا ببلیکا مولفہ چینی زیر عنوان شلوہ)

آیت زیر بحث کی مختلف قرأتوں کے ترجمہ سے ظاہر ہے کہ یہود اس شیلوہ کی آمد کے نہایت بے تابی سے منتظر تھے اور وہ اس وقت تک یوسف کی اولاد میں سے اس کے مبعوث ہونے کے امیدوار تھے جب تک یوسف کے دونوں بیٹوں افرائیم اور منسی کی اولاد یا قبائل سماریہ والوں کے ساتھ مل کر مشرکین میں نہیں مل گئے قرآن کریم کی اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے :-

وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ	"اس سے قبل تمہارے پاس یوسف
مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ	بینات لے کر آیا۔ مگر تم ان میں شک کرتے
فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ	رہے۔ جب وہ (قبیلہ یوسف) ہلاک
حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ	ہوگیا تم نے کہا اب اللہ تعالیٰ اس کے
لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ	بعد کوئی نبی نہیں بھیجے گا۔ اسی طرح
رَسُولًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ	اللہ تعالیٰ گمراہ قرار دیتا ہے ان لوگوں
اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُرْتَابٌ	کو جو حد سے بڑھ جاتے ہیں"

(۴۰ : ۳۴)

حضرت یعقوبؑ اور حضرت موسیٰؑ نے یوسفؑ سے یوسفؑ کی شخصیت صرف مراد نہیں لی بلکہ قبیلہ یوسف یا افرائیم اور منسی کی اولاد مراد لی ہے لیکن ان قبائل کے گمراہ ہو جانے کے بعد بنی اسرائیل اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے متعلق کہ شیلوم اولاد یوسف میں سے ہوگا مایوس ہو گئے اگرچہ بعض افراد علماء بنی اسرائیل نے ایک عرصہ دراز کے بعد اس

پیشگوئی کو حضرت سلیمانؑ پر چسپاں کرنے کی کوشش کی مگر غالب حصّہ علماء کا منکر رہا کیونکہ حضرت سلیمانؑ اولادِ یوسف میں سے نہ تھے بلکہ وہ یہودہ کی اولاد میں سے تھے اور ان کو یہودہ کا عصاءِ سلطنت ورثہ میں مل چکا تھا مگر "راخل (والدہ یوسف اور بن یامین) اپنی بستی رامہ میں برابر رو رہی ہے اور اپنے بیٹوں کی بابت تسلّی نہیں پاتی کیونکہ وے نہیں ہیں۔" (یرمیاہ باب ۳۱ آیت ۱۵)

راخل کا رونا حضرت یرمیاہ کے وقت میں بھی موجود ہے اگرچہ اس کو مرے ہوئے ڈیڑھ ہزار برس گزر چکے ہے اس پیشگوئی کے متعلق یہود کی تمنائیں اور آرزوئیں رحبعام بن سلیمان کے وقت خاک میں مل گئیں کیونکہ یہوداہ اور بن یامین کے فرقوں کے سوا باقی تمام بنی اسرائیل کے اسباط رحبعام سے باغی ہو کر مشرکین میں جا ملے (کتاب سلاطین اور تواریخ) کیا حضرت یعقوب اور حضرت موسیٰؑ کی تمام دعائیں اور برکات جو وہ یوسفؑ کی اولاد کے بارے میں دے چکے تھے باطل ہو گئیں کتاب کا باطل ہونا ناممکن ہے "یوسف بلاشبہ ایک پھلدار پودہ ہے جو لب جو لگا ہے" وہ یقیناً پھل دے گا۔ یہود کی تمنائیں پوری ہوں یا نہ ہوں لیکن "شیلوم" ضرور آئے گا اور دنیا کی قومیں اس کے جھنڈے تلے جمع ہوں گی یہوداہ کا عصاءِ سلطنت شیلوم کے عصاء میں ضم ہو جائے گا یعنی وہ حکومت اور نبوّۃ دونوں کا وارث ہوگا۔

حضرت مسیح کا جعلی نسب نامہ :-

حضرت یوسف علیہ السلام کے گھرانے کی ہلاکت کے بعد یہود مایوس ہیں مگر کتاب کی بینات کو مٹایا نہیں جا سکتا اس لئے ہر نبی جو بعد میں آئے اس پر دعوٰی کیا ہو سکتا ہے کہ شاید "شیلوم موعود" وہی ہو مسیحی علماء پیشگوئی کی اس پیچیدگی سے ناواقف نہ تھے انہیں خوب معلوم تھا کہ کتاب کی تصریحات اولادِ یوسف میں سے موعود کے آنے کی مصدّق ہیں مگر قبیلۂ یوسف ہلاک ہو چکا یہوداہ کا قبیلہ موجود ہے مگر وہ صرف عصاءِ یہوداہ کا وارث ہے تاہم قبیلہ یوسف کی ہلاکت کے بعد یہود کی نگاہ قبیلہ یہوداہ پر مجبوراً لوٹ آنی چاہیئے "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" مایوس اور محزون یہود کے لئے بساطِ شطرنج پر یہ چال کھیلی گئی کہ مسیح کا ایک جعلی نسب نامہ تجویز کیا گیا جس میں ایک طرف تو مسیح کو اولادِ

یہوداہ میں سے دکھایا گیا دوسری طرف اس کے باپ کا نام یوسف بنا دیا گیا یسوعی شجرہ نویسوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کے لیئے یوسف کا باپ یعقوب تجویز کر دیا۔ یہود کو اب کیا عذر ہو سکتا ہے ؟ مسیح ابنِ یوسف پسر یعقوب بھی ہے اور یہوداہ پسر یعقوبؑ کی اولاد میں سے بھی ہے یہود کے دونوں گروہوں کی تسلّی کا علاج کر دیا گیا ایک گروہ کی تسلی یوں کی کہ آنے والا موعود یہوداہ کی اولاد میں سے ہے پس اس پر ایمان لاؤ دوسرے گروہ اور علماء کتاب کو یہ کہا گیا کہ وہ ابن یوسف ہے اسے تسلیم کر لو۔

مریم صدیقہ کا خاوند معلوم نہ ہونے کے باوجود جناب مسیح ابن یوسف پسر یعقوب ہیں۔ مسیح روح کے اعتبار سے روح اللہ تھا اور جسم کے اعتبار سے صرف مریم کا بیٹا سمجھا گیا پھر یوسف اس کا باپ کس لحاظ سے ہوا؟ خاوند والی اور شادی شدہ ہونے کے باوجود مریم مقدّس کنواری کیسے رہی ؟ یہ معمّے ہیں جو عیسائی دنیا کے لیے ہمیشہ معمّے ہی رہیں گے۔ مسیح کے شجرہ نسب میں انجیل نویس کے یہ الفاظ نہایت پر لطف ہیں :

"جیسا کہ گمان تھا وہ یوسف کا بیٹا تھا (لوقا ۳: ۲۳)

گمان اور شک کی ریتلی زمین پر مسیح کے شجرہ نسب کو کھڑا کرنا اور پیشگوئیوں کا وارث بنانا یسوعی تاریخ نویسوں کا ہی کام ہو سکتا ہے۔

ایک عیسائی کا افشاءِ راز :۔

مسیحی دنیا کے اس فریب کا بھانڈا بیت صیدا کے ایک قدیم عیسائی فلپ نے سرِ راہ یوں پھوڑ دیا۔

We have found him of whom Moses in the Law and the prophets did write Jesus of Nazareth, the son of Joseph.

ہم نے اس موعود کو پا لیا جس کی بابت موسےٰ نے اپنی توراۃ اور انبیاء نے اپنے نوشتوں میں لکھا تھا۔ "یسوع ناصری ابن یوسف[1]"، قسمت اگر یاوری کرتی تو مسیح یوسف کی اولاد میں ہو کر ابن یوسف کہلا سکتے تھے۔

[1] توراۃ اور انبیاء بنی اسرائیل کے کسی صحیفہ میں یہ الفاظ موجود نہیں۔

لیکن آپ کا شجرہ نسب عیسائی دنیا کے ایک نہایت باریک راز کی بنا پر چار فاحشہ عورتوں تمر راحاب ۔ روت اور زوجہ اوریا میں سے ہو کر گزرنا ناگزیر تھا (متی ۱: ۱-۶)

اسی لئے یسوع ناصری اناجیل نویسوں کے نزدیک یہوداہ پسر یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے جو یوسف کا بڑا بھائی اور دوسری ماں کے پیٹ سے تھا۔ مگر پیشگوئی ابن یوسف کے حق میں پورا کرنے کی خاطر جناب مسیح کا باپ یوسف گمان کر لیا گیا۔ ورنہ از روئے مسلمات مسیحی مسیح کسی لحاظ سے بھی یوسف کا بیٹا نہ تھا سائیکلو پیڈیا بیبلیکا زیر عنوان "مریم کا خاوند" لکھا ہے ۔

Thus the evidence that primitive Christian tradition knew anything about the father of Jesus is very slight. And considering the high probability that the narratives respecting the birth of Jesus in Matthew I, Luke 2:1-39, 3:32-38 are partly Haggardic . . . partly the offspring of the keen interest which post exilic Judaism displayed in real and imaginary genealogies, it becomes historical student to confess that the name of the father of **Jesus is to say the least, extremely uncertain.**

بس ہر ایک تاریخ داں کا فرض ہے کہ وہ اس امر کا اقرار کرے کہ مسیح کے باپ کا نام یوسف قطعاً غیر یقینی ہے ۔

انجیل نویسوں کی ناکامی :-

جناب مریم پر انجیل نویسوں کی اس پر مصلحت بہتان تراشی کے بعد بھی پیشگوئی مسیح کے حق میں پوری نہ اتر سکی کسی کا فرضی باپ تجویز کر لینا آسان ہے مگر یہوداہ کی سلطنت کا عصا چھین لینا یہ ایک مشکل کام تھا۔ جناب مسیح یہوداہ کی نسل میں دکھا دیئے گئے جس کے لئے بادشاہت کا ادعا ضروری تھا ہم نے دیکھا انجیل نویسوں کے مسیح نے یہوداہ کے بادشاہ ہونے کا دعویٰ بھی کیا غریب حواریوں نے کپڑے بیچ کر تلواریں خرید لیں۔ مچھیروں سے سپاہی بن گئے مگر سلطنت کا عصا مسیح کے ہاتھ میں نہ آنا تھا نہ آیا اور حواریوں کی کمزوری

کی وجہ سے جناب مسیح یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ "میری بادشاہت اس دنیا کی نہیں بلکہ آسمانی ہے"۔

(یوحنا ۱۸ : ۳۶)

اگر یہودہ کی سلطنت سے مراد بنی اسرائیل کی حکومت تھی تو یہوداہ کی سلطنت کا عصا حضرت سلیمانؑ کی وفات کے ساتھ ٹوٹ چکا تھا۔ جس پر جناب مسیح تک ایک ہزار سال گزر چکا۔ بلا شبہ یہودہ کی نسل میں نبی اور بادشاہ دونوں ہوئے مگر یوسف کی اولاد میں نبوّت اور حکومت دونوں ندارد ہیں۔ مسیح عصا یہوداہ کے وارث ہوئے یا نہ ہوئے یعقوب اور حضرت موسےؑ دونوں یوسف کے حق میں جو پیشگوئی فرما رہے ہیں وہ پیشگوئی کہاں پوری ہوئی؟ راخل (والدہ یوسف اور بن یامین) ڈیڑھ ہزار سال تک نوحہ کرتی اور روتی رہی (یرمیاہ ۳۱ : ۱۵) کہ اس کے بیٹے ندارد ہیں راخل کا یہ رونا مسیح کے وقت میں بھی ختم نہ ہوا اس کے دل کو تسلّی دینے والا ابھی نہیں آیا (متی باب۲ آیت ۱۷ اور ۱۸) یرمیاہ نبی کی معرفت خدا نے راخل کو ہرچند اپنے آنسو روکنے کو کہا اور تسلّی دی کہ "تیرے لئے بڑا اجر ہے"۔ مگر راخل کا رونا اپنی اولاد کے لئے مسیح کی آمد پر بھی جاری رہا وہ "بڑا اجر" راخل کو یا اولادِ راخل کو نہ ملا۔

انجیل نویسوں نے ٹھوکر کیا کھائی؟

پیشگوئیوں میں نام ہمیشہ صفاتی ہوتے ہیں یہود نے تو پھر بھی کسی قدر ٹھیک سمجھا کہ یوسف کے آنے سے مراد خاندان یوسف سے کسی موعود کا آنا ہے عیسائیوں نے بفحوائے قول اهل الغرض مجنونٌ یہ ٹھوکر کھائی کہ جناب مریم صدیقہ کا خاوند یوسف ابن یعقوب تجویز کرکے سمجھ لیا کہ پیشگوئی پوری ہوگئی اور شیلوم آگیا اور یہ نہ سمجھا کہ کسی شخص کے دوبارہ آنے یا اس کا نام پانے سے اسی کی تو بو پر کسی دوسرے شخص کا آنا مراد ہوتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ اللہ تعالیٰ کی اس میں حکمت یہ تھی کہ قرآن شریف کا اعجاز دنیا میں ظاہر ہو دیکھو زیر عنوان "اس پیشگوئی کے مصداق آنحضرت صلعم ہیں"

اس پیشگوئی کا مصداق جناب مسیح نہ تھے :-

پیشگوئیوں میں کسی نہ کسی آنے والے کا نام مذکور ہوتا ہے لیکن ہم نے دیکھا جو نام پیشگوئی میں مذکور تھا اکثر اور بیشتر وہ نام اس کے مصداق نہ ہوا بلکہ وہ کسی دوسرے نام سے دنیا میں معروف ہوا بایں وہ پہلی پیشگوئی کا مصداق سمجھا گیا عمانوئیل مسیح کا نام نہ ماں باپ نے رکھا اور نہ خدا نے اس نام سے مسیح کو خطاب کیا تاہم عیسائی دنیا کے نزدیک یسوع عمانوئیل ہے۔ یہودی نقطہ نگاہ سے الیاس دوبارہ آسمان سے اترنا چاہیئے تھا کیونکہ وہ بگولے میں ہو کر آسمان پر چلا گیا تھا (سلاطین دوم باب آیت ۱۱) مگر مسیح نے ہمیں بتایا کہ الیاس کے دوبارہ آنے سے مراد یوحنا کی بعثت ہے جو اس کی تو بو پر آیا ہے۔

اس اصل کی بنا پر یوسف موعود کا نام یوسف ہونا ضروری نہیں اور نہ ابن یوسف ہونا ضروری ہے اور نہ مسیح اس پیشگوئی کا مصداق ہے اس لئے کہ جناب مسیح نے کبھی حضرت یعقوبؑ اور حضرت موسےٰ کی اس پیشگوئی کا مصداق اپنے آپ کو قرار نہیں دیا اور نہ کبھی عمر بھر اس امر کا اعلان کیا کہ میرے ساتھ وہی واقعات پیش آئے ہیں۔ جو حضرت یوسف کو پیش آئے اس لئے میں مثیل یوسف ہوں اگر ایسا ہوتا تو پیشگوئی مشتبہ ہو جاتی ۔ البتہ یاروں نے خواہ مخواہ آپ کو یوسف نہیں تو ابن یوسف بنانے کی ناکام کوشش کی جسے موجودہ تحقیقات نے غلط ثابت کر دیا۔

پس پیشگوئیوں میں محض نام کی مشابہت کوئی معقول امر نہیں اگر دو شخصوں میں کوئی مشابہت ہو سکتی ہے تو وہ کام اور واقعات کی مشابہت ہو سکتی ہے بالخصوص ان واقعات میں جن کا ہونا انسانی ہاتھ سے ناممکن ہو ایسی پیشگوئی بلا شبہ اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب نبی کے برحق۔ مبشر بہ کی صداقت واقعات دنیا کے اتفاقی طور پر رونما نہ ہونے اور صداقتِ مذہب کی دلیل ہو سکتی ہے۔

اس پیشگوئی کے مصداق آنحضرت صلعم ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سورہ یوسف میں جو مکی سورۃ ہے بطور پیشگوئی فرمایا گیا۔

۱۔ یہ ایک پیش گوئی ہے۔

آیت کے عبری الفاظ یا قیم (مبعوث کرے گا) تشماعون (اسے مانیو قبول کیجیو) اقیم (میں مبعوث کروں گا) مثنی (دوں گا میں) دبر (کہے گا) اصولو (میں اسے حکم دوں گا) سے ثابت ہے۔ کہ یہ ایک پیش گوئی ہے۔

۲۔ پیش گوئی نبی کے متعلق ہے۔

الفاظ نابی (نبی) نتنی دیبادلے بفیو (اس کے منہ میں اپنا کلام دوں گا) وغیرہ وغیرہ سے ظاہر ہے۔ کہ یہ بشارت ایک نبی کے متعلق ہے۔

۳۔ وہ نبی بنی اسماعیل میں سے ہو گا۔

آیت میں بنی اسرائیل بحیثیت قوم مخاطب ہیں۔ اور ان کو کہا گیا۔ مقو بیخا (تیرے درمیان یا تیرے رشتہ داروں سے) مَاحیخا (تیرے بھائیوں میں سے) احیہم (ان کے بھائیوں سے) ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ نبی موعود بنی اسرائیل کے بھائیوں بنی اسماعیل سے ہو گا۔

عذر نامعقول کے طور پر مسیحی حضرات نے اس بشارت کے متعلق دو باتیں پیش کی ہیں۔

اوّل مسیح کی مماثلت موسےٰ سے۔ دونوں کی پیدائش کے وقت بچوں کا قتل۔ دونوں کا چالیس روزے رکھنا معجزات دکھانا اور شریعت روحانی دینے میں ہے۔ لہٰذا مسیح اسرائیلی ہے اور مصداق مثیل موسےٰ ہے۔

دوم۔ موعود نبی کا بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسرائیل سے ہی ہونا ضروری ہے۔ الفاظ "تجھ سے" یا "تیرے درمیان سے" کا مطلب یہی ہے۔ کہ وہ بنی اسرائیلی ہو گا۔ (پادری عماد الدین لاہز)

اس کے جواب میں ہماری گذارشات حسب ذیل ہیں۔

مسیح مثیل موسےٰ کیوں نہیں؟

مسیح نے کہیں یہ دعوےٰ نہیں کیا کہ وہ اس پیش گوئی کے مصداق ہیں۔ اور نہ حواریوں نے مسیح کو مثیل موسیٰ قرار دیا بلکہ انجیل سے اس کے خلاف شہادت ملتی ہے۔ اور جب ہم زیادہ غور سے اس پیشگوئی کو دیکھتے ہیں۔ تو عیسائی صاحبان کے مسیح کی نبوت بھی خطرے میں نظر آتی ہے۔ کیونکہ اس پیشگوئی میں آخر پر یہ الفاظ بھی ہیں "اگر وہ نبی خدا کے حکم کے سوا کچھ اور کہے گا۔ تو وہ قتل کیا جائے گا"

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو وحی سب سے پہلے ہوئی ۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ	اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے
الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ	تجھے پیدا کیا انسان کی تخلیق ایک کمزور
مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ	علقہ سے کی۔ پڑھ اور تیرا رب عزت
الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ	والا ہے (وہ تجھے عزت دے گا) اس
بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا	نے قلم سے علم دیا اور انسان کو وہ علم دیا
لَمْ یَعْلَمْ (۹۶: ۱-۵)	جسے وہ نہ جانتا تھا"

اس وحی کے وقت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک کمزور اور ضعف کی حالت میں تھے ایسی ہی کمزوری اور ضعف کی حالت جیسی یوسفؑ کی ابتدائی وحی کے وقت تھی ۔

(۲) یوسفؑ کے رویا کی تعبیر باپ نے کی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اس وحی کی تعبیر ورقہ بن نوفل نے کی ۔

(۳) یوسفؑ کے باپ نے کہا رویا سے معلوم ہوتا ہے کہ تیرا رب تجھے تاویل احادیث کا علم دے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو اللہ تعالےٰ نے فرمایا تجھے وہ علم دیا جائے گا جسے کوئی نہیں جانتا۔ ورقہ بن نوفل نے یہی تعبیر اس وحی کی کی کہ تجھے جبرئیل کی وساطت سے علم سکھایا جائے گا۔

(۴) یوسف کے باپ نے کہا تجھے چن لیا جائے گا۔ قرآن کہتا ہے اے محمدؐ تیرا رب اکرم ہے۔ وہ تجھے معزز بنا دے گا۔

(۵) یعقوبؑ نے فرمایا بیٹا اپنی رویا بھائیوں سے بیان نہ کرنا۔ وہ تیرے لئے بری تدبیریں کریں گے۔ قرآن شریف میں ہے کہ وحی کو سن کر لوگ شرارت کریں گے ورقہ نے بھی یہی بتایا کہ آپ کی مخالفت کی جائے گی۔ حالانکہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اور قریش میں کوئی وجہ مخالفت موجود نہ تھی بلکہ آپ ان میں امین مشہور تھے۔

(۶) یوسف کے باپ نے کہا بجھے اللہ تعالیٰ اپنی نعمت پوری کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کامیابی کی بشارت اسی ابتدائی وحی میں دی گئی۔ ورقہ نے بھی یہی بتایا کہ بالآخر آپ کامیاب ہوں گے۔

(۷) اس کے بعد حضرت یوسفؑ سے بھائیوں نے عداوت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بھائیوں سے بے حد تکالیف اٹھائیں جس طرح بھائی یوسف کی جان کے لاگو ہوئے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کو ختم کرنے کے بیسیوں منصوبے ہوئے۔

(۸) حضرت یوسفؑ کو اسمٰعیلیوں کے ہاتھ فروخت کر کے غلام بنا دیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہاجرہ کی وجہ سے لونڈی زاد کا الزام لگایا گیا۔

(۹) حضرت ہاجرہ سے منسوب کر کے کل اسمٰعیلی قوم پر غلام ہونے کا اتہام لگایا گیا مگر حضرت یوسف کی وجہ سے کل قوم بنی اسرائیل مصریوں کی غلام بنی۔

(۱۰) طرح طرح کی ترغیبات کے اندر یوسف کا دامن عصمت گناہوں سے پاک رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر قسم کی تحریصات کے اندر مطہر رہے۔

(۱۱) وہاں یوسف کی نسبت يُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ (۱۲: ۶) فرمایا یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (۳: ۱۶۴)

(۱۲) یوسف کو يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ (۱۲: ۸۱) کی بشارت دی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (۵: ۳)

(۱۳) یوسف کو قید میں ڈالا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شعب ابی طالب میں محصور ہونا پڑا۔

(۱۴) قید خانہ میں بھی یوسفؑ نے قیدیوں کو تبلیغ کی یہاں شعب میں حضورؐ نے بنو ہاشم کو تبلیغ کی۔

(۱۵) یوسفؑ کو غیابت الجب میں پناہ ملی یہاں غار حرا میں چھپنا پڑا۔

(۱۶) مصر میں عہد یوسفؑ کے وقت سات سال قحط پڑا یہاں مکہ میں بھی حضور کے عہد میں سات سال قحط پڑا۔

(۱۷) حضرت یوسفؑ کی قید سے بالآخر باعزت بریت ہوئی مدینہ میں یہود نے آخر کار حضور کو اپنا حکم تسلیم کر لیا۔

(۱۸) حضرت یوسفؑ کی نسبت فرمایا اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ آنحضرت صلی اللہ علیہ

سلم کی بابت دشمنوں نے شہادت دی ھٰذا ا ساحر مبین (۱۲: ۵۴)

(۱۹) برادران یوسف کو بالآخر ذلیل ہو کر اپنے بھائی سے درخواست ترحم کرنی پڑی۔ آنحضرتؐ کے حضور کفارِ مکہ نے رحم کی درخواست پیش کی۔

(۲۰) یوسف نے بھائیوں پر غلبہ پا کر کہا لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (۱۲: ۹۲)

(۲۱) یوسف کو کنعان سے نکل کر مصر کی فرمانروائی ملی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت مکہ کے بعد مدینہ کی حکومت ملی۔

مندرجہ بالا امور اور اس قسم کے بیسیوں اور واقعات ہیں جن میں آنحضرتؐ کا یوسفؑ کی خو بو پر ہو کر مثیل یوسفؑ ہونا ثابت ہے۔

پیشگوئی کے اصل الفاظ میں ایک نکتہ:۔

سورۂ یوسف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ	"یہ واقعات غیب کی خبریں ہیں جو تیری
اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ	طرف ہم وحی کرتے ہیں اور تو ان کے
اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ	پاس نہ تھا جب وہ ایک امر پر متفق ہو گئے
يَمْكُرُوْنَ (۱۲: ۱۰۲)	اور وہ باریک تدبیر کر رہے تھے"

کیا شان رہی ہے وہ غیب کی خبریں جو آثار قدیمہ بابل اور فلسطین سے آج ظاہر ہو رہی ہیں جنہوں نے عیسائی مذہب اور یہودی مذہب کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ دیا ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو ظاہر کر رہی ہیں ہم نے یہ بتایا ہے کہ اس پیشگوئی میں لفظ "شیلون" ہے جو عبرانی لغت اور مفسرین سے حل نہیں ہو سکا اس لفظ کو ہم موجودہ تحقیقات فلسطین اور واقعات کی روشنی میں حل کرتے ہیں۔ اس لفظ کی مختلف قرائتیں بائیبل کے مختلف نسخوں میں موجود ہیں۔ دوسری طرف روایات میں یوسف کے آنے کی پیشگوئی اس زور سے

زبان زد یہود ہے کہ عیسائی اس پیشگوئی کو مسیح پر چسپاں کرنے کے لئے ان کے شجرہ نسب پر زد مارنے سے بھی نہیں چوکتے۔ اور جناب مسیح کو زبردستی ابن یوسف بنا دیتے ہیں پس یہ امور اس امر کے متقاضی ہیں کہ متنازعہ فیہ لفظ شیلوہ کا ترجمہ یوسف ہونا چاہیے۔ مگر ہمیں اس امر کا اقرار ہے کہ لفظ شیلو، شیلوہ اور شلوم کا ترجمہ ہرگز یوسف نہیں۔ دراصل لفظ شیلون (Sheilon) کا غلط تلفظ ہے جو بائیبل میں رواج پا گیا ہے۔ اور شیلون عربی میں یوسف کا نام ہے (دیکھو بائیبلیکل ریسرچ ان پلسطین صفحہ ۸۶ تا ۸۹)

کتاب پیدائش کے عربی ترجمہ میں بھی اس کا تلفظ "شیلون" ہے چنانچہ لکھا ہے حَتّٰی یَأْتِیَ شَیْلُوْنَ وَلَہٗ یَکُوْنُ خُضُوْعُ شعوب (پیدائش باب ۴۹: ۱۰) یہوداہ سے عصاء حکومت جدا نہ ہوگا۔ اور نہ امر اس کے نیچے سے جاتا رہے گا" یہاں تک کہ یوسف آجائے اور اس کے پاس قومیں اکٹھا ہوں گی"

کیا یہ نکتۂ معرفت کہ جناب یعقوبؑ نے عبری نام یوسف لے کر بشارت نہیں دی مگر یوسف کے عربی نام سے پیش خبری دی کہ شیلون آئے گا۔ یوسف بے شک عبری نبی ہے مگر شلون عبری نہیں بلکہ عربی نبی ہے جو مثیل یوسف ہے۔ نہ کہ عیسائی خیال کے مطابق ابن یوسف۔

وہ دلائل جن سے ثابت ہو کہ مصداق بشارت آنحضرت صلعم ہیں

ان دو دلائل کے علاوہ کہ حضور اپنے واقعات زندگی کے لحاظ سے یوسف ہیں اور آنے والا موعود یوسف عبری نہیں بلکہ عربی ہے اور بھی دلائل ہیں جن سے ثابت ہے کہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تھی اور آپ ہی کی آمد سے پوری ہو گئی۔

(۱) یہوداہ سے عصاء حکومت کا چھن جانا (پیدائش باب ۴۹ آیت ۱۰) اور آنحضرتؐ کے ہاتھ میں آجانا حضرت سلیمانؑ کے بعد یہوداہ کا عصاء ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ٹوٹ چکا بنی اسرائیل میں سے کوئی آج تک اسکا وارث نہ ہوا مسیح نے اسکے حصول کی کوشش کی مگر اسمیں کامیابی نہ ہوئی۔

(۲) رحبعام کے وقت میں بنی اسرائیل کی قومیں متفرق ہو گئیں اور اس کے بعد کسی کے پاس جمع نہ ہوئیں۔ مسیح اس پراگندہ گلہ

کی تلاش میں نکلے مگر نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے منتشر گلہ کو اکٹھا کر لیا لیکن آنحضرتؐ کے دین پر افغانوں، کشمیریوں[1] اور عرب کے یہودیوں کا جمع ہو جانا تاریخی واقعات میں ہے اسلئے اس پیشگوئی کی دوسری شق کہ "قومیں اسکے پاس اکٹھی ہوں گی" پوری ہو گئی۔

(۳) بشارت یعقوب پیدائش باب ۴۹ آیت ۲۲ کے ماتحت یوسف موعود ایک پھلدار پودہ ہے جو لب جو لگا ہے جسکی شاخیں دیوار پر چڑھ جاتی ہیں تیر انداز اسے چھیڑتے مارتے اور ستاتے تھے لیکن اس کی کمان زور میں پائیدار ہے اور اس کے ہاتھوں کے بازوؤں نے یعقوب کے خدائے قادر کے ہاتھوں سے قوت پائی"۔

یوسف عبری کا پودہ اسی وقت خشک ہو گیا جب یوسف کا گھرانا مشرکین کے ساتھ مل گیا اور راحیل نے ڈیڑھ ہزار برس تک بلکہ اسکے بعد مسیح کے وقت بھی اسکا ماتم کیا لیکن یوسف عربی کا پودہ بیشک لب جو قائم ہے مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ (۱۴: ۲۴-۲۵) محمد رسول اللہؐ کے دین کا خلاصہ کلمہ طیبہ ہے اور اس کی مثال ایک پاکیزہ درخت کی مثال ہے جس کی جڑ مضبوط اور اس کی شاخیں آسمان پر پھیلی ہوئی ہیں۔ اور ہر وقت پھل دیتا ہے (مسیح کا انجیر کا درخت نہیں جو جڑ سے سوکھ گیا تھا) دشمن اسے ستاتے اور چھیڑتے ہیں لیکن اسکی کمان وہ کمان ہے جسکے ساتھ یعقوب کے خدا کی کمان ملی ہوئی ہے۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى اس لئے وہ اپنے دشمنوں پر غالب آیا (۵۳: ۸-۹)

(۴) حضرت یعقوب نے جناب یوسفؑ کی اولاد کے لئے برکت چاہی اور توحید کی امانت اس کے سپرد کی (پیدائش باب ۴۸ آیت ۱۵) مگر یوسف عبری کی اولاد مشرکین میں جا ملی انہوں نے توحید کی امانت کو پھینک دیا حسب بشارت مذکور ان کے نام ابراہیمؑ اسحاقؑ اور یعقوبؑ کے نام پر نہ رکھے گئے ہاں یوسف عربی کی اولاد کو ابراہیمؑ اور اسحاقؑ کی برکت ملی اور توحید کی امانت کو از سر نو سینہ سے لگایا ان کے نام محمد ابراہیم محمد اسحاق اور محمد یعقوب رکھے گئے۔

(۵) حضرت موسیٰؑ کی بشارت میں تھا کہ یوسف کا گھرانہ زمین و آسمان کی برکتیں پائے گا اور قوموں کو زمین کی انتہا تک ریلے گا (استثناء باب ۳۳ آیت ۱۳ تا ۱۷) مگر دنیا نے دیکھا کہ عبری یوسف کا گھرانہ

---

[1] افغان اور کشمیری دونوں بنی اسرائیل کے منتشر قبائل ہیں کشمیری پنڈت کشمیر میں دو قومیں ہیں ایک بن ماش اور دوسرے کشیپی۔ بن ماش بنی اسرائیل کا بگڑا ہوا نام ہے اور کشیپی کشیپ رشی کی اولاد ہیں۔

تباہ و برباد ہوا۔ ابراہیم کے گھرانے کی کل برکات سے محروم ہوگیا مگر یوسف عربی کا گھرانہ زمین و آسمان کی برکات کا وارث ہوا۔ اور تاریخی اوراق میں یہ بھی لکھا گیا کہ یوسف عربی (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام لیواؤں نے قوموں کو زمین کی انتہا تک ریلا مشرق اور مغرب دونوں کی انتہا کو اپنے قبضہ میں کرلیا۔

(۶) عزرا نبی کی بشارت کے مطابق یعقوب کی اولاد میں پلوٹھا بیٹا روبن تھا مگر اس نے اپنے باپ کے بستر کو ناپاک کیا اس لئے پلوٹھے ہونے کا حق یوسف بن اسرائیل کو دیا گیا یہوداہ اگرچہ اپنے بھائیوں سے زور آور ہوا...... لیکن پلوٹھے ہونے کا حق یوسف کا ٹھہرا (تواریخ اوّل باب۵ آیت ا،۲)

بیشک روبن کو پلوٹھے ہونے کا حق نہ ملا کیونکہ روبن نے اپنے باپ کے بستر کو ناپاک کیا مگر یہوداہ نے اپنی بہو تمر سے ناجائز اولاد پیدا کی اس لئے پلوٹھے ہونے کا حقدار یوسفؑ ہوا مگر یوسف علیہ السلام کی اولاد میں نہ کوئی نبی ہوا اور نہ بادشاہ، کیسے مان لیا جائے کہ یوسف بن اسرائیل پلوٹھا بیٹا تھا اگر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ تو راخل کو اولادِ یوسف پر نوحہ کرنے کی کیا ضرورت تھی معلوم یہ ہوا کہ یوسف عربی کا گھرانا وارث برکات ابراہیم اور اسحاق نہ ہوا نقل نویسوں کا قلم باطل ہو سکتا ہے۔ اور یقیناً ہوا ہے۔ مگر کتاب کا نوشتہ مٹ نہیں سکتا۔ پس ان برکات کا وارث یوسف عربی ہوا اور وہی توحید کا مبلغ ہونے کی وجہ سے اسرائیل کا پلوٹھا ٹھہرا کیونکہ روحانیت کی سرزمین میں نسب کوئی قدر کی چیز نہیں بلکہ عمل قدر کی چیز ہے۔

۷۔ حزقیل نبی نے جو حضرت یوسفؑ سے صدیوں بعد ہوئے مکاشفہ میں دیکھا "پھر خداوند کا کلام مجھے پہنچا اور اس نے کہا کہ اے آدم زاد تو ایک لکڑی لے اور اس پر یہ لکھ یہوداہ کے لئے اور بنی اسرائیل اس کے رفیقوں کے لئے پھر دوسری لکڑی لے اور اس پر یہ لکھ یوسف کے لئے جو افرائیم کا عصاء تھا۔ اور سارے اسرائیل اس کے رفیقوں کے لئے اور ان دونوں کو جوڑ تاکہ وہ ایک لکڑی تیرے لئے ہوویں اور وے تیرے ہاتھ میں ایک ہوں گی۔ اور جب تیری قوم کے لوگ تجھ سے پوچھیں۔ اور کہیں کہ ان کاموں سے تجھ کو کیا واسطہ ہے۔ کیا تو ہمیں نہیں بتا دے گا۔ تو تو نہیں کہ خداوند یہوواہ یوں کہتا ہے۔ کہ دیکھ میں یوسف کی لکڑی کو جو افرائیم کے ہاتھ میں ہے۔ اور اس

کے ریقوں کو جو اسرائیل کے گھرانے ہیں۔ لوں گا۔ اور ان کے ساتھ ہاں یہوداہ کی لکڑی کے ساتھ ملا دوں گا اور ان کو ایک عصا کر ڈالوں گا۔ اور وے میرے ہاتھ میں ایک ہوں گی۔"

(حزقیل باب ۳۷: ۱۵-۱۹)

قابل غور یہ امر ہے۔ کہ حزقیل نبی کے بعد وہ کون سانبی ہوا۔ جسے یہوداہ کا عصا اور یوسف کا عصا ملا کر یا حکومت اور نبوۃ دونوں قسم کی نعمتیں ملیں سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تاریخ کسی اور کا نام لینے سے خاموش ہے۔

۸۔ راخل اپنے لڑکوں پر روتی ہے۔ اور اپنے لڑکوں کی بابت تسلی نہیں چاہتی کیونکہ وے نہیں ہیں۔ خداوند یوں کہتا ہے۔ کہ اپنی زاری کی آواز کو روک اور اپنی آنکھوں کو آنسوؤں سے باندھ کر تیری محنت کے لئے اجر ہے۔ (ترمیاہ اس: ۱۵-۱۶)

راخل کو خدا نے یہاں تسلی دی اور کہا تیرے لئے اجر ہے۔ لیکن یہ اجر اسے حضرت عاموس کے زمانہ میں بھی نہ ملا کیونکہ عاموس نے کہا "داؤد کی طرح موسیقی کے سازوں کو اپنے لئے ایجاد کرتے ہیں اور پیالوں میں سے مے پیتے ہیں۔ اور اپنے بدن پر خاص عطر ملتے ہیں۔ لیکن یوسف کی شکستہ حالی کیلئے غم نہیں کھاتے" یوسف کی اس شکستہ حالی پر راخل کا رونا جناب مسیح کے وقت میں بھی ختم نہ ہوا (دیکھو متی باب ۲ آیت ۱۷ و ۱۸)

کیا راخل کو جو اجر عظیم کا وعدہ دیا گیا تھا۔ وہ پورا نہ ہوا؟
نہیں یہ اجر عظیم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود میں پورا ہوا اور یہود کے گم شدہ قبائل کشمیری اور افغانی حضرت ابراہیم اسحاق اور یعقوب کے دین پر واپس آئے اور راخل اپنے بچوں کو اس آبائی دین پر دیکھ کر مطمئن ہوگئی۔

۹۔ حضرت یعقوبؑ کی زبان مبارک پر یوسف موعود کا نام شیلوہ، شیلون یا شیلوم رکھا گیا۔ جس کے معنی از روئے لغت عبری صلح اور امن کا لانے والا "یا سلامتی والا ہیں۔ اس لفظ کے ان معنی کی بنا پر ہر شخص جانتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اول المسلمین قرآن کریم میں کہا گیا ہے۔ یعنی آپ سلامتی والے ہیں۔ آپ کے نام کا صلے اللہ علیہ وسلم ایک مخصوص جزو ہے۔ پس یعقوبؑ کا شیلوم اور شیلوہ یا تسلی دہندہ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ید بیضائیں لمعات رسول مدنی

تورات مقدس میں مثیل موسیٰ کی پیشگوئی

قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِن كَانَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَكَفَرْتُم بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (۴۶ : ۱۰)

"کہو کیا تم نے اس کے انجام پر غور کیا اگر یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہو اور تم اس کا انکار کرتے ہو۔ حالانکہ بنی اسرائیل میں سے ایک عظیم الشان شاہد نے اپنی مثل ایک نبی کے آنے کی گواہی دی ہے۔ وہ تو ایمان لایا مگر تم تکبر کرتے ہو۔ اور اللہ ظالم قوم کو کبھی کامیاب نہیں کرتا۔

قرآن کریم کی اس آیت میں نہایت صفائی کے ساتھ اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جناب موسےٰ علیہ السلام نے اپنے مثیل کے آنے کی پیشگوئی کی تھی۔ شارع بنی اسرائیل کی یہ پیشگوئی نہایت معرکۃ الآراء پیشگوئی ہے۔ مسلمان اور عیسائی علمائ نے اس پر مقدور بھر خامہ فرسائی کی ہے۔ اس سے پیشتر جتنی پیش گوئیاں ہم نے پیش کی ہیں غالباً مسلمانوں نے انہیں کبھی پیش نہیں کیا۔

موسےٰ علیہ السلام کی عظمت یہود میں جناب عزرائ کے ان الفاظ سے ثابت ہے۔ جو انہوں نے آپ کے وصال کے نو سو سال بعد لکھے۔

"اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی نبی نہیں اٹھا۔ جس سے خدا دو بدو آشنائی کرتا" استثنا ۳۴[15]

حضرت موسےٰ کے بعد بیسیوں انبیاء بنی اسرائیل میں ہوئے۔ تاہم غزرا ہی جو بنی اسرائیل میں خود ایک بلند پایہ نبی ہے۔ انہیں اقرار ہے کہ اس ایک ہزار سال کی طویل مدت میں موسےٰ جیسا کوئی نبی اسرائیل میں نہیں ہوا۔ یا مثیل موسیٰ کی پیش گوئی[16] ابھی پوری نہیں ہوئی۔

تورات موسوی کی پانچویں کتاب میں یہ بشارت نہایت بلیغ الفاظ میں موجود ہے۔ جس کے عبری الفاظ باوجود تحریف کے یہ ہیں۔

نابی مقر بخا ماحیخا کامو نی یاقیم لیخا یہوہ ایلوھیخا الا ٔتشماعون ویوسر یہوہ ایلای ھد طیبو اشر د بیرونابی اقیم لاھم مقرب احیھم کامو فاونتی دیبار اے بفیوء و دبر انیھم ات کل اشر اھونو (استثنا ۱۵:۱۸ و ۱۷ و ۱۸)

تشریح الفاظ یوں ہے

نابی: نبی۔

مقرب بخا۔ لفظ قریب اور قارب عبری زبان میں درمیان کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ بعض اوقات بائیبل میں عربی لفظ قلب کے مترادف بھی ہوتے ہیں۔ لیکن یہی لفظ جہاں کسی چیز کے اندرونی حصہ کے لیئے استعمال ہوتا ہے۔ وہاں پیٹ اور رحم کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ چنانچہ خروج ۲۹: ۱۳ و ۲۲۔ احبار ۱:۳ ۱۳ و ۹: ۱۴ میں قربانیوں کے ایسے ہی اندرونی حصوں کے لیئے استعمال ہوا ہے۔ پیدائش ۲۵: ۲۲ میں بالخصوص رحم کے لیئے استعمال ہوا ہے۔ اس لیئے اس لفظ کے معنی ہوں گے "تیرے درمیان سے یا تیرے رحمی رشتہ سے۔

یا حیخا۔ اح عبری، اخ عربی معنی بھائی اس لفظ کا ترجمہ دو طرح پر کیا جا سکتا ہے۔ ایک بصیغہ جمع اور دوسرے بصیغہ واحد۔ ماحیخا کے حرف یا کو اگر علامت اضافت سمجھیں۔ تو اس کا ترجمہ ہوگا۔ تیرے بھائی سے یعنی اے بنی اسرائیل وہ مجھ سا نبی تیرے بھائی بنی اسمٰعیل میں سے ہوگا۔ اور اگر حرف یا کو علامت جمع سمجھیں تو اس کا ترجمہ ہوگا "تیرے بھائیوں میں سے ہوگا"۔

کامو نی: میری مثل میری مانند اس سے دو مطلب مراد ہو سکتے ہیں۔ وہ "جسے میں پسند کرتا ہوں" یا یہ کہ وہ میرا مظہر ہوگا۔ اس جملہ کا مقصد یہ ہے کہ نبی موعود اگرچہ مثیل موسےٰ ہوگا۔ مگر اپنی کامیابی اور نصرت کے لحاظ سے موسےٰ سے بہت بڑھ کر ہوگا۔ اس کے ہر کام میں اللہ تعالےٰ کا دست قدرت ظاہر ہوگا۔

مطلب: خداوند تیرا معبود ایک نبی تیرے (درمیان یا) رحمی رشتہ سے تیرے بھائی (یا بھائیوں) میں سے ایسا شخص جیسا کہ میں خود ہوں تیرے لیئے مبعوث کروں گا اس کو مانیو اور کہا خدا نے مجھے انہوں نے (بنی اسرائیل نے) جو جی چاہا مجھے کہا ایک نبی میں مبعوث کروں گا۔ ان کے لیئے ان کے بھائیوں میں سے تیری مثل اور دوں گا۔ اپنی وحی اس کے منہ میں اور رکھیے گا۔ ان کو وہ سب کچھ جو میں اسے حکم دوں گا"۔

مندرجہ بالا ترجمہ سے تین باتیں ظاہر ہیں۔

۱- یہ ایک پیش گوئی ہے۔

آیت کے عبری الفاظ یا قیم (مبعوث کرے گا) تشماعون (اسے مانیو قبول کیجیو) اقیم (میں مبعوث کروں گا۔) ، متنی (دوں گا میں) ، دبر (کہے گا) اصولو (میں اسے حکم دوں گا) سے ثابت ہے۔ کہ یہ ایک پیش گوئی ہے۔

۲- پیش گوئی نبی کے متعلق ہے۔

الفاظ "نابی" (نبی) "نتنی دیبادلے بفیو" (اس کے منہ میں اپنا کلام دوں گا) وغیرہ وغیرہ سے ظاہر ہے۔ کہ یہ بشارت ایک نبی کے متعلق ہے۔

۳- وہ نبی بنی اسماعیل میں سے ہو گا۔

آیت میں بنی اسرائیل بحیثیت قوم مخاطب ہیں۔ اور ان کو کہا گیا۔ مقو بیخا (تیرے درمیان یا تیرے رشتہ داروں سے) "ماحیخا" (تیرے بھائیوں میں سے) "احیہم" (ان کے بھائیوں سے) ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ نبی موعود بنی اسرائیل کے بھائیوں بنی اسماعیل سے ہو گا۔

عذر نامعقول کے طور پر مسیحی حضرات نے اس بشارت کے متعلق دو باتیں پیش کی ہیں۔

اوّل مسیح کی مماثلت موسٰے سے۔ دونوں کی پیدائش کے وقت بچوں کا قتل۔ دونوں کا چالیس روزے رکھنا معجزات دکھانا اور شریعت روحانی دینے میں ہے۔ لہٰذا مسیح اسرائیلی ہے اور مصداق مثیل موسٰے ہے۔

دوم۔ موعود نبی کا بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسرائیل سے ہی ہونا ضروری ہے۔ الفاظ "تجھ سے" یا "تیرے درمیان سے" کا مطلب یہی ہے۔ کہ وہ بنی اسرائیلی ہو گا۔ (پادری عماد الدین لاہز)

اس کے جواب میں ہماری گذارشات حسب ذیل ہیں۔

مسیح مثیل موسٰے کیوں نہیں؟

مسیح نے کہیں یہ دعوےٰ نہیں کیا کہ وہ اس پیش گوئی کے مصداق ہیں۔ اور نہ حواریوں نے مسیح کو مثیل موسٰی قرار دیا بلکہ انجیل سے اس کے خلاف شہادت ملتی ہے۔ اور جب ہم زیادہ غور سے اس پیشگوئی کو دیکھتے ہیں۔ تو عیسائی صاحبان کے مسیح کی نبوت بھی خطرے میں نظر آتی ہے۔ کیونکہ اس پیشگوئی میں آخر پر یہ الفاظ بھی ہیں۔ "اگر وہ نبی خدا کے حکم کے سوا کچھ اور کہے گا۔ تو وہ قتل کیا جائے گا۔"

اور حسب عقیدہ پادری صاحبان مسیح قتل ہوا۔ پھر اسی کتاب استثناء ۱۳:۱ میں اس کو زیادہ وضاحت سے لکھا ہے۔

اگر کوئی نبی یا خواب بین نشان یا معجزہ دکھائے اور بات واقعہ کے مطابق ہو۔ پھر معجزہ دکھانے والا نبی اگر ایسے معبودوں کی طرف بلائے جنہیں تم نے نہیں جانا تو اس کے کہنے پر کان مت دھرو کیونکہ وہ آزمائش ہے۔ اور ایسا نبی قتل کیا جائے گا۔

ان ہر دو آیات کا ماحصل تین باتیں ہیں۔

الف۔ کاذب اور جھوٹے نبی معجزات دکھا سکتے ہیں۔

ب۔ بنی اسرائیل جن معبودوں کو نہیں جانتے اگر ان کی طرف کوئی بلائے تو وہ جھوٹا نبی ہے۔

ج۔ جھوٹا نبی قتل کیا جائے گا۔

۱۔ خدا۔ باپ۔ بیٹا روح القدس بنی اسرائیل کا جانا ہوا۔ خدا نہیں اور یہ غیر معبود ہیں۔ جن کی طرف حسب عقیدہ پادریاں مسیح نے لوگوں کو بلایا۔ خدا کا مجسم ہونا یہ بھی بنی اسرائیل کا جانا ہوا۔ خدا نہیں۔ خدا ہو کر مارا پیٹا گیا اس قسم کا خدا بھی اسرائیل کو معلوم نہ تھا۔

نتیجہ

مسیح از روئے مسلمات یہود و نصاریٰ قتل ہوا۔ پس ان کا معجزات دکھانا اور نشان بتانا کسی کام نہ آیا۔ کیونکہ تورات کی آیت کہتی ہے۔ کہ یہ تو جھوٹے نبی بھی دکھا سکتے ہیں۔ اور ایسے نبی قتل ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں جناب مسیح کی مماثلت بہ موسیٰ تو کجا ان کی نبوت بھی حسب مسلمات مسیحی خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔

اسماعیلی اسرائیلیوں کے بھائی ہیں،

عبرانی کا لفظ ماحینا، اح عبرانی اخ عربی سے ہے۔ اور عبری میں اح (بھائی) چھ لحاظ سے استعمال ہوتا ہے۔

۱۔ حقیقی بھائی کے لیئے ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ہو یا صرف ایک جانب سے۔

۲۔ قریبی رشتہ دار کے لیئے بائیبل کی عبری لغت میں لکھا ہے

Is a personification of a group of tribes who were regarded as a near kinsmen of the Israelites.

دیکھو کتاب پیدائش ۱۳: ۸۔

۳۔ مماثلت کے لحاظ سے — Brother of resemblance

۴۔ طبعی اور وطنی بھائی — By community nature or habitation

دیکھو پیدائش ۱۹: ۷

۵۔ نسل اور پیشہ کے اعتبار سے نامہ قلیسوں ۱: ۲ — By regeneration and a profession of the same faith and religion (Col. 1:2)

۶۔ ایک بھائی منہ بولے بھی ہوتے ہیں دیکھو دیوحنا ۲۰ : ۱۷)

پس یہ کہنا کہ عبرانی اح صرف حقیقی بھائیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ غلط محض ہے۔ اور اس سے مراد صرف بنی اسرائیل لینا بھی لغت کے مندرجہ بالا حوالجات کے خلاف ہے۔

جناب ابراہیم اور اسحاق دونوں غیر قوموں میں شادی کرنے کے خلاف تھے۔ مگر حضرت یعقوب کے بھائی عیسو نے حضرت اسماعیل کی بیٹی سے شادی کی پیدائش ۲۸ : ۹ اور ۳۶ : ۳ جس سے یہ ظاہر ہے کہ وہ ان کو اپنے بھائی سمجھتے تھے۔ اور جناب داؤد کی بھتیجی سے ایک اسمٰعیلی نے شادی کی تواریخ اول ۲ : ۱۷ کتاب مقدس میں بعض اوقات اسماعیلیوں کو اسرائیلیوں کے دشمن بھی لکھا ہے۔ مگر اس کے متعلق سائیکلو پیڈیا بیلیکا میں لکھا ہے کہ اس قسم کے فقرات مصنف کے ذاتی عناد کا نتیجہ ہے۔

پس بائیبل کے ان حوالجات کی بناء پر یہ کوئی ضروری امر نہیں کہ اسرائیل کے بھائیوں سے مراد صرف اسرائیلی ہوں بلکہ اسرائیلیوں کا اسماعیلیوں میں شادی بیاہ کرنا ثابت کرتا ہے۔ کہ وہ ان کے قریبی بھائی تھے۔

مسیحی حضرات کے دعویٰ کی تردید

مسیحی حضرات کا یہ دعویٰ کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسرائیل ہی ہیں۔ اور کہیں یہ محاورہ دوسری قوموں کے لئے استعمال نہیں ہوا غلط ہے۔ اول تو اس میں بلحاظ کلام کے یہ نقص ہوگا۔ کہ یہاں اضافت الی نفسہ ماننی پڑے گی۔ حالانکہ مضاف ہمیشہ مضاف الیہ کا غیر ہوتا ہے سو بنی اسرائیل اور اس کے بھائی دو الگ الگ قومیں ہوں گی۔ اور بائبل میں خود دونوں قوموں میں ہی رشتہ اخوت بتایا گیا ہے۔ چنانچہ استثناء ۲۳ : ۸ اور ۲ : ۲۸ اور عبدیاہ ۱: ۱۲ میں بنی عیساؤ پر بھائیوں کا لفظ بولا گیا ہے۔

مگر ہم بطور اتمام حجت خود بائیبل سے ہی دکھاتے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل کے بھائی کون ہیں؟ جناب ہاجرہ کو خدا کا فرشتہ خطاب کر کے کہتا ہے۔

"میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا۔ کہ وہ کثرت سے گنی نہ جائے اور خداوند کے فرشتے نے اسے کہا کہ تو حاملہ ہے۔ اور ایک بیٹا جنے گی۔ اس کا نام اسماعیل رکھنا۔ کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا۔ اور وہ بادیہ نشین (عرب) ہو گا۔ اس کا ہاتھ سب کے اور سب کے ہاتھ اس کے برخلاف ہوں گے۔ اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بود و باش کرے گا۔" پیدائش ۱۶: ۱۲

اسی طرح ایک اور جگہ لکھا ہے۔

"یہ اسماعیل کے بیٹے ہیں۔ اور ان کے نام ان کی نسبتیوں اور قلعوں میں یہ ہیں۔ اور یہ اپنی امتوں کے بارہ رئیس تھے۔ اور اسماعیل کی حیات کے برس ۱۳۷ تھے۔ اور وہ جان بحق تسلیم ہوا اور مر گیا اور اپنے لوگوں میں جا ملا اور حویلہ سے شور تک مصر کے سامنے اس راہ میں ہے۔ جس سے اسور کو جاتے ہیں۔ بستے تھے۔ ان کا قطعہ زمین سب بھائیوں کے سامنے پڑا تھا۔ پیدائش ۲۵ - ۱۸۔

پس حسب منطوق حوالجات مذکورہ بالا بنی اسماعیل بنی اسرائیل کے بھائی ہیں۔

اس بشارت کا مصداق سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کوئی نبی نہیں

کتاب مقدس کی گم شدگی کے بعد جناب عزرا نے لوگوں کی روایات کو لے کر دوبارہ اسے تالیف کیا اور بطور خود اس میں یہ شہادت بھی دی کہ۔

"اب تک بنی اسرائیل میں موسے کی مانند کوئی نبی نہیں اٹھا۔" استثنا ۳۴: ۱۰

گویا حضرت موسے سے ایک ہزار سال بعد تک مثیل موسے مبعوث نہیں ہوا۔ اس کے بعد جناب مسیح کے زمانہ میں یوحنا (یحییٰ علیہ السلام) سے سوال ہوا۔ تو اُس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ تب انہوں نے اس سے پوچھا تو اور کون ہے۔؟ کیا تو الیاس ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں" (یوحنا ۱: ۲۱)

اس سوال و جواب سے ظاہر ہے۔ کہ جناب موسے سے .. ۱۴ سال بعد یہود کو تین شخصوں کا انتظار تھا۔ ایک مسیح دوسرے الیاس اور تیسرے وہ نبی گویا جناب مسیح کے وقت دو موعود ایک

مسیح خود اور دوسرے الیاس (یوحنا) آچکے کیونکہ مسیح نے یوحنا کو الیاس قرار دیا۔ لیکن وہ نبی ابھی تک نہیں آیا تھا۔

مسیح کے بعد آنحضرت یا وہ نبی کا انتظار

جناب مسیح کی وفات کے بعد وہ نبی کا انتظار حواریان مسیح میں بھی موجود رہا پطرس جناب مسیح کے ۳۳ سال بعد عیسائیوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

"پس توبہ کرو اور متوجہ ہو کہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں۔ تاکہ خداوند کے حضور سے تازگی بخش ایام آویں۔ اور یسوع مسیح کو پھر بھیجے۔ جس کی منادی تم لوگوں کے درمیان آگے سے ہوئی۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے لئے رہے اس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب نبیوں کی زبانی شروع سے کیا اپنی حالت پر آویں کیونکہ موسےٰ نے باپ دادوں سے کہا خداوند جو تمہارا خدا ہے۔ تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی میری مانند اٹھاوے گا۔ جو کچھ وہ تمہیں کہے اس کی سب سنو اور ایسا ہوگا کہ ہر نفس جو اس نبی کی نہ سنے وہ قوم میں سے نیست کیا جائے گا۔ بلکہ سب نبیوں نے سموئیل سے لے کے پچھلوں تک جتنوں نے کلام کیا ان دنوں کی خبر دی ہے۔ (اعمال ۳: ۱۹ تا ۲۴)

پطرس کے اس وعظ کی رو سے جناب مسیح کے دوبارہ آنے سے پہلے اس موعود نبی کا آنا ضروری ہے۔ مسیح کو آسمان اس وقت تک لئے رہے گا۔ کہ وہ نبی آجائے۔ اور ہر نفس جو اس نبی کی نہ سنے گا۔ وہ حضرت ابراہیم کی اولاد اور نجات یافتہ قوم سے کٹ جائے گا۔

اب ہر ایک انصاف پسند یہودی اور مسیحی سے ہماری التماس ہے کہ وہ اس پر غور کریں جب مثیل موسےٰ عزرا کی شہادت سے عزرا نبی تک مبعوث نہیں ہوا۔ اور انجیل کی شہادت سے مسیح تک بھی نہیں آیا۔ اور پطرس کی شہادت سے مسیح سے ۳۳ سال بعد تک اس کی بعثت نہیں ہوئی۔ تو پھر وہ مثیل موسےٰ کب آیا؟ اور کون ہے۔

That Prophet سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اب تک کوئی نبی وہ نبی (آنحضرت) نہیں کہلایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موسیٰ علیہ السلام سے مماثلت

اب صرف ایک ہی سوال کا جواب باقی رہ گیا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور موسے علیہ السلام میں وجوہات مماثلت کیا ہیں۔ یہ کہنا کہ مسیح نے بھی چالیس روزے رکھے۔ اور موسےٰ نے بھی اور مسیح نے بھی معجزات دکھائے۔ اور موسےٰ نے بھی اس قسم کی ادنےٰ مماثلت جو خود محتاج ثبوت ہے۔ مماثلت نہیں کہلا سکتی اس علم وسائنس کے زمانہ میں معجزات مسیح کا عیسائی نام ہی نہ لیں۔ تو بہتر ہے۔ اور اگر مقابلہ ہی کرنا ہے۔ تو یسعیاہ نبی کے معجزات مسیح کے معجزات سے بدرجہا بڑھ کر ہیں۔ مگر تم سن چکے ہو کہ کتاب استثناء ۱۳: ۱ کی بنا پر جھوٹے نبی بھی معجزات دکھا سکتے ہیں۔ اس لئے مماثلت فی الحقیقت انہی باتوں میں دکھانا سب سے پہلے ضروری ہے جن کا ذکر خود پیشگوئی کے اندر موجود ہے۔ اس کے علاوہ سینکڑوں باتیں مماثلت کی دونوں انبیاء میں ہوا کریں وہ تائیدات ضرور کہلا سکتی ہیں۔ مگر بشارت دینے والے نے جو نشانات اپنے مثیل کے بتائے ہیں۔ ان کا ثبوت دینا سب سے مقدم ہے۔ پیشگوئی کے اندر ترتیب وار نو ایسی صفات کا ذکر ہے۔ جو مثیل موسیٰ میں پائی جانی اشد ضروری ہیں۔

"امر اول۔ دونوں کا ایک ہی باپ ہونے کی وجہ سے بھائی بھائی ہونا" بنی اسماعیل بنی اسرائیل کے بھائی اور قریبی رشتہ دار ہیں۔ یہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ قرآن شریف نے خود یہ دعویٰ پیش کیا ہے فرمایا۔

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَٰذَا

"اللہ کی راہ میں کوشش کرو جو کوشش کا حق ہے۔ اس نے تمہیں چن لیا ہے۔ اور دین کے معاملے میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ تمہارے باپ ابراہیم کا مذہب ہے اس نے تمہارا نام پہلے سے اور اس قرآن میں بھی مسلم رکھا" ۲۲ : ۷۸۔

اس آیت میں ایک امر تو یہ بتایا کہ ابراہیم تمہارا (باپ ہے) ایک ہی باپ ہونے کے لحاظ سے بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل بھائی بھائی ہیں۔ مگر یہ مماثلت ایک ادنےٰ مماثلت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ابراہیم کے مذہب پر ہونے کے لحاظ سے جو توحید کا مذہب تھا۔ توحید پرست بنی اسرائیل اور موحد اسمٰعیل بھائی بھائی ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ مسلم تھے۔ یعقوبؑ مسلم تھے۔ یوسفؑ اور موسےٰؑ نے مسلم ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ان سب کو مبلغین

توحید ہونے کی بناء پر خدا نے چن لیا۔ اس لئے وہ صرف نسل اور ذات کے اعتبار سے ہی بھائی بھائی نہیں رہے۔ بلکہ خدائی انتخاب کی بناء پر بھی بھائی بھائی ہو گئے۔ ایک دوسری جگہ اس حقیقت کو اور بھی واضح کیا فرمایا اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا[1] بیشک ابراہیم سے قریب تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس کی پیروی کی (خواہ اسمٰعیلی تھے۔ یا اسرائیلی) اور یہ نبی اور وہ جو ایمان لائے (بہ لحاظ مسلم اور موحد ہونے کے اس کے بہت زیادہ قریبی ہیں) مسیح نے اگر تثلیث باپ بیٹا روح القدس (تین خداؤں) کی تعلیم دی تو وہ موحد نہ رہا اس لئے موسیٰ علیہ السّلام سے اس کی مماثلت نہ رہی اور نہ وہ حقیقی معنوں میں بھائی کہلانے کا مستحق رہا کیونکہ مماثلت درحقیقت روح اور عقیدہ کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ نہ صرف جسم کے اعتبار سے۔

مماثلت امر دوم موسےٰ ثانی،

موسےٰ علیہ السّلام فرماتے ہیں۔ مجھ سا نبی ہوگا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نبی تھے۔ پس مثیل موسےٰ کا نبی ہونا ضروری ہے۔ خدا کا بیٹا مثیل موسےٰ نہیں ہو سکتا۔ حضرت موسےٰ علیہ السّلام کے اندر توحید الٰہی کے لئے غیرت موجود تھی۔ اس سے بڑھ کر آپ کے مثیل محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں توحید کے لئے غیرت تھی چنانچہ فرمایا۔

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا (۱۹: ۹۰ و ۹۱)

قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں۔ اور زمین شق ہو جائے۔ اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں کہ وہ رحمٰن کے لئے بیٹے کا ادعیٰ کرتے ہیں۔ حضرت موسےٰ نے فرعون کے دربار میں نہایت جرأت سے توحید کا وعظ کہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فراعنہ عرب کے سامنے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر توحید کا وعظ کیا۔ اسی لئے قرآن شریف نے فرمایا۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (۷۳: ۱۵)

"ہم نے تمہاری طرف رسول کو بھیجا جیسے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا" اس میں سرکشان عرب کو فرعون سے اور رسول عربی کو موسےٰ سے مشابہت دی ہے۔ وجہ تشبیہ جبارہ ارض کے

---

[1] آل عمران) ۳: ۶۸

سامنے بے دھڑک توحید کا وعظ کہنا ہے۔ جو مسیح کو کبھی میسر نہیں آیا۔

امر سوم خدا کا کلام اس کے منہ میں ہوگا

جناب موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا تفصیلی مکالمہ ہوا جو ایک بہت بڑی شریعت کی کتاب کہلایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی فرمایا گیا۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (۵۳: ۳ و ۴) "یہ نبی اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتا بلکہ اس کے منہ میں اللہ تعالےٰ کے ڈالے ہوئے الفاظ ہیں" مسیح اگر خدا تھا۔ تو اس کے منہ میں اپنے الفاظ ہوں گے۔ نہ کہ خدا کے ورنہ بغیر صفت تکلم کے وہ خدا کیسا؟

امر چہارم جو کچھ خدا اسے فرمائے گا وہ سب کہہ دے گا۔

جس طرح موسےٰ نے خود اپنی وحی کو الواح پر لکھ کر بنی اسرائیل کے سپرد کر دیا اور اپنی زندگی کے آخری دنوں میں بنی اسرائیل کو کہا "اپنے فرقوں کے سارے بزرگوں اور منصبداروں کو میرے پاس جمع کرو تاکہ میں یہ باتیں ان کے کانوں تک پہنچاؤں اور آسمان اور زمین کو گواہ لاکے ان پر گواہ کروں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد تم اپنے تئیں خراب کرو گے۔ اور اس راہ سے جس کی بابت میں نے تمہیں حکم دیا ہے۔ پھر جاؤ گے" (استثناء ۳۱: ۲۸ و ۲۹) اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا:

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (۵: ۶۷)

"اے رسول تیرے رب کی طرف سے جو کچھ تیری طرف اتارا جاتا ہے۔ وہ سب لوگوں کو پہنچا دے" اس ارشاد کی تعمیل میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کل کا کل قرآن شریف لکھوایا بھی اور لوگوں کو پہنچایا بھی بلکہ اپنی زندگی میں سینکڑوں حافظوں کو حفظ کرا دیا۔ اور لوگوں سے اس تبلیغ رسالت کا اقرار بھی لے لیا چنانچہ حجۃ الوداع کے دن کل لوگوں کو مخاطب کر کے پوچھا ھل بلغت کیا میں نے تمہیں قرآن پہنچا دیا؟ **فقال الناس اللھم نعم** لوگوں نے کہا بیشک آپ نے پہنچا دیا۔ چونکہ یہ پیغام موسےٰ کے پیغام کی نسبت کامل اور دائمی تھا۔ اس لئے حضور نے اس کے پہنچانے میں بھی کمال کر دیا۔ مسیح کا کلام نہ خود مسیح نے محفوظ کیا نہ اس کے حواریوں نے نہ اس کی زندگی میں لکھا اور لکھوایا گیا۔

بلکہ آپ کی وفات کے ایک عرصہ بعد لوگوں کی روایات مختلفہ سے ترتیب دیا گیا۔

امر پنجم مخالفوں کا سزایاب ہونا۔

"جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لیکے کہے گا نہ سنے گا۔ تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔ استثناء ۱۸: ۱۹

فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا (۷۳: ۱۶) تو فرعون نے رسول کی نافرمانی کی سو ہم نے اسے ہلاکت آفرین گرفت سے پکڑا۔ چنانچہ فرعون اور اس کے لشکر پانی میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔ ادھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ آتشی شریعت لائے تھے۔ اس لئے آپ کے دشمن آتش جنگ کی نذر ہوئے۔ "ان شانئك هو الابتر" آپ کے دشمنوں کی جڑ کاٹ دی گئی۔ (۱۰۸: ۳) مسیح بیچارے تو خود ہی دشمنوں سے مغلوب ہو گئے۔ (اناجیل کے آخری ابواب)

امر ششم اگر وہ نبی بدون حکم خدا کچھ کہے گا تو وہ مارا جائے گا (۱۸: ۲۰)

اس کی تائید میں قرآن شریف نے فرمایا۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ (۶۹: ۴۴-۴۷) اور اگر وہ ہم پر بعض باتیں افتراء کے طور پر بنالیتا تو ہم ضرور اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے پھر اس کی رگ جان کاٹ دیتے تو تم میں سے کوئی ہمیں اس سے روکنے والا نہ ہوتا"۔ پیشگوئی کے اس حصہ کی بناء پر انجیلی مسیح کے متعلق (جو مارا گیا) کیا فتویٰ لگایا جائے یہ قابل غور بات ہے۔

امر ہفتم وہ نبی توحید کا واعظ ہوگا

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسےٰ دونوں توحید کے لئے غیور تھے۔ بت پرستی اور غیر معبودوں کی پوجا سے بیزار تھے۔ جناب موسیٰ کو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ "میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہووے۔ مت بنا تو اپنے لئے تراشی ہوئی مورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے زمین پر یا پانی میں ہے۔ تو انہیں سجدہ نہ کر نہ ان کی بندگی کر کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں (استثنا ۲۰: ۱۸)

اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى اِثْمًا عَظِيْمًا۔ (النسآء) ۴: ۴۸

اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اور اللہ اس امر کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ اور اس کے علاوہ جسے چاہے بخش دیتا ہے۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس نے بہت ہی بڑا گناہ افترا کیا۔ اس کے خلاف انجیلی مسیح توحید کا واعظ نہ تھا۔

امر ہشتم اس کی پیشگویاں پوری ہونگی

"جب نبی خدا کے نام سے کچھ کہے اور وہ جو اس نے کہا ہے۔ واقع نہ ہو یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی" (استثنار) ۱۸: ۲۲

قرآن شریف میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (۶: ۵)

"حق جب ان کے پاس آیا تو انہوں نے اسے جھٹلایا اب اس امر کی خبر ان کے پاس آئے گی جس کے ساتھ وہ ہنسی کرتے ہیں" اسی دنیا میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہ پیشگوئی کس صفائی سے پوری ہوئی۔ قرآن شریف کی کوئی پیش گوئی ایسی نہیں جو پوری نہ ہوئی ہو یہ مضمون بذات خود بہت طویل ہے۔

امر نہم سچے نبی کے دشمنوں کو اس سے ڈرنا چاہیئے

قرآن شریف میں ہے۔ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ۔ (۵۹: ۲)

"اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے خراب کرتے تھے۔ اور مومنوں کے ہاتھوں سے بھی سوائے بصیرت والو عبرت حاصل کرو"

مخالفین رسول کریم جس طرح ہلاک ہوئے اس سے ثابت ہے کہ آپ رسول برحق تھے اور

لہ (النسآء) ۴: ۳۶

تورات کی آیت بالا میں حکم تھا کہ وہ سچے نبی سے ڈریں۔ مگر یہود نے کفار مکہ کی طرح مخالفت کی جس کا نتیجہ بنی نضیر (قوم یہود) کی تباہی ہوئی اسی سے قرآن شریف نے عبرت دلائی ہے۔

مثیل موسیٰ موسیٰ سے بڑھ کر

جناب موسیٰ کی پیشگوئی میں الفاظ ہیں "کامونحا" "تیری مانند" یعنی جو حالات مُہیہ موسےؑ کو پیش آئے وہی مثیل موسےؑ کو بھی پیش آئیں گے مگر اس کے ساتھ ہی "کاموتی" "میری مانند" بھی ہیں یعنی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وہ میری مانند ہوگا۔ وہ موعود کامل مظہر خدا ہوگا۔ جو امور ہم دونوں کو پیش آئیں گے۔ ان میں کامیابی کے لحاظ سے اللہ تعالےٰ کی وہ قدرت نظر آئے گی۔ کہ گویا خدا خود آگیا۔ بعض ایسے امور درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت موسےؑ اور آنحضرت صلعم دونوں کو دشمنوں کے خوف سے ہجرت کرنی پڑی اس دوران ہجرت میں دونوں کے رفیق ان کے سسر تھے۔ حضرت موسیٰ کو ان کے سسر نے تسلی دی۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خطرناک دشمنوں کی سر پر موجودگی کے باوجود اپنے رفیقِ غار سسر کو تسلی دی کہ اللہ کی معیت ان دونوں کے ساتھ ہے۔

۲۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی ہجرت یثرب میں ہوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت بھی یثرب (مدینہ) میں ہوئی جس شخص کا نام بائیبل نے یثرو بتایا ہے۔ وہی بانی شہر یثرب تھا۔ موسےؑ کے سسر کے نام پر اس کا نام یثرب ہوا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی وجہ سے اس کا نام مدینۃ النبی ہوا۔ موسےؑ کی ہجرت ان کی تعلیم و تربیت کے لیے مفید ہوئی۔ یعنی ان کے سسر نے ان کی اکثر معاملات میں رہنمائی کی مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت ان کی بے نظیر فتحمندیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

۳۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کو کتاب مفصل دی گئی۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اکمل شریعت دیئے جانے کے علاوہ اس کو بقاء دوام بھی بخشا گیا۔

۴۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو استبداد فرعون سے نجات دلائی مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فراعنہ عرب کو دست بدست جنگ میں شکست دی انکی اولاد کو مسلمان بنایا۔

۵۔ "خداوند نے زمین مصر میں موسےٰ اور ہارون کو کہا کہ یہ مہینا تمہارے لئے مہینوں کا شروع ہوگا۔ اور یہ تمہارے سال کا پہلا سال ہوگا۔" خروج ۱۲: ۱۔ جس طرح آنحضرت صلعم اور امت مسلمہ کی ہجرت کا مہینہ مہینوں کا شروع اور سال پہلا سال ہوا اسی طرح موسیٰ اور امت موسوی کا بھی ہوا مگر حضرت موسےٰؑ اور مسیحؑ دونوں کا سنہ مشتبہ ہے۔ مسیحی سنہ میں ۶ سال کی غلطی ہے۔ اور اسی طرح یہودی سنہ بھی درست نہیں تورات موسوی کے مسورہ اور یونانی نسخہ میں سنوں کا اختلاف ہے۔ لیکن سنہ ہجری بالکل درست ہے۔

۶۔ حضرت موسےٰ نے کافروں کے ساتھ جہاد کا حکم دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی جہاد کا حکم دیا گیا۔ جناب موسےٰؑ کا جہاد سختی اور خونریزی کا تھا۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جہاد صرف آزادی مذہب کے حصول تک تھا۔

۷۔ حضرت موسےٰؑ کا مقصد جنگ کنعان کی سرزمین حاصل کرنے کے لئے تھا۔ جو آپ کے خلیفہ کے ہاتھوں آپ کی وفات کے بعد انجام کو پہنچا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصد جنگ حصول حکومت نہ تھا۔ تاہم آپ کو اپنے وطن میں حکومت حاصل ہوئی۔ ملک کنعان بھی آپ کے خلیفہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔

۸۔ حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کے مقدمات کے فیصلے کرتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے نصفت شعار جج تھے۔ علاوہ ازیں قوم یہود نے بھی اپنا حکم آپ کو تسلیم کیا۔

۹۔ حضرت موسےٰؑ دس سال تک یثرب میں متعلّم رہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اتنا ہی عرصہ یثرب میں معلّم رہے۔

۱۰۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام ایک ہی وقت میں قوم کے سپہ سالار رہبر اور مقنن تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک ہی وقت میں فاتح جرنیل۔ ہادی کامل اور مقنن قانون غیر منسوخ تھے۔

۱۱۔ حضرت موسیٰؑ کو فرعونیوں کے قریب پہنچ جانے پر پانی کی زبردست لہر نے بچایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب دشمن پہنچ جانے پر تار عنکبوت نے فولادی قلعہ کا کام دیا۔

۱۲۔ حضرت موسیٰؑ کے ساتھیوں نے دشمن کو قریب دیکھ کر کھلے میدان میں "انا لمدرکون"، کہا تو موسےٰؑ نے کہا "کلا ان معی ربی سیھدین"، ایسا نہ ہوگا۔ میرے ساتھ میرا رب ہے۔ وہ مجھے کامیاب

کرے گا (۲۶ : ۶۱ - ۶۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں محصور اس سے زیادہ نازک موقعہ پر فرمایا "لا تحزن ان اللہ معنا" اے میرے رفیق غمگین مت ہو۔ اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔ (۹ : ۴۰) موسےٰؑ کے الفاظ میں امید ہے مگر حضور کے الفاظ میں کامل یقین موجود ہے۔

۱۳ - خروج کے وقت حضرت موسےٰؑ پر از روئے بائیبل یہ الزام ثابت ہے۔ کہ ان کے حکم سے بلکہ خود خدا کے حکم سے بنی اسرائیل نے مصریوں سے جھوٹ بول کر سونے چاندی کے زیور اور برتن جشن منانے کو عاریتاً لیئے اور ان کو غصب کر کے بھاگ گئے (انہی زیورات سے آگے پہنچ کر سامری نے معبود (بچھڑا) بنایا) دیکھو خروج ۱۲ : ۳۵ و ۳۶ یہ ایک الزام ہے۔ جو موسےٰؑ پر بعد کے یہود نے دشمنوں کے ساتھ اس قسم کا سلوک کرنے کے لیئے لگایا ورنہ یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ مصری ان کے دشمن بھی ہوں ان کے اخراج کے درپے بھی ہوں۔ اور پھر اپنے سونے چاندی کے زیورات کو عاریتاً دیدیں اور موسےٰؑ جیسا عظیم الشان نبی یہ خفیف حرکت کرے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بعینہ ایسے موقعہ پر اپنے عمل سے یہ بتایا کہ لوگوں کا مال چرانا تو کجا نبی لوگوں کی امانتیں بھی غصب کر کے نہیں بھاگتا۔ بلکہ اپنی جان کے خطرہ کے باوجود جب تک امانتوں کی واپسی کا انتظام نہیں کر لیتے مکہ معظمہ نہیں چھوڑتے۔

حضرت موسےٰ علیہ السلام کا یثرب (مدینہ) میں آنا

گزشتہ اوراق میں کسی جگہ ہم یہ اشارہ کر چکے ہیں۔ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام مدینہ شریف یا یثرب میں ایک عرصہ تک رہے ہیں۔ اور یہ ان کی ہجرت بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کامل مماثلت رکھتی ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن شریف اور بائیبل دونوں میں جناب موسےٰ علیہ السلام کی ہجرت مدین میں بتائی گئی ہے۔ اگرچہ اس نام کے متعلق بائیبل کے نسخوں مین اختلاف ہے۔ لفظ مدیان جو مروجہ بائیبل نے اختیار کیا ہے۔ سامری نسخہ تورات اور نسخہ سبعینیہ میں اس کا تلفظ مدین ہے۔ اور اعمال ۷ : ۲۹ میں بھی مدین ہے۔

مدین کہاں واقعہ تھا۔ اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ اور خود بائیبل میں اس کا وقوع کہیں کچھ اور کہیں کچھ ہے۔ بعض حوالجات تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ جزیرہ نما سینا کے عین جنوب میں

ساحل سمندر پر واقع تھا۔ خروج ۳ : ۱ اور بعض حوالجات یہ بتاتے ہیں۔ کہ وہ اندرون ملک میں عقبہ سے جو راستہ مکہ معظمہ کو جاتا ہے۔ اس پر واقع تھا۔ چنانچہ سلاطین اول ۱۱ : ۸ میں اسے ادوم اور فاران کے درمیان مصر کے راستہ میں ایک ضلع بتایا ہے۔ یعنی جزیرہ نما سینا کے شمال مشرقی جانب سائیکلو پیڈیا بلیکا میں، مدیانی قوم کے متعلق لکھا ہے

As to their geographical position which is of the comprehension of historical narratives of much importance we also meet with some diversity of tradition.

اسی سائیکلو پیڈیا میں ٹولیمی Ptolemy کی یہ رائے لکھی ہے۔ کہ اس کے نزدیک مدین دو تھے۔ ایک ساحل سمندر جزیرہ نما سینا کے جنوب میں اور ایک حقل اور مقنا کے قریب۔

لیکن بائیبل کے کسی حوالہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مدین کوئی خاص شہر تھا۔ بلکہ ایک علاقہ کا نام معلوم ہوتا ہے۔ جہاں مدیانی قوم آباد تھی موجودہ نقشہ میں مدین جو ایک شہر دکھایا جاتا ہے۔ یہ بعد کا آباد شدہ ہے پہلا مدین حضرت شعیبؑ کے زمانہ میں زلزلہ سے تباہ کر دیا گیا۔ اور اس کی تمام آبادی ہلاک ہو چکی تھی۔ حضرت شعیبؑ نے یہاں سے ہجرت کر کے ایک اور شہر یثرب کے نام سے آباد کیا۔ جو آج مدینہ کے نام سے معروف ہے۔

بائیبل میں مدیانی قوم جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری بیوی قتورہ کے فرزند مدیان کی اولاد بتائی گئی ہے۔ پیدائش ۲۵ : ۴ تواریخ اول ۱ : ۳۲ خروج ۲ : ۱ میں یثرو کاہن کو مدیانی اور قاضیوں ۱ : ۱۶ میں اسی کو کنعانی لکھا ہے۔ مگر انہی مدیانیوں کو کئی جگہ اسماعیلی لکھا ہے۔ پیدائش ۳۷ : ۲۵ و ۲۸۔ اور قاضیون ۸ : ۲۴ پھر ان کی خانہ بدوش معاشرت کی بنا پر لکھا ہے۔ کہ وہ عرب تھے۔

Knowing what we know however of the way of life of Arabian tribes,

ان کے بعد ان کی بود و باش کے متعلق لکھا ہے۔ کہ مدیان کا بیٹا حیفا شمالی حجاز میں آباد ہوا۔

Medinites dwelt in the northern part of Hijaz.

سائیکلو پیڈیا بیلکا۔

مدیان کے دوسرے بیٹے کے متعلق لکھا ہے:۔

Another son of Midian in Genesis is named Epher who is identified by Knoble with the tribe of Ghifar which in the time of Muhammad had encampments near Medina.

سائیکلو پیڈیا ببلیکا زیر عنوان مدیان۔

اس کے علاوہ یودت کے صحیفہ میں جو اگرچہ مروجہ بائیبل کے اندر نہیں باب ۲ آیت ۱۶ میں عربوں کو مدیانی لکھا ہے۔

بائیبل کے ان تمام مختلف بیانات کو پڑھ کر ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ یہ کتاب اس امر میں ہماری صحیح رہنمائی نہیں کر سکتی کہ جناب موسےٰ علیہ السلام اپنی ہجرت کے زمانہ میں کہاں مقیم تھے۔ البتہ ان اختلافات میں مشترک حصہ یہ ہے۔ کہ مدین ایک علاقہ تھا۔ جو حجاز کے شمالی حصہ میں مدینہ کے قریب واقع تھا جہاں مدائینی لوگ آباد تھے۔

اس کے بالمقابل عرب کی روایات بالکل واضح ہیں جن میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا حضرت شعیب علیہ السلام کی مخالفت کی وجہ سے شہر مدین کو برباد کر دیا گیا۔ اور جناب یثر دیا شعیبؑ نے وہاں سے ہجرت کر کے ایک اور شہر اپنے نام پر آباد کیا۔ اور اس کا نام یثرب رکھا اور مدائینی لوگ اسی کے قرب وجوار میں آباد تھے۔ قرآن شریف کے مدین کے متعلق تمام حوالجات میں بالعموم مدین سے مراد مدیانی قوم ہے۔ سوائے ایک خاص مقام کے جہاں زلزلہ سے اس کی تباہی کا ذکر ہے۔

قرآن شریف" ولما ورد ماء مدین" کا واقعہ اس مدین شہر کا نہیں جہاں پانی سمندر کے قریب ہونے کی وجہ سے بکثرت تھا۔ بلکہ یہ مدیانی قوم کے ایک لیتے کنوئیں کا واقعہ ہے۔ جہاں پانی کی قلت تھی۔ یہ بزرگ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے خسر اور معلم دونوں تھے۔ انکی تعلیم و تربیت کے متعلق قرآن شریف میں لکھا ہے فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى[۱]

"پھر تو مدین کے لوگوں میں کئی سال رہا سو تو اے موسےٰ ایک اندازہ پر آگیا۔"

---

[۱] طٰہٰ ۲۰ : ۴۰

شہر مدینہ کی وجہ تسمیہ

سائیکلو پیڈیا اوف اسلام کے مؤلف ڈاکٹر بیل نے لفظ مدینہ پر بحث کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مدینہ عربی زبان کا لفظ نہیں یہ لفظ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود سے مستعار لیا ہے۔ پادری زویمر نے ڈاکٹر کے اس مضمون کو اپنے رسالہ "مسلم ورلڈ" میں شائع کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا استدلال عجیب ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ قرآن شریف میں یہ لفظ ۱۰ مرتبہ استعمال ہوا ہے ۴ مرتبہ مکی سورتوں میں ۱۴ دفعہ مدنی میں اور سوائے ایک مرتبہ کے یہود اور بنی اسرائیل یا بنی اسرائیل کی تاریخ کے ضمن میں ہی اسے استعمال کیا گیا ہے۔ اور اسی سے متاثر ہو کر نبی کریم نے اپنے شہر کا نام مدینہ رکھ لیا ہے۔ آپ کا خیال یہ بھی ہے۔ کہ لفظ مدینہ عربی زبان کا لفظ نہیں۔ بلکہ آرمینین زبان کا لفظ ہے۔ ڈاکٹر صاحب اور پادری صاحب دونوں سے ہماری گزارش یہ ہے۔ کہ عبری اور عربی دونوں زبانوں میں ایک مادہ دین ہے۔ جس کے معنی حکومت کرنا۔ ماتحت بنا لینا اور انصاف کرنا ہیں۔

Din future tense *yadin* means to rule, to govern, to judge I Sam. 2:10, Zech. 3:7, Gen. 6:3, Ps. 7:9, 9:9, Q. 50:4, 72:2, 96:10, Is. 3:13

بخاری میں اس کے معنی لکھے ہیں۔ الدین الجزاء دین کے معنی جزا و سزا کے ہیں یوم الدین انصاف کا دن

The place of Judgement The Day of Judgement

انصاف کی جگہ یا عدالت اسلام سے بیشتر یہ نام شہر کا نام ہو یا نہ ہو۔ لیکن لفظ دین کا اشتقاق ہونے کی وجہ سے عدالت اور منصفی کے معنوں میں اس کا استعمال ضرور ہو گا۔

مدینہ کا یثرب نام اس لحاظ سے ہے کہ وہ یثرو کا آباد کردہ ہے۔ لیکن مدینہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یثرو بذات خود ایک اعلےٰ درجہ کا جج تھا۔ چنانچہ موسےٰ علیہ السلام کو قوم کے جھگڑے نپٹانے اور باقاعدہ عدالت قائم کرنے کی تعلیم اسی شخص نے دی تھی۔ دیکھو خروج ۱۸: ۱۳ تا ۲۶ یہ ظاہر ہے۔ جو شخص موسےٰ علیہ السلام کو باقاعدہ عدالت قائم کرنے کی تعلیم دے سکتا ہے۔ اس نے اپنے ہاں ضرور کوئی نہ کوئی عدالت قائم کی ہو گی۔ کیونکہ وہ خود اپنی قوم کا شیخ یا کاہن تھا۔ قرآن شریف نے اس کی بیٹیوں کے منہ سے یہ الفاظ ادا کئے ہیں۔ وابونا شیخ کبیر اور ہمارا باپ بہت بڑا شیخ (بڑی پیٹ) ہے۔

اور اس زمانہ کے جج اور منصف یہی لوگ ہوتے تھے یہی مقام ہے۔ جہاں موسےٰ علیہ السّلام کے ساتھ مماثلت رکھنے کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کو بھی مختلف مذاہب مدینہ نے باوجود اختلاف مذہب اپنا حَکم اور جج تسلیم کیا۔ بائیبل نے اس شخص کے تین نام بتائے ہیں۔ کسی جگہ اس کا نام یثیر وہے۔ خروج ۴: ۱۸۔ اور ۳: ۱۔ ۱۸: ۱۔ ۵۔ ۹ وغیرہ اور کسی جگہ رعویل ہے۔ خروج ۲: ۱۸ اور ایک جگہ حوبب ہے۔ شمار ۱: ۲۹۔ جس سے یہ ظاہر ہے۔ کہ بائیبل کے بیانات کی بنا مختلف روایات پر ہے یقینیات پر نہیں۔

موسیٰ نام عربی زبان کا لفظ ہے

بائیبل کے مروجہ نسخہ عبرانی نے موسیٰ علیہ السّلام کا نام موشے بتایا ہے۔ مگر بائیبل کے دوسرے نسخہ (سبعینیہ) اور نئے عہدنامہ میں آپ کا نام "موالیسترہے" اور اس نام کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے۔ کہ دختر فرعون نے چونکہ ان کو پانی میں سے نکالا اس لئے اس کا نام مو معنی پانی اور اس باہر لانا ہیں۔ خروج ۲: ۱۰ جو زبان عبری کے قواعد کے لحاظ سے غلط ترجمہ ہے۔ موشے کے معنی نجات دہندہ یا باہر لانے والا تو ہو سکتے ہیں۔ مگر پانی سے باہر نکالا یا باہر لایا گیا نہیں ہو سکتے۔

دیکھو سموئیل دوم ۲۲: ۱۷ زبور ۱۸: ۱۷ لیکن عہد نامہ عتیق میں نجات دہندہ یا باہر لانے والا اس کے معنی کہیں نہیں لکھے۔ مؤلف بائیبل کو غلطی یہ لگی کہ انہوں نے دختر فرعون کو عبرانی زبان بولنے والی عورت سمجھ لیا حالانکہ مصریوں کی زبان عبرانی نہ تھی۔ اور جہاں تک مصر کے متعلق معلومات مہیا ہو چکے ہیں۔ ان میں موشی وغیرہ کوئی نام نہیں ملتا اس موجودہ زمانہ میں اس اعتراض سے گھبرا کر کہ جب دختر فرعون کی زبان عبری نہ تھی بلکہ یہ لوگ عبریوں کے سخت دشمن تھے۔ تو وہ اس بچہ کا نام عبرانی کیسے رکھ سکتی تھی۔ عیسائی علماء کی طرف سے ہمیں یہ یقین دلایا گیا ہے۔ کہ یہ نام عبرانی نہیں بلکہ مصری زبان کا ہے۔ اور اس کے معنی بچہ ہیں۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ مصری زبان میں ایک لفظ میس Mes یا میسو Mesu ہے جس کے معنی بچہ ہیں۔ جو کبھی کبھی بطور مستقل نام کے اور کبھی کسی دوسرے لفظ کے ساتھ مرکب ہو کر استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً تھاٹ میس Thatmes احمیس Ahmes رعمیس Rames وغیرہ اس بنا پر جناب موسےٰ کا "میسو" نام تجویز کیا گیا۔ (رتبان ۱: ۱۶) مگر اس پر یہ اعتراض ہوا کہ یہود نے اپنے پیغمبر کا نام مصریوں کے ساتھ حد درجہ کی دشمنی کے باوجود مصری نام کیسے قبول کر لیا۔ غرض

علماء یہود کے لئے دوگونہ مشکل ہے۔ کہ وہ اپنے پیغمبر اعظم کا نام مصری یا عبری قبول کریں۔ اگر عبری فرض کریں۔ تو دختر فرعون کو عبری تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اور اگر مصری سمجھیں تو اول تو یہ نام مصری ہے تا نہیں دوم دشمن کا تجویز کردہ نام انہیں قبول نہیں۔ اس بنا پر علماء نے آپ کے اُسرسف اور تستیھق وغیرہ بیسیوں نام تجویز کیے ہیں۔

لیکن ہمارے خیال میں یہ نام عربی زبان کا ہے۔ اور یہ نام اس وقت رکھا گیا ہے۔ جب وہ حضرت شیرو بانی شہر یثرب (مدینہ) کے پاس آکر ٹھہرے تھے۔ جناب موسےٰ وہاں پہنچے تو فرعون سے بہت خائف تھے۔ انہوں نے ان کا نام بدل کر اپنے پاس پناہ دی اور کہا لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۲۸ : ۲۵ عربی زبان میں اس کا اشتقاق مَاسَ یَمِیْسُ سے ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ خدا کا مس کیا ہوا۔ یا معلوم کیا ہوا۔ خدا کا کسی کو مس کرنا بائیبل کے محاورہ کے مطابق دو معنوں میں آتا ہے۔ کبھی دکھ اور سزا دینے کے معنوں میں جیسے خدا کے مس کرنے سے یعقوب لنگڑانے لگ گیا۔ یا جیسے ایوب کو کہ وہ دکھوں میں مبتلا ہوئے اور کبھی گناہ سے پاک کر کے اپنا قرب عطا کر نامراد ہوتا ہے۔ اور یہ ایک اور وجہ مماثلت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی موسےٰ علیہ السّلام سے ہے کہ آپ کو اس قدر اذیت اور دکھ دیا گیا جو کسی نبی کو نہیں دیا گیا مگر آپ کو قرب الٰہی بھی اس قدر نصیب ہوا۔ جو کسی اور نبی کو نہیں ملا ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی نے اس قدر قرب ملا کہ آپ کے دشمن کا اللہ دشمن اور آپ کے دوست کا اللہ دوست ہو گیا۔ (النجم) ۵۳ : ۸ - ۹

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے خود مثیل موسیٰ ہونیکا دعویٰ کیا

قرآن شریف کی اس آیت اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (۷۳ : ۱۵) کے علاوہ خود رسول کریم نے نجاشی عیسائی بادشاہ کو جو خط لکھوایا اس میں فرمایا۔

مِن محمد رسول اللہ صاحب موسیٰ واخیہ والمصدق لماجاء بہ موسیٰ الا ان اللہ قد قال لکم یا معشر اھل التوراۃ وانکم لتجدون ذٰلک فی کتابکم محمد رسول اللہ وانی انشدکم باللہ الا اخبرونی ھل تجدون فیما انزل اللہ علیکم

ان تؤمنوا بمحمد فان کنتم لا تجدون ذٰلك فی کتابکم فلا اکرہ علیکم قد تبین الرشد من الغی (ابن ہشام جلد اوّل صفحہ ۱۹۶)

محمد رسول اللہ کی جانب سے جو موسیٰ کا ساتھی اور اس کا بھائی ہے۔ اور تصدیق کرنے والا ہے۔ اسکی جو موسےٰ لایا خبردار اللہ تمہیں بتا چکا ہے۔ اے تورات کے ماننے والو ا ور ضرور تم اپنی کتاب میں محمد رسول اللہ کی بشارت پاؤ گے۔ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں۔ یہ کہ مجھے خبر دو کیا تم نے اس کتاب میں جو اللہ نے تم پر اتاری یہ پاتے ہو کہ تم محمد پر ایمان لاؤ اگر تم اپنی کتاب میں یہ بشارت نہیں پاتے تو میں تمہیں مجبور نہیں کرتا کیونکہ نیکی تو گمراہی سے بالکل الگ ہو چکی ہے۔

جناب موسیٰ کی آخری وصیت میں بشارت

آنحضرت صلعم کی دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آمد

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (۹۵: ۱-۴)

انجیر اور زیتون طور سینا اور یہ امن والا شہر گواہ ہیں۔ بے شک ہم نے انسان کو بہترین انداز پر پیدا کیا ہے۔ انجیر اور زیتون کتاب انبیاء اسرائیل میں روحانیت و نبوت اور بادشاہت سے تعبیر کئے گئے ہیں انجیر سے مراد قوم اسرائیل کی روحانیت اور نبوت ہے۔ اور زیتون اس کی بادشاہت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ طور سینا وہ مقام جہاں وہ تعلیم دی گئی جس نے ان دونوں قسم کی ترقی کے معراج پر قوم اسرائیل کو پہنچایا۔ یہ امن والا شہر (مکہ) اور جو کچھ اس میں خدا کی شریعت دی گئی۔ یہ سب گواہ ہیں۔ اس امر پر کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین انداز پر پیدا کیا ہے۔ یہ تہذیب و ترقی کے بلند سے بلند مقام پر چڑھ سکتا ہے۔ طور سینا پر جو کچھ دیا گیا۔ اس نے ایک غلام اور ذلیل قوم کو اس کی انتہائی ذلت سے اٹھا کر نبوت اور حکومت کے وارث بنا دیا امن والے شہر میں جو کچھ دیا اس نے ایک مفسد اور ضلال مبین میں غرق قوم کو بدل کر اقوام عالم کے روحانی اور سیاسی امن و سلامتی کا ضامن بنا دیا۔ اسی سے متعلق حضرت موسےٰ علیہ السّلام نے اپنی وفات سے پہلے ایک نہایت ضروری وصیت کی اور فرمایا۔

ویوُمر یھوہ مسّینائی باوزارح مسّعیرلاموھوفیئَ مھّر پاران واتامرببوث
قودش میمینوائیش داث لامو (استثناء ۳۳: ۲)

ترجمہ: اور کہا خداوند سینا سے آیا اور طلوع ہوا شعیر سے ان کے لئے وہ جلوہ گر ہوا۔ فاران کے پہاڑ سے اور وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آتا ہے۔ اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت ہے۔

خداوند طور سینا سے آیا

طور سینا جو از روئے بائبل خداوند یہووہ کا تخت گاہ ہے۔ اس کا جاء وقوع مختلف فرقہ ہا یہود کے خیالات اور حوالجات بائبل کی گوناگونی کی بنا پر مختلف ہوا کرے۔ اور موجودہ آزاد خیال علماء مسیحی اسے اور کوہ حورب کو سورج اور چاند کی پرستش کے مظاہر قرار دیتے رہیں (سین اور سینا۔ چاند۔ حورب چلچلاتی دھوپ یا سورج) لیکن متفقہ مذہبی نقطہ نگاہ سے یہ امر مسلم ہے۔ کہ وہ مقام جہاں حضرت موسےٰ علیہ السّلام کو شریعت دی گئی۔ یا قوم اسرائیل کے دینی اور دنیوی ارتقاء کی بنیاد رکھی گئی۔ طور سینا ہے۔ انجیر سے مراد بنی اسرائیل کی روحانی ترقی اور نبوت ہے۔ اور زیتون ان کی بادشاہت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ طور سینا وہ مقام جہاں ان دونوں باتوں کی بنیاد قائم کی گئی۔ جسے کتاب انبیاء میں شریعت کے ساتھ بھی تعبیر کیا گیا ہے[1]۔

ہوشعیا نبی قوم اسرائیل کی اس حالت کو جب وہ شریعت پر پہلے پہل عامل ہوئی۔ ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

"میں نے اسرائیل کو ان انگوروں کی مانند جو بیابان میں ہوں۔ پایا جیسا کہ انجیر کا پہلا پکا ہوا پھل جو پہلی مرتبہ لگے ویسا تمہارے باپ دادوں کو دیکھا" (ہوشعیا ۹: ۱۰)

یسعیاہ نبی سماریہ والوں کی خوبصورتی کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے۔

"وُہ انجیر کے پہلے پھل کی مانند ہوگا۔ جو گرمی کے ایام سے پیشتر لگے جس پر کسی کی نگاہ پڑے اور

---

[1] ہندوؤں اور بدھوں میں ان دو درختوں کے بالمقابل پیپل اور برگد کے درخت ہیں۔ دیوتا انہی کے زیر سایہ آرام کرتے ہیں۔ اتھرو وید کانڈھ سوکت ۹ منتر ۳۔ اور چھانگدوگیہ اپنشد ۸۔ ۵۔ ۳ کوشتکی اپنشد ۱: ۳۔

وہ اسے دیکھتے ہی اور ہاتھ میں لیتے ہی جھٹ کھا جاتا ہے" (یسعیاہ ۲۸:۴)

نیز دیکھو ہوشعیا ۲ :۱۲۔ یرمیاہ ۲:۲۴ سلاطین اول ۴ : ۲۵ یسعیاہ ۳:۴ یرمیاہ ۱۳:۸۔ ۲:۴ :
ا۔ ۲ و ۳ و ۸۔ ۲۹ : ۷ از کریاہ ۳ : ۱۰

زیتون کا درخت حکومت کا مترادف ہے۔ زبور میں جناب داؤد فرماتے ہیں۔

"لیکن میں خدا کے گھر میں زیتون کے ہرے درخت کی مانند ہوں (۵۲ : ۸)

یرمیاہ نبی بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہتا ہے :۔

خداوند نے تیرا نام ہرے زیتون کا درخت جس کا پھل خوشنما ہے رکھا یرمیاہ ۱۱:۱۶

نیز دیکھو ہوشعیاہ ۱۴: ۶ وغیرہ

غرض تین اور زیتون سے مراد بائیبل میں روحانیت نبوت اور حکومت ہے۔ ان دو نعمتوں کے دینے کا وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی معرفت جناب اسحاق اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے کیا گیا تھا۔ یہ دونوں قسم کا وعدہ پورا ہوا۔ بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل دونوں سلسلوں میں حکومت و نبوت قائم ہوئی۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کے دو بیٹے تھے۔ حضرت یعقوبؑ اور جناب عیسوؔ ان دونوں سلسلوں میں پھر حکومت و نبوت چلی عیسوؔ اگرچہ بڑا تھا۔ مگر نبوت کی وراثت چھوٹے بھائی کو ملی البتہ حکومت دونوں کی اولاد کے حصہ میں آئی ایک حکومت یعقوب علیہ السّلام کے منجھلے بیٹے یہودہ کے نام سے موسوم ہوئی اس کی نسل میں انبیاء بھی ہوئے۔ البتہ حضرت موسےٰ علیہ السّلام حضرت یعقوب کے ایک اور بیٹے لاوؔی کی اولاد میں سے تھے۔ جن کے ساتھ طور سینا پر اللہ تعالےٰ کا مکالمہ ہوا اور ان کو ایک مفصل شریعت دی گئی۔ جس نے بنی اسرائیل میں زندگی پیدا کی خداوند یہودہ کا سینا پر آنا اسی سے عبارت ہے۔

خداوند کا کوہ شعیر پر طلوع

ہمارے بعض علماء نے خداوند کے شعیر پر طلوع سے مراد حضرت مسیح علیہ السّلام کو شریعت دیا جانا لیا ہے۔ نہیں معلوم ان بزرگوں کے علم میں کتاب مقدس کا کونسا حوالہ تھا؟ مجھے افسوس ہے۔ باوجود تلاش ایسا کوئی حوالہ نہیں ملا اس بارہ میں بائیبل کی صراحت یہ ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السّلام کے

بڑے بیٹے عیسو کا بیٹا ادوم تھا۔ اسی کی اولاد کوہ شعیر میں آباد ہوئی ہے۔ یہ شخص ادومی قوم کا باپ کہلاتا ہے۔ آہستہ آہستہ ان لوگوں نے اسی کوہ شعیر میں اپنی سلطنت قائم کرلی جس کی یہودہ کی سلطنت سے ہمیشہ جنگ رہتی تھی یہ سلطنت بحیل مردار کے جانب جنوب عرابہ سے مشرقی سمت بیس میل کے فاصلہ پر واقع تھی۔ کوہ شعیر سغر بمعنی بال سے مشتق ہے۔ روئیدگی اور سبزی کی وجہ سے اس پہاڑ کا نام رکھا گیا تھا۔ موجودہ زمانہ میں زیادہ تر حصہ پہاڑ خشک ہے۔ اگرچہ اس کے بعض قطعات اب بھی سرسبز ہیں حسب دعا اسحاق مندرجہ پیدایش ۲۷: ۳۹-۴۰ عیسو اور اس کی اولاد کو یہ نعمت ملی کہ۔

"دیکھ زمین کی چکنائی سے اور اوپر آسمان کی اوس سے تیرا قیام ہوگا۔ اور تو اپنی تلوار سے زندگی بسر کرے گا۔ اور اپنے بھائی کی خدمت کرے گا۔ اور یوں ہوگا کہ جب تو تردد میں پڑے گا۔ تو اس کی حکومت کا جوا اپنی گردن سے توڑ کر پھینک دے گا۔"

جناب اسحاق کی اس دعائے خیر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت کے حق میں دعائے برکت دونوں نے مل کر اس نسل ابراہیمی کی چھوٹی سی شاخ کو بھی نعمت الٰہی سے محروم نہیں رکھا کہتے ہیں حضرت ایوب علیہ السلام اسی قوم میں سے نبی ہوئے۔ (نوحہ یرمیاہ ۴: ۱-۲/ اور تہذیب و خردمندی کا بہرہ وافر اس قوم کو ملا بائیبل کی کتاب عبدیاہ آیت ۸۔ اور یرمیاہ ۴۹: ۷ میں اس کا ذکر موجود ہے۔

جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے۔ اس سے زیادہ ہم کوہ شعیر پر طلوع خداوندی کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔

خداوند فاران کی چوٹیوں پر جلوہ گر ہوا

۔ فاران بعض مسیحی اور یہودی علماء کے خیال میں وہ میدان ہے۔ جو بئر شبع کی شمالی حد سے کوہ سینا تک چلا گیا ہے۔ جس کے شمال میں کنعان جنوب میں کوہ سینا مغرب میں ملک مصر اور مشرق میں کوہ شعیر ہے۔

۲۔ بعض کے نزدیک قادیش اور فاران ایک ہے۔

۳۔ کچھ علماء اسے کوہ سینا کی مغربی نشیب پر قرار دیتے ہیں۔

لیکن عرب کے قدیم جغرافیہ نویس اور بعض علماء مسیحی کی تحقیقات سے یہ ثابت ہے۔ کہ مکہ

معظمہ کے پہاڑوں کا نام فاران ہے۔ چنانچہ تورات سامری کا عربی ترجمہ جسے آرکیونن نے ۱۸۵۱ء میں شائع کیا اسمیں پیدائش ۲۱:۲۱ کے ترجمہ میں فاران کو حجاز میں بتایا ہے۔ ترجمہ کے اصل الفاظ عربی یہ ہیں

وَسَکَنَ بریۃ فاران (الحجاز) واخذت لہٗ اُمّہٗ امرأۃ من ارض مصر (تکوین ۲۱:۲۱)

اسماعیل بیابان فاران واقعہ حجاز میں سکونت پذیر ہوا اور اس کی ماں نے اس کے لئے مصر سے ایک عورت لی"۔

اس ترجمہ سے ظاہر ہے۔ کہ فاران حجاز میں ہے۔ اور جب تک مسلمانوں نے اس پیشگوئی کو مسیحی حضرات کے سامنے پیش نہیں کیا اس وقت تک فاران حجاز میں رہا مگر جونہی علماء اسلام نے مسیحی دوستوں کی توجہ اس طرف دلائی وہ اس فاران کو اٹھا کر سینا میں لے گئے۔ تاکہ بشارت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حق میں ثابت نہ ہو مگر جس طرح پہاڑ کا اٹھانا مشکل ہے۔ اسی طرح فاران کا حجاز سے ٹلنا بھی ناممکن ہے۔ اس لئے ہم اس جگہ اس پر مختصر مگر مدلل بحث کرتے ہیں۔

فاران مکہ معظّمہ کے پہاڑ کا نام ہے

تورات کی مندرجہ بالا آیت (پیدائش ۲۱:۲۱) بخط عربی یوں ہے۔

ویشیب بمد بر پاران وتقہ لو امو ایشہ مارص مصریم (پیدائش ۲۱:۲۱)

اُور سکونت کی وادی غیر ذی زرع فاران میں اور اس کی ماں نے اس کے لئے ملک مصر سے ایک عورت لی"۔

اس آیت میں جملہ "مدبر پاران" قابل غور ہے۔ عبری زبان میں مدبرؔ کے معنی ہیں۔ زمین غیر ذی زرع لغت میں لکھا ہے۔

Uninhabited tract or region, untilled, a desert, a satellite and solitary region.

بطور استعارہ اس کا استعمال بانجھ عورت کے لئے بھی ہوتا ہے۔ گویا اس میں بھی روئیدگی نہیں ہوتی۔ دیکھو ہوسیع ۵ یرمیا ۲:۲۱ یسعیا ۲۷:۱۰ وغیر

دنیا جانتی ہے۔ کہ یہ وادیٔ غیر ذی زرع صرف مکہ کی تعریف ہے۔

۲۔ سائیکلو پیڈیا ببلیکا میں پاران کے متعلق لکھا ہے۔

It is not easy to understand all the Old Testament passages relative to Paran.

یعنی بائیبل کی وہ آیات جو فاران سے متعلق ہیں۔ ان کا سمجھنا آسان نہیں ہے،،
گویا بائیبل کے عہد عتیق کے حوالجات میں اس قدر اختلاف ہے کہ فاران کا جائے وقوع سمجھنا آسان نہیں۔ ایسی صورت میں جغرافیہ عرب کا اعتبار کر کے فاران مکہ معظمہ کا پہاڑ ہی سمجھنا چاہیئے

۳۔ یوسیبیس اور جیروم جو بہت پرانے زمانہ کے مورخ ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے۔

Pharan is a town over and against Arabia southward three days' journey from Aila eastward.

بائیبل کے متضاد بیانات سے ظاہر ہے۔ کہ وہ فلاں کا صحیح جائے وقوع بتانے سے قاصر ہے۔ لیکن پیدائش ۲۱: ۲۱ مندرجہ بالا آیت سے ثابت ہے۔ کہ حضرت اسماعیل وادیٔ فاران میں آباد ہوئے۔ اور یہ ایک امر واقعہ ہے۔ کہ جناب اسمٰعیل علیہ السّلام کے بارہ بیٹے عرب کے مختلف قطعات میں آباد ہوئے۔ پس فاران وہی جگہ ہے۔ جہاں حضرت اسمٰعیل کی اولاد اس وقت سکونت پذیر تھی۔ جب بائیبل لکھی گئی۔ وہ بلاشک وشبہ عرب ہے۔

۴۔ اسیریا کے کتبوں سے حال ہی میں معلوم ہوا ہے کہ قیدار پسر حضرت اسماعیلؑ سے مراد ملک عرب ہے۔ سائیکلو پیڈیا ببلیکا کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

The Assyrian inscriptions several time mention the *kidru* or *Kadru* once in an inscription of Asur-i-Banipal, the name is used even as a synonym of Arabia.

۵۔ پولوس نامۂ گلاتیوں میں لکھتا ہے۔

یہ باتیں تمثیلی بھی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ یہ دو (عورتیں) عہد ہیں۔ ایک تو سینا پہاڑ پر سے جو ہوا وہ نرے غلام جنتی ہے۔ یہ ہاجرہ ہے۔ کیونکہ ہاجرہ عرب کا کوہ سینا ہے،، (بینٹلے وغیرہ شارحین

بائیبل نے اس کی شرح یونانی میں یوں کی ہے "اب یہ ہاجرہ کوہ سینا ہے عرب میں؟" اور اب کے یروشلم کا جواب ہے اور یہی اپنے لڑکوں کے ساتھ غلامی میں ہے۔ پر اوپر کا یروشلم آزاد ہے۔ سو ہی ہم سب کی ماں ہے (۴: ۲۴-۲۶)

پولوس اس جگہ دو کوہ سینا قرار دیتا ہے۔ ایک سارہ کا کوہ سینا اور دوسرا ہاجرہ کا کوہ سینا سارہ شریعت سے آزاد بچے جنتی ہے۔ اور ہاجرہ شریعت کے پابند اسی طرح یروشلم بھی دو ہیں۔ ایک نیا اور دوسرا دور کا اور پرانا ہے۔ مگر ہاجرہ کا یروشلم نیا ہے۔ اس حوالہ کا مطلب یہ ہے کہ سینا فاران اور یروشلم وغیرہ الفاظ بطور مجاز واستعارہ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اور اس سے مراد دو قومیں ہیں۔ ایک حضرت اسحاق اور سارہ کی اولاد اور دوسری حضرت اسماعیل اور ہاجرہ کی اولاد۔ پس خداوند کا کوہ سینا پر آنا دو طرح پر ہے۔ ایک سارہ کی اولاد سے موسٰے علیہ السلام کو طور سینا پر شریعت کا دیا جانا اور دوسرے ہاجرہ کی اولاد میں مثیل موسٰے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کامل شریعت کا دیا جانا یہی عرب کا کوہ سینا ہے۔ جس پر خدا اترا ہے۔ اسی طرح ایک فاران شاید وہ بھی ہو جس پر بنی اسرائیل کے کوچ کے وقت بدلی جا ٹھہری تھی۔ اور ایک فاران وہ ہے جس پر ایک عظیم الشان روحانی بارش کی بدلیاں امنڈ آئیں۔ اور یہی خداوند کا فاران پر جلوہ گر ہونا ہے۔

۶۔ وہ لوگ جو فاران کو بیابان سینا وغیرہ میں قرار دیتے ہیں۔ وہ ان امور پر غور کریں۔

الف۔ کتاب شمار ۱۰: ۱۲ کی بنا پر بیابان سینا اور بیابان فاران الگ الگ دو بیابان ہیں۔ ایک سے چلتے اور دوسرے میں پہنچتے ہیں۔

ب:۔ کتاب پیدائش ۱۴: ۶ کی بنا پر کوہ شعیر اور فاران دو جدا جدا پہاڑ ہیں۔

ج:۔ کتاب شمار ۱۲: ۱۶ و ۱۳: ۳ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مقام حصیرات سے آگے بڑھ کر فاران ملتا ہے۔

د:۔ کتاب شمار ۱۳: ۲۵ و ۲۶ سے ظاہر ہے۔ کہ کنعان سے واپسی پر پہلے فاران پڑتا ہے۔ اور پھر قادیش۔ گویا قادیش شمالی سرحد فاران پر واقع ہے۔

ھ:۔ کتاب اوّل سلاطین ۱۱: ۱۸ سے معلوم ہوتا ہے۔ مدین اور مصر کے رستہ میں فاران پڑتا ہے۔ اور مدین حجاز میں واقع تھا۔

۶:۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ فاران اور قادیش ایک ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل حوالجات پر غور کریں۔
پیدائش (۱۴: ۶ و ۷) سے قادیش اور فاران کا علیحدہ علیحدہ ہونا ثابت ہے۔

۶:۔ وہ مسیحی دوست جن کا خیال ہے۔ کہ فاران کوہ سینا کے مغربی نشیب میں واقع تھا۔ یہ اس لئے غلط ہے کہ اولاد اسمٰعیل وہاں آباد ہی نہیں ہوئی۔

۷:۔ بائبل میں ہاجریوں سے مراد اولاد ہاجرہ ہے۔ جن کے ساتھ بنی اسرائیل کی جنگ ہوئی تواریخ اوّل ۵: ۱۰ و ۲۰ اس کے بعد کے زمانہ میں یہی نام مسیحیوں کی طرف سے مسلمانوں کو دیا گیا۔ اور اسی لفظ ہاجر سے اسیریا والوں نے اھگر[1] یا اتھگر[2] فعل بنا کر مسلمان ہونے کے لئے استعمال کیا۔ اور اسی زبان میں مسلم کو محگرایا[3] کہتے ہیں۔ اور یونانیوں نے ہگریتھس۔ مگریوموس۔ مگرنرین مسلمانوں کے لئے الفاظ بنائے کتاب باروق جو تورات کے نسخہ سبعینیہ میں ایک صحیفہ ہے۔ اس کے ۸ :۲۳ میں ہاجرین کا ذکر اہل تیما کے ساتھ آیا ہے۔ اور اس سے مراد وہ لوگ لئے ہیں۔ جو حکمت اور دانائی کے جویا ہوں مختلف زبانوں کی اس شہادت سے ثابت ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام عرب میں آباد ہوئے۔ اور ہاجرہ کی اولاد کا نام مسلمان خود مسیحیوں سے رکھا جانا بھی اسی امر کی تصدیق کرتا ہے۔

۸: حبقوق نبی نے اسی پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا خدا جنوب سے اور وہ جو قدوس ہے۔ کوہ فاران سے آیا۔ حبقوق ۳:۳ یہاں صاف طور پر فاران کا جنوب میں ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اور حجاز شام کے جنوب میں ہے۔

دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آمد

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس مخصوص اور روشن نشان کے متعلق ہم جناب حنوک یا ادریس علیہ السّلام کی پیشگوئی میں بحث کر چکے ہیں۔ اور وہاں ہم یہ بھی دکھا چکے ہیں۔ کہ اس بشارت کا انتظار ابتداء عالم سے کل انبیاء کو تھا (ہندو کتب کی بشارات کے سلسلہ میں ہم اس پیشگوئی کو ویدوں سے بھی نکال کر پیش کر چکے ہیں) یہاں تک کہ جناب مسیح کے

1. Ahgar 2. Ethhaggar 3. Inahgaraya

۳۳ سال بعد بھی یہوداہ نے اپنے خط میں اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی تمنا ظاہر کی ہے۔ پس جناب مسیح ؑ کے بعد صرف ایک ہی نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے حق میں یہ بشارت عظمےٰ پوری ہوئی۔ ایک عرصہ دراز سے بائیبل کے ترجمہ میں دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ خداوند کے آنے کا ذکر موجود ہے۔ مگر اب کچھ عرصہ سے نئے ترجموں میں اس پیشگوئی کو مبہم بنانے کے لئے اس کا ترجمہ "لاکھوں قدوسیوں کے ساتھ" کیا جانے لگا ہے۔ اس لئے اصل عبری الفاظ پر مختصر سی بحث کی ضرورت ہے۔ دراصل دس ہزار قدوسیوں کی معیت نہ صرف فاران کے جائے وقوع کے متعلق فیصلہ کر دیتی ہے۔ بلکہ پیش گوئی کے اصل مصداق کی ناقابل تردید شہادت دیتی ہے۔ کیونکہ صرف انبیاء بنی اسرائیل کی تاریخ میں نہیں بلکہ دنیا کی تاریخ میں دس ہزار قدوسیوں کا قدوس ساتھی صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتے ہیں۔ جناب موسےٰ نے دو ہزار سال پیشتر موعود کل ادیان کا یہ نشان بتایا ایسا نہیں بلکہ جناب آدم کی صرف ساتویں پشت میں حضرت ادریس علیہ السلام یہی روشن نشان بیان فرماتے ہیں۔ اور اگر ہندوؤں کے دعاوی پر اعتبار کر لیا جائے تو ہزاروں نہیں لاکھوں برس پیشتر ویدوں کے رشیوں نے موعود کا یہی نشان بتایا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا واقعہ دنیا کی تاریخ میں صرف ایک ہی ہوگا۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک ہی رہے گا۔ دس ہزار قدوسی بنانا تو ایک بے نظیر قدوس کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ انبیاء عالم میں سے تو کوئی نہ ہوا جس نے اپنی زندگی میں اس قدر شدید مخالفت کے باوجود دس ہزار انسان اپنے ساتھ جمع کر لئے ہوں۔

عبرانی کے اصل الفاظ پر بحث

آیت زیر بحث کے عبری الفاظ میں ایک لفظ رِبوث ہے۔ جس کے معنی ہم نے دس ہزار کئے ہیں۔ یہ لفظ کئی جگہ کتب انبیاء میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا مادہ ربث ہے۔ اور معنی دس ہزار دیکھو نحمیا ۷: ۷۱۔ اور ولیم جیسنس کی عبری انگریزی لغت میں ربوث کے معنی لکھے ہیں

(ربوث) A myriad ten thousands

(شیتی ربوث) Twice ten thousand

کبھی کبھی ربوث کا آخری ثا گرا کر بھی انہی معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ جیسے

تواریخ اوّل ۲۹ : ۷ عزرا ۲ : ۶۴ نحمیاہ : ۶۶ زبور ۶۸ : ۱۸

پس مسیحیوں کا نیا ترجمہ لاکھوں ملائکہ محض پیشگوئی کو مبہم بنانے کے لئے ہے۔ دوسرا لفظ قُودِش ہے جس کا ترجمہ اب ملائکہ کر دیا ہے۔ یہ مطلق پاکیزہ اور پاک کے معنی رکھتا ہے۔ اور ہر ایک پاک اور مقدس شے قوم اور جگہ کے لئے استعمال ہوا ہے مثلاً

اُدمہ قودش (خروج ۳ : ۵ مقدس سرزمین)

مقوم ہقودیش (احبار ۱۰ : ۱۷ و ۱۴ : ۱۳ مقدس جگہ)

ہر قادیشی (زبور ۲ : ۶ میرا مقدس پہاڑ)

عم قودیش (دانیال ۱۲ : ۷ مقدس لوگ)

پس جملہ "مر ببوث قودش" کے معنی از روئے لغت و محاورات بائیبل دس ہزار قدسیوں کے ساتھ ہیں۔

اس کے داہنے ہاتھ پر آتش شریعت ہے

یہ آیت زیر بحث کا آخری حصہ ہے۔ عبری اور عربی دونوں زبانوں میں یمین (داہنے ہاتھ) کا محاورہ برکت، بندگی، حکومت اور طاقت کا اظہار کرتا ہے۔ اس کے داہنے ہاتھ میں شریعت کی آگ ہے۔ یعنی اسے مذہبی جنگ کرنے پڑیں گے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم پر مسیحیت کا سب سے بڑا اعتراض جہاد اور مذہبی جنگ کرنے کا ہے۔ اس اعتراض کو انبیاء کے صحف نے کبھی یوں رد کیا ہے۔ کہ اس (نبی موعود) کی کمان بدلی سے باہر نہ ہوگی۔ یعنی اس کی جنگ رحمت کی بدلی میں یا رحم مجسم ہوگی۔ (دیکھو بشارتِ نوحؑ) اور کبھی یوں جواب دیا کہ وہ جب دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آئے گا۔ تو اپنا ہتھیار رکھ دے گا۔ (دید) یعنی اس کی فتح خونریزی سے نہ ہوگی۔ بلکہ امن و صلح سے ہوگی۔ اور کبھی، اس رنگ میں جہاد کے اعتراض کی تردید کی۔ کہ اس کا آنا خود خدا کا آنا ہوگا۔ یعنی اس وقت انصاف و عدل کامل ہوگا۔ کسی پر ظلم نہ ہوگا (حضرت موسٰےؑ کی پیش گوئی)

یہ پیشگوئی جناب مسیح کے متعلق نہیں

• جناب مسیح کے متعلق یہود اور مسیحی دونوں کے دلوں میں تمنا تھی کہ وہ ان کے دشمنوں کو سزا

دے گا مگر نہ تو مسیح یہود کے خیال کے مطابق آیا اور نہ صدر اولی کے مسیحیوں کی آرزو پوری ہوئی گو اسی خیال سے جناب مسیح نے خود فرمایا کہ "میں آگ لگاتے آیا ہوں" مگر اس آتش زنی میں ان کو زندگی بھر کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ اور مسیحیوں نے بھی مایوس ہو کر دردمند دل کو یوں تسلی دی کہ وہ آسمان پر خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھ کر لوگوں کی عدالت کرے۔ یہ پیش گوئی چونکہ مسیح کے حق میں نہ تھی۔ اس لئے شریعت کی آگ مسیح کے داہنے ہاتھ میں نہ دی گئی۔ بلکہ مسلمات مسیحی اور خیالات یہود کی رو سے شریعت کی آگ اس کے بائیں ہاتھ میں دی گئی۔ کیونکہ مجرم کو اس کا فتویٰ بائیں ہاتھ میں دیا جاتا ہے۔ داہنے ہاتھ میں آتش شریعت صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دی گئی۔ اس لئے کہ الیاس نبی نے سچ فرمایا تھا۔ میں تو تمہیں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں۔۔۔ پر میرے بعد جو آتا ہے۔ وہ تمہیں آگ سے بپتسمہ دے گا (متی ۳: ۱۲) مسیح تو الیاس کے زمانہ میں موجود تھا۔ نیز اس نے بھی پانی سے بپتسمہ دیا لیکن آگ کا بپتسمہ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیا جو لوگ حق کی خاطر آتش جنگ میں کود ے۔ وہی مسلم کہلائے اور یہی آگ کا بپتسمہ تھا۔ جو مسلمانوں کو دیا گیا۔ پس یہ پیشگوئی ایک عظیم الشان پیش گوئی ہے۔ جو اپنے تمام اجزاء کے لحاظ سے صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں پوری ہوئی۔ اور جہاد کرنے والا نبی ہونے کی وجہ سے مماثلت موسےٰ کو بھی پوری کر گئی۔

حضرت ایوبؑ کی بشارت
قتل دجال کی پیشگوئی

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ۝ أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۝ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ءَايَٰتُنَا قَالَ أَسَٰطِيرُ ٱلْأَوَّلِينَ ۝ سَنَسِمُهُۥ عَلَى ٱلْخُرْطُومِ ۝

تو کسی قسمیں کھا کر عہد کرنے والے ذلیل کی بات نہ مان جو عیب لگانے والا چغلیاں لئے پھرنے والا ہے۔ بھلائی سے روکنے والا حد سے بڑھنے والا گنہگار سخت جھگڑالو علاوہ ازیں شرارت میں مشہور ہے اس لئے کہ وہ مال اور بیٹوں والا ہے۔ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔ کہتا ہے۔ پہلوں کی کہانیاں ہیں۔ ہم اس کی لمبی ناک پر داغ لگائیں گے (۶۸: ۱۰ - ۱۶)

حضرت موسےٰ علیہ السّلام کے بعد قوم اسرائیل میں چھوٹے چھوٹے بادشاہ اور انبیا ہوتے رہے۔ لیکن ایک بہت ہی بزرگ نبی حضرت ایوب علیہ السّلام ہوئے ہیں۔ جو صبر و رضاء الٰہی کا ایک قابل ذکر اسوہٗ ہوئے ہیں۔ آپ کی بشارت کا ذکر اس لحاظ سے ضروری ہے۔ کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں کی ایک چھوٹی سی شاخ بنی عیسو یا ادومی بھی ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں۔ یہ قوم علم و حکمت میں ایک ممتاز قوم تھی ان میں جناب ایوبؑ صرف ایک ہی نبی مبعوث ہوئے ہیں۔ ان کی کتاب بلاشبہ علم و حکمت کا ایک بےنظیر صحیفہ ہے۔ اور صبر و رضاء خداوندی کا ایک بصیرت افروز درس ہے۔

ایوب نام میں ایک نکتہ عجیب آپ کا اسم مبارک ایوبؔ ایک صفاتی نام ہے۔ جسے عبرانی صحیفہ میں اِیوّب الف کے کسرہ کے ساتھ تلفظ کیا گیا ہے۔ عبری لغت میں اس پر ایک بحث موجود ہے۔ کہ اس لفظ کا مادہ کیا ہے اور صحیح معنی کیا ہیں بعض عبری علماء نے اسے "اَیَابْ" سے مشتق قرار دیا ہے۔ اس اشتقاق کے لحاظ سے اس کے معنی "ماخوذ کیا ہوا" "گرفتار کیا ہوا" کئے ہیں۔ پھر اس پر اختلاف ہوا ہے۔ کہ وہ خدا کے گرفتار کئے ہوئے ہیں" "یا شیطان کے" قرآن شریف نے اس مکروہ الزام کی جو ایک نبی کی شان کے خلاف ہے۔ (کہ وہ شیطان سے گرفتار کیا ہوا ہو۔ یا خدا کا مغضوب ہو) یوں اصلاح کی ہے۔ کہ آپ کا نام اِیوب کی بجائے اَیُوّب بتایا ہے۔ جو اَوّاب سے مشتق ہے۔ اور جس کے معنی ہیں خدا کی طرف بار بار لوٹنے والا ہیں۔ چنانچہ فرمایا اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ (۳۸: ۴۴) ہم نے اسے (ایوب کو) صبر کرنے والا بندہ نیک اللہ کی طرف بار بار لوٹنے والا پایا"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ سے مماثلت

حضرت ایوب علیہ السلام ایک مال دار اور اچھے اہل و عیال والے شخص تھے۔ دشمنوں نے انکے مال و دولت کے متعلق روزانہ جھوٹی خبریں اڑا کر آہستہ آہستہ سب مال غصب کر لیا ان کے بیوی بچوں کو چھپا کر ان کے مرنے کی اطلاع دے دی لیکن ایوب علیہ السّلام اس فراخی کے زمانہ میں بھی اوّاب (خدا کی طرف رجوع کرنے والے) رہے۔ اور اس تنگی اور فقر کے زمانہ میں بھی آپ کی خدا پرستی میں کوئی فرق نہ آیا دشمنوں نے اسی پر بس نہیں کیا۔ جسمانی طور پر بھی آپ کو دکھ دیا۔ ایسی حالت میں بھی آپ نے اللہ تعالےٰ کے حضور ہی فریاد کی اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ۳۸: ۴۱ مجھے دشمن

نے تکان اور تکلیف پہنچائی ہے۔ بائیبل نے جو شکوہ الٰہی کا قصہ انکی طرف منسوب کیا ہے۔ وہ الحاقی ہے۔ اور صبر و شکر کے ایک اعلےٰ کیرکٹر کے خلاف ہے۔ جو اس تذکرہ کی اصل غرض ہے۔ انہی امور میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ سے مشابہت ہے۔ حضور کو جس قدر دکھ اور تکلیف دشمنوں نے پہنچائی اس قدر دکھ کسی اور نبی کو نہیں دیا گیا۔ اس انتہائی دکھ اور تکلیف میں جو صبر کا نمونہ حضور نے دکھایا وہ بھی بےنظیر ہے۔ اور پھر خدا کی طرف رجوع کا یہ عالم کہ اپنی تکالیف کا کوئی شکوہ نہ کیا اور ہر دکھ کے وقت اللہ تعالےٰ کے حضور دعا کے لئے کھڑے ہو گئے۔

آپ نے خروج دجال کی پیشگوئی کیوں کی؟

کتاب ایوب کے آخری دو بابوں میں ایک پیشگوئی ہے جسے بعض مسیحی مفسرین نے محض اس بنا پر الحاقی قرار دیا ہے۔ کہ بظاہر اس کا کوئی تعلق باقی کتاب ایوب کے ساتھ نظر نہیں آتا۔ لیکن جناب ایوب کے تذکرہ اور دجال کی پیشگوئی میں تعلق اور نسبت معلوم کرنے کے لئے غور و فکر کی ضرورت ہے۔ جناب ایوب علیہ السّلام کے متعلق ہم نے بتایا کہ وہ کامل رضاء الٰہی اور صبر و شکر کا ایک اعلےٰ کیرکٹر ہے۔ اس کے بالمقابل یا اسی کی ضد ایک اور ہستی بھی ظاہر ہونے والی ہے۔ جو اسلام کی اصطلاح میں دجال اور یاجوج و ماجوج کہلاتی ہے۔ اور جناب ایوب نے اس کا نام 'بہیموت' اور 'لویتان' بتایا ہے۔ جس کے پاس مال و دولت طاقت اور کثرت اولاد تو بدرجہا بڑھ کر ہے۔ مگر خدا کی ان نعمتوں پر وہ شاکر نہیں بلکہ ظالم اور جابر ہے۔ نہ تو کثرت مال و طاقت اسے خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور نہ دکھ اور مصیبت بلکہ ان دونوں حالات سے وہ خدا کے نہ ہونے پر استدلال کرتا ہے۔ اسی مناسبت سے اس کا ذکر کتاب ایوب میں کرنا مناسب تھا۔ 'بہیموت' اور 'لویتان' اس کی دو صفات کے لحاظ سے اس کو دو نام دیئے گئے ہیں۔ کثرت شہوت پرستی تعیش اور دنیوی مال و طاقت جمع کرنے پر حریص ہونے کے لحاظ سے وہ 'بہیموت' بہت بڑا بہیمہ یا بیہوٹ جانور ہے مادیت۔ دہریت کا داعی اور بڑا پالیسی باز مکار ہونے کے لحاظ سے وہ لویتان یا اژدہا ہے حضرت ایوب علیہ السّلام ان دونوں قسم کے اندرونی جذبات اور بیرونی دشمنوں پر بالآخر غالب آئے۔ لیکن اس دجال اکبر کا قتل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس بہیموت اور لویتان کی شان و شوکت کو حضور صلعم پر رویا میں ظاہر فرمایا۔ آپ اس کے مکر و فریب

میں کمال کو دیکھ کر اور ان کی دنیوی ترقی اور شکوہ کو ملاحظہ فرما کر بہت غمگین ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ[1] اے نبی کیا تو اپنی جان کو ہلاک کر دے گا۔ اس غم سے کہ اس شان و شوکت کی قومیں مسلمان کیوں نہیں ہوتیں؟ اسی پیشگوئی کا ذکر حضرت ایوبؑ نے فرمایا ہے۔ اور دجال کے شمشیر اسلام سے قتل کی بشارت دی ہے۔ بائیبل کے الفاظ یہ ہیں:۔

بہیموت کو دیکھ جسے میں نے تیرے بالمقابل بنایا ہے۔ وہ بیل کی مانند گھاس کھاتا ہے۔ دیکھ اس کی قوت اس کی کمر میں ہے۔ اور اس کے پیٹ کی ناف میں اس کا زور ہے۔ وہ اپنی دُم کو سرو کے درخت کی مانند ہلاتا ہے۔ اس کے بعضوں کی نسیں پیچ در پیچ ہیں۔ اس کی ہڈیاں تانبے کی مضبوط نلیوں کی مانند ہیں۔ اس کی ہڈیاں لوہے کے شہتیروں کی مانند ہیں۔ خدا کی خلقت میں (بلحاظ فتنہ انگیزی) اسی کا درجہ اوّل ہے وہ جس نے اس کو بنایا اپنی تلوار اس پر چلا سکتا ہے۔ یقیناً اس کے لئے کوہستان میں دانہ چارہ اُگتا ہے۔ جہاں سارے دشتی حیوانات کلول کرتے ہیں۔ وہ سایہ دار درختوں کے تلے اور نیستان کے جھنڈ میں اور بیلے میں لوٹا کرتا ہے۔ سایہ دار درخت اپنے سایہ میں اسے چھپا لیتے ہیں۔ نہروں کی بیدیں اس کے آس پاس ہیں۔ دیکھ وہ دریا کو پی جاتا ہے۔ اور گھبراتا نہیں۔ وہ اعتماد رکھتا ہے۔ کہ وہ دریائے یردن کو اپنے منہ میں رکھ سکتا ہے۔ کون اسے دیکھتے ہوئے پکڑ سکتا ہے۔ یا اس کی ناک کو چھید سکتا ہے۔

کیا تو لویاتان (اژدہا) کو آنکڑے کے ساتھ باہر کھینچ سکتا ہے۔ یا اس کی زبان کو سوت کے ساتھ باندھ کر دبا سکتا ہے۔ کیا تو اس کی ناک میں ایک بنسی ڈال سکتا ہے۔ یا اس کا جبڑا کانٹے سے چھید سکتا ہے کیا وہ تیری بہت سی منتیں کرے گا۔ یا تجھ سے میٹھی باتیں کہے گا۔ کیا وہ تجھ سے قول و قرار کرے گا۔ ..... اس کے شکار کی امید عبث ہے۔ جو کسی کی نگاہ اس پر پڑے وہ گر پڑتا ہے" ایوب ۴۰: ۱۵ - ۲۴، ۴۱: ۱ - ۴ و ۹ و ۱۰

عبرانی کے الفاظ بہیموت اور لویاتان کے متعلق تحقیق

عبرانی زبان میں لفظ بہیموت، جمع کا صیغہ ہے۔ اور یہ جمع ایک جنس کے لحاظ سے ہے۔ یا معنوں میں شدت اور عظمت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ یعنی وہ ایک بہت بڑا بہیمہ یا چارپایہ ہے

[1] (الشعراء) ۲۶: ۳

اسی بنا پر کبھی اس کا ترجمہ ہاتھی کبھی گینڈا کبھی کوئی وحشی جانور کیا جاتا ہے۔ بعض علماء نے بہیموت کو تہیموت پڑھ کر عربی لفظ طِمَسَاح سے اس کو مشتق قرار دے کر اس کے معنی مگرمچھ کئے ہیں۔ مسلمانوں کی اصطلاح میں اس کو خر دجال کہتے ہیں۔

دوسرا لفظ لویتان یا لویتھان ہے۔ جس کے معنی کنڈل مارے ہوئے سانپ کے ہیں۔ اسے سمندر کے تمام جانوروں کا بادشاہ سمجھا گیا ہے۔ اور بہیموت خشکی کے جانوروں کا بادشاہ قرار دیا گیا ہے۔

غیر مذاہب کے فسانوں کا اس بشارت سے تعلق

یورپ کی تنقید اعلےٰ نے محض اس بناء پر کہ حضرت ایوب کی اس پیش گوئی سے ملتا جلتا ایک خاکہ بابلی الواح میں ملتا ہے۔ اس کو بابل کی مثنوی کی محرفہ نقل بتایا ہے۔ بابلی الواح کا قصہ حسب ذیل ہے۔

"ابتدا میں زمین آسمان سے پہلے پانی تھا۔ اس پانی میں نر اور مادہ کے دو جوہر تھے۔ اپسو نر اور تیامت جوہر مادہ کا نام تھا۔ یہ دونوں آپس میں مل گئے۔ اور ان سے دیوتا پیدا ہوئے۔ تیامت جو دیوتا کی ماں ہے۔ وہ بعض اشیاء کی پیدائش پر ناراض ہو گئی۔ چنانچہ روشنی سے خفا ہو کر اس نے دیوتاؤں کے خلاف بغاوت کر دی اور کچھ دیوتا اپنے حلیف بنائے اور اس نے مگرمچھ پیدا کر کے اپنے مددگار بنائے یہ امر دیوتاؤں کے لئے ناراضگی کا باعث ہوا مگر اس کے مقابلہ کی قوت کسی میں موجود نہ تھی۔ مردُک نے اپنے آپ کو پیش کیا مگر اس شرط پر کہ تیامت پر فتح کے بعد زمین و آسمان پر اسی کی حکومت ہو گی۔ دیوتاؤں کی جماعتی مجلس میں اس کو یہ یقین دلا دیا گیا۔ اس پر وہ تیامت کے مقابلہ کے لئے رتھ پر سوار ہوا۔ مردُک فتحمند ہوا اس نے تیامت کو قتل کیا۔ اور اس نے مددگاروں کو زنجیروں میں جکڑ دیا۔ اس کے بعد مردُک نے تیامت کی لاش کے دو ٹکڑے کر کے زمین و آسمان بنایا۔ اور اس نے آسمانوں کے آگے سلاخیں لگا کر پہرہ دار مقرر کر دیئے کہ اوپر کے پانی نیچے نہ اتر پڑیں۔" (ماخوذ از الواح بابل)

اس قصہ میں ایک لفظ تیامت ہے۔ جو قابل تشریح ہے۔ تیامت کے معنی اژدہا کے ہیں۔ یہ لفظ ایک بہت بڑا تاریخی لفظ ہے۔ بائیبل میں اسی کو لویتان کہا ہے۔ جو کنڈل مارے ہوئے سانپ کا نام ہے۔ اتھرو وید میں دو مرتبہ لفظ تیمات ایک خاص قسم کے سانپ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ وید میں یہ لفظ بالکل

باہر سے آیا ہوا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس لفظ کی کوئی تشریح لغت سنسکرت میں موجود نہیں اسی سے متعلق ایک منتر بہت ہی قابل غور ہے۔

یقیناً وہ شخص حکومت کو دور کر دیتا ہے۔ روشنی اور جلال کو مٹا دیتا ہے۔ آتش بداماں شخص کی طرح سب کو جلا دیتا ہے۔ جو برہمن کو اپنی خوراک سمجھتا ہے۔ وہ تیئمات کے زہر کو پیتا ہے (اتھر وید کانڈہ سوکت ۱۸ منتر ۴)۔

اس منتر کی معقول توضیح یہ ہو سکتی ہے کہ جو شخص دیندار عالم آدمی کو تباہ کرتا ہے۔ گویا وہ اژدہا کا زہر پیتا ہے یعنی دہریت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ تیئمات (اژدہا) وید میں بھی دہریت کا مترادف ہے۔

مصری الہیات میں دو مگرمچھ یا اژدہا سیت یا شیطان کے مظہر ہیں۔ بائیبل کے بکثرت نوشتوں میں شیطان کو سانپ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ بابلی سکے جو کھنڈرات میں سے ملے ہیں۔ ان پر مرڈک کو خنجر لے کر بھاگتے ہوئے اژدہا کے پیچھے دوڑتا ہوا دکھایا گیا ہے۔ مختلف زبانوں مختلف مذاہب کی اس مجموعی شہادت سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آیندہ آنے والے کسی بہت بڑے اژدہا سے تمام قوموں کو ڈرایا گیا ہے۔

الواح بابل میں خاتم النبیین کی پیشگوئی

بابل کا قصہ بظاہر ہمارے خیال کی تائید نہیں کرتا اور یہی قصہ سب سے پرانا اور وید و بائیبل کے قصہ کی اصل بتایا گیا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو بائیبل کی الواح کا تذکرہ شروع دنیا میں تخلیق کائنات کا قصہ نہیں بلکہ شروع دنیا سے ظلمت و نور کی باہمی جنگ کا تذکرہ ہے۔ تیئمات شب تار اور مرڈک سورج ہے۔ جو اس تیئمات کو قتل کر کے زمین اور آسمان کو ظاہر کر دیتا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ مذہبی کتابوں کو دنیا کے ظاہری اور طبعی امور کو بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں مگر اس صورت میں کہ اس نظارہ سے کسی روحانی یا مذہبی صداقت پر استدلال کیا جائے رات اور دن کی روزانہ جنگ ابتدائے دنیا سے جاری ہے۔ اور ہر شخص اسے جانتا ہے۔ لیکن مذہبی استعارات میں نور و ظلمت کی جنگ سے مراد کفر و ایمان کی جنگ ہے۔ پس ہم بابل کے قصہ کی یوں تعبیر کرتے ہیں۔ کہ رات اور دن کی باہمی جنگ کی طرح کفر و ایمان کی جنگ جاری ہے۔ جب مذہبی دنیا پر کامل تاریکی چھا جاتی ہے۔ تو ایک روحانی روشنی آسمان پر طلوع

ہوکر اس تاریکی کو دور کر دیتی ہے۔ یا اس تیئمات کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے۔ پانی سے مراد الہامی بارش ہے۔ جو دنیا کے ہر گوشہ میں ہوتی رہی ہے۔ لیکن بابل کی لوح ہمیں بتاتی ہے۔ کہ مرُدک نے جب تیئمات کو جو ظلمت و کفر کا مظہر اعلےٰ یا دجال ہے۔ قتل کر دیا تو اس کے بعد زمین و آسمان بنا کر یعنی دین و مذہب کو کامل کر کے "آسمان کے آگے سلاخیں لگا دیں۔ اور پہرے دار مقرر کر دیئے کہ آسمان کے پانی نیچے نہ گریں" ان الفاظ میں حضور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کا صریح تذکرہ ہے۔ یعنی دجال کو دلائل کے ذریعہ سے کامل شکست دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وحی شریعت پر پہرہ لگا دیا گیا۔ اور اس کو زمین پر اترنے سے روک دیا گیا۔ جناب مسیح علیہ السلام نے جس شیطان کے سر کچلے جانے کا ذکر کیا۔ وہ یہی لیط یا لویتان ہے۔ اور اس کا قاتل فارقلیط (فارق لیط) جناب مسیحؑ نے بتایا ہے۔ کہ وہ ان کے بعد آنے والا ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ شیطان یا اژدہا کا سر کچلنے والا پس الواح بابل کا مرُدک بائیبل کا فارقلیط دیدونکا اندر قاتل اہی آنحضرت صلعم ہی ہیں۔

بائیبل کی پیشگوئی کا مصداق

حضرت ایوبؑ کو خداوند یہوواہ فرماتا ہے: "بہیموت کو دیکھ جسے میں نے تیرا بالمقابل[1] بنایا ہے (تو جو صبر و شکر کا اعلےٰ نمونہ ہے۔ اور وہ بہیمیت کا مجسمہ ہے اس لئے) وہ بیل کی مانند گھاس کھاتا ہے۔ دیکھ اس کی قوت اس کی کمر میں ہے (نہایت طاقتور ہے) اور اس کے پیٹ کی ناف میں اس کا زور ہے (مرکز مضبوط ہے) وہ اپنی دُم کو سرو کے درخت کی مانند ہلاتا ہے (دُم سے مراد اصطلاح بائیبل میں شیطانی وسوسہ اور پالیسی

---

[1] عبرانی میں اصل عمیخ ہے۔ عم کے عام معنی مع یا ساتھ ہوتے ہیں۔ لیکن یہ معیت کتاب بائیبل کے محاورات کے مطابق مقابل اور ضد کے لئے بھی آتی ہے۔ اور کبھی کسی مشابہت کو ظاہر کرنے کے لئے بھی اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے اسے تیرا بالمقابل بنایا ہے۔ یعنی تجھے بھی بنایا ہے۔ اور اسے بھی بنایا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی مخلوق ہونے میں دونوں یکساں ہیں۔ قرآن شریف میں ہے۔ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا۔ وہ صبر و رضائے الٰہی کی وجہ سے ایک غار میں پناہ گزین لوگ اور دوسرے وقت وہی دنیا پرست تاجر ہماری عجیب نشانیوں میں سے تھے۔ (الکہف ۱۸ : ۹)

ہیں اسرو کا درخت ہمیشہ سبز نظر آتا ہے۔ مگر پھل بے مصرف ہونے کی وجہ سے بے پھل کہلاتا ہے مطلب یہ ہے کہ اس کی پالیسی سبز نظر آتی ہے۔ مگر اس کے اندر پھل بے مصرف ہوتا ہے۔ اس کے بعضوں کی نسیں پیچ در پیچ ہیں، اس کی طاقت کے راز پیچ در پیچ ہیں۔ اس کی ہڈیاں تانبے کی مضبوط نلیوں کی مانند ہیں۔ اس کی ہڈیاں لوہے کے شہتیروں کی مانند ہیں، یعنی ارکان حکومت مضبوط ہیں۔ خدا کی مخلوق میں اسی کا درجہ اول ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ مابین خلق آدم الی قیام الساعۃ امرٌ اکبر من الدجال (مشکوٰۃ) آدم سے لے کر قیامت تک دجال سے بڑا کوئی فتنہ نہیں ہے۔ وہ جس نے اسے بنایا اپنی تلوار اس پر چلا سکتا ہے۔

خدا کی تلوار لوہے کی تلوار نہیں بلکہ وہ دلائل و براہین کی تلوار ہے۔ جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دی گئی۔ اس کے بعد اس دجال کی تعیش پسندی اور طاقت کا اظہار ہے۔ اور آخری باب میں اسی دجال کو اژدہا قرار دے کر لکھا ہے۔ جب وہ چھینکتا ہے۔ ایک شعلہ چمک جاتا ہے۔ اور اس کی آنکھیں صبح کی پلکوں کی مانند چمکتی ہیں۔ اس کے منہ سے جلتی مشعلیں نکلتی ہیں۔ اور آگ کی چنگاریاں اچھل پڑتی ہیں۔ اس کے نتھنوں سے بھاپ اٹھتا ہے۔ اس دیگ یا اس ہانڈی کی مانند جو آگ پر جل رہی ہو۔ اس کے دم سے کوئلے سلگ جاتے ہیں۔ اور اس کے منہ سے شعلہ نکلتا ہے۔ زور اس کی گردن میں رہتا ہے.... وہ لوہے کو سوکھی گھاس جانتا اور پیتل کو سڑی لکڑی بوجھتا ہے...... زمین پر اس کی نظیر نہیں۔ جو اس کی مانند بے خوف بنایا گیا ہو۔ وہ ساری اونچی چیزوں کو دیکھتا ہے۔ اور وہ سارے اہل غرور کا بادشاہ ہے۔ (آج تک جتنے فرعون ہوئے وہ سب کا سردار ہے (ایوب ۴۱)

اسی اژدہا کے متعلق یسعیاہ ۲۷: ۱ میں فرمایا۔

"اس دن خداوند اپنی سخت اور بڑی اور مضبوط تلوار سے لویتان اس تیز رو سانپ کو اور لویتان اس پیچیدہ سانپ کو سزا دے گا۔ اور دریائی اژدہے کو قتل کرے گا۔"

جس سے یہ ظاہر ہے کہ وہ کوئی رینگنے والا حیوان نہیں بلکہ کوئی انتہا درجے کا مکار اور گمراہ شخص یا قوم ہے۔ جو آئندہ زمانہ میں ہوگی اور قتل کی جائے گی یا دلائل و براہین سے ذبح کی جائے گی۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام نے اس کی وضاحت یوں کی ہے فرمایا۔

اے خدا دشمن کب تک ملامت کرے گا۔ کیا دشمن ابد تک تیرے نام پر کفر بکے گا تو نے کیوں

اپنا ہاتھ اپنا داہنا ہاتھ کھینچ رکھا ہے اسے اپنی بغل سے نکال اور انہیں تمام کر خدا میرا قدیمی بادشاہ ہے۔ جو زمین میں نجات کے کام کرتا ہے۔ تونے اپنی قدرت سے سمندر کو چیرا تو نے پانیوں میں مگروں کے سر کچلے تو نے لوتیاں کے سروں کے ٹکڑے کئے تو نے اس سے صحرا کے رہنے والوں کو خورش بنایا .... اے خداوند اسے یاد رکھ کہ دشمن ملامت کرتا ہے۔ اور جاہل قوم تیرے نام پر کفر بکتی ہے۔"[1]

اس حوالہ میں نہایت صفائی سے بتایا کہ وہ ایک قوم ہے۔ کوئی خاص فرد نہیں۔ دانیال نبی نے اسے ایک طاقتور سلطنت قرار دیا ہے۔ (دانیال ۷: ۱۵-۲۸)

یہاں تک ہم نے یہ بتایا ہے کہ اسرائیل کے بھائیوں کے ایک چھوٹے سے گھرانے کو بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارت سے اللہ تعالےٰ نے محروم نہیں رکھا حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ حضور کو صبر و شکر میں کمال کی وجہ سے مماثلت ہے۔ فقر و غنا حکومت و بادشاہت دونوں حالتوں میں حضور نے اللہ تعالےٰ کی حمد کی کبھی شکوہ نہ کیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے دجال کے متعلق پیشگوئی کی اس پیشگوئی کے اشارات بابل و مصر اور ہندوستان کی کتب میں بھی ملتے ہیں۔ قتل دجال کی پیشگوئی آپ کے زمانہ سے مخصوص نہ تھی بلکہ آپ کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام یسعیاہ نبی بلکہ دانیال نبی نے بھی اس کو مکرر اپنی امتوں تک پہنچایا اب ہم نے صرف یہ دکھانا ہے کہ یہ پیشگوئی جناب مسیح کی رخصت کے بعد بھی اپنے پورا کرنے والے کی منتظر تھی مکاشفات یوحنا میں یوحنا مسیح علیہ السلام کے ۹۶ سال بعد ایک مکاشفہ دیکھتا ہے۔ اور اس میں وہی اژدہا نظر آتا ہے۔ مگر اس کے متعلق لکھا ہے۔"وہ اژدہا پرانا ابلیس بڑے غصے سے تم پر اترا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے لئے تھوڑی مہلت باقی ہے" مکاشفات یوحنا ۱۲: ۱۲ (یوحنا مسیحیوں کو مڑ رہا ہے۔ اور اس کے "تم پر اترا" کے الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ گمراہ نصاریٰ میں سے ہوگا یعنی جناب مسیح اس اژدہا کے قتل کرنے والے نہیں بلکہ آپ کے ۱۰۰ سال بعد ابھی اس کے قتل میں تھوڑی مہلت باقی ہے۔ کیونکہ فارقلیط (فارق۔ لیط) اس ملعون کو قتل کرنے کے لئے آنے والا ہے دیکھو جناب مسیح کی بشارت فارقلیط یوحنا ۱۴: ۱۶ جس کے مصداق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ الواح

بابل کے استعارات میں یہ بھی موجود ہے کہ درحقیقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم (مرڈک کے معنی سراجاً منیرا ہیں جو حضور کا قرآن شریف میں نام ہے اور الواح بابل میں مرڈک) یا قاتل دجال خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی دنیا میں نہ آئے گا۔ کیونکہ اس صورت میں پیشگوئی میں رخنہ اور ابہام واقع ہو جائے گا۔

---

[1] زبور ۷۴: ۱۰ سے ۱۹

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں حضرت داؤد کے زبور

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِىٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ
بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۔

۱۶ : ۴۳ و ۴۴ ۔

اور تجھ سے پیشتر ہم نے آدمی ہی رسول بنا کر بھیجے ان کی طرف ہم نے وحی کی سو اہل ذکر سے دریافت کر لو اگر تم نہیں جانتے ان کو دلائل اور پیشگوئیوں کے ساتھ (بھیجا) اور تیری طرف ہم نے ذکر کو اتارا تاکہ تو لوگوں کے لئے بیان کرے۔ وہ جو ان کی طرف نازل کیا گیا کہ وہ غور کریں ۔

حضرت داؤد علیہ السلام جن کا نام عبری بائبل میں دَاوِیدْ اور انگریزی میں ڈیوڈ (David) ہے۔ یہ عربی مادہ وُدْ (بمعنی دوست) سے مشتق ہے۔ اور داؤد کے معنی دوست یا محبوب کے ہیں مگر ایک ایسا دوست اور محبوب جو باپ کا بھائی ہو۔ چنانچہ ولیم جیسنیس کی عبری لغت میں اس لفظ کے نیچے لکھا ہے ۔

1. Love, 2. object of love, one beloved, a lover, friend.
3. A friend specially an uncle, the father's brother

اسی لفظ کے آخر پر یا تانیث لگا کر دودہ چچی اور باپ کی بہن دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے خروج ۶ : ۲۰ ۔ احبار ۱۸ : ۱۴ ۔ اور ۲۰ : ۲۰

پہلی بشارت داؤد کا نام

ازروئے محاورات بائبل پیشگوئیوں میں باپ سے مراد حقیقی باپ کا ہونا ضروری نہیں بلکہ بہت سی پشتوں کے درمیان میں ہونے کے باوجود مسیح کو ابن داؤد کہا گیا۔ اور لکھا گیا اسی طرح حضرت داؤد

علیہ السّلام کو ابن ابراہام بتایا گیا حالانکہ درمیان میں کئی پشتیں موجود ہیں۔ (دیکھو انجیل متی کی آیت ۱)

مسیح ابن داؤد کیوں کہلایا؟ اور متی انجیل نویس نے سب سے پہلی آیت میں اس کا ذکر کیوں کیا؟ حالانکہ از روئے عقاید نصاریٰ مسیح بن باپ ہے۔ جس شخص کا باپ نہیں اس کے شجرہ نسب میں تا بہ حضرت آدم کوئی بھی نہیں۔ اگر مسیح کا باپ تھا۔ تو وہ ابن داؤد کہلا سکتا ہے۔ اور اگر اس کا باپ نہیں تھا۔ تو مسیح ابن داؤد ہرگز نہیں کہلا سکتا مریم کا محض شوہر یوسف ہونے کی وجہ سے مسیح ابن یوسف نہیں کہلا سکتا اور نہ ابن داؤد کہلا سکتا ہے۔ بالخصوص اس لحاظ سے کہ اس کی خصوصی صفت کنواری کا بیٹا ہونا بھی ہو بات دراصل یہ ہے کہ ہم حضرت یوسف علیہ السّلام کی پیشگوئی میں دکھا چکے ہیں۔ کہ مسیح کا نسب نامہ اس پیشگوئی کو مدنظر رکھ کر ترتیب دیا گیا ہے۔ جو آنے والے یوسف کے متعلق یہود میں زبان زد تھی۔

یوسف ابن یعقوب کی نسل میں سے یہود کا خیال تھا کہ ایک یوسف پیدا ہوگا۔ انجیل نویسوں نے اسی خیال کی بنا پر مقدس کنواری کا شوہر یوسف پسر یعقوب تجویز کر کے جناب مسیح کو پیش گوئی کا مصداق قرار دے دیا۔

یسعیا نبی کی ایک پیش گوئی کا غلط مفہوم سمجھنے کی وجہ سے موعود کے لئے کنواری کا بیٹا ہونا ضروری تھا۔ اب اس کا علاج اور کیا ہو سکتا تھا کہ ایک طرف تو مسیح کو کنواری کا بیٹا کہا جائے اور دوسری طرف ابن یوسف۔ مقدس مریم کنواری کی کنواری رہیں۔ اور ان کا ایک شوہر بھی ہو۔ جس کے نام پر مسیح ابن یوسف کہلائے غرض یہ متضاد عقائد اور خیالات کہ شوہر والی ہے۔ بیٹے والی ہے۔ مگر کنواری ہے۔ اور ہمیشہ کیلئے کنواری ہے۔ یہ سب کچھ یہود اور عوام کو یہ یقین دلانے کے لئے تھا کہ مسیح موعود انبیاء ہے۔ ورنہ تاریخ سے نہ یہ امر ثابت ہی کہ وہ کنواری کا بیٹا ہی۔ اور نہ یہ کہ وہ ابن داؤد اور ابن ابراہیم ہے (کنواری کا بیٹا نہ ہونے پر بحث ہم یسعیا نبی کی پیشگوئی میں کریں گے)

اس وقت ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ از روئے کتب انبیا، جس طرح ایک یوسف (شیلوہ) کے آنے کی پیش گوئی تھی (دیکھو زیر عنوان "حسن یوسف میں نور محمدی") اسی طرح ایک داؤد کے آنے کی بھی پیشگوئی تھی پیشگوئی میں یہ نام صفاتی ہے۔ جس کے معنی محبوب چچا کے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السّلام ابن ابراہیم کہلاتے ہیں۔ اس رشتہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بنی اسرائیل کے اور حضرت داؤد علیہ اسلام کے محبوب چچا ہیں۔ بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل کے اس رشتہ کے تعلق کے علاوہ داؤد موعود میں جن صفات کے

پائے جانے کا ذکر پیشگوئیوں میں موجود ہے۔ وہ سب خوبیاں صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہیں۔ جس کی تفصیل ذیل میں موجود ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بنی اسرائیل پر احسانات

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ (۲۶:۳۸)

اے داؤد (موعود) ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ پس لوگوں کے درمیان راستی سے فیصلہ کر حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کے قریباً چار سو سال بعد داؤد موعود کے متعلق جس سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حزقیل نبی کی معرفت یوں بشارت دی گئی۔

خداوند یہوواہ کہتا ہے کہ دیکھ میں ہاں موٹے اور دبلے مویشی کے بیچ انصاف کروں گا۔ از بسکہ تم نے پہلو اور کندھے سے دھکیلا ہے۔ اور سارے بیماروں کو اپنے سینگوں سے ریلا ہے یہاں تک کہ وے تتر بتر ہوئے اس لئے میں اپنے گلہ کو بچاؤں گا۔ وے پھر کبھی شکار نہ ہوں گے۔ اور میں مواشی اور مواشی کے درمیان امتیاز کروں گا۔ اور میں ان کے لئے ایک چوپان مقرر کروں گا۔ اور وہ ان کو چرا وے گا۔ اور وہی ان کا چوپان ہوگا۔ اور میرا بندہ داؤد ان کے درمیان سردار ہوگا۔ مجھے خداوند نے یوں کہا ہے۔ اور میں ان کے ساتھ صلح کا عہد باندھوں گا۔" حزقیل ۳۴: ۲۰ تا ۲۵

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے صدیوں پیشتر بنی اسرائیل میں پراگندگی اور انتشار پیدا ہو چکا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل رحبعام پسر سلیمان علیہ السلام سے منحرف ہو چکے تھے اور آپس میں خانہ جنگی شروع تھی موٹے یعنی طاقتور دبلے فرقوں کو دھکیلتے اور اپنی سرزمین سے نکال دیتے تھے۔ یہاں تک کہ بارہ قبائل میں سے دس قبائل تتر بتر ہو گئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری کے وقت یہود کے کئی ایک فرقے موجود تھے۔ جو اکثر آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ یہودی قانون موٹے کے حق میں ہوتا تھا۔ دُبلے اور کمزور ظلم سہتے سہتے تنگ آ گئے۔ اور ان کی طاقت کم ہو گئی۔ بالآخر مجبوراً سب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا حکم مان لیا اور باوجود اختلاف عقاید کے وہ حضور کے فیصلہ پر راضی ہو جاتے اس کا ذکر قرآن کریم نے ان الفاظ میں کیا ہے۔ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ (المائدۃ ۵: ۴۳)

تجھے کس طرح وہ اپنا حکم بناتے ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس توراۃ ہے اپنی کتاب کی موجودگی اور اس پر ایمان کے باوجود یہود کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا سردار اور حاکم تسلیم کرنا اور اپنے مذہبی فیصلہ جات آپ سے کرانا یہ درحقیقت ایک عظیم الشان پیشگوئی کی تصدیق تھی۔ جو حزقیل نبی کی معرفت ان کو بتا دی گئی تھی۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنی اسرائیل کے تفرقہ کو مٹا دیا۔

وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ یعنی (قرآن کریم کی قوت قدسی اور تزکیہ کا) ذکر پہلے لوگوں کی پیشگوئیوں میں بھی ہے (۲۶ : ۱۹۶)

صحیفہ حزقیل میں بنی اسرائیل کی موت اور زندگی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت حزقیل اللہ تعالےٰ کا الہام نقل کرتے ہیں۔

دیکھ میں اسرائیل کو غیر قوموں کے درمیان سے جہاں جہاں وہ گئے لوں گا۔ اور ہر طرف سے انہیں فراہم کروں گا۔ اور انہیں ان کی مملکت میں اسرائیل کے پہاڑوں پر ایک قوم کروں گا۔ اور ایک بادشاہ ان سبھوں کا بادشاہ ہوگا اور وے آگے کو دو قومیں نہ ہوں گی۔ اور وے کبھی اپنے آپ کو اپنے بتوں سے اور اپنی نفرت انگیز چیزوں سے اور اپنی خطاکاری سے ناپاک نہ کریں گے۔ انہیں ان کے سارے مکانوں سے جہاں انہوں نے گناہ کیا ہے۔ چھڑاؤں گا۔ اور انہیں پاک کروں گا۔ سو وے میرے لوگ ہوں گے اور میں ان کا خدا ہوں گا۔ اور میرا بندہ داؤد ان کا بادشاہ ہوگا۔ اور ان سب کا ایک ہی چرواہا ہوگا۔ اور وے میرے حکموں پر چلیں گے۔ اور میری شرعوں کو حفظ کریں گے۔ اور ان پر عمل کریں گے۔ اور وے اس سرزمین میں جسے میں نے تیرے بندے یعقوب کو دیا ہے۔ جہاں تمہارے باپ دادے بستے تھے۔ بسیں گے۔ اور وے ہاں وے اور ان کی اولاد اور ان اولاد کی اولاد ہمیشہ کو اس میں حکومت کرینگے اور میرا بندہ داؤد ہمیشہ کے لئے ان کا سردار ہوگا۔ اور میں ان کے ساتھ سلامتی کا عہد باندھوں گا۔ سو وہ ان کے ساتھ ابدی عہد ہوگا۔ حزقیل ۳۷ : ۲۱ ۔ ۲۷

بنی اسرائیل کے جو قبائل شمال مغرب میں آباد تھے۔ وہ سب کے سب مسلمان ہوئے اور بنی اسرائیل کے گم شدہ قبیلے افغان اور کشمیری سب کے سب اسلام میں اکٹھے کر دیئے گئے۔ اور ان سب نے اپنا ایک بادشاہ

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تسلیم کرلیا اسلام میں آکر وہ دو قومیں چھوٹے اور بڑے بن یمینی اور یہودی نہ رہے۔ بلکہ سب ایک ہو گئے اس لئے کہ مساوات نسل انسانی کا داعی صرف اسلام ہے۔ بت پرستی ان سے دور کر دی گئی۔ اور ابدی کا طوفان تھم گیا۔ داؤد موعود (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) ان کے بادشاہ قرار پائے مسلمانوں نے اللہ تعالےٰ کی شرعوں کو حفظ کیا۔ اور یعقوب کی سرزمین شام پر وہ قابض ہوئے۔ اور ہمیشہ کے لئے ایک ہی بادشاہ داؤد موعود ان کا سردار ہو گیا۔ اب آپ کے بعد نبوت ختم ہے۔ اور یہ عہد نبوت محمدیہ سلامتی کا اور ہمیشہ کا عہد ہے۔ کتنے صاف اور بین نشانات ہیں۔ جن کا پورا کرنا صرف اللہ تعالےٰ کی قدرت اور زبردست ہاتھ کا کام ہے۔ یہ سب پورے ہوئے۔ اور اللہ تعالےٰ کا دایاں ہاتھ سب پر غالب آیا ہے۔ حضرت داؤد موعود کے متعلق جناب یرمیاہ نبی فرماتے ہیں۔

"دیکھ وہ دن آتے ہیں۔ خداوند کہتا ہے۔ کہ میں داؤد کے لئے صداقت کی ایک شاخ نکالونگا اور ایک بادشاہ بادشاہی کرے گا۔ اور اقبال مند ہو گا۔ اور عدالت و صداقت زمین پر کریگا"

ان کے دنوں میں یہوداہ نجات پاوے گا۔ اور اسرائیل سلامتی سے حکومت کرے گا۔ اور اس کا یہ نام رکھا جائے گا "یہوود صدقینیونو"۔ یرمیاہ ۲۳: ۵۔ ۷

پھر ایک مرتبہ فرمایا۔

(بنی اسرائیل) وے خداوند اپنے خدا کی اور اپنے بادشاہ داؤد کی جسے میں ان کے لئے برپا کرونگا خدمت کریں گے۔ یرمیاہ ۳۰: ۹

یرمیاہ نبی کی ان پیشگوئیوں سے شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ اس سے مراد وہ غالب حصہ قبائل بنی اسرائیل کا نہیں جو مسلمان ہوئے۔ بلکہ وہ قلیل حصہ ہے۔ جو یہود اور نصاریٰ کے دین پر رہا اس لئے اس کی وضاحت ضروری تھی۔ چنانچہ یسعیا نبی نے یہود کے کان کھولنے کے لئے زیادہ واضح الفاظ میں فرمایا۔

کان جھکاؤ اور مجھ پاس آؤ سنو تاکہ تمہاری جان زندہ رہے۔ میں تم سے ابدی عہد باندھوں گا اور داؤد کی سچی نصیحتیں تمہیں دوں گا۔ دیکھو میں نے اسے قوموں کے لئے گواہ مقرر کیا۔ بلکہ لوگوں کا ایک پیشوا اور ایک فرمانروا دیکھ تو ایک امت جسے تو نہیں جانتا بلاوے گا۔ اور ایک گروہ جو تجھے نہیں پہچانتی خداوند تیرے خدا اور اسرائیل کے قدوس کے لئے جس نے تجھے جلال بخشا تیرے پاس دوڑتی آوے گی۔

(یسعیا ۵۵: ۳-۵)

یہ بشارۃ بغیر کسی قسم کی تاویل اور کھینچ تان کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور امت مسلمہ کے حق میں بالکل ایک کھلی ہوئی بشارت ہے۔

بنی اسرائیل کی زندگی اس ابدی عہد کے ساتھ وابستہ ہے جسے داؤد کی سچی نعمتیں نبوۃ اور بادشاہت اور ارض مقدس کی حکومت اور فرمانروائی دی گئی۔ وہ داؤد موعود نہ صرف بنی اسرائیل بلکہ دنیا کی ساری قوموں کے لئے گواہ ہے۔ اور اکیلا فرمانروا ہے۔ ایک امت جسے بنی اسرائیل نہیں جانتے اور نہیں پہچانتے وہ خداوند خدا اسرائیل کے قدوس خدا کے لئے دوڑتی ہوئی آئے گی یعنی اس کا مقصد ملک گیری نہ ہوگا۔ بلکہ اس کی ساری کوشش اور دوڑ دھوپ محض خالصۃً للہ ہوگی۔ اس پیشگوئی کو قرآن شریف نے اس الفاظ میں ادا کیا ہے۔

كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔ (البقرۃ ۲ : ۱۴۳)

اے امت مسلمہ ہم نے تم کو ایک اعلےٰ درجہ کی امت بنایا ہے۔ تاکہ لوگوں پر گواہ ہو اور محمد رسول اللہ تم پر گواہ ہو۔

اس پیشگوئی کے متعلق حضرت داؤد خود اللہ تعالےٰ کا الہام یوں نقل فرماتے ہیں:۔

میں نے اپنے برگزیدہ سے عہد کیا ہے۔ میں نے اپنے بندے داؤد سے قسم کھائی ہے۔ میں تیری (روحانی) نسل کو ابد تک قایم رکھوں گا۔ اور تیرے تخت کو پشت در پشت قرار بخشوں گا۔ اینا اللہ میں خداوند کی مانند کون ہے۔ خدا قدوسوں کی مجلس میں نہایت بارعب ہے۔ اور ان سب کی جو اس کے صحابہ میں تعظیم کے لائق ہے۔۔۔۔ تب تو نے رویا میں اپنے مقدس کو فرمایا۔ اور کہا میں نے ایک زبردست کو کمک کے لئے برپا کیا میں نے قوم میں سے ایک برگزیدہ کو بلند کیا میں نے اپنے بندہ داؤد کو پایا۔"

(زبور باب ۸۹ تا ۲ - ۷، ۱۹ - ۲۰)

اس سارے زبور میں حضرت داؤد نے اس رویا کا ذکر کیا ہے۔ جو انہیں آئندہ کے متعلق دکھایا گیا تھا۔ اسی باب کی آیات ۳۹ تا ۵۲ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ رویا ان کی زندگی میں پورا نہیں ہوا اس لئے حضرت داؤد اللہ تعالےٰ سے شکایت کرتے ہیں۔ کہ یہ وعدے کیوں پورے نہیں ہوئے۔ درحقیقت داؤد علیہ السلام کی یہ ایک اجتہادی غلطی تھی۔ چنانچہ بعد کے انبیاء یسعیاہ اور یرمیاہ وغیرہ نے اس وعدہ کے پورا

ہونے کا وقت داؤد علیہ السّلام کی بعثت ثانی یا داؤد موعود کا وقت قرار دیا جیسا کہ مندرجہ بالا حوالجات سے ثابت ہے۔ آخری زمانہ کے ایک نبی ہوشیا نے بھی اس بشارت کی یہی توضیح کی ہے۔ کہ یہ پیشگوئی داؤد موعود کے لئے ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

"بنی اسرائیل بہت دن تک بغیر بادشاہ اور بغیر حاکم اور بغیر قربانی اور بغیر ستون بغیر افود[1] یا ترافیم رہیں گے اس کے بعد بنی اسرائیل رجوع کریں۔ اور خدا وند اپنے خدا کو اور داؤد اپنے بادشاہ کو ڈھونڈینگے اور آخری دنوں میں وے ڈرتے ہوئے خداوند کی اور اس کی رحمت کی پناہ لیں گے۔ ہوشیا ۳ : ۵۔

قرآن شریف نے اسی کے متعلق فرمایا۔

وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اسْکُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِکُمْ لَفِیْفًا (۱۷ : ۱۰۴)

اور آخر پر ہم نے بنی اسرائیل کو کہا زمین پر بسر کرو۔ جب آخری وعدہ کے پورا ہونے کا وقت آئیگا ہم تم کو اکٹھا کر لائیں گے"۔ انبیاء عظام کی یہ پیشگوئیاں اس قدر واضح اور بین ہیں۔ کہ ایک معمولی عقل اور سمجھ کا آدمی بھی فوراً معلوم کر سکتا ہے۔ کہ ان میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ اور امت مسلمہ کے متعلق کھلے کھلے بیان موجود ہیں۔ بنی اسرائیل کس طرح اپنے عروج سے مسیح کے بعد گرے حکومت تو حضرت سلیمان علیہ السّلام کے بعد ہی قریباً ختم ہو چکی تھی۔ مگر مسیح یہودی قوم کی روحانی موت کا ایک نشان تھے۔ اس لئے نبوّت کا سلسلہ بھی ان سے جاتا رہا جب خدا کی طرف سے بدیوں سے ڈرانے والا بھی کوئی نہ آیا۔ تو یہ سلسلہ کب تک قایم رہ سکتا تھا۔ مشیت الہیٰ نے ان کو ایک اور داؤد (صلے اللہ علیہ وسلم) دیا اور اس پر ایمان لانے والے بنی اسرائیل کو اپنی رحمت کی پناہ میں لے لیا۔ داؤد موعود سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو کامل طور پر داؤد علیہ السلام کی نبوۃ اور بادشاہت دونوں کے وارث ہیں۔ اور ان پیشگوئیوں کے کامل مصداق ہیں۔ داؤد موعود کے متعلق جو پیشگوئیاں اوپر نقل کی گئیں۔ ان سب کا ملخص یہ ہے۔

(الف) بنی اسرائیل کے کمزور فرقوں پر طاقتور فرقوں نے ظلم کیا۔ داؤد بادشاہ کے آنے پر (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر) یہ ظلم نہ ہوگا۔ بلکہ وہ اس کے ماتحت صلح اور سلامتی سے رہیں گے۔

(ب) بنی اسرائیل کی تمام تتر بتر شدہ قومیں جمع ہوں گی۔ افغان اور کشمیری جو بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑیں

---

[1] ایک قسم کے بت یا تماثیل

ہیں سب اسلام میں جمع ہوئیں۔

(ج) بت پرستی وغیرہ نفرتی باتیں ان میں سے دور ہوئیں۔ ان سب قوموں کا ایک ہی بادشاہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہی لوگ ہیں۔ جو عہد کی سرزمین اور یعقوب کی مملکت پر قابض ہوئے اور اس میں بستے ہیں۔

د: یہ لوگ اللہ تعالے کی شرع کو حفظ کرتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔

ہ: یرمیا نبی نے بتایا کہ آنے والا داؤد بادشاہ ہوگا۔ اور صداقت و عدالت سے حکومت کرے گا یہودیوں کو جس قدر دکھ عیسائی حکومتوں میں دیئے جاتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تعلیم کے مطابق صحابہ نے ہمیشہ ان کو پناہ دی اور سلامتی بخشی۔

و: یرمیاہ نبی کی معرفت آپ کا اسم گرامی۔

"یہوہ صدقینو"

"یعنی خداوند ہماری صداقت" ہے۔ قرآن کریم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حق فرمایا گیا ہے۔ دوسرے معنی اس کے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ انبیا، بنی اسرائیل کی تصدیق کرے گا۔ اور ان کے متعلق وہ صداقت کا فیصلہ دے گا۔ چنانچہ قرآن کریم نے بار بار ان الفاظ کو دہرایا ہے۔" مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمۡ" وہ تصدیق کرتا ہے۔ اس کی جو تمہارے پاس ہے۔ (النسآء) ۴: ۴۷

ز: اس کا تمام قوموں کے لئے گواہ مقرر ہونا اور قوموں کا اس کے پاس جمع ہو جانا یہ سب نشانات سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کسی اسرائیلی بادشاہ کے حق میں پورے نہ ہوئے۔

ح: خدا قدوسوں کی مجلس میں نہایت بارعب ہے فتح مکہ کے وقت حضور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ ایک بارعب جرنیل اور بادشاہ کی حیثیت سے موجود تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی دوسری بشارت

وَرَبُّکَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَلَقَدۡ فَضَّلۡنَا بَعۡضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعۡضٍ وَّاٰتَیۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا (۱۷: ۵۵)

اور تیرا رب خوب جانتا ہے۔ ان کو جو آسمان اور زمین میں ہیں۔ اور ہم نے بعض انبیا کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ اور داؤد کو ہم نے پیش گوئیاں دی ہیں۔

حضرت داؤد کے زبور میں جگہ جگہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خداوند کہا گیا ہے۔ اور آپ کی تعریف کی گئی ہے۔ اس لفظ خداوند کی تصریح کے لئے ایک جگہ فرمایا۔

"ابناء اللہ میں خدا کی مانند کون ہے" زبور ۸۹ : ۷ (گویا خداوند تمام ابناء اللہ (انسانوں اور فرشتوں) سے افضل ہے۔ ایک جگہ فرمایا "مبارک ہے۔ وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے" زبور ۱۱۸ : ۲۶)

حضرت داؤد کی تیسری بشارت

خداوند ابد تک تخت نشین ہے (یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں جو آپ کی نبوت کو منسوخ کردے۔ بلکہ آپ کی نبوت ہمیشہ ابدالآباد تک قایم رہے گی) اس نے عدالت کے لئے اپنی مسند تیار کی ہے۔ اور وہ صداقت سے جہان کا انصاف کرے گا۔ اور راستی سے قوموں کی عدالت کرے گا۔ خداوند مظلوموں کے لئے محکم مکان ہے۔ اور مصیبت کے وقت میں پناہ گاہ دے جو تیرا نام جانتے ہیں۔ تیرا بھروسہ رکھیں گے۔ کہ تو نے ان کو جو اے خداوند تیری تلاش میں ہیں۔ ترک نہیں کیا ہے۔۔۔۔ غیر قومیں اس کنوئیں میں جو انہوں نے کھودا تھا گری ہیں۔ اس دام میں جو انہوں نے چھپایا تھا۔ انہیں کے پاؤں پھنسے" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے راستی سے "قوموں کی عدالت کی" یعنی دنیا کی ہر ایک قوم کو مساوات کا حق عطا کیا۔ اور جن کو نیچ سمجھ کر ان پر ظلم ہوتا تھا۔ اس سے ان کو نجات دی۔ غیر قومیں جو اسرائیلی نہیں یعنی عرب کے لوگ ہیں۔ جو حضور کی مخالفت پر تلے بیٹھے تھے۔ وہ اس ہلاکت کے کنوئیں میں گرے۔ جو انہوں نے مسلمانوں کے لئے کھودا تھا۔ زبور ۹: ۸-۱۰، ۱۵

بشارت چہارم

"خداوند مشہور ہوا کہ اس نے عدالت کی ہے۔ شریر اپنے ہاتھوں کے کام کے پھندے میں پھنسا ہے غور کرو شریر پلٹائے جائیں گے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ وے ساری قومیں جو خدا کو بھول جاتی ہیں۔ کہ مسکین ہمیشہ فراموش نہیں کیا جائے گا۔ عاجزوں کی امید سدا توڑی نہ جائے گی۔ اٹھ اے خداوند کہ انسان غالب نہ ہووے۔ قوموں کی عدالت تیرے حضور میں کی جاوے۔ اے خداوند ان کو ڈراتا کہ قومیں اپنے آپکو بشر ہی جانیں

زبور ۱۹:۹۔۲۰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسکینوں اور یتامیٰ کی خبرگیری کی تعلیم دی بیکسوں اور عاجزوں کی دستگیری کی مساوات نسل انسانی اور توحید کی تعلیم دے کر لوگوں کو یہ باور کرا دیا کہ وہ بشر ہی ہیں۔

بشارت پنجم

"مسکین آپ کو تیرے سپرد کرتا ہے۔ یتیم کا مددگار تو ہے۔ شریر اور برے کا بازو توڑ ایسا کہ اس کی شرارت پھر ڈھونڈی نہ پائی جائے۔ خداوند ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بادشاہ ہے۔ بے گانی قومیں اس کی زمین پر سے فنا ہوئیں۔ زبور ۱۰: ۱۴۔ ۱۸

کس قدر صاف اور بیّن کلام ہے۔ مسکینوں اور یتیموں کی کفالت کے علاوہ کہ شریروں اور غیر قوموں کو عرب سے ایسا خارج کیا گیا کہ ۱۴۰۰ سال تک وہ اپنی زبردست قوت کے باوجود اس میں داخل نہیں ہو سکے

چھٹی بشارت

خداوند کا کلام خالص کلام ہے۔ جیسے چاندی مٹی کی کٹھالی میں تاؤ دی گئی۔ اور سات مرتبہ صاف کی گئی تو ہی اے خداوند ان کا حافظ ہے۔ تو انہیں اس زمانہ کے لوگوں سے ابد تک بچا رکھے گا۔ شریر لوگ ہر طرف اکڑتے پھرتے ہیں۔ پر ان کی جتنی سرفرازی ہے۔ بنی آدم کی اتنی ہی پستی ہے۔ زبور ۱۲: ۶۔ ۸

قرآن شریف دنیا بھر کی مذہبی کتابوں میں صرف ایک ہی خالص اور محفوظ کلام ہے۔ جو متعدد مرتبہ جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ قرآت کر کے پاک اور صاف رکھا گیا۔ شریروں کی اکڑ بازی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حلم اور فروتنی دونوں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔

ساتویں بشارت

"وے سب گمراہ ہوئے وے ایک ساتھ بگڑ گئے۔ کوئی نیکوکار نہیں ایک بھی نہیں کیا ان سب بدکاروں کو سمجھ نہیں جو میرے بندوں کو یوں کھا جاتے ہیں۔ جیسے روٹی کھاتے ہیں۔ وے خداوند کا نام نہیں لیتے وے وہاں بڑے خوف میں ہوئے کیونکہ خدا صادقوں کی ذریت کے درمیان ہے۔ تم مسکین کی اصلاح کی تحقیر کرتے ہو۔ اس لئے کہ خدا اس کی پناہ ہے۔ کاش کہ اسرائیل کی نجات صیہون میں

سے ہوتی جب خداوند اپنی قوم کے قیدیوں کو پھیر لائے گا۔ تو یعقوب شاد ہوگا۔ اور اسرائیل خوش ہو"

زبور ۱۴: ۳ تا ۷ اور ۵۲: ۶

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (قرآن) کے ماتحت حضور کی بعثت کے وقت تمام دنیا میں فساد تھا۔ نیکی مفقود تھی مسکین اور یتیم کو دھتکار دیا جاتا تھا۔ اس فساد کی اصلاح صیہون (بیت المقدس) سے مقدر نہ تھی بلکہ اس کے لئے مکہ معظمہ مقرر تھا۔ بنی اسرائیل جو افغانستان اور کشمیر وغیرہ میں آکر شرک اور بت پرستی میں گرفتار ہو چکے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کیا اور اسرائیل کے گھرانے کی لٹی ہوئی دولت (توحید) ان کو واپس دلائی۔

آٹھویں بشارت

"اے خداوند تیرے خیمہ (حرم) میں کون رہے گا۔ تیرے کوہ مقدس پر کون حکومت کرے گا۔ وہ جو صراط مستقیم پر چلتا ہے۔ اور صداقت کے کام کرتا ہے۔ اور اپنے دل سے سچ بولتا ہے۔ وہ جو اپنی زبان سے چغلی نہیں کھاتا۔ اور اپنے ہمسایہ سے بدی نہیں کرتا۔ اور اپنے پڑوسی پر عیب نہیں لگاتا۔ وہ جس کی نظر میں نکما آدمی خوار ہے۔ پر وہ انہیں جو خداوند سے ڈرتے ہیں۔ عزت دیتا ہے۔ اور وہ جو اپنے ضرر پر قسم کھاتا ہے۔ اور بدلتا نہیں وہ جو سود کے لئے قرض نہیں دیتا۔ اور بے گناہوں کو ستانے کے لئے رشوت نہیں لیتا وہ جو یہ کرتا ہے۔ کبھی نہ ٹلے گا" زبور ۱: ۵ ۔

ان آیات میں ایک مسلمان کی ان صفات خصوصی کا ذکر ہے۔ جو قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ اپنا نقصان بھی ہوتا ہو تو عہد سے نہ پھرنا اور سود پر قرض نہ دینا یہ صرف اسلام کی تعلیم ہے۔ ورنہ یہود اور نصاریٰ کی ساری قومیت اپنے نفع اور سود پر قایم ہے۔

بشارتِ نہم

"بدکار کاٹ ڈالے جائیں گے۔ لیکن وے جو خداوند کے منتظر ہیں۔ زمین کو میراث میں لیں گے۔ کہ ایک تھوڑی سی مدت ہے۔ کہ شریر نہ ہوگا۔ تو غور کرکے اس کا مکان ڈھونڈے گا۔ اور وہ نہ ہوگا۔ لیکن وے جو حلیم ہیں۔ زمین کے وارث ہوں گے۔ اور بہت سی راحت پا کے خوش دل ہوں گے شریر صادق

(۳۰: ۴۱)

کے خلاف بند شیں باندھتا ہے۔ اور اس پر دانت پکیاتا ہے۔ خداوند اس پر ہنستا ہے۔ کیونکہ دیکھتا ہے۔ کہ اس کا دن آتا ہے ...... شریروں کی نسل کاٹی جائے گی۔ صادق زمین کے وارث ہوں گے۔ اور ابد تک اس میں بسیں گے۔ صادق کا منہ دانائی کی بات کہتا ہے۔ اس کی زبان سے عدالت کا کلمہ نکلتا ہے۔ اس کے خدا کی شریعت اس کے دل میں ہے۔ اس کا پاؤں کبھی نہ پھسلے گا (زبور ۳۷: ۹ تا ۱۳ و ۲۹ تا ۳۱)

قرآن شریف نے اس بشارت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝ إِنَّ فِي هَٰذَا لَبَلَاغًا لِّقَوْمٍ عَابِدِينَ ۝ ۲۱: ۱۰۵، ۱۰۶ اس پیشگوئی کی بنا پر مسلمان ارض مقدس کے وارث ہوئے اور وہ جو مخالفین اسلام تھے۔ ایک قلیل مدت یعنی صرف ۲۳ سال کے عرصہ میں کاٹ ڈالے گئے۔ ان تمام شریروں کا جو اسلام کو مٹانا چاہتے تھے۔ نام و نشان تک مٹ گیا۔ دنیا میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے کہ اس قدر قلیل عرصہ میں ایک ملک اور قوم کی کایا پلٹ ہو گئی ہو کہ سارے ملک اور قوم میں ایک متنفس بھی مخالف اسلام نہ رہا۔

بشارت دہم

"وہ قوم کے مسکینوں کا انصاف کرے گا۔ اور محتاجوں کے فرزندوں کو بچا دے گا۔ اور ظالم کو ٹکڑے ٹکڑے کرے گا۔ جب تک کہ سورج اور چاند باقی رہیں گے۔ ساری پشتوں کے لوگ تجھ سے ڈرا کریں گے۔ وہ بارش کی مانند جو کاٹی ہوئی گھاس پر پڑے نازل ہو گا۔ اور موسلا دھار مینہ کی طرح جو زمین کو سیراب کرتی ہے۔ اس کے عصر میں جب تک کہ چاند رہے گا۔ صادق پھلیں گے۔ اور سلامتی فراواں ہو گی..... ساری گروہیں اس کی تعظیم کریں گی۔ کیونکہ وہ دہائی دینے والے محتاج کو اور مسکین کو اور ان کو جن کا کوئی مددگار نہ ہو۔ چھڑا دے گا..... ان کا خون اس کی نظر میں بیش قیمت ہو گا۔ وہ جیتا رہے گا۔ اور سبا کا سونا اسے دیا جائے گا۔ اس کے حق میں سدا دعا ہو گی۔ ہر روز اس کی مبارک باد کہی جائے گی ...... اس کا نام ابد تک باقی رہے گا۔ جب تک کہ آفتاب رہے گا۔ اس کے نام کا رواج رہے گا۔ لوگ اس کے باعث اپنے تئیں مبارک کہیں گے۔ ساری قومیں اسے مبارک دیں گی۔ خداوند خدا اسرائیل کا خدا جو اکیلا ہے عجائب کام کرتا ہے" زبور ۷۲: ۴ تا ۷، ۹ تا ۱۹

اس پیش گوئی میں حضرت داؤد علیہ السّلام بتاتے ہیں کہ وہ موعود آخری نبی ہے کیونکہ اس کا زمانہ محدود نہیں کہ اس کے بعد کوئی اور نبی آئے۔ وہ یتیموں اور مسکینوں کا ملجأ و ماوا ہے۔ شریروں کو وہ کاٹ کر پھینک دے گا۔ مگر نیکوں کے لیئے وہ ایک زوردار بارش ہو گا۔ اور سلامتی فراواں ہو گی یعنی اسلام سب میں پھیل جائے گا۔ وہ جیتا رہے گا۔ یا اس کی نبوت ختم نہ ہو گی۔ سبا کے تحائف حضور کی خدمت میں بطور تحفہ پہنچے "اس کے حق میں سدا دعا ہو گی"۔ ہر روز ایک مسلمان نہیں معلوم کتنی مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں دعا و درود بھیجتا ہے۔ اور ہر روز آپ کے لیئے اللّٰھم بارک علی محمد پڑھا جاتا ہے گویا ہر روز آپ کی مبارک باد کہی جا رہی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی بارک علےٰ اٰل محمد میں اپنے آپ کو مبارک باد دے رہے ہیں۔ اور پھر دنیا کی تمام قوموں میں سے لوگ مسلمان ہوئے ہیں۔ اور یہ مبارک باد پڑھتے ہیں اور یہ محض اللہ تعالےٰ کے عجائب کاموں میں سے ہے۔

بشارت یازدہم

"یہ پچھلی پشت کے لیئے لکھا جائے گا۔ اور لوگ جو پیدا ہوں گے خداوند کی حمد کریں گے"۔

زبور ۱۰۲: ۸ آتم پچھلی اور آخری پشت صرف اسلام ہے جس نے اللہ تعالےٰ کی حمد دنیا میں اس کثرت سے کی ہے۔ کہ اس کی مثال کہیں دوسرے مذاہب میں ڈھونڈھے سے بھی نہیں ملتی روزانہ پانچ نمازوں میں اسی کی حمد ہوتی ہے۔

بارھویں بشارت ختم نبوت پر ایک اور فیصلہ کن پیشگوئی

جناب داؤد علیہ السّلام کی بشارات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں بہت کثرت سے موجود ہیں۔ سب کا درج کرنا بہت مشکل ہے۔ صرف ایک پیشگوئی نقل کر کے اسے ختم کر دیا جاتا ہے۔ فرمایا:۔

"میں تیری حمد و ثنا کروں گا۔ تو نے میری سن لی۔ اور میری نجات ہوئی۔ وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا۔ وہی چوٹی کا پتھر ہو گیا یہ خداوند سے ہوا جو ہماری نظروں میں عجیب ہے۔۔۔۔۔۔۔ مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے۔

زبور ۱۱۸: ۲۲ تا ۲۴ و ۲۶

حضرت داؤد علیہ السلام پر بائیبل اور یہود نے جو عیب لگائے وہ اس قدر مکروہ ہیں۔ کہ ان کی موجودگی میں آپ کی کوئی وقعت نظر نہیں آتی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ان گناہوں اور الزامات سے نجات دی اور آپ کی تقدیس کی پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کے مستحق ہیں۔ کہ داؤد علیہ السلام ان کی حمد و ثنا کریں۔

حضور اور حضور کی قوم ہی وہ پتھر ہے۔ جسے بنی اسرائیل کے معماروں نے رد کیا۔ اور کہا بنی اسمٰعیل میں کوئی خوبی نہیں مگر اسی رد شدہ قوم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے جنہوں نے بحیثیت چوٹی کا پتھر ہونے کے قصر نبوت کی تکمیل کی اگر یہ چوٹی کا پتھر نہ ہوتا تو نبوت کی ساری عمارت بیکار تھی چوٹی کا پتھر جسے عبری بائیبل کے اس حوالہ میں "روش پناہ" کہا گیا ہے۔ گنبد کا چوٹی کا پتھر ہوتا ہے۔ یا وہ عمارت جو دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لئے بنائی جاتی ہے۔ اس کے برج کا آخری پتھر "روش پناہ" کہلاتا ہے۔ پناہ کے معنی حفاظت کا برج ہیں دیکھو ۲ تواریخ ۲۶: ۱۵ اور صفنیا ۱: ۱۶ اور ۳: ۶۔

قصر نبوت کی چوٹی کا یہ پتھر سوا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور کوئی نہیں آپ کی ذات بابرکات پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہو گیا۔ بنی اسرائیل میں کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے یہ دعوےٰ کیا ہو۔ یا خدا نے اس کے متعلق کہا ہو۔ کہ وہ خاتم النبیین ہے۔

۱؎ بائیبل کے بعض ترجموں میں اس کا ترجمہ "کونے کا سرا" کیا گیا ہے۔ جو غلط ہے۔ اس جگہ اس کا ترجمہ چوٹی کا پتھر ہے۔ البتہ دوسرے حوالہ میں "کونے کا سرا" بھی موجود ہے۔ جس پر ہم بحث کسی دوسری جگہ کریں گے

حضرت سلیمان علیہ السلام کا محمدیم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک عظیم الشان بشارت

دیگر انبیاء عالم کی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی آنحضرت صلے علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئی کی۔ اور آپ کے عشق میں کئی ایک نعتیہ غزلیں لکھیں اور یہاں تک واضح الفاظ میں پیشگوئی فرمائی کہ اس سے زیادہ وضاحت ممکن نہ تھی یعنی ایک غزل میں آپ کا اسم مبارک محمدیم بھی بیان فرما دیا۔ بائیبل حوادث زمانہ سے ہمیشہ معرض تحریف رہی ہے۔ اور یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے زمانہ میں عبری خط کا وجود بھی نہیں تھا عبری کے اس موجودہ رسم الخط میں بائیبل جناب موسےٰؑ سے صدیوں بعد لکھی گئی اور اس کے مؤلف حضرت عزرا تھے جنہوں نے اصل کتب یہود کے گم ہو جانے کے بعد زبانی روایات سے اسے جمع کیا تھا۔ اس کی غلطیاں ان کثیر اختلافات عبارات سے ظاہر ہیں جو اس کے نسخوں میں پائی جاتی ہیں۔ عبری الفاظ یہوہ Jehovah ابراھام اور یروشلایم Jerusalem وغیرہ وغیرہ سینکڑوں الفاظ ہیں۔ باوجود معروف ہونے کے بھی بلحاظ قواعد زبان ناقابل تشریح ہیں۔ تاہم سرور عالم کے متعلق بیسیوں پیشگوئیاں انہی محرف اور مبدل کتابوں میں نہایت واضح الفاظ میں موجود ہیں۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی حکمت نے اصل کتاب کی تباہی کے باوجود پیشگوئیوں کو محفوظ رکھا تا وہ ہستی جو انبیاء عالم کی مصدق ہے۔ انبیاء عالم کی گواہی بھی اس کے حق میں موجود رہے۔ اس وقت مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک پیشگوئی پر جس میں اسم مبارک محمدیم موجود ہے۔ کچھ لکھنا ہے۔ کیونکہ مسیحی حضرات نے اس پیشگوئی کے متعلق حال ہی میں کلکتہ کے اخبار اپی فینی میں کچھ نکتہ چینی کی ہے: جس کا ماحصل تین باتیں ہیں۔

الف: غزل الغزلات سلیمان کی اس آیت میں کوئی پیشگوئی نہیں بلکہ یہ ایک عام عشقیہ کلام ہے۔

ب: لفظ محمدیم بائیبل میں اور بھی کئی جگہ آیا ہے۔ اور اس کے معنی محبوب و مطلوب اشیاء کے ہیں۔
حوالجات کے لئے دیکھو عبری بائیبل کتاب حزقیل ۲۴ : ۱۶۔ اور سلاطین اول ۲۰ : ۶۔

ج: آیت زیر بحث میں لفظ محمدیم نکرہ (common noun) ہے معرفہ

proper noun) نہیں

مسیحی حضرات ہمارے جواب میں جو روش اختیار کرتے ہیں۔ وہ اس سے بالکل برعکس ہوتی ہے جو بائیبل کی تفسیر میں وہ خود اپنے لئے اختیار کرتے ہیں۔ ایپی فینی کے نامہ نگار نے لکھا ہے۔ کہ غزل الغزلات سلیمان میں کوئی پیشگوئی نہیں مگر آکسفورڈ کی مطبوعہ ریفرنس بائیبل میں اسی غزل الغزلات کی زیر بحث آیت کے باب ۵ کا خلاصہ ان الفاظ میں دیا ہے۔

I. *Christ Awaketh the Church with his Calling.*

II. Church having a taste of Christ's love is sick.

III. A description of Christ by his graces

سلیمان کی غزل الغزلات میں اگر کوئی پیشگوئی نہیں تو اس میں مسیح اور کلیسا کا عشق کہاں سے آگھسا؟ تعجب ہے کہ مسیحیت کا پروپیگنڈا کرنے کے لئے تو یہی آیات پیشگوئی بن جاتی ہیں۔ جب ہم اسے بطور پیشگوئی پیش کرتے ہیں۔ تو یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اس میں کوئی پیشگوئی نہیں۔ پیشگوئی تو اسے آباء یسوعین بھی مانتے ہیں۔ البتہ یہ پیشگوئی مسیح کے بارہ میں ہے۔ یا محدیم کے بارہ میں۔ اس میں مسیح کی عظمت کا اظہار ہے۔ یا محمد کی شان کا تذکرہ صرف یہ امر ہمارے اور مسیحی حضرات کے درمیان متنازعہ فیہ ہے۔

نامہ نگار ایپی فینی کا دوسرا اعتراض فریب محض ہے۔ لفظ محمدیم آیت زیر بحث کے علاوہ ساری بائیبل میں کہیں موجود نہیں حزقیل ۲۴: ۱۶۔ اور سلاطین اول ۲۰: ۶ میں تو لفظ محمد ہے۔ محمدیم نہیں۔ معلوم نہیں۔ مسیحی نامہ نگار نے یہ صریح غلط بیانی کیوں کی؟

اعتراض نمبر ۳ بھی اس لئے غلط ہے کہ اگر اس پیشگوئی میں کسی شخص کا ذکر نہیں آیا تو مسیحی پادریوں نے اس کو مسیح پر کیسے چسپاں کر دیا۔ آیت کی ترتیب سے یہ ظاہر ہے کہ لفظ محمدیم یہاں موصوف ہے۔ جس کے معنی انگریزی ترجمہ میں وہ سراپا عشق انگیز ہے!! کئے گئے ہیں۔ ہم اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔ وہ سراپا محمد ہے۔

ایپی فینی کے ان شبہات کا ازالہ کرنے کے بعد اب ہم کسی قدر تفصیل سے اس پیشگوئی کے عبری

الفاظ پر بحث کرتے ہیں۔ آیت کے عبری الفاظ بخط عربی حسب ذیل ہیں:۔

حِکّوْ مَمْتَقِیْم وَ ی کُلّٗ مَحْمَدِّیْم زِہ دودی و ی زِہ ریے عی بلنوت یر وشلایم

غزل الغزلات باب ۵ آیت ۱۶

آیت کا پہلا لفظ "حِکّوْ" ہے۔ جس کا مادہ حنخ یا حنخ ہے۔ جس کے لغوی معنی (۱) منہ کا اندرونی حصہ (۲) تالو (منہ کا زیریں حصہ) (۳) جبڑے دیکھو کتاب ایوب باب ۲۹ آیت ۹ باب ۲ آیت ۱۳ (۴) ذائقہ کی حس ایوب ۱۲: ۱۱ (۵) زبان یا کلام ایوب ۶: ۳۰۔ ان تمام حوالجات میں لفظ "حکّو" مشتقات استعمال ہوئے ہیں۔ زبان عبرانی اور بائیبل میں ایسے موقعہ پر منہ۔ تالو اور زبان سے مراد کلام ہوتا ہے۔ مثلاً میرا منہ سچ سچ کہتا ہے" امثال ۸: ۷ "میں نے اپنے منہ کو ہرگز اجازت نہ دی" ایوب ۳۱: ۲ بائیبل کے عام محاورہ میں مطلق منہ کا لفظ بھی اکثر کلام کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ دیکھو ایوب ۱۹: ۱۶ زبور ۷۳: ۹ یسعیا ۹۴: ۲ پس اس آیت زیر بحث میں لفظ "حکّو" کے معنی اس کا کلام" ہیں۔

آیت میں دوسرا لفظ مَمْتَقِیْم ہے۔ جس کا مادہ متاق ہے۔ اور معنی شیریں چیز کا کھانا شیرینی یا شہد ہیں۔ دیکھو ایوب ۲۴: ۲۰۔ کتاب شمار میں مِتقہ ایک مقام اور چشمہ کا نام ہے۔ جو عرب میں واقع ہے اور اسی جگہ بنی اسرائیل نے اپنے خروج کے دوران میں قیام کیا تھا۔ کتاب شمار ۳۳: ۲۸ زبان عرب میں متاق پانی سے بھرے ہوئے برتن یا چشمہ کو کہتے ہیں۔ پس عبرانی لغت کی بنا پر لفظ مَمْتَقِیْم کی اس لفظی تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ اس کے معنی شہد۔ شیرینی اور چشمہ کے ہیں حِکّوْ مَمْتَقِیْم کے مجموعی معنی ہونگے اس کا کلام شہد ہے۔ اس کی زبان شیرینیوں سے لبریز ہے۔ اس کا منہ ایک شیریں چشمہ ہے۔ بائیبل کے یہ الفاظ قرآن شریف پر ہی صادق آتے ہیں۔ قرآن مجید کی یہ تعریف نہ صرف قرآن میں موجود ہے بلکہ سیل کارلائل اور دوسرے مستشرقین نے بھی قرآن شریف کی اس خوبی کو تسلیم کیا ہے۔ مسیح کا اپنا کلام تو دنیا میں کہیں موجود ہی نہیں مسیح اور کلیسا کا عشق بھی سب فرضی باتیں ہیں۔ جو ان آیات سے مراد لی گئی ہے۔

مُمتقیم ؐ میں آخر پر یم عظمت اور شان کا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بظاہر مُمتقیم جمع کا صیغہ ہوتے کے باوجود خود مترجمین بائیبل نے اسے صیغہ واحد میں ترجمہ کیا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے۔ کہ اس کا کلام اپنی عظمت اور شان کے لحاظ سے شیرینیوں کا مجموعہ ہوگا۔ اور وہ دنیا میں ایک ہی کلام ہے جس نے اعلیٰ درجہ کا فصیح و بلیغ کلام ہونے کا دعوےٰ کیا۔ اور فصحاء ملک کے نزدیک ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عربی

زبان میں فصاحت و بلاغت کا معیار قرار دیا گیا۔

وہ سراپا محمدیم ہے

حضرت سلیمانؑ اس کے کلام کی شیرینی کا نشان بتا دینے کے بعد فرماتے ہیں "دی کُلّ محمدیم" اور وہ سراپا محمد ہے یعنی نہ صرف اس کا کلام شہد اور شیریں ہے۔ بلکہ وہ خود تعریف مجسم یا محمد ہے۔ لفظ محمدیم کا مادہ حمد ہے جس کے معنی عبرانی لغت میں Pleasure. To take, desire, لکھے ہیں۔ مگر یہی لفظ Gratitude, اور تعریف Praise کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے یعنی کسی کی خوبی کی وجہ سے مشکور ہونا اور اس کی تعریف کرنا "دی کُلّ محمدیم" میں حضرت سلیمان علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ میرے محبوب میں تمام خوبیاں موجود ہیں۔ وہ تعریف والا یا محمد ہے۔ یا اس کی ہر ادا قابل تعریف ہے۔

محمدیم میں بھی یم جمع کی نہیں بلکہ عظمت اور شان کی ہے۔ جیسا کہ لفظ ایلوہیم پر بحث کرتے ہوئے جیوئش سائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے۔

Elohim plural in form though commonly constructed with a singular verb or adjective. This is most probable to be explained as the plural of *majesty* or excellence expressing high dignity or greatness.

یاد رہے کہ یہ لفظ محمدیم بائیبل میں صرف ایک ہی مرتبہ یعنی اسی آیت غزل الغزلات میں استعمال ہوا ہے۔ دوسری جگہ نہیں اور مترجمین بائیبل نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ وہ "سراپا عشق انگیز ہے"۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی سے عشق و محبت بھی اس کی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس لفظ کے آخر پر یم استعمال ہونے کی وجہ سے مترجمین بائیبل کو نہیں چاہیئے تھا کہ وہ اس کا ترجمہ کرتے بلکہ یوں لکھنا چاہیئے کہ وہ ہستی مطلق محمد عظیم ہے۔

اس سے بڑھ کر اس پیشگوئی کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہونے کی اور کیا بین دلیل ہوسکتی ہے۔ کہ خود حضور کا اسم مبارک اس میں موجود ہے۔ ساری بائیبل میں یسوع کے نام کی کوئی پیشگوئی موجود نہیں لفظ مسیح تو صفاتی نام ہے۔ آپ کا ذاتی نام تو صرف یسوع تھا۔ جائے حیرت ہے۔ کہ مسیحی لوگ یسوع کے نام پر کوئی پیشگوئی بائیبل میں موجود نہ ہونے کے باوجود بیسیوں پیش گوئیاں ان کے نام پر زبردستی چسپاں کرتے ہیں۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام "محمدیم" صاف طور پر بائیبل میں موجود ہونے پر بھی اس پیش گوئی کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور آپ پر ایمان نہیں لاتے کیا یہ چھوٹے عذر کہ بائیبل میں "محمدیم" کسی جگہ پر آیا ہے۔ یا یہ کوئی پیش گوئی نہیں ان کی بریت کیلئے کافی ہو سکتی ہیں؟

سلیمان کا محبوب بنی اسمٰعیل ہوگا

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے محبوب کا پہلا نشان شیریں کلام ہونا اور اس کا نام "محمدیم" بتا دینے پر ہی اکتفا نہیں کرتے۔ بلکہ تیسرا نشان یہ بتاتے ہیں۔ کہ وہ کس شجرہ نسب سے ہوگا چنانچہ "محمدیم" کے بعد فرمایا۔ "زِہ دُوْدِی"۔

زِہ : یہ

دُودی : دود کے معنے عبرانی لغت میں دوست اور محبوب کے ہیں۔ لیکن خصوصیت سے یہ لفظ چچا یا باپ کے بھائی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیساکہ عبرانی اور کلدانی انگریزی لغت میں لکھا ہے۔

A friend specially a father's brother or uncle by a father's side.

اس لفظ کے استعمال میں حضرت سلیمانؑ کا منشا یہ ہے۔ کہ محمدیم ان کے چچیرے بھائیوں میں سے ہے۔ کوئی شخص غلطی سے میرا محبوب اسرائیلی نہ سمجھ لے یہ ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان بنی اسرائیل میں سے تھے۔ اور بنی اسمٰعیل ان کے چچیرے بھائی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ پیش گوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سوائے دنیا کے کسی اور شخص کے حق میں صادق نہیں آسکتی ان میں دلائل

کے ہوتے ہوئے بھی افسوس ہے کہ مسیحی اسے مسیح کے حق میں سمجھ رہے ہیں۔ حالانکہ متی اور لوقا کے بیان کردہ شجرہ نسب میں مسیح حضرت سلیمان کی اولاد میں سے ہیں۔ اور محمد یم نبی اسمٰعیل یا چچا کی اولاد سے ہیں۔

وہ میرا دوست میرا ہمسایہ یا دوسری شاخ سے ہے

محمد یم کو اپنا چچا ظاہر کر دینے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے محبوب کا ایک اور نشان بتایا ہے۔ دی زہ دے عی۔

دی زِہ: اور یہ

دے عی: اس لفظ کا مادہ رعہ ہے۔ جس کے معنی بائیبل میں ہمسایہ اور دوسری شاخ نسل انسانی کے دوست کے ہیں۔ عبرانی کلدانی اور انگریزی لغت میں اس کے معنے

A companion, a friend with whom one has intercourse

حوالجات کے لیئے دیکھو یرمیاہ ۶: ۲۱۔ ایوب ۴۲: ۲ سموئیل اول ۳۰: ۲۶ ایوب ۲: ۱۱، ۱۹: ۲۱ امثال ۲۵: ۱۷ یرمیاہ ۳: ۱ ہوسیع ۳: ۱ خروج ۲۰: ۱۷۔ اور ۲۲: ۲۵

اس لفظ میں دو نشان ہیں۔ کہ سلیمانؑ کا محبوب ان کا ہمسایہ ہے۔ ملک شام کے ساتھ عرب کا ملک ملا ہوا ہے۔ اس لیئے وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہمسایہ یا عربی ہے۔ اور دوسرے معنی دوسری قوم یا شاخ اور دوست کے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بنی اسرائیلی ہیں۔ اور دوسری قوم اور شاخ اسی سلسلہ کی بنی اسمٰعیل ہیں۔ گویا حضرت فرماتے ہیں کہ میرا محبوب بنی اسمٰعیل ہے یعنی اس کی قوم میری قوم کی ہمسایہ اور وہ ہماری دوسری شاخ میں سے ایک محبوب ہے۔

حضرت سلیمان کے محبوب کا شہر دار السلام ہے

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس نغتیہ غزل کے آخر پر فرمایا۔

بینوت یروشلایم۔

بیتوت = اے بیٹو ۔ یہ لفظ عبری محاورہ میں باشندگان یا اہالیان کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ لغت میں اس لفظ کے ماتحت لکھا ہے ۔

The inhabitants of a city or country both men and women

مثال کے لئے دیکھو یسعیاہ ۱۶ : ۲ متی ۱ : ۵

یروشلایم ۔ اس لفظ کے عام معنی تو شہر یروشلم کے لئے جاتے ہیں لیکن قواعد زبان کے لحاظ سے اس کے معنوں میں بہت اختلاف ہے ۔ بعض علماء عبرانی اس کی اصل یروش شلیم قرار دے کر اس کے معنی "مقبوضہ امن" کرتے ہیں ۔ جو قواعد زبان کے لحاظ سے غلط ہے ۔ ایسی صورت میں حسب ضرورت یروشلیم کے شین پر تشدید ہونی چاہیے تھی ۔ بعض فضلا عبرانی کے نزدیک یرُوۃ بمعنی بنیاد رکھنا سے یرو بنا ہے ۔ جس کے معنی بنیاد Foundation ہیں اور یروشلم کے معنی بنیاد امن ہیں ۔ غرض اس طرح اس کے بیسیوں معنی بیان کئے جاتے ہیں ۔ دراصل یہ لفظ بیرو عربی اشتقاق الوری معنی لوگ یا گھر ہیں ۔ اور بیتوت یروشلم کے معنی اے سلامتی والے امن والے گھر کے رہنے والو ۔

بائیبل میں یروشلم کی بجائے یروشلایم تثنیہ کا صیغہ ہے ۔ اس تثنیہ کے صیغہ نے بھی لغت نویسوں کو ایک مصیبت میں ڈالا ہے ۔ اور بعض نے اس مشکل کو یوں سلجھایا ہے ۔ کہ دو حصوں والا شہر اسے قرار دیا ہے ۔

لیکن ہر شخص جس نے بائیبل کو غور سے پڑھا ہے ۔ جانتا ہے کہ یروشلم دو ہیں ۔ ایک قریب کا یروشلم اور دوسرا دور کا یروشلم ایک ہاجرہ کا یروشلم اور دوسرا سارہ کا یروشلم پولوس نامہ گلاتیون میں لکھتا ہے ۔

یہ باتیں تمثیلی ہیں ۔ یہ دو عورتیں دو عہد ہیں ۔ ایک کوہ سینا کا عہد جو صرف شریعت کے غلام پیدا کرتی ہے ۔ یہ ہاجرہ ہے ۔ کیونکہ ہاجرہ عرب کا کوہ سینا ہے ۔ جو یروشلم کا مثیل ہے ۔ اور وہ اپنی اولاد کے ساتھ شریعت کی غلام ہے ۔ یہ دور کا یروشلم شریعت سے آزاد ہے ۔ وہی ہم سب کی ماں ہے" ! نامہ گلاتیون باب ۴ آیت ۲۵ ۔ ۲۶ پس اس حوالہ کی بنا پر یروشلم دو ہیں ۔ اسی وجہ سے جناب سلیمان

نے دونوں یروشلم کے اہالیان یا بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل یا سارہ کی اولاد اور ہاجرہ کی اولاد دونوں کو خاطب کیا ہے۔ کیونکہ یہاں یروشلایم تثنیہ کے صیغہ میں ہے۔ رہا یہ امر کہ یروشلم کے معنوں کے لحاظ سے حقیقی یروشلم یا سلامتی اور امن کا گھر کونسا ہے۔ پولوس شریعت سے آزاد گھر کو حقیقی یروشلم یا سلامتی کا گھر قرار دیتا ہے۔ اور ہاجرہ کے یروشلم کو جسے وہ شریعت کا پابند قرار دیتا ہے۔ دنیا کا یروشلم قرار دیتا ہے۔ لیکن ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ شریعت والا اور قانون کا پابند گھر امن والا ہو سکتا ہے یا بے شرع اور قانون سے آزاد گھر امن اور سلامتی والا ہو سکتا ہے۔ اس لحاظ سے دنیا میں ایک ہی گھر ہے۔ جو بیت الحرام اور دارالسّلام کہلانے کا مستحق ہے۔ اور وہ وہی یروشلم ہے۔ جو ملک عرب میں ہاجرہ کا یروشلم ہے۔ جو ہمیشہ ہمیشہ سے امن اور سلامتی کا گھر قرار پا گیا ہے۔ جو نہ صرف خود دشمنوں سے محفوظ اور سلامت ہے۔ بلکہ جو شخص اس کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ وہ امن میں آجاتا ہے جس کی نسبت فرمایا گیا مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا[۵] جو اس کے اندر داخل ہو گیا۔ وہ امن اور سلامتی کے گھر میں آگیا یہ حقیقی یروشلم ہے۔ نہ وہ یروشلم جس کے متعلق خود پرستاران یروشلم میں یہ ضرب الامثال ہیں۔

Zion is turned into a desert. It lies in ruins. "Here all is desert". Look for no joy here either from men or from mountain". A wealthy and pious Jew came here to settle at Jerusalem after two years stay he left it with the words, ' Let him that wishes to have neither *aulomhaze* (the pleasure of this life) nor *aulomhabo* (those of the life to come) live at Jesrusalem". (Dr. Franke's *Jews in the East*).

جناب مسیح نے خود یروشلم پر جو نوحہ کیا ہے۔ وہ اناجیل میں مرقوم ہے۔ ایسی صورت میں اور دشمنوں کے پے در پے حملوں اور اس کی بربادیوں کے باوجود اس یروشلم کو یروشلم کہنا ہی غلط ہے۔

غرض وہ یروشلم جو شریعت سے آزاد ہو گیا۔ تباہ و برباد کر کے اس کی برکات ہاجرہ کے یروشلم کو عطا کر دی گئیں جیسا کہ رب الافواج نے حجی نبی کی معرفت فرمایا تھا۔ پورا ہوا اس پچھلے گھر کا جلال پہلے گھر کے جلال سے زیادہ ہوگا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔ اور میں اس مکان میں سلامتی بخشوں گا۔ (حجی ۲: ۹)

---

(۵) آل عمران ۳: ۹۷

قرآن شریف نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (بنی اسرائیل) ۱:۱۷

اس سمیع وبصیر خدا نے جب دیکھا کہ بنی اسرائیل اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے تو داؤد علیہ السلام کی بد دعا سے ان سے سلطنت چھین لی اور مسیح کی دعا سے نبوۃ اور روحانیت سلب کر لی اور سارہ کے یروشلم کی برکات ہاجرہ کے یروشلم کو عطا کر دی گئیں۔ سارہ کے یروشلم نے حضرت سلیمان پر کفر بت پرستی اور بدکاری کا الزام لگایا۔ ہاجرہ کے یروشلم سے جو شیریں شہد کا چشمہ پھوٹا اس نے فرمایا وَمَا کَفَرَ سُلَیْمٰنُ وَلٰکِنَّ الشَّیٰطِیْنَ کَفَرُوْا[1] (قرآن) سلیمان نے ہرگز کفر نہیں کیا۔ البتہ شیاطین کفر کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے ہی کفر کیا۔ اس لئے یہی سلیمان علیہ السلام کا محبوب محمدیم ہے۔ مبارک ہے۔ وہ جو اس پر ایمان لاتا ہے۔ اور سلامتی کے یروشلم دارالسلام و بیت الحرام میں داخل ہوتا ہے۔

---

[1] (البقرۃ) ۲: ۱۰۲

اقوام عالم کا کعبۂ مقصود

حضرت سلیمان کا محمدیم

اللہ تعالےٰ کی ذات جس طرح تمام اقوام عالم کے درمیان ایک کلمہ سوائے اور نقطۂ مرکزی ہے. جس پر مذاہب عالم کے اتحاد کی بناء قایم ہوسکتی ہے. اسطرح انبیاء عالم میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود ایک ایسا کعبۂ مقصود ہے. جس کی نسبت دنیا کے ہر ایک عظیم الشان نبی نے بشارت دی ہے. اور اپنی اپنی امتوں کو اس رحمۃ للعالمین کے زیر سایہ جمع ہونے کی تلقین کی ہے. مذاہب عالم میں سینکڑوں قسم کے اختلافات ہوا کریں. لیکن جس امر پر وہ سب کے سب متفق ہیں وہ جناب حنوک (ادریس علیہ السلام) کا دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آنے والا خداوند ہے. وہ ایک عالمگیر طغیان بدی کے وقت حسب بشارتِ نوح نجات کا کشتیبان ہے. وہی حضرت موسےٰ کا مثیل جناب داؤد کا محبوب اور وہی سلیمان کا محمدیم اور جناب مسیح کا فارقلیط ہے. مذہب الگ الگ ہیں. اور ان میں اختلافات بھی بے شمار ہیں لیکن سب کا آخری محبوب اور کعبۂ مقصود صرف ایک محمد رسول اللہ ہے کیا ہی خوب ہے جو کسی نے کہا ہے

گو میری اور رقیب کی راہیں تھیں مختلف

لیکن ہم ایک منزل جاناں پہ جا ملے

حضرت سلیمان کی بشارت محمدیم پر ہم لائٹ[1] کے پیغمبر نمبر میں تفصیل کے ساتھ بحث کر چکے ہیں اس وضاحت کے بعد کوئی ضرورت نہ تھی کہ اس پر ہم دوبارہ قلم اٹھاتے مگر شنگھائی کے ایک اخبار اسرائیل مسنجر نے یہودی نقطۂ خیال سے اس پیشگوئی پر کچھ تنقید کی ہے. اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے. کہ مسیحی دوستوں پر اس پیشگوئی کے ذریعہ اتمام حجت کرنے کے بعد یہودی علماء پر بھی حجت ملزمہ قائم کی جائے. اور ان سے یہ پوچھا جائے کہ آخر سلیمان علیہ السلام کا "محمدیم" کون ہے. جو دس ہزار قدوسیوں میں ممتاز ہے.
اس پیشگوئی کے اولین مخاطب اسرائیلی ہیں. اور عبری زبان اور کتاب مقدس کے اصل حامل یہی لوگ ہیں. ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہیں. کہ زبان عبرانی کی باریکیاں جس قدر ان علماء کو معلوم ہیں. مسیحی علماء کو اس

[1] احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار رسالہ بزبان انگریزی.

کا عشر عشیر بھی نصیب نہیں اس لئے اسرائیل مسنجر کو مخاطب کرتے ہوئے ہم اپنے دل میں ایک خوشی محسوس کرتے ہیں کہ عبری کے یہ زبردست علماء اس علمی مضمون میں ہماری کیا رہنمائی کرتے ہیں۔

اسرائیل مسنجر کی تنقید

یکم جون ۱۹۳۵ء کے پرچے میں سب سے پہلے اس امر پر اظہار مسرت کیا گیا ہے کہ اسلام چونکہ یہودی مذہب کی بیٹی ہے۔ اس لئے اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے ماخذ اور منبع سے اظہار صداقت کے لئے استنباط کرے۔ بلاشبہ ہمیں اس امر کا فخر حاصل ہے کہ اس مرنے والی دوراندیش ماں نے قوم بنی اسرائیل کو یتیم نہیں چھوڑا بلکہ یہ بشارت دی کہ خداوند جو تمہاری نجات کی چٹان ہے۔ وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آتا ہے۔ وہ تمہارے لئے مثیل موسیٰ اور حضرت سلیمان کا محبوب محمدیم ہے۔ بشارت کا بشیر ربانی اسلام ہے۔ وہ قوم بنی اسرائیل کو ہدایت و صداقت کی راہ مستقیم دکھانے کے لئے نئے یروشلم میں مبعوث ہوئے اس نے پرانے یروشلم کی تمام برکات نئے یروشلم کو عطا کیں۔ وہ سلیمان کی بشارت کے مطابق ہدایت کا وہ شیریں چشمہ ہے۔ جو تمام انبیاء کرام کی بالعموم اور بنی اسرائیل کی بالخصوص تقدیس کو بیان کرتا ہے۔ پرانے یروشلیم نے اپنے تمام انبیاء عظام پر گناہ اور سیہ کاری کے مکروہ دھبے لگائے لیکن نئے یروشلیم نے ان عظیم الشان انبیاء کی عصمت اور تقدیس کو دوبارہ دنیا میں تازہ کیا اس یروشلیم کی چھاتیاں خشک ہوگئیں۔ اور قوم اسرائیل کو یتیمی کے داغ سے بچا کر ام القریٰ (مکہ) کے سپرد کر دیا گیا۔ یہ انسان کی نگاہوں میں عجیب ہے مگر خداوند کی بے پایاں رحمت و قدرت سے بعید نہیں اس لئے ہم خوش ہیں کہ ہمارے اسرائیلی دوست نے اس دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آنے والے خداوند اور قوم اسرائیل کی نجات کی چٹان کے متعلق تحقیقات کے لئے کمر باندھی ہے۔ قرآن کریم نے نبی کریم کی صداقت کو پرکھنے کا ایک ایسا معیار مقرر کیا ہے جس کے قبول کرنے سے ہمارے یہودی مبشر کو بھی انکار نہ ہوگا "یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم" جس معیار پر اسرائیل کے بیٹوں کی نبوت کو پرکھتے ہو اسی پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی پرکھ کر دیکھ لو۔

حضرت سلیمان کی بشارت

حضرت سلیمان غزل الغزلات باب ۵ آیت ۱۰ میں فرماتے ہیں۔ (عبری الفاظ بخط عربی)

دو دی صح و ی اد و صم داغول مر بابا۔

مطلب: "میرا دوست روشن ہے۔ اور سرخ رنگ ہے۔ دس ہزار میں ممتاز ہے۔"

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر ادنےٰ اطلاع رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے۔ ۱۔ کہ حضور کا چہرہ مبارک روشن تھا۔ ۲: آپ کا رنگ سرخ تھا۔ شامی لوگوں کی طرح بالکل سفید نہ تھا۔ ۳: آپ اپنے دس ہزار قدوسیوں میں فتح مکہ کے وقت نمایاں امتیاز اور حیثیت رکھتے تھے۔ حضرت سلیمان نے جو حضور کا حلیہ مبارک بیان کر کے اس کے ساتھ دس ہزار میں ممتاز ہونا بتایا ہے۔ یہ خوبی دنیا کی تاریخ میں صرف ایک ہی شخص کو نصیب ہوتی ہے۔ اور وہی حضرت سلیمانؑ کے محمدیم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جنکی معیت میں فتح مکہ کے وقت دس ہزار قدوسی موجود تھے۔

ہمارے اسرائیلی دوست نے اس بشارت کے صرف ایک لفظ داغول پر بحث کی ہے۔ اور اس کا مادہ دگیل قرار دے کر اس کے معنی علم (جھنڈا) کیئے ہیں۔ اور مراد اس سے ورانز قدلی ہے۔ اس سے پیشتر کہ ہم اس تنقید کا جواب دیں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ بشارت کے سارے الفاظ پر ایک سیر حاصل بحث کی جائے۔ بشارت کے الفاظ ترتیب وار اور ان کے معانی بہ تفصیل ذیل ہیں۔

دو دی: اس لفظ میں یا نسبتی ہے جس کے معنی ہیں میرا۔ 'دود' کے معنی دوست اور محبوب لیکن عبری زبان میں 'دود' بالخصوص ایسے محبوب کے لئے آتا ہے۔ جو باپ کا بھائی ہو۔ جسے چچا کہتے ہیں۔ چنانچہ ولیم نیسینس کی لغت میں اس لفظ کے نیچے لکھا ہے۔

1. Love, 2. Object of love, one beloved, a lover, friend.
3. A friend specially an uncle, father's brother.

سی لفظ کے آخر پر ہا تانیث لگا کر 'دودہ' باپ کی بہن اور چچی دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔ دیکھو حزقیل ۲۰: ۶۔ احبار ۱۸: ۱۴ اور ۲۰: ۲۰

پس اس لفظ میں حضرت سلیمان اپنے محبوب کا سب سے پہلا نشان یہ بتاتے ہیں کہ وہ میرا محبوب چچا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رشتہ سے حضرت اسمٰعیل آپ کے چچا تھے۔ اور انہی کی اولاد میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ گویا حضور حضرت سلیمانؑ کے عموی محبوب تھے یعنی بنی اسرائیلی نہیں بلکہ بنی اسمٰعیلی تھے۔

بشارت کا دوسرا لفظ صحیح ہے۔ روشن دمکتا ہوا۔ عربی میں ایسے چہرہ کو ضحضح کہتے ہیں عبری لغت میں اس کے معنی لکھے ہیں .White, Bright, Clear گویا حضرت سلیمان کا محبوب روشن چہرہ ہے۔

وی: اور

ادوم: یہ لفظ آدم سے مشتق ہے: جس کے معنی سرخ رنگ کے ہیں۔ یعنی ان کا رنگ بالکل سفید نہیں بلکہ سرخی مائل سفید اور براق ہے۔ یا کھلتے ہوئے سرخ رنگ کا ہے۔

داغول: جس کا مادہ ہمارے اسرائیلی دوست نے ڈگیل Degel بتایا ہے اس کے معنی لغت میں

I. To set up a banner to erect a standard

کے علاوہ

conspicuous, distinguished, pre-eminent

اور اسی زیر بحث لفظ کے نیچے لغت میں لکھا ہے۔

Distinguished, spoken as a noble youth

یہودی فاضل کی رائے کے مطابق اگر اس کے معنی علم بھی لئے جائیں تو بھی ازروئے محاورہ بائیبل اس کے معنی ممتاز کے ہو سکتے ہیں۔ اسی غزل الغزلات میں ہے۔

"وی دِغلو عالی ادیباہ" غزل ۲: ۴ یعنی "اس کا علم مجھ پر محبت ہے" یا اس کا جھنڈا جو مجھ پر تھا وہ عشق ہے۔ مجھے اس کے عشق کا فخر ہے۔ یا میں اس کے عشق سے ممتاز ہوں۔

اسی غزل الغزلات ۶: ۴ میں جھنڈوں سے مراد فاتح بھی ہیں۔

ہمارے اسرائیلی دوست کا یہ قول کہ داغول کے معنی دراز قد ہیں۔ کسی طرح صحیح نہیں بلکہ اس کے معنی جیسا کہ اس لفظ پر تفصیلی بحث سے ثابت ہے۔ ممتاز ہیں۔

ہمارے معنوں کی تصدیق میں علماء یہود

امریکہ سے جیوش پبلیکیشن سوسائٹی نے جو ترجمہ بائیبل کا شائع کیا ہے۔ اس میں اس آیت کا ترجمہ یوں ہے

My beloved is white and ruddy. Pre-eminent above ten thousand.

پس یہاں داغول سے مراد صرف قد کا لا بنا نہیں بلکہ بلحاظ قابلیت اور صفات ان پر امتیاز رکھنے والا ہے۔ اپنے اسرائیلی دوست کی اس تنقید سے ہم یہ نہیں سمجھ سکے کہ انہوں نے لفظ داغول سے مراد صرف جھنڈا یعنی دراز قد کیسے سمجھ لیا حالانکہ جھنڈا بھی امتیاز اور فتح کے معنوں میں خود بائبل میں آیا ہے۔ اسرائیل میسنجر نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے۔ کہ پیشگوئی کسی پر چسپاں کرتے ہوئے لفظی معنوں میں اسے نہیں لینا چاہیئے کیونکہ یہ نظمیہ کلام ہے۔ جو استعارات پر مشتمل ہوتا ہے۔

مگر نظمیہ کلام کا ترجمہ کرتے ہوئے ہر حالت میں ہمیں الفاظ کو استعارات میں کھینچنا چاہیئے۔ یہ بھی اصول ترجمہ میں کوئی قاعدہ نہیں۔ اگر آپ مجھے معاف فرمائیں تو میں یہ کہوں گا کہ یہ غلطی آپ نے خود کی ہے۔ کہ جھنڈے کی لمبائی پر نگاہ رکھتے ہوئے سلیمان کے محبوب کو دراز قد بنا دیا ہے۔ حالانکہ یہاں اس کا دوسروں میں ممتاز ہونا مراد ہے۔ کیونکہ نظمیہ کلام میں استعارہ ہوتا ہے۔

اسرائیل میسنجر کی دوسری تنقید

آپ لکھتے ہیں کہ عبری بائبل میں لفظ محمدیم نہیں بلکہ محمودیم ہے۔ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کی غزل الغزلات ۵: ۱۶ میں وی کل محمدیم کی بجائے وی کل محمودیم ہے۔

اول تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق واضح نشانات ہوتے ہوئے جن کا ذکر ہم لائٹ کے پروفٹ نمبر میں کر چکے ہیں۔ یہ اعراب کا معمولی اختلاف کوئی چیز نہیں۔ لیکن اس پر اگر ہمارے دوست کو ضد ہو کہ یہاں چونکہ لفظ محمدیم نہیں بلکہ محمودیم ہے۔ اس لئے ہم دوسرے دلائل اور نشانات پر غور نہیں کرتے تو ہم انہیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بائبل میں اعراب کی تکمیل قریباً آٹھویں صدی مسیحی میں یا اسلام کے دوسو سال بعد ہوئی ہے۔ اور اعراب لگانے والوں کی غفلت سے ایک محمدیم تو کیا سینکڑوں الفاظ ایسے موجود ہیں جو غلط اعراب لگ جانے کی وجہ سے مہمل ہو گئے ہیں۔ اور از روئے قواعد زبان ان کی کوئی تشریح نہیں ہو سکتی کیا فاضل اسرائیل کو یہ معلوم نہیں کہ خود خدا وند یہوواہ کا صحیح تلفظ محض اعراب کی غلطی سے کچھ کا کچھ بن گیا ہے۔ اور آج کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس کا صحیح تلفظ کیا ہے؟ حضرت داؤد علیہ السلام کا اصل نام داوید ہے۔ یا دیو یا داوٗد اعراب کی غلطی کی وجہ سے یہ نام بھی مبہم ہو گیا۔ سلاطین دوم ۳: ۴ میں ایک جگہ بادشاہ کا نام میشع لکھا ہے۔ مگر مشع اصل تلفظ ہے۔ جو اس کے اپنے ہاتھ کا کندہ ملا ہے۔

لیکن ہم اپنے یہودی فاضل کو صرف ان الزامی جوابات سے ہی ٹالنا نہیں چاہتے بلکہ یہ ثابت کر کے دکھا دیں گے۔ کہ اصل لفظ محمودیم ہرگز نہیں بلکہ محمدیم ہے۔ اخبار ایپی فینی میں کسی مدراسی پادری کا جو مضمون گزشتہ مارچ میں ہمارے جواب میں چھپا ہے۔ اس میں کئی جگہ لفظ محمدیم ہی لکھا گیا ہے۔ ہمارے پاس جتنے عبری کے نسخے موجود ہیں۔ ان سب میں محمدیم ہی ہے۔ محمودیم کسی نسخہ میں نہیں اگر ہمارے فاضل دوست کو اس پر شک ہو۔ تو ہم اس کا فوٹو بلاک بھی شائع کر دیں گے۔ جو لفظ آپ نے محمودیہاں پیش کیا ہے۔ وہ نوحہ یرمیاہ ۱: ۷ میں ہے۔ جس پر ہماری کوئی بحث نہیں۔

کیا لفظ محمدیم جمع کا صیغہ ہے؟

فاضل یہودی کا لفظ محمدیم کے متعلق یہ بھی عذر ہے کہ یہ جمع کا صیغہ ہے۔ اس لیے یہ کسی خاص شخص کا نام نہیں وہ اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں کہ ایلوہیم (خدا کا نام) کی طرح اس میں یم تعظیم اور شان کے اظہار کے لیے ہے۔ وہ ایلوہیم میں یم علامت شان اور عظمت کو ایک استثنائی قاعدہ قرار دیتا ہے۔ اور اس پر دلیل یہ دی ہے کہ یہودی لوگ ایلوہ (خدائے واحد) بھی استعمال کرتے ہیں۔ اور ایلوہیم بھی جو بظاہر جمع کا صیغہ ہے۔ اس ذات باری کے لیے ایلوہ بصیغہ واحد کا استعمال ظاہر کرتا ہے کہ ایلوہیم میں یم جمع کا نہیں بلکہ تعظیم اور شان کا ہے (کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ذاتِ خداوندی واحد بھی ہو۔ اور جمع بھی) لیکن ہمارے فاضل دوست کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اس لفظ ایلوہ بصیغہ واحد کے متعلق علماء کا کیا خیال ہے چنانچہ لکھا ہے۔

It can hardly be doubted accordingly that the singular Ehola is only an artificial restoration based on the plural Elohim.

پس ایلوہ بصیغہ واحد ایک نئی تراش ہے۔ اس لیے یہ لفظ سوائے نظمیہ کلام کے اور کہیں استعمال نہیں ہوا یا آخری کتابوں میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ساری کتاب مقدس میں ۷۵ مرتبہ میں سے ۴۱ مرتبہ یہ ایوب کے نظمیہ کلام میں موجود ہے۔ اور باقی ۱۶ مرتبہ بھی اسی طرح نظمیہ کلام اور آخری نوشتوں میں پایا جاتا ہے۔

یہ خیال کہ بائبل میں ہر جگہ سوائے ایلوہیم کے یم جمع کی علامت ہے۔ غلط ہے۔ بائبل میں بیسوں نام تثنیہ اور جمع کے صیغہ میں آئے ہیں مگر اس سے مراد ایک شہر اور مقام ہوتی ہے۔ مثلاً افضیم۔ اودریم۔ ایگلائم کلیذیم۔ مزریم۔ عقرابیم۔ گیدر۔ دتھیم

محمدیم میں یم شان وعظمت کا ہے

اس امر کے فیصلہ کے لئے کہ محمدیم میں یم جمع کا ہے۔ یا شان اور عظمت کا؟ اس کے لئے ہمیں اس امر پر غور کرنا چاہیئے کہ اگر عبری زبان میں یہ قاعدہ مسلم ہے کہ یم شان وعظمت کی علامت بھی ہوتی ہے۔ تو اس قاعدہ کو صرف ایک لفظ کے ساتھ خاص کر دینا دلیل کا محتاج ہے۔ یہ کہنا کہ چونکہ یہودی لوگ خدا کو بصیغہ واحد بھی استعمال کرتے ہیں۔ لہذا ایلوہیم میں یم شان کی ہے۔ غلط ہے۔ کیونکہ ایک عیسائی یہ کہہ سکتا ہے کہ بائبل میں ایلوہیم جمع کے صیغہ میں استعمال ہوا ہے۔ لہذا خدا باپ بیٹا اور روح القدس تین ہیں۔ اور ایلوہ بصیغہ واحد اس لئے ہے کہ تثلیث فی التوحید ثابت ہو۔

مگر ہم اس تحقیق کو ناقص نہیں چھوڑنا چاہتے اس لئے ایلوہیم میں یم عظمت اور شان کی ہے۔ اس پر مزید دلیل یہ دیتے ہیں۔ کہ اگر کسی نام کے ساتھ فعل بصیغہ واحد موجود ہو یا اس کے لئے ضمیر واحد کا استعمال کیا گیا ہو تو یقیناً وہ اسم بظاہر جمع کی شکل میں ہوتا ہوا بھی واحد ہوگا۔ اور اس میں علامت یم تعظیم اور شان کے لئے ہوگی۔ لیکن اگر فعل اور ضمیر دونوں بصیغہ جمع ہوں تو یہ امر مشتبہ ہوگا کہ وہ واحد ہے۔ یا جمع بس جہاں ایلوہیم کے ساتھ فعل واحد اور ضمیر واحد ہو۔ وہاں وہ یقیناً خدائے واحد کے لئے مستعمل ہوگا۔ جہاں ایلوہیم بھی جمع ہے۔ اس کے لئے فعل یا ضمیر بھی جمع کی ہے۔ تو وہ خدائے واحد کے معنوں میں نہیں۔ بلکہ جھوٹے معبودوں اور قاضیوں وغیرہ کے معنوں میں ہوگا۔

آیت زیر بحث میں حضرت سلیمانؑ کا محبوب ایک ہے۔ ساری غزل میں اس کے لئے فعل اور ضمیر بصیغہ واحد موجود ہے۔ لہذا محمدیم میں یم جمع وکثرت کی نہیں۔ بلکہ علامت شان وعظمت ہے۔

محمدیم میں اگر یم جمع کا ہو۔

محمدیم میں یم اگر جمع کا ہو تو بھی ہم ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ عبری

بائیبل میں بعض اوقات اسمار میں جمع اس کے اندر کسی کثرت پر دلالت کیا کرتی ہے۔ مثلاً عقیرابیم ایک خاص جگہ کا نام بصیغہ واحد بائیبل میں موجود ہے۔ دیکھو کتاب شمار ۳۴ : ۴ قاضیوں ۵ : ۳۶ ۔ اس میں یم جمع کی علامت موجود ہے۔ مگر یہ لفظ صرف ایک خاص مقام پر دلالت کرتا ہے۔ عقرب بچھو کو کہتے ہیں ۔ عقرابیم اس کی جمع ہے۔ مگر مراد اس سے بصیغۂ واحد ایک جگہ خاص ہے۔ جہاں بچھو بکثرت ہیں۔ اور یہ جگہ یہوڈیہ کی جنوبی سرحد پر ہے۔ پس اسی قاعدہ سے "دی کل محمدیم" اور وہ محمدیت کی ساری شان کا حامل محمدیم ہے ۔ ترجمہ ہو سکتا ہے۔

اس پیشگوئی کے متعلق یہود اور مسیحی صاحبان میں اضطراب

جس دن سے یہ پیشگوئی اخبار لائٹ میں شائع کی گئی ہے۔ یہود اور مسیحی حضرات میں ایک کھلبلی پیدا ہوگئی ہے۔ ہمارے ہاں ایک روایت میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں کچھ یہودی اس پیشگوئی کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ اور انہوں نے اپنے اسلام لانے کی وجہ یہی پیشگوئی قرار دی اس پر ان لوگوں کے سامنے دوسرے یہودی علمار کو بلاکر پیشگوئی کے الفاظ پڑھنے کو کہا گیا ۔ تو یہودی علما کبھی انگلی سے محمدیم کو چھپا لیتے تھے۔ کبھی کوئی اور لفظ بنا کر پڑھ دیتے تھے ۔ یہ تو ہمیں معلوم نہیں کہ اس روایت کی ثقاہت کہاں تک ہے ۔ لیکن یہ ایک عجیب بات ہے ۔ کہ اس وقت بھی اس پیشگوئی نے عیسائی اور یہودی علمار دونوں کو مبہوت کر دیا ہے ۔ اخبار ایپی فینی کلکتہ کا مدراسی نامہ نگار پادری تو یہ کہتا ہے کہ محمدیم صرف اسی ایک زیر بحث حوالہ میں نہیں بلکہ بائیبل میں کئی جگہ آیا ہے ۔ لہذا یہ ایک عام لفظ ہے (چنانچہ اس نے بہت سے حوالے بھی دیئے جو غلط نکلے) مگر یہودی فاضل یہ کہتا ہے کہ محمدیم کہیں بھی نہیں آیا۔ بلکہ محمودیم آیا ہے ۔ عیسائی پادری اور یہودی فضلار فیصلہ کر کے بتائیں دونوں میں سے کون سچا ہے ؟

ہماری اپنی تحقیقات میں محمدیم صرف اسی ایک حوالہ غزل الغزلات میں موجود ہے ۔ جس پر ہماری بحث جاری ہے ۔ اور یہ غلط ہے ۔ کہ لفظ محمودیم ہے ۔ بلکہ کتاب مقدس میں درست تلفظ محمدیم ہی ہے ۔

یہودی فاضل کی صریح غلطی

یہودی فاضل نے یہ بھی غلطی کی ہے ۔ کہ اس لفظ کو محمودیم بنا کر اس کا ترجمہ "حریص لوگ" کیا ہے

کیا حضرت سلیمان علیہ السّلام "حریص لوگوں کے عشق میں یہ غزل سرائی کر رہے ہیں. جب سارے کلام میں ضمیر واحد موجود ہے۔ تو اس کا ترجمہ convetousness کیسے ہو سکتا ہے۔

لیکن یہ سب بہانے اصل بشارت کو انگلی کے نیچے چھپانے کے ہیں. علما یہود کی طرف سے بارہا ترمیم اور تنسیخ کے بعد جو مستند ترجمہ امریکن جیوش پبلیکیشن سوسائٹی نے شائع کیا ہے۔ اس میں اس آیت کا ترجمہ یہ ہے۔

His mouth is most sweet yet he is altogether lovely. This is my beloved, O daughter of Jerusalem.

اس ترجمہ کے زیر خط جملہ میں ضمیر واحد موجود ہے. ہم اس میں صرف اس قدر ترمیم چاہتے ہیں کہ محمدیم کا ترجمہ lovely نہ کیا جائے بلکہ اس کو محمدیم ہی رہنے دیا جائے علما یہود کے اپنے مستند ترجمہ کے خلاف ایک نیا ترجمہ گھڑ کر پیش کرنا ثابت کرتا ہے۔ کہ بشر اسرائیل بشر اسلام کے سامنے کمزور بہانے پیش کر کے عہدہ برآ ہونا چاہتا ہے۔

یسعیاہ نبی کی کتاب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ۝ هٰذَا ذِكْرٌ ۝ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ (۳۸: ۴۸-۵۰)

"اور یاد کر اسمٰعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو اور وہ سب نیک بندے تھے (ان کا) یہ (محمد) ذکر ہے۔ اور متقیوں کے لیے یقیناً بہترین لوٹ کر آنے کی جگہ دائمی سرسبز باغ ہیں۔ جن کے دروازے ان کے لیے کھولے گئے ہیں۔"

اس آیت میں حضرت اسمٰعیل۔ جناب یسعیاہ اور ذوالکفل علیہم السلام کا ذکر ہے۔ اور ان سب کو اللہ کے نیک بندے قرار دینے کے بعد بتایا ہے۔ ھٰذا ذکرٌ یہ محمد رسول اللہ کا ذکر ہے جس کی بابت انہوں نے پیش خبری کی اور بتایا تھا کہ قوم اسرائیل کی نجات اور شرف (ذکر) محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ہے۔ قرآن شریف نے خود بھی محمد رسول اللہ کو ذکر فرمایا ہے۔ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا (۶۵: ۱۰)

"اللہ تعالےٰ نے تمہاری طرف ذکر اتارا ہے۔ جو رسول ہے" محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ذکر اس لحاظ سے بھی ہے۔ کہ کل انبیاء عالم نے آپ کے متعلق پیشگوئیاں کیں۔ اور اپنی امتوں کو اس نبی کریم کی یاد کو تازہ رکھنے کی تاکید کی اور متقیوں کے لیے جنات عدن شام کا علاقہ (داؤد کی مملکت) اور آخرت میں دائمی سرسبز باغ ہیں جن کے دروازے ان کے لیے کھول دیئے گئے ہیں۔

قرآن مجید میں جس نبی کا نام الیسع ہے۔ بائیبل عبری میں اس کا نام یسعیاہو (یسعیاہ) ہے۔ عبری نام کا ترجمہ ہے۔ "خداوند کی نجات" حضرت یروشلیم کے ایک معزز خاندان سے تھے۔ بعض جعلی اور غیر مستند کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ آپ کو بحکم منسّی آرے سے چیر دیا گیا تھا۔ بائیبل کے کسی مستند صحیفہ سے یہ امر ثابت نہیں (سائیکلوپیڈیا ببلیکا) مسیحی پادری نے جناب مسیح کی صلیبی موت پر سے طعن دور کرنے کے لئے یہ قصہ گھڑ لیا ہے۔

جناب یسعیاہ کی پہلی بشارت

قوم اسرائیل کا ذکر با شرف محمد رسول اللہ کے قدموں میں ہے۔

فرمایا: اس سے پہلے زبلون اور نفتالی (پسران یعقوبؑ) کی سرزمین کو ذلت دی پر آخری زمانہ میں غیر قوموں کے جلیل میں سمندر کی طرف یردن کے پار شرف دے گا۔ وے لوگ جو تاریکی میں چلتے تھے۔ بڑی روشنی دیکھتے اور ان پر جو موت کے سایہ کے ملک میں رہتے تھے۔ نور چمکتا۔۔۔ ہمارے لئے ایک لڑکا تولد ہوا اور ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا۔ اور سلطنت اس کے کاندھے پر ہوگی۔ اور وہ اس نام سے کہلاتا ہے۔ "عجیب مشیر خدائے قادر ابدیت کا باپ سلامتی کا شہزادہ اس کی سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی کچھ انتہا نہ ہوگی۔ وہ داؤد کے تخت پر اور اس کی مملکت پر ابتدا سے لے کے ابد تک انتظام کرے گا۔ اور عدالت وصداقت سے اسے قیام بخشے گا۔ رب الافواج کی غیوری یہ کرے گی۔ یسعیاہ ۹: ۱تا ۷۔

پیشگوئی میں پہلی بصیرت

یہ بشارت کب پوری ہوگی؟

"اس نے پہلے زبلون اور نفتالی کی سرزمین کو ذلت دی" زبلون اور نفتالی (پسران یعقوبؑ) کی سرزمین جلیل کہلاتی ہے۔ اس کو خداوند نے ذلت دی (یعنی بنی اسرائیل ذلیل ہوگئے۔ ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ملک ان سے چھین لیا گیا۔ دیکھو سلاطین دوم ۱۵: ۲۶۔ اور تواریخ دوم ۱۶: ۴) اس ذلت دینے کے بعد یسعیاہ نبی فرماتے ہیں۔

"پر آخری زمانہ میں" یعنی اس وقت جب بنی اسرائیل کلیۃً دم توڑ چکے ہوں گے۔ حکومت اور نبوت دونوں نعمتیں ان سے چھین لی جائیں گی۔ تو اس کے بعد وہ وقت آئے گا کہ ان کو مکرر شرافت دی جائے۔

دوسری بصیرت

ان کی شرافت کا سامان کس ملک میں پیدا ہوگا

غیر قوموں کے جلیل میں سمندر کی جانب "یردن کے پار ان کو پھر شرف دے گا"۔ لفظ جلیل کے معنی

عبری زبان میں علاقہ یا سرزمین کے ہیں۔ غیر قوموں کے جلیل سے مراد وہ علاقہ ہے۔ جہاں یہود دوسری قوموں کے ساتھ رہتے ہوں (سائیکلوپیڈیا ببلیکا اور مقدس صحائف مترجمہ جیوش سوسائٹی امریکہ) اور وہ علاقہ نواح مدینہ ہے۔ جہاں یہود عرب اقوام کے ساتھ رہتے تھے۔ وہاں ان اقوام یہود نے اسلام کو قبول کر لیا اور وہ شرف اور عزت جو مسلمانوں کو نصیب ہوئی ان کا بھی اس میں برابر کا حصہ تھا۔ اس سرزمین شرافت کا ایک اور نشان یہ بتایا کہ پہلے وہ تاریکی کا ملک تھا۔ اور موت کے سایہ کی سرزمین تھی یعنی جہالت بت پرستی اور کشت و خون کا وہ ایک گرم بازار تھا۔ مگر انہوں نے ایک روشنی دیکھی اور ان پر ایک نور چمکا اور یہ روشنی اور نور ایک ایسے لڑکے کی معرفت عطا کیا گیا جسے خود اللہ تعالےٰ نے اس غرض کے لئے مبعوث کیا یہ روشنی وہ کامل شریعت ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دی گئی۔

پیشگوئی میں تیسری بصیرت

ان کی شرافت کو لوٹانے والا خاتم النبیین ہوگا

"اور سلطنت اس کے کاندھے پر ہوگی" آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سلطنت اور حکومت بھی عطا کی گئی لیکن بنی اسرائیل میں پیشگوئی کے وقت سے لے کر آج تک کسی کو شریعت اور بادشاہت دونوں نعمتیں نہیں ملیں اس لیئے فرمایا اس کا نام ہے۔

"پیلے یوعیص ایل جیورابی اور سر شلوم"

یعنی وہ آنے والا موعود "بے نظیر واعظ" "خداوند قدرت" ہمیشہ رہنے والا باپ ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک بے نظیر واعظ۔ قدرت اور طاقت والے ہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے نبی اور خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد دنیا میں کوئی نبی نہ آئے گا۔ کہ وہ کسی قوم کا باپ کہلا سکے بلکہ دنیا میں آپ کی ابوت یا نبوت دائمی ہے۔

چوتھی بصیرت

بنی اسرائیل کا نجات دہندہ مسلم کہلائے گا

پیشگوئی میں لفظ "شلوم" کے معنی ہیں۔ سلامتی دینے والا یا مسلم۔ جو صریح طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام

ہے۔ چنانچہ اول المسلمین کا خطاب قرآن شریف میں دیا گیا ہے۔ پیشگوئی کے عبری الفاظ کی بنا پر آپ بے مثال داعظ۔ دشمنوں پر غالب آنے والے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اقوام کے باپ ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ کہ وہ امت کا باپ کہلا سکے ورنہ پیشگوئی مبہم ہو جائے گی۔ اسی کی توضیح کے لئے فرمایا۔ اسی کی سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی کچھ انتہا نہ ہوگی "۔

پانچویں بصیرت

داؤد کے تخت پر اس کا قبضہ ہوگا۔

"وہ داؤد کے تخت پر اور اس کی مملکت پر تدبیر امور کرے گا۔ اور عدالت و صداقت کے ساتھ شروع سے ہمیشہ تک قیام بخشے گا۔ رب الافواج کی غیرت یہ سب کچھ کرے گی"۔

داؤد کے تخت کا ذکر ہم جناب داؤد کی پیشگوئیوں میں بالتفصیل کر چکے ہیں۔ یہ بھی سچ ہے۔ کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا تخت مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اور ابد تک انہی کے قبضہ میں ہے۔ لیکن "داؤد کے تخت" میں اضافت داؤد جیسے پرشکوہ تخت کے اظہار کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام دشمنوں سے انتہائی دکھ اور تکالیف اٹھا کر ہجرت پر مجبور ہوئے۔ اور بعد ہجرت فاتح اور غالب ہو کر ایک زبردست سلطنت کے بانی ہوئے۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت پر مجبور ہوئے اور بعد ہجرت فاتح ہو کر ایک عظیم الشان حکومت کی بنا رکھی جو بفضلہ اب تک بلکہ ابد تک کے لئے قائم ہے۔

بنی اسرائیل میں اب تک کوئی موعود ان مندرجہ بالا صفات والا پیدا نہیں ہوا اور یہ سارے نشانات چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں پورے ہوتے ہیں۔ لہٰذا بنی اسرائیل کا غیر قوموں کے علاقہ میں شرف دینے والا صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور آپ ہی خاتم النبیین صلعم اور سب قوموں کے روحانی باپ ہیں۔ اور حکومت و سلطنت کے اعتبار سے تخت داؤد کے وارث ہیں۔

یسعیاہ نبی کی دوسری بشارت

نبی موعود بنی اسمٰعیل میں سے ہوگا

یسّی کے تنے سے ایک کونپل نکلے گی اور اس کی جڑوں سے ایک پھلدار شاخ پیدا ہوگی۔ اور خداوند کی روح اس پر ٹھہرے گی۔ حکمت اور خرد کی روح مصلحت اور قدرت کی روح۔ معرفت اور خداوند کے خوف کی روح اور وہ خداوند کے خوف کی بابت تیز فہم ہوگا۔ وہ اپنی آنکھوں کے دیکھنے کے مطابق حکم نہ کرے گا۔ اور نہ اپنے کانوں کے سننے کے موافق فیصلہ کرے گا۔ بلکہ وہ راستی سے مسکینوں کا انصاف کریگا اور انصاف سے زمین کے خاکساروں کے لئے انفصال کرے گا۔ اور وہ اپنے منہ کی لاٹھی سے زمین کو مارے گا۔ اور اپنے لبوں کے دم سے شریروں کو فنا کر ڈالے گا۔ اس کی کمر کا پٹکا راستبازی ہوگی۔ اور اس کے پہلو وفاداری کے پٹکے سے کسے ہوئے ہوں گے۔ اس وقت بھیڑیا بھیڑوں کے ساتھ رہے گا۔ اور چیتا بکرے کے ساتھ بیٹھے گا۔ بچھیا اور شیر بچہ اور پالا ہوا بیل ملے جلے رہیں گے۔ اور ننھا بچہ ان کی پیشروی کرے گا۔ گائے اور ریچھنی مل کے چریں گی۔ اور ان کے بچے ملے جلے بیٹھینگے۔

الخ یسعیاہ (۱۱: ۱تا ۹)

اُس پیشگوئی میں "یسّی کے تنے سے ایک کونپل نکلے گی" کے سوا باقی نشانات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں بالکل صاف ہیں۔ ۱: خداوند کی روح کا اس پر ٹھہرنا ۲: حکمت و خرد کی روح ۳: مصلحت و قدرت کی روح ۴: اور خداوند کے خوف کی روح یا کلام الٰہی کا ان صفات پر مشتمل اترنا ہے۔ کیوں کہ روح کے معنی بائبل اور قرآن شریف میں کلام کے ہیں۔ ۵: پھر خداوند کے خوف کی بابت اس کا تیز فہم ہونا ۶: اپنی آنکھوں دیکھے اور کانوں سنے کے موافق فیصلہ نہ کرنا بلکہ راستی اور کلام حق کے مطابق مسکینوں کا فیصلہ کرنا ۷: اپنے منہ کی لاٹھی سے زمین کو مارنا یعنی اعجاز کلام سے لوگوں کو شکست دینا۔ ۸: اپنے لبوں کے دم سے شریروں کو فنا کرنا اس کے تاثیر کلام کی طرف اشارہ ہے۔ ۹: اس کی کمر کا پٹکا راستبازی ہونا ۱۰: اس کے پہلو وفاداری کے پٹکے سے کسے ہوئے ہونا۔ یعنی اس کا حد درجہ مستقل مزاج ہونا یا اس کی ہر حرکت وسکون کا الٰہی حکم کے مطابق ہونا۔ ۱۱: بھیڑیا صفت انسانوں افعی سیرت شریروں اور درندہ خصلت لوگوں کا بالکل سیدھے اور حلیم ہو کر ملک میں امن وسلامتی کا دور دورہ ہو جانا یہ سب نشانات

ایسے بیّن نشانات جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں لفظ بلفظ پورے ہوئے اور دنیا نے ان نشانات کی تصدیق کی یسعیاہ نبی کے بعد سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آج تک اثر شریعت کا یہ کمال اور بادشاہت کی یہ برکت عظمیٰ اور کسی شخص کو نصیب نہیں ہوئی۔ ان تمام نشانات اور اعلانات وقت کو دیکھ کر ہر عالم کتاب کو سمجھ لینا چاہیئے تھا کہ یسّی کے تنے سے نہ صرف کونپل پھوٹ نکلی ہے۔ بلکہ ایک پھلدار شاخ پیدا ہو چکی ہے۔

اس بشارت کے متعلق علمائے یہود کی غلطی

اور مسیحی حضرات کی ضلالت

ہر ایک درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کے پتے اور تنہ دوسرے درختوں سے کتنا بھی مشابہ کیوں نہ ہوں لیکن بنی اسرائیل کی داغگوں نگاہ پھل کو نہیں دیکھتی بلکہ جڑ پر نظر جمائے بیٹھی ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ داؤد موعود کا یسّی کی نسل سے ہونا ضروری ہے۔ جو داؤد کے باپ کا نام ہے۔ اس لئے یہود کے خیال میں ابھی تک یسّی کے تنے سے وہ موعود کونپل نہیں پھوٹی لیکن مسیحی حضرات نے یہود کے اس انتظار کو ختم کرنے کے لیے جناب مسیح کا پیوند داؤد کے تنے سے لگانے کی کوشش کی تنا اور پیوند دونوں نظر کا دھوکا اور فریب عقل کی روشن مثال ہیں۔ نہ یسّی کا تنا آج تک بار آور ہوا اور نہ پیوند کی فرع نے وہ پھل دیا جسکی خوبصورتی اور لذت کی خبر پیشگوئی میں دی گئی تھی۔ کتاب اعمال میں پولوس نے بے فائدہ اس طرف اشارہ کیا اور ہمارے غور و فکر کو دعوت دی کہ ہم یہ ثابت کریں کہ مسیح وہ موعود کونپل نہیں بلکہ مسیح بذات خود وہ انجیر کے درخت کی آخری شاخ تھی جس نے بنی اسرائیل کے گھر کے اس سرسبز درخت کے بے پھل ہو جانے اور جڑ سے سوکھ جانے کی خبر دی (متی ۲۱: ۲۰ مرقس ۱۱: ۲۰) مسیح کو نہ وہ کامل شریعت ملی جس کا ذکر پیشگوئی میں ہے۔ اور نہ ان کو وہ حکومت ملی جس کے اظلال و اثمار کا ذکر یسعیاہ نبی نے کیا۔

یسّی کے نام سے گمراہ مت ہو

علمائے یہود اور ان کی اتباع میں مسیحی حضرات کا خیال یہ ہے کہ پیشگوئی میں یسّی سے مراد جناب داؤدؑ کے والد ہیں۔ اور ان کا ایک ہی بیٹا داؤد فرض کر کے موعود کا نسل داؤد سے ہونا فرض کر لیا گیا حالانکہ سموئیل

اول ۱۶۱: اسسے یہ ثابت ہے کہ یسّی کے حضرت داؤد کے علاوہ اور بھی بیٹے تھے۔ اور تواریخ اول ۲: ۱۳تا ۱۶ سے ظاہر ہے۔ کہ داؤد علیہ السلام ان کا ساتواں بیٹا تھا۔ اور ان کی بہنیں بھی تھیں۔ اور ان میں سے ایک بہن ابی جیل کا نکاح یتر اسمٰعیلی کے ساتھ ہوا تھا۔ یسّی سے مراد اگر والد داؤد علیہ السلام لی جائے۔ تو اس سے جو کونپل پھوٹی تھی۔ وہ عماسا تھا یتر اسمٰعیلی کا بیٹا تھا۔ پس یسّی کی کونپل سے مراد ان کی بیٹی کی اولاد بنی اسمٰعیل ہیں جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے کیونکہ اگر یسّی کی کونپل سے مراد حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل ہوتی تو چاہیئے تھا کہ یسّی کی بجائے یوں پیش خبری ہوتی کہ "داؤد کے تنے سے ایک کونپل نکلے گا" کیونکہ داؤد اپنے والد یسّی کی نسبت کتاب مقدس میں زیادہ معروف ہیں۔ داؤد کی بجائے کونپل کا یسّی کی جانب منسوب ہونا ظاہر کرتا ہے کہ اس کونپل کے ساتھ داؤد علیہ السلام کا کوئی کا کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ اس سے مراد یسّی کی وہ کونپل ہے جو یسّی کی بیٹی سے بنی اسمٰعیل میں ظاہر ہوئی۔

یسّی سے مراد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں

اگر علماء یہود و نصاریٰ کو ہماری مندرجہ بالا توجیہ ناپسند ہو تو ہم انہیں ایک اور حقیقت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ کہ یسّی سے مراد یسّی والد داؤد علیہ السلام نہیں بلکہ یہ لفظ یسّی یشماعیل کا مخفف ہے۔ عبری بائبل میں قاعدہ ہے۔ کہ اکثر لمبے نام تخفیف سے لکھے جاتے ہیں۔ اور اس مخففات کی فہرست میں یسّی یشماعیل کا مخفف ہے۔ مخففات کے متعلق سائیکلوپیڈیا ببلیکا میں لکھا ہے۔

Other abbreviations have the ending 'i' or 'ai' the first part of the name being sometimes more violently contracted. (Ency. Bibli. "Names")

یعنی جن الفاظ کے آخر میں ی یا آئی آتا ہے۔ وہ اکثر مخفف ہوتے ہیں۔ مثلاً امصی اماصیہ کا۔ یشعی یشعیا کا۔ ذکری زکریا کا اور زبی زبادیاہ کا۔

اسی سائیکلوپیڈیا ببلیکا میں زیر عنوان Names' جملہ ۵۲ میں اور زیر عنوان Jesse یسّی لکھا ہے "

"Jesse is contracted from Yeshmail"

یعنی یشئی اسمعیل کا مخفف ہے۔ پس پیشگوئی کی عبارت اس اصول سے یوں ہوگی کہ "اسمعیل کے تنے سے ایک کونپل نکلے گا" الخ۔

اس بناء پر یہ عظیم الشان بشارت لفظاً او رمعناً دونوں رنگوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں پوری ہوگئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

یسعیاہ نبی کی تیسری بشارت

تمام اقوام کے لئے ایک جھنڈا اور مدینہ منورہ کا ذکر

"اور اس دن ایسا ہوگا کہ یشئی کی اس جڑ کی جو قوموں کے لئے علم کی طرح کھڑی ہوگی۔ قومیں طالب ہوں گی۔ اور اس کی آرام گاہ جلال بنے گی۔ اور اس دن ایسا ہوگا کہ خداوند دوسری مرتبہ اپنا ہاتھ بڑھا کے اپنے لوگوں کا بقیہ جو بچ رہا ہوا سور اور مصر اور فتروش اور کوش اور ایلام اور صنعار اور حمات اور سمندری اطراف سے پھیر لاوے گا۔ اور وہ تمام قوم کے لئے ایک جھنڈا کھڑا کرے گا۔ اور ان اسرائیلیوں کو جو خارج کئے گئے ہیں۔ جمع کرے گا۔ اور سارے نبی یہوداہ کو جو پراگندہ ہو دینگے۔ زمین کے چاروں کونوں سے فراہم کرے گا۔ یسعیاہ ۱۱: ۱۰۔ ۱۲۔

جناب یشئی (اسمعیل) کی وہ کونپل جس کا ذکر ابھی ہم کر چکے ہیں۔ اس کے متعلق یسعیاہ نبی فرماتے ہیں۔ کہ وہ قوموں کے لئے ایک جگہ جمع کرنے کا عَلَم ہوگی۔ قومیں اس کی طالب ہوں گی۔ اور اس کی آرام گاہ جلال بنے گی۔ ساری دنیا کی قوموں کے ایک ہی مطلوب شہنشاہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور آپ ہی کے جھنڈے کے نیچے تمام اقوام عالم میں سے لوگ جمع ہوئے ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ ہوں گے۔ اسلام نے تمام مذاہب سے خراج وصول کیا ہے۔ اور ہمیشہ وصول کرتا رہے گا۔ اس کی آرام گاہ کے جلال کا یہ عالم ہے۔ کہ کوئی شخص اس کے روضۂ اقدس کے ارد گرد اپنی آواز بلند نہیں کرسکتا۔ مدینہ میں جا کر ہر شخص اس نظارہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا تھا۔ یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْآ اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو (۴۹: ۲) اس حکم کی تعمیل میں نہ صرف مدینہ کے اندر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں عالم سکوت کا جلال سایہ فگن تھا۔ بلکہ حضور کی وفات کے بعد بھی مدینہ میں کوئی شخص بلند آواز سے نہیں بولتا اس قدر

سکوت خاموشی اور رعب وجلال کا عالم دنیا کے کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کے محلات میں بھی نہ ہوگا۔

دوسرا نشان

اسرائیل کی پراگندہ اقوام کا اسلام میں اجتماع

اس دن ایسا ہوگا کہ خداوند دوسری مرتبہ اپنا ہاتھ بڑھا کے اپنے لوگوں کا بقیہ جو بچ رہا ہوگا۔ اسور اور مصر، فتروس کوش اور رایلام۔ صنعا اور حمات اور سمندری اطراف سے پھیر لائے گا۔ اور وہ سب قوموں کے لئے ایک جھنڈا کھڑا کرے گا۔" بائبل کی یہ آیات لفظ بلفظ قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اور ان کے پورا ہونے پہ دنیا کی شہادت موجود ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ جِئۡنَا بِكُمۡ لَفِيۡفًا ؕ[۱] پھر جب آخری وعدہ آئے گا ہم تمہیں (اے بنی اسرائیل) اکٹھا کر لائیں گے۔" چنانچہ بنی اسرائیل کی گم شدہ یا گمراہ شدہ قومیں جو اسیریا۔ مصر۔ کوش۔ فتروس (جنوب مصر کا ملک) وغیرہ وغیرہ علاقوں کے سب لوگ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لوا فتح کے نیچے جمع ہو کر مسلمان ہو گئے۔

"اور ان اسرائیلیوں کو جو خارج کئے گئے ہیں جمع کرے گا۔ اور سارے بنی یہودا جو پراگندہ ہو دینگے زمین کے چاروں کونوں سے فراہم کرے گا۔"

بنی اسرائیل کی وہ قومیں جو پراگندہ ہو کر بت پرست ہندوؤں کے ساتھ مل کر افغانستان اور کشمیر میں ہندو ہو گئی تھیں۔ ان کو دوبارہ حضرت ابراہیم کے دین حنیف پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا آپ کے متبعین نے جمع کیا۔ اور وہ آج اسلام پر جمع ہیں۔ جو حضرت ابراہیم حضرت اسحاق اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا اسلام تھا۔ مغرب میں عرب شام اور مصر کے اسرائیلی مسلمان ہو گئے۔ تو مشرق میں افغانستان اور کشمیر کے کل اسرائیلی اسلام لائے اور یوں بنی اسرائیل کو زمین کے چاروں کونوں سے ایک دین میں فراہم کر دیا۔ یسعیاہ نبی نے جناب مسیح علیہ السلام سے ۷۰۰ برس پیشتر جو خوشخبری دی تھی۔ وہ بالآخر اسلام کے ہاتھوں پوری ہوئی۔

یسعیاہ نبی کی چوتھی بشارت

عرب کی بابت الہامی کلام

---

[۱] (بنی اسرائیل) ۱۷: ۱۰۴

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ (۳: ۱۲)

"ان دونوں گروہوں میں جن کی آپس میں مڈبھیڑ ہوئی۔ یقیناً تمہارے لیئے (اے اہل کتاب) ظاہر نشان تھا۔ ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑتا تھا اور دوسرا کافر تھا۔ وہ ان کو بادی النظر میں دو چند دیکھتے تھے۔ اور اللہ اپنی مدد کے ساتھ جس کی چاہے مدد کرتا ہے۔ بصیرت والوں کے لئے اس میں یقینی عبرت ہے۔"

آیت مذکورہ میں اہل کتب کو جس نشان کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ وہ یسعیاہ نبی کی کتاب میں یوں مرقوم ہے۔

"عرب کی بابت الہامی کلام عرب کے صحرا میں تم رات کو کاٹو گے۔ اے دیدانیم کے قافلو پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو روٹی لے کے ہجرت کرنے والے کے ملنے کے لئے نکلو کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے ہاں ننگی تلوار سے اور کھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔ کیونکہ خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا۔ ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ایک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔ اور تیر اندازوں کے جو باقی بچے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائینگے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا۔" یسعیاہ ۲۱: ۱۳ ۔ ۱۷۔

اس بشارت میں پہلا نشان

بشارت کا تعلق ملک عرب سے ہے

اس بشارت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا ذکر نہایت صاف الفاظ میں ہے۔ اس لئے اس کا عنوان ہے۔ "عرب کی بابت الہامی کلام" یعنی اس عظیم الشان انقلاب مذہبی کا میدان عرب ہوگا۔ اور جو کچھ وہاں ہوگا۔ اس کے متعلق ایک عظیم الشان نبی کو پیشتر سے اطلاع دی گئی۔ کہ وہ بنی اسرائیل کو خبردار کر دے۔ کس قدر صاف اور مبین کلام ہے۔ مگر بنی اسرائیل کا دل موٹا ہو گیا۔ کہ وہ اس بشارت پر غور نہیں کرتے۔

دوسرا نشان

قوم عرب سے خطاب

"عرب کے صحرا میں اے دیدانیو کے قافلو تم زندگی بسر کرتے ہو گے"

دیدان حضرات نوح علیہ السلام کے بیٹے حام کی اولاد میں سے تھا۔ یعنی حام کا بیٹا کوش اور کوش کا رعمہ اور رعمہ کا دیدان تھا (پیدائش ۱۰: ۶ و ۷) جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے حام کی اولاد کا ایک حصہ عرب میں آباد ہوا (اسی بناء پر عرب کو مشرقی کوش کہا جاتا ہے) اور افریقہ کے کوش (اتھیوپیا) کو مغربی حضرت موسےٰ علیہ السلام کی کوشی بیوی عرب کی تھی یعنی جناب یثرو کی بیٹی اس قوم کو مخاطب کر کے کہا جاتا ہے۔ کہ تمہارے قافلے عرب میں بود و باش کرتے ہوں گے۔ کہ مذکورہ واقعہ پیش آئے گا عرب کی آبادی دو قسم کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ ایک عرب العاربہ اور دوسرے عرب المستعربہ عرب العاربہ یعنی قدیم عرب کے باشندے حام پسر نوح کی اولاد ہیں۔ اور عرب المستعربہ وہ عرب ہے۔ جو بعد میں آکر عرب میں آباد ہوئے۔ مثلاً حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد یا ان کے بھائی بنو قتورہ۔ یہ دوسرا نشان ہے۔ اس امر کا کہ پیشگوئی کس طرف ہماری رہنمائی کر رہی ہے۔

دیدان کو اگر معرفہ نہ قرار دیا جائے تو اس کے معنی ہیں" آگے کی طرف رہنمائی کرنے والے لوگ" یعنی دنیا کے پیشرو۔ یا وہ قوم جو علمِ الٰہی میں دنیا کی رہبر اور لیڈر بننے والی ہے۔ ان سے خطاب ہے۔

تیسرا نشان

تیما کے باشندوں کو ہجرت کرنے والے کے استقبال کا حکم

"پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ اے تیما کی سرزمین کے باشندو اور روٹی لے کے بھاگنے والے کے استقبال کو نکلو"

تیما حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ہے۔ اس کی اولاد مدینہ کے نواح میں یا شمالی حجاز میں آباد تھی۔ اس کے لفظی معنی جنوبی یا دائیں ہاتھ والے ملک کے ہیں۔ غرض اہالیان مدینہ کو حکم دیا جاتا ہے۔ کہ وہ ہجرت کرنے والے کے لئے پانی اور روٹی لے کر نکلیں۔ چنانچہ امر واقعہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے اور مدینہ کے لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پانی اور روٹی لے کر استقبال کیا۔ دنیا کی تاریخ دوسرا کوئی واقعہ ہجرت اس کے بالمقابل موجود نہیں کہ کوئی اور نبی ہجرت کر کے تیما کی سرزمین میں پہنچا ہو اور اہل تیما نے اس کا اس طرح استقبال کیا ہو۔

چوتھا نشان

ہجرت کرنے والوں کی مظلومی

"کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں" اس سے یہ ظاہر ہے۔ کہ بھاگنے والے ظالم نہیں۔ بلکہ مظلوم ہیں۔ دشمن تلواریں لے کر ان کو قتل کرنے اور دنیا سے مٹا دینے کے لئے نکلا اور وہ اپنی جانوں کی حفاظت اور دین و ایمان کی آزادی کے لئے وہاں سے ہجرت کر کے چلے آئے اس لئے ایک نبی عظیم کی معرفت پیشتر سے اسرائیل کو بتا دیا گیا۔ کہ ان سے ہمدردی کرنا ہی اسرائیل کے قدوس کا حکم ہے۔ دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں ہوا کہ وہ شخص جو قوم کا انتہائی خیر خواہ اور ہر آن ان کی بہتری اور ترقی کا خواہاں تھا۔ جو ملک کو قعر مذلت سے نکال کر تہذیب و شائستگی کے بلند ترین مقام پر لے جانا چاہتا تھا۔ جو امین اور نیک مشہور تھا۔ زیر بحث قوم ننگی تلواریں کھینچی ہوئی کمانیں لے کر اس کے مٹانے کے لئے نکلی اس لئے اسرائیل کے قدوس خدا نے اس واقعہ ہائلہ کی پیشتر سے خبر دی تاکہ قوم اسرائیل اس محسن نسل انسانی کے پہچاننے میں غلطی نہ کرے۔

پانچواں نشان

ظالموں کا ایک قلیل عرصہ میں مغلوب ہو جانا

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا[۱]

اور انہوں نے ارادہ کیا کہ تجھے اس سرزمین میں خفیف بنا دیں تاکہ تجھے اس سے نکال دیں اس صورت میں یہ بھی تیرے بعد قلیل مدت ہی رہیں گے۔ اس واقعہ کے متعلق جو بطور پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کیا گیا۔ ڈیڑھ ہزار برس پہلے یسعیاہ نبی نے بھی یہ پیش خبری دی تھی۔

"کیونکہ خداوند نے مجھے یوں فرمایا ہنوز ایک برس ہاں مزدور کی برسوں کی طرح ایک برس میں قیدار

---

[۱] (بنی اسرائیل) ۱۷: ۷۶

کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔ اور تیر اندازوں کے بقیہ لوگ جو قیدار کے بہادر ہیں۔ گھٹ جائیں گے۔
کیونکہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا۔ یسعیاہ ۲۱: ۱۶ و ۱۷

اسرائیل کا قدوس خدا جو دوسروں کو حکم دیتا ہے۔ کہ تم ان مظلوموں کے ساتھ ہمدردی کرو اور ان ستم رسیدہ برگزیدہ لوگوں کا استقبال کرو کہ اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی نیکی نہیں۔ وہ خود ان ظالموں کے حق میں کیسے خاموش رہ سکتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ تیری ہجرت کے بعد ان لوگوں پر غضب الٰہی نازل ہوگا۔ اور وہ یہ کہ قیدار کی ساری حشمت مزدور کے سے ایک برس میں جاتی رہے گی۔ قیدار حضرت اسمٰعیلؑ کے اس بیٹے کا نام ہے۔ جن کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی یہی لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ دشمن تھے اس لئے فرمایا بعد ہجرت ایک سال تک ان کی شوکت اور حشمت جاتی رہے گی۔ بدر کی مشہور جنگ جو ہجرت کے ایک سال بعد ہوئی۔ اس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہی اور ان کے تیر اندازوں کی شہرت خاک میں مل گئی اور ان کے چیدہ چیدہ بہادر لوگ اس میں مارے گئے کس قدر عظیم الشان نشان ہے۔ جو پورا ہوا صرف ایک سال کے عرصہ میں بنی قیدار جو ایک زبردست قوت اور طاقت تھی۔ وہ اللہ تعالےٰ کے فرمان کے مطابق جاتی رہی۔ قرآن کریم نے ایک اور آیت میں اس پیش گوئی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (۳: ۱۲) کافروں کو کہہ دو تم عنقریب مغلوب کئے جاؤ گے۔ اور جہنم کی طرف اکٹھے کر کے چلائے جاؤ گے۔ اور وہ کیا ہی تیار کی ہوئی بری جگہ ہے،، اسی فیصلہ کن جنگ کے متعلق پھر بطور پیشگوئی فرمایا۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ (۵۴: ۴۴۔۴۶)

"کیا کہتے ہیں کہ ہم ایک جمعیت ایک دوسرے کی پشت پناہ ہیں (یہ) جمعیت عنقریب شکست کھا جائے گی۔ اور وے پیٹھ پھیر دیں گے۔ بلکہ ان کا وقت مقرر قیامت کی گھڑی ہے۔ اور وہ قیامت کی گھڑی ان پر بہت ہی کڑی اور کڑوی ہے"

یسعیاہ نبی نے ڈیڑھ ہزار برس پیشتر کفار قریش کی جس گھڑی کا ذکر کیا تھا کہ ان کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔ اور قیدار کے بہادر گھٹ جائیں گے۔ ان کے تیر اندازی کے دعوے کسی کام نہ آئیں گے۔

اور پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پیشگوئی کو جن الفاظ میں بیان کیا دنیا نے دیکھا کہ یہ پیش گوئی لفظ بلفظ پوری ہوئی رہا یہ امر کہ بائیبل کی بنا پر قیدار کے لوگ کون ہیں۔ اس کے متعلق سائکلوپیڈیا بیبلیکا میں لکھا ہے۔

Kidar is invariably described as a desert people in the full sense of the term. In an inscription of Asur Banipall the name is used even as synonym of Arabia (Bude Karl. Profe-ssor of Old Testament – Exegesis Strassburg 2:215).

ہمارے حق کے لیے اس پیشگوئی میں یہ پانچ باتیں قابل غور ہیں۔

۱۔ بشارت میں پیشگوئی کا تعلق ملک عرب سے بتایا گیا ہے۔

۲۔ قوم عرب سے اس میں خطاب ہے۔

۳۔ تیما کے باشندوں (مدینہ کے لوگوں) کو ہجرت کرنے والوں کے استقبال کا حکم ہے۔

۴۔ ہجرت کرنے والے انتہا درجہ کے مظلوم ہیں۔

۵۔ ظالموں کا مظلوموں کی ہجرت کے بعد صرف ایک سال میں لُٹ جانا۔

یہ خمسہ ضروری دنیا کی تاریخ میں صرف ایک ہی واقعہ پر منطبق ہوسکتا ہے۔ اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مکہ معظمہ سے مدینہ کی طرف ہجرت اور ایک سال بعد بنی قیدار کا گھٹ جانا ہے۔

یسعیاہ نبی کی پانچویں بشارت

قرآن کریم کی وحی کے مخصوص نشانات

وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (۲۸-۴۶)

"مگر یہ تو تیرے رب کی طرف سے رحمت ہی ہوئی کہ تو اس قوم کو ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں" قرآن مجید کی یہ آیت یسعیاہ نبی کی اس پیش گوئی

کے مطابق ہے جس میں لکھا ہے۔

وہ کس کو دانش سکھائے گا؟ کس کو وعظ کر کے سمجھائے گا؟ ان کو جن کا دودھ چھڑایا گیا۔ جو چھاتیوں سے جدا کیے گئے (یسعیاہ ۲۸ : ۹) اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ وہ دانش خداوندی اور حکمت الٰہی کسے سکھائے گا انہیں سکھائے گا جن کا دودھ چھڑایا گیا جو چھاتیوں سے جدا کر دیئے گئے۔ یہ قوم عرب کی قوم تھی۔ عربی زبان میں مکہ مک سے ہے جس کے معنی ہیں۔ ماں کی چھاتیوں سے دودھ چوسنا اور مکہ کے معنی ماں ہیں۔ اس لئے کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے۔ مکہ قدیم زمانہ سے عرب کے لئے بطور ماں کے تھا مگر اس میں بت پرستی کی کثرت کی وجہ سے قوم اس دودھ سے محروم کر دی گئی۔ اسی روحانی یا توحید کا دودھ پلانے کی وجہ سے اس مکہ کا نام ام القریٰ بھی رکھا گیا۔ اس کے بعد بنی اسرائیل نے بھی ان کو اپنے سے کاٹ دیا۔ اور اپنے الہامی صحیفوں کا دودھ انہیں نہ پہنچایا بلکہ اپنے صحیفوں میں انہیں وحشی اور جنگلی قرار دے کر ان سے نفرت کی اس پیش خبری میں پہلا نشان یہ بتایا ہے کہ وہ موعود نبی ایک ایسا نبی ہے۔ جو ایک ایسے ملک اور قوم میں مبعوث ہوگا۔ یا ایک ایسی قوم کو حکمت سکھائے گا۔ (یعلمهم الحکمة) جو وحی الٰہی سے عرصہ دراز ہوا الگ کر دی گئی ہے۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ عرب میں کوئی نبی نہیں آیا تھا۔ اور وہ ہدایت سے الگ پڑی ہوئی ایک قوم تھی۔

دوسرا نشان قرآن شریف کا نزول ایک جگہ نہ ہوگا

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا (۱۷ : ۱۰۶)

"اور قرآن ہم نے جدا جدا کر دیا ہے۔ تاکہ تو اسے ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کو پڑھائے۔ اور ہم نے اسے (قرآن کو) تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے"

یسعیاہ نبی اس کے متعلق فرماتا ہے

"کیونکہ حکم پر حکم قانون پر قانون قانون پر قانون ہوتا جاتا تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں" (۲۸ : ۱۰)

تمام دنیا کی الہامی کتابوں میں تاریخی طور پر صرف قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے کہ جس کی نسبت یہ ثابت کیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ بلحاظ وقت اور مکان مختلف اوقات اور مختلف جگہوں میں نازل ہوا حکم پر حکم قانون پر قانون مسلسل ۲۳ سال تک نازل ہوتا رہا اور اس کا نزول تھوڑا یہاں اور تھوڑا وہاں تھا۔

کچھ حصہ مکہ معظمہ میں نازل ہوا۔ کچھ مدینہ میں۔ کچھ سفر میں۔ کچھ جنگوں میں غرض بلحاظ نزول نہ وہ تورات کی طرح دفعتہً واحد نازل ہوا اور نہ ایک جگہ نازل ہوا۔ بلکہ حسب بشارت یسعیاہ نبی تھوڑا یہاں اور تھوڑا وہاں نازل ہوا۔

تیسرا نشان قانون کی زبان عربی ہو گی۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ اَوَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ اٰیَةً اَنْ یَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (۲۶: ۱۹۲-۱۹۷)

" اور یہ قرآن جہانوں کے رب کی طرف سے آتارا ہوا ہے۔ جبرئیل امین اسے لے کر اترا ہے تیرے دل پر تاکہ تو ڈرانے والوں میں سے ہو کھول کر بیان کرنے والی زبان سے اور وہ یقیناً پہلوں کے صحیفوں میں (موجود) ہے کیا ان کے لئے یہ نشان نہیں کہ بنی اسرائیل کے عالم اسے جانتے ہیں۔"

یسعیاہ نبی نے اسی کے متعلق فرمایا۔

" ہاں وہ اعرابی ہونٹوں سے اور اجنبی زبان سے اس گروہ کے ساتھ باتیں کرے گا۔" یسعیاہ (۲۸: ۱۱)

یسعیاہ نبی کی اس پیشگوئی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قانون کی زبان بنی اسرائیل بلکہ انبیاء بنی اسرائیل کے لئے اجنبی ہو گی۔ اور دیہاتی زبان ہو گی۔ بائبل کا اصل لفظ اس زبان کی تعریف میں (LASNIE) ہے۔ جس کے معنی دیہی یا اعرابی کے ہیں یا مترجمین بائبل نے اس کے معنی کئے ہیں۔ " وحشی کے سے ہونٹوں کے لعسنی کے مصدری معنی ہیں۔ دیہاتی اور اعرابی ان معنوں کے لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ دیہاتی اور امی شخص اجنبی زبان میں جسے بنی اسرائیل نہیں جانتے لوگوں سے باتیں کرے گا۔ قرآن شریف بتاتا ہے کہ اس نشان کا ذکر ہم نے پہلے صحیفوں میں بھی کیا ہے کہ اس کی زبان بنی اسرائیل کی زبان نہ ہو گی۔ بلکہ کوئی دوسری زبان یا عربی زبان ہو گی۔

چوتھا نشان وہ کتاب لوگوں کو دکھوں سے نجات دے گی

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ

فِی التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ

(۷: ۱۵۷)

"وہ جو رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں۔ جس کی بابت وہ اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو بھلی باتوں کا حکم دیتا اور ان کو بری باتوں سے روکتا ہے۔ اور ان کیلئے طیب چیزیں حلال کرتا اور ان پر ناپاک چیزیں حرام ٹھہراتا ہے۔ نیز ان سے ان کا بوجھ اتارتا ہے۔ اور ان کے وہ طوق بھی دور کرتا ہے۔ جو ان پر پڑے تھے"۔

یسعیاہ نبی فرماتے ہیں۔

"اس نے ان سے کہا کہ یہ وہ آرام گاہ ہے تم ان کو آرام دیجیو اور یہ چین کی حالت ہے۔ مگر وہ شنوا نہ ہوئے"۔ (یسعیاہ ۲۸: ۱۲)

یعنی اس قانون اور شریعت کا اس نبی موعود نے ان کو یہ فائدہ بتایا کہ وہ تھکے ہوئے لوگوں کو آرام اور بوجھ کے نیچے دبے ہوئے آدمیوں کو چین دے گی۔ اس کے بعد نبی نے ان لوگوں پر افسوس کیا ہے کہ وہ اس کی آواز کے شنوا نہ ہوئے۔

پانچواں نشان وہ کتاب ایک امی کو دیں گے

"وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِیَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ (۲: ۷۸)

"کچھ لوگ ان میں سے جاہل ہیں۔ جو کتاب کا کچھ علم نہیں رکھتے مگر منہ کی بڑبڑ اور وہ نرے توہمات میں ہیں"۔

قرآن مجید کی اس آیت میں یہود کے ایک گروہ کا ذکر ہے۔ اور اس سے پہلی آیت میں ان کے ایک دوسرے گروہ کا ذکر ہے۔ پہلا گروہ وہ ہے۔ جو لکھا پڑھا ہے۔ توراۃ کو جانتا ہے۔ مگر اس کی پیشگوئیوں کو جن میں نہایت صفائی سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے۔ چھپاتا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے۔ جو کتاب کو نہیں جانتا مگر انہوں نے نبی موعود کے متعلق جھوٹی آرزوئیں اور امیدیں باندھ رکھی ہیں اسرائیلی قوم کی ان گروہوں کا ذکر بائیبل یوں کرتی ہے۔

"ساری رویا تمہارے نزدیک ایسی ہوگئی جیسا اس کتاب کا مضمون جو سربمہر ہو جسے لوگ ایک پڑھے لکھے کو دیویں اور کہیں آپ اسے پڑھیے اور وہ کہے میں اسے پڑھ نہیں سکتا کیونکہ سربمہر ہے اور پھر وہ کتاب ایک امی کو دیویں اور کہیں آپ اسے پڑھئے اور وہ کہے میں ناخواندہ ہوں۔ پڑھ نہیں سکتا سو خداوند فرماتا ہے "از بسکہ یہ ایک اپنی زبان سے میری نزدیکی ڈھونڈتے ہیں۔ اور اپنے ہونٹوں سے میری تکریم کرتے ہیں۔ لیکن ان کے دل مجھ سے دور رہیں"۔ یسعیاہ ۲۹: ۱۱ و ۱۲

اس پیش گوئی میں جس رویا کا ذکر ہے۔ وہ بنی اسرائیل کو ان کے دوبارہ جاہ وجلال کے متعلق دکھائی گئی تھی۔ جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے ان کی ذلت دور ہو کر ان کی شان وشوکت قائم ہونے کا ذکر تھا۔ اس رویا کے صحیح مفہوم سے ان کے علماء اور عوام دونوں محروم رہ گئے۔ علماء اس لئے کہ انہوں نے کتاب کے سربمہر یا غیر واضح ہونے کا بہانہ بنالیا اور عوام اس لئے کہ وہ کتاب کو سمجھ ہی نہیں سکتے اس پر اللہ تعالے انہیں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ کہ ان کا میری تکریم کرنا محض منہ کی بکواس ہے۔ جیسے قرآن شریف نے الا امانی کے الفاظ میں ظاہر کیا ہے "اُن کے ہونٹ بڑبڑا کر میری نزدیکی ڈھونڈتے ہیں۔ پر ان کے دل مجھ سے کوسوں دور ہیں"۔

لیکن یہ خدا کی کتاب یقیناً پڑھی جا کر رہے گی۔ ان کے علماء پر سربمہر رہی اور ان کے عوام سے بھی پوشیدہ رہی لیکن ایک اور امی اس کتاب کو باوجود ناخواندہ ہونے کے پڑھ سنائے گا۔ چنانچہ یسعیاہ نے اسی باب کے آیات ۱۸ تا ۲۱ میں لکھا ہے۔

اور اس دن بہرے کتاب کی باتیں سنیں گے۔ اور اندھوں کی آنکھیں تاریکی اور اندھیرے میں سے دیکھیں گے۔ (بہرے علماء یہود ہیں۔ اور اندھے وہی ان پڑھ اور امی لوگ ہیں)

پھر فرمایا۔

"تب مسکین خداوند کے حق میں زیادہ خوشی کریں گے۔ اور لوگوں کے غریب غربا اسرائیل کے قدوس سے خوش وقت ہوں گے۔ کہ ظالم فنا ہو جائے گا۔ اور ٹھٹھا مارنے والا نابود" قرآن کریم نے غربا اور مساکین پر جو نوازش کی ہے۔ وہ کسی پر پوشیدہ نہیں اس کے اصول اور ارکان سب اس امر کی شہادت زبان حال سے دے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں ظالم فنا کر دیا گیا۔ اور اسلام پر ٹھٹھا مارنے والے سب نابود ہوگئے۔ مگر قرآن کامیاب ہوگیا۔ یہ پوری کی پوری پیش گوئی جو علماء یہود اور عوام پر

پوشیدہ تھی ایک امی نے پڑھ سنائی دیکھو مکاشفات یوحنا ۵: ۱ تا ۹ اور واقعات زمانہ کے اوراق پر لکھی گئی۔ جسے بنی اسرائیل کے بہروں اور اندھوں نے بھی پڑھ لیا۔ اب بنی اسرائیل کی نجات اور عزت اس امی کی غلامی اور اس کتاب پر ایمان سے وابستہ ہے جس کے نشانات کا ذکر ہو چکا۔

یسعیاہ نبی کی بشارت ششم

مکہ معظمہ اور کعبۃ اللہ کا ذکر

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ..... قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ..... وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِىَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۳: ۹۶ - ۱۰۱)

"پہلا گھر جو لوگوں کے افادہ (روحانی) کے لئے تعمیر کیا گیا یقیناً وہی ہے۔ جو مکہ میں ہے۔ وہ برکت دیا گیا ہے۔ اور اقوام عالم کے لئے ہدایت کا موجب ہے۔ اس کے متعلق بڑی کھلی پیشگوئیاں ہیں۔ مقام ابراہیم (اسی میں) ہے۔ اور جو اس میں داخل ہو گیا وہ گویا امن میں آ گیا۔ ... کہو اے اہل کتاب کیوں اسے اللہ کی راہ سے روکتے ہو۔ جو ایمان لائے تم اس کے لئے ٹیڑھا پن چاہتے ہو۔ حالانکہ تم خود (اس کی عظمت کے) گواہ ہو۔ اور اللہ غافل نہیں جو کچھ تم کرتے ہو ..... جو شخص اللہ کے ذریعہ اپنے آپ کو بچاتا ہے۔ وہ یقیناً صراط مستقیم کی طرف ہدایت پا گیا۔"

یسعیاہ نبی اسی کے متعلق فرماتے ہیں۔

"دیکھو میں صیہون میں تعمیر کے لئے ایک پتھر رکھوں گا۔ ایک آزمایا ہوا پتھر، کونے کے سرے کا ایک مہنگا مولا۔ ایک مضبوط بنیاد والا پتھر۔ اس پر جو ایمان لائے وہ شرمندہ نہ ہوگا۔ اور میں صراط مستقیم پر عدالت اور قسطاس مستقیم پر صداقت رکھوں گا۔ اور اولے جھوٹوں کی جائے پناہ کو گرا دیں گے۔ اور پانی کی بوچھاڑیں مکان بہالے جائیں گی۔" یسعیاہ ۲۸: ۱۶ و ۱۷

پیشگوئی کا استقصا

مندرجہ بالا پیشگوئی میں ذیل کی ۸ باتیں قابل غور ہیں :۔

۱۔ ایک تعمیر اللہ تعالےٰ کے ہاتھوں سے شروع ہوگی۔

۲۔ یہ عمارت صیہون میں تعمیر ہوگی۔

۳۔ اس تعمیر میں ایک پتھر ہے۔ جو نیا نہیں بلکہ پہلے کا آزمایا ہوا ہے۔

۴۔ کونے کے سرے کا یادہ عمارت کا آخری پتھر ہے۔

۵۔ نہایت گرانبار اور مضبوط بنیاد والا پتھر ہے۔

۶۔ اس پتھر پر جو ایمان لائے وہ شرمندہ نہ ہوگا۔

۷۔ اس تعمیر بیت اللہ کا مقصد صراط مستقیم اور قسطاس موزون پر لوگوں کی عدالت اور صداقت کو پرکھنا ہے۔

۸۔ اس سے مکذبوں کی تمام پناہ گی جگہیں مٹادی جائیں گی۔

۱۔ بیت اللہ کی تعمیر

جس وقت یہ پیشگوئی کی گئی اس وقت بیت المقدس تعمیر ہوچکا ہوا تھا۔ تقدیر عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ یہ کسی نئی تعمیر کے متعلق پیشگوئی ہے۔ جسے اللہ تعالےٰ خود یا اللہ تعالےٰ کے حکم کے ماتحت تعمیر کیا جائے گا۔ یعنی دنیا کی زبردست مخالفت کے باوجود وہ عمارت کھڑی کردی جائے گی۔ جس سے یہ ثابت ہوگا کہ گویا خود اللہ تعالےٰ نے اسے تعمیر کیا ہے۔ کعبۃ اللہ کی تعمیر یسعیاہ نبی کی اس پیشگوئی سے ۱۲۵۰ برس بعد ہوئی۔ بیت المقدس یسعیاہ نبی سے ۲۰۰ سال پہلے تعمیر ہوچکا تھا۔ اسی وجہ سے عیسائی صاحبان نے اس پتھر سے مراد مسیح علیہ السلام لیا ہے۔ اس امر پر بحث ہم اس پیشگوئی کے آخر پر کریں گے کہ اس کا مصداق مسیح علیہ السلام ہیں یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔

صیہون سے کیا مراد ہے

صیہون یا Zion عرف عام میں بُرج داؤد کا نام ہے۔ جو یروشلم میں ہے۔ اس لفظ کا مادہ عبری زبان میں صہہ ہے۔ جس کے معنی "خشک" کے ہیں۔ اور صیہون کے معنی خشک اور ریتلی زمین ہیں۔ چونکہ بیت المقدس کا صیہون پیشتر سے تعمیر ہو چکا ہوا تھا اس لئے اس سے مراد وہ صیہون نہیں ہو سکتا بلکہ مطلق خشک اور ریگ زار مراد ہے۔ جو عرب کا معروف نام ہے۔ اس بناء پر آیت کا مطلب یہ ہے کہ میں ریگ زار (عرب) میں ایک تعمیر کے لئے پتھر رکھوں گا اس لغوی دلیل کے علاوہ کتاب مقدس میں یروشلم دو ہیں ایک نیا اور ایک پرانا اسی لئے اسے یروشلائم تثنیہ کے صیغہ میں لکھا گیا ہے (غزل الغزلات سلیمان باب۵ آیت ۱۶ وغیرہ) پولوس بھی عبرانیوں کے خط میں لکھتا ہے۔

"بلکہ تم صیہون کے پہاڑ اور زندہ خدا کے شہر میں جو آسمانی یروشلم ہے" (عبرانیون ۱۲ : ۲۲)

گویا وہ یروشلم جو بعد میں آسمان سے اترا اور خدا کا دوسرا گھر کہلایا اس میں صیہون پہاڑ بھی ہے۔ جس طرح یروشلم دو ہیں۔ اسی طرح صیہون بھی دو ہیں۔ مکاشفات یوحنا میں اسی یروشلم کے متعلق لکھا ہے۔

"میں اپنے خدا کا نام اور اپنے خدا کے شہر یعنی نئے یروشلم کا نام جو میرے خدا کے حضور سے آسمان پر سے اترتی ہے۔ اور اپنا نیا نام اس پر لکھوں گا" مکاشفات ۳ : ۱۲ پھر اسی طرح یوحنا دوبارہ لکھتا ہے۔

"پھر یوحنا نے شہر مقدس نئے یروشلم کو آسمان سے دلہن کی مانند جس نے اپنے شوہر کے لئے سنگار کیا آراستہ کئے ہوئے خدا کے پاس سے اترتے دیکھا" ...... وہ مجھے بوضع روحانی ایک بڑے اور اونچے پہاڑ پر لے گیا۔ اور اس نے اس بزرگ شہر کو مقدس یروشلم کو آسمان پر سے خدا کے پاس سے اترتے دکھایا اس میں خدا کا جلال تھا" مکاشفات یوحنا ۲۱ : ۲ و ۱۰۔

صیہون موعود کی خصوصیات

یسعیاہ نبی خود اس صیہون کے متعلق فرماتا ہے۔

جاگ جاگ اے صیہون اپنی شوکت پہن لے اے یروشلم مقدس شہر اپنا سجیلا لباس اوڑھ

ایک کیونکہ آگے کوئی نامختون یا ناپاک شخص تجھ میں کبھی داخل نہ ہوگا یسعیاہ ۵۲ :او ۲ ۔

یہاں صیہون اور یروشلم کا جو نشان بتایا گیا ہے۔ وہ سوائے مکہ معظمہ کے کسی جگہ اور نظر نہیں آتا مثلاً ۔

۱ ۔ صیہون نے بت پرستی اور شرک کا جامہ اتار کر توحید کا لباس پہن لیا ہے ۔ یہ نشان صرف کعبۃ اللہ پر پورا اترتا ہے ۔

۲ ۔ اس صیہون میں مشرکین اور نامختونوں کا داخلہ بند کر دیا گیا ۔ کوئی عیسائی یا دوسرا مختون اس میں داخل نہیں ہو سکتا اور نہ مشرک اس میں آباد ہو سکتا ہے ۔ مگر وہ یروشلم جو پرانا ہے ۔ اس میں تمام مختون اور نامختون اور مشرکین داخل ہوتے رہے ہیں ۔ اور اب تک وہاں رہتے ہیں ۔

اسی نئے صیہون کے متعلق ایک اور جگہ لکھا ہے ۔

''آخری دنوں میں ایسا ہوگا کہ خداوند کے گھر کا پہاڑ پہاڑوں کی چوٹی پر قائم کیا جائے گا اور ٹیلوں سے اونچا کیا جائے گا ۔ اور ساری قومیں اس کی طرف روانہ ہوں گی ..... کیونکہ شریعت صیہون سے اور خداوند کا کلام یروشلم سے نکلے گا ۔ اور وہ امتوں کے درمیان عدالت کرے گا'' (یسعیاہ ۲ : ۲)

دنیا کی تمام قومیں اس صیہون کی طرف روانہ ہوتی ہیں ۔ جو مکہ معظمہ میں موجود ہے ۔ اور اسی سے ایک کامل اور مکمل شریعت نکلی اور ایسا کلام نکلا جس نے دنیا کی تمام نسل انسانی کو مساوات کا ترجمہ عطا کیا ۔

ان حوالجات میں آسمانی یروشلم ، نئی یروشلم ، نامختونوں کے اس میں داخل نہ ہونے اور ساری قوموں کے اس طرف روانہ ہونے کے نشانات سے ظاہر ہے کہ یہ یروشلم اور صیہون بیت المقدس نہیں بلکہ یہ عرب کا یروشلم ہے ۔ جو بقول پولوس (نامہ گلاتیاں) ہاجرہ کا یروشلم (مکہ معظمہ) ہے یہی ریگ زار (عرب) میں ہے ۔ اسی نئے یروشلم اور صیہون سے خداوند کی شریعت اور اس کا کلام نکلا اور اسی نے قوموں میں عدالت کی کہ تمام اقوام کو ایک درجہ مساوات عطا کیا ۔ آیت زیر بحث میں صیہون میں پتھر رکھنے سے مراد نئے دین کی بنیاد رکھنا ہے ۔ مسیح علیہ السلام پر کوئی شریعت اور کلام مسلمات مسیحی کی بناء پر نازل نہیں ہوا پس اس بشارت کے مصداق مسیح نہیں ۔

دوسرا نشان ایک آزمایا ہوا پتھر

ابھی ہم بتلا چکے ہیں کہ دراصل صیہون میں پتھر رکھنے سے مراد ایک نئے دین کی بنیا درکھنا ہے دین اسلام ایک آزمایا ہوا پتھر ہے۔ یعنی کل مذاہب کی صداقتوں کا مجموعہ ہے۔ وہ کوئی ازسرتا پا یا انوکھا پتھر نہیں بلکہ تمام انبیاء الگ الگ جس مذہب کے اصولوں پر چلتے رہے۔ اور وہ اصول ان انبیاء کے آزمودہ اصول تھے۔ ان کا مجموعہ دین اسلام ہے۔ اس لئے وہ انبیاء کا آزمایا ہوا اور معیار پر پورا اترا ہوا پتھر ہے۔ دنیا کا اور کوئی مذہب آزمایا ہوا نہیں کہلا سکتا ہاں وہ جو سب کے آخر پر آتا ہے۔ وہ آزمایا ہوا کہلا سکتا ہے۔

تیسرا نشان کونے کے سرے کا پتھر

عبری میں لفظ "روش پنہ" ہے۔ جو کونے کے پتھر کے معنی دیتا ہے۔ لیکن لغت میں اس سے مراد شہر کا۔ عمارت کا۔ زمین کا۔ حفاظت کے برج کا وہ محافظ پتھر ہے۔ جو سب کی حفاظت کرتا ہے چنانچہ سلاطین دوم ۱۴: ۱۳ یرمیا ۳۱: ۴۰ سلاطین اول ۷: ۴۳۔ ایوب ۳۸: ۶ تواریخ دوم ۲۶: ۴۲۔ اور ۲۶: ۱۵ میں یہ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور صفنیا ۳: ۶ میں قوموں کی حفاظت کا پتھر معنی دیتا ہے۔ ان معنوں کے علاوہ یہ سب کے سردار (سرورِ عالم) سب پر حکمران اور سب کے محافظ کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ دیکھو یشوع ۲۰: ۲ سموئیل اوّل ۱۴: ۳۸ یسعیاہ ۱۹: ۱۳۔ زکریا ۱۰: ۴

ان معنوں کی بنا پر کونے کا پتھر یا انبیاء اور مذاہب کی حفاظت کا پتھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام ہے جس نے تمام انبیاء اور مذاہب کی تصدیق کی اور اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور دین اسلام خاتم الادیان ہے۔ جو انبیاء کی عمارت اور ادیان کے حصار کے محافظ ہیں۔ اسی لحاظ سے یہ گراں (انمول) اور مضبوط بنیاد والا پتھر ہے۔ کیونکہ یہ دین صداقت مذاہب کی اساس قدیم ہے۔

چوتھا نشان جو اس پر ایمان لائیگا وہ شرمندہ نہ ہوگا

ایک شخص جو صرف ایک یا چند اپنے قومی انبیاء پر ایمان لاتا ہے۔ اور دوسرے انبیا کو جھوٹا

سمجھتا ہے۔ وہ قوموں کے اجتماع کے دن سخت شرمندہ ہوگا لیکن وہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر یا دین اسلام پر ایمان لاتا ہے۔ وہ تمام انبیاء کی تصدیق کرنے کی وجہ سے کبھی شرمندہ نہیں ہوگا۔ بلکہ ایک یہودی عیسائی ہندو اور پارسی جو اس بات کا قائل ہے کہ صرف اس کی محدود قوم میں ایک یا چند انبیاء آئے اور باقی تمام دنیا کے مصلح معاذاللہ جھوٹے ہیں۔ وہ مذاہب کی مجلس میں مارے خجالت کے سر نہیں اٹھا سکتا لیکن ایک مسلمان جو سب کی تصدیق کرتا ہے۔ وہ کبھی کسی مجلس میں شرمندہ نہ ہوگا۔

پانچواں نشان صراط مستقیم پر کونسا مذہب ہے

اس پیشگوئی میں عبری لفظ "قو" اس خط مستقیم پر بولا جاتا ہے جس سے کوئی چیز پائی جائے یا اس سے کسی چیز کی وسعت معلوم کی جائے۔

خطِ مستقیم پر عدالت رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ دین ایک ایسا ناپ ہے۔ جو اس پر پورا اتریگا وہ بچایا جائے گا یا نجات کا مستحق ہوگا۔ اور جو اس پر پورا اترے گا۔ وہ کاٹ ڈالا جائے گا قرآن شریف نے اسی پیشگوئی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔ (آل عمران ۳:۱۰۱)

جو دین اللہ کے ذریعہ اپنے آپ کو بچاتا ہے۔ وہ یقیناً صراط مستقیم کی طرف ہدایت پا گیا۔ "قسطاس مستقیم پر صداقت رکھوں گا"۔ اس میں قسطاس کے لئے عبرانی لفظ مشقلیت ہے۔ جو وزن کرنے کے کام آتا ہے۔ گویا جو اس میزان اسلام پر پورا نہ اترے گا۔ وہ رد کر دیا جائے گا کیونکہ اس وقت دنیا کے مذاہب کا وزن اسی قسطاس مستقیم سے کیا جائے گا۔

چھٹا نشان مخالفین کا انجام

کیونکہ اولے جھوٹوں کی پناہ گاہ کو گرا دیں گے اور چھپنے کی جگہوں کو پانی بہا دیں گے۔ اسلام کی آمد پر تمام پناہ کی جگہیں جو صداقت کے ترازو کی مار سے بچنے کے لئے لوگوں نے بنائی ہوئی تھیں۔ گر گئیں اور صداقت کا سیلِ عظیم باطل سہاروں کو بہا لے گیا، وہ تمام عقائد اور کفارے جو غلط طور پر لوگوں

نے اپنی حفاظت کے قلعے سمجھے ہوئے تھے اسلام کی بے رو رعایت تعلیم کے سامنے گر کر بہ گئے ان پیشگوئیوں کے اندر ایک بات جو قابل غور ہے ۔ وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے نشانات معمولی واقعات زندگی نہیں بتائے گئے ۔ بلکہ ایک ایسے علمی نشانات ہیں جن کو ہر زمانہ میں پرکھا جاسکتا ہے ۔ مسیح کی پیشگوئیوں کی طرح یہاں کوئی ایسے فرضی اور آنی واقعات کو پیش نہیں کیا گیا کہ مری پڑے گی ۔ کنواری حاملہ ہوگی ۔ بیابان میں پکارنے والے کی آواز ۔ اس نے اپنے پلوٹھے کو مصر سے بلایا ۔ یہ سب باتیں وقتی اور آنی باتیں ہیں ۔ اور ان میں سچ اور جھوٹ کا احتمال ہے ۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئیاں ہر زمانہ میں پرکھی جاسکتی ہیں ۔

یسعیاہ نبی کی بشارت ہفتم

بیت اللہ یا کعبۃ اللہ کے اور نشانات

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ... رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ (۱۴ : ۳۵ تا ۳۷)

"اور جب ابراہیم نے کہا میرے رب اس شہر کو امن والا بنا اور مجھے اور میری اولاد کو اس سے بچا کہ ہم بتوں کی پرستش کریں ۔ ۔ ۔ ۔ اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد کو تیری عزت والے گھر کے پاس اس وادی میں بسایا ہے ۔ جہاں کھیتی نہیں ہمارے رب تاکہ وہ نماز کو قائم کریں ۔ سو تو لوگوں کے دلوں کو انکی طرف مائل کر دے اور ان کو پھلوں سے رزق دے تاکہ وہ شکر کریں ۔"

اس کے متعلق یسعیاہ نبی فرماتے ہیں ۔

"تو پھر اس زبردست گروہ کو نہ دیکھے گا ۔ اس قوم کو کہ جس کی بولی تو سمجھ نہیں سکتا ہو بے گانہ زبان کی ہے ۔ کہ بوجھی نہیں جاتی ۔ ہماری عید گاہ صیہون پر نظر کر تیری آنکھیں یروشلم کو دیکھیں گی کہ امن کا مقام ہے ۔ بلکہ ایسا خیمہ جو ہلایا نہ جائے گا ۔ جس کی میخوں میں سے ایک بھی اکھاڑی نہ جائے گی ۔ اور اسکی ڈالیوں میں سے ایک بھی توڑی نہ جائے گی ۔ بلکہ وہاں ذوالجلال خداوند بڑی بڑی ندیوں اور نہروں کے عوض

ہماری آسائش کیلئے آپ موجود ہوگا وہاں ڈانڈ کی کوئی کشتی نہ جائے گی نہ نمود کے جہازوں کا گذر اس میں ہوگا کہ خداوند ہمارا حاکم ہے۔ خداوند ہمارا شریعت دینے والا ہے۔ خداوند ہمارا بادشاہ ہے ۔۔۔۔۔۔ سو لوٹ کا وافر مال تقسیم کیا گیا۔ لنگڑے بھی غنیمت پر قابض ہو گئے۔ وہاں کے باشندوں میں بھی کوئی نہ کہے گا کہ میں بیمار ہوں ان لوگوں کے گناہ جو اس میں بستے ہیں بخشے گئے۔ یسعیاہ ۳۳: ۱۹ - ۲۴ -

پیشگوئی کے اجزاء

الف: بیت اللہ ایک ایسی قوم میں واقع ہے جس کی بولی بنی اسرائیل کی بولی نہیں بلکہ اجنبی (یعنی عربی ہے)

ب : یہ موعود صیہون اور یروشلم مقام امن ہے۔ اور ہمیشہ دار الامن رہے گا۔

ج : وہاں نہ دریا ہیں۔ اور نہ نہریں مگر ان کو رزق خدا خود پہنچاتا ہے۔ اور وہی ان کا کفیل ہے۔

د : بنی اسرائیل کا خداوند (محمد صلعم) حاکم۔ شارع اور بادشاہ ہے اور نجات دینے والا۔

ہ : غنیمت کا مال ان کو بکثرت ملے گا کوئی اس سے محروم نہ رہے۔

پیشگوئی کے تمام اجزا اپنی پوری کیفیت کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں پورے ہو گئے اور یہ واقعات عرب میں رونما ہوئے جسے اس پیشگوئی میں وادی غیر ذی زرع اور اجنبی یا غیر اسرائیلی زبان والا بتایا گیا ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک ہی وقت میں حاکم قوم کے مقدمات کا فیصلہ کرنے والے بادشاہ حکمران اور ملک کو ہر ایک بدی سے نجات دلانے والے تھے۔ مال غنیمت کی بکثرت تقسیم آپ کی جنگوں اور فتوحات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ کعبۃ اللہ دنیا میں ایک ہی مقام امن ہے۔ جس کے اندر قتل اور مقابلہ ہمیشہ سے ممنوع ہے۔

"اُن لوگوں کے گناہ جو اس میں بستے ہیں۔ بخشے گئے" کس قدر بدیوں میں مبتلا عرب کی قوم تھی مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سب کو گناہوں سے پاک کر دیا۔

یسعیاہ نبی کی بشارت ہشتم

صحرا میں صراط مستقیم

"بیابان میں ایک منادی کرنے والے کی آواز۔ تم خداوند کی راہ درست کرو۔

عرب[۱] میں ہمارے خدا کے لئے ایک سیدھی شاہراہ تیار کرو۔ ہر ایک نشیب اونچا کیا جائے اور ہر ایک کوہ اور ٹیلا پست کیا جائے اور ہر ایک ٹیڑھی چیز سیدھی اور ناہموار جگہیں ہموار کی جائیں۔ اور خداوند کا جلال آشکارا ہوگا (یسعیاہ ۴۰: ۳ و ۴)

پیشگوئی کے الفاظ بالکل واضح ہیں۔ صراط مستقیم عرب میں تیار کی جائے گی۔ منادی کرنے والا سب سے پہلے یسعیاہ نبی ہے کیونکہ اس کے بعد ہی لکھا ہے کہ "ایک آواز ہوئی منادی کر" اور دوسرا منادی کرنے والا حسب منطوق متی ۳: ۳ یوحنا ہے۔ جس نے جناب مسیح کے وقت یہ بشارت دی کہ آتشی شریعت والا وہ نبی میرے بعد آنے والا ہے۔ مسیح اس بشارت کا مصداق اس لئے نہیں کہ مسیح عرب میں نہیں آیا یوحنا کے بعد نہیں آیا بلکہ ان کے زمانہ میں موجود تھا۔ اور اس لئے بھی کہ موعود نے آتشی شریعت سے لوگوں کو بپتسمہ دنیا ہے۔ یوحنا اور مسیح بلکہ مسیحی بھی پانی سے بپتسمہ دیتے چلے آئے ہیں۔ آتشی شریعت سے مراد جنگ ہے جس نے کمزوروں کو زور آور اور کوہ و ٹیلہ (متکبر اور اکڑباز) لوگوں کو پست کر دیا ہر ایک کج معاملہ سیدھا کر دیا گیا۔ اور خداوند کا جلال اس میں جلوہ فگن ہو گیا۔ اسی خداوند کے متعلق آگے چل کر فرمایا۔

اے توجو صیہون کو خوشخبریاں سناتی ہے۔ اونچے پہاڑ پر چڑھ اے توجو یروشلم کو بشارت دیتی ہے۔ زور سے اپنی آواز بلند کر خوب پکار اور مت ڈر یہوداہ کی بستیوں سے کہہ دیکھو اپنا خدا دیکھو خداوند خدا زبردستی کے ساتھ آوے گا۔ اور اس کا بازو اپنے لئے سلطنت کرے گا۔ دیکھو اس کا صلہ اس کے ساتھ ہے۔ اور اس کا اجر اس کے آگے وہ چوپان کی مانند اپنا گلہ چرا وے گا۔ وہ برّوں کو اپنے ہاتھ سے فراہم کرے گا۔ اور اپنی گود میں اٹھا کر لے چلے گا۔ اور ان کو جو دودھ پلاتیاں ہیں۔ آہستہ آہستہ لے جائے گا (یسعیاہ ۴۰: ۹۔ ۱۱)

ان آیات میں آنے والے موعود کے یہ نشانات بتائے گئے ہیں۔

الف: آنے والا صرف مار کھانے والا (مسیح) نہیں بلکہ غالب آنے والا ہے۔

ب: وہ اپنے زور بازو سے سلطنت قایم کرے گا۔

ج: اس کی جدوجہد اور مساعی کو پھل اس کے سامنے لگ جائے گا۔

---

[۱] مترجمین بائبل نے عرابہ کا ترجمہ صحرا یا wilderness کیا ہے عبرانی میں عرابہ عرب کو کہتے ہیں۔

د: وہ اپنی جماعت کو اپنی نگرانی میں تیار کرے گا۔

ہ: ان کو گود میں اٹھائے گا" قرآن شریف میں ہے۔ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۶: ۲۱۵) مومن جو تیری پیروی کرتا ہے۔ اس کے لئے اپنا بازو جھکا دے۔

و: دودھ پلاتیوں کو آہستہ آہستہ لے جائے گا یعنی صنف نازک اور معذوروں کے ساتھ نرمی کی تعلیم دے گا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرنے والوں کو معلوم ہے کہ ان میں سے ہر ایک نشان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں پورا ہو گیا۔ بنی اسرائیل میں یسعیاہ نبی کی اس پیش گوئی کے وقت سے لے کر اب تک کوئی نبی اس شان کا پیدا نہیں ہوا اسی نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے متعلق پھر فرمایا۔

"دیکھو میرا بندہ جسے میں نے چنا اور میرا پیارا جس سے میرا دل خوش ہے (گویا وہ عبد ہونے کے باوجود محبوب خدا ہے) میں اپنی روح اس پر ڈالوں گا (یعنی تفصیلی شریعت اس پر نازل ہوگی) اور وہ غیر قوموں سے شرع کرے گا (یعنی خلاف یہود و نصاریٰ اس کا مذہب تبلیغی ہوگا) وہ جھگڑا اور شور نہ کرے گا۔ اور بازاروں میں کوئی اس کی آواز نہ سنے گا (جادلهم بالتي هي احسن قرآن شریف کا حکم ہے۔ کہ ان سے بحث احسن طریق پر کرو بحث میں خواہ مخواہ شور و غوغا مچانا ناجائز ہے۔ یا ریاکاری اور دکھلاوے کے کوئی کام نہ کرے گا۔ جو کہ یہود کی عام عادت ہے)

(یسعیاہ ۴۲: ۱-۳)

نبی موعود کا ملک مصر کے ساتھ نیک سلوک

بشارت مندرجہ بالا کے ضمن میں فرمایا:۔

"وہ مسلے ہوئے نرسل کو نہ توڑے گا اور دھکتی ہوئی بتی کو نہ بجھائے گا"۔ کتاب مقدس میں مسلے ہوئے نرسل سے مراد ملک مصر ہے۔ اس بنا پر کہ وہاں بکثرت نرسل ہوتے ہیں۔ سلاطین دوم ۱۸: ۲۱ میں ہے۔ دیکھ تجھے مصر کے عصا پر اور مسلے ہوئے نرسل پر بھروسہ ہے۔ حزقیل نبی کہتا ہے "مصر کے سارے باشندے جانیں گے کہ میں خداوند ہوں اس لئے کہ وے اسرائیل کے گھرانے کے

لئے فقط نرسل کی چھڑی تھے۔ جب انہوں نے تیرا ہاتھ پکڑا تو ٹوٹ گیا" ۲۹: ۶ دے خود یسعیاہ نبی کہتا ہے۔
دیکھ تجھے اس مسلے ہوئے نرسل پر بھروسہ ہے۔ اس پر اگر کوئی بھروسہ کرے تو وہ ہاتھ میں چبھ جائے گی

(۶:۳۶)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مصر کے متعلق تاکیدی حکم اپنے صحابہ کو دیا تھا۔ فرمایا انکے ساتھ نیک سلوک کرنا کیونکہ تمہاری ماں ہاجرہ کی وجہ سے ملک مصر کے لوگ تمہارے ننہال ہیں۔ ملک مصر ایک مسلا ہوا نرسل تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ بدسلوکی کی وجہ سے اسے مسل دیا تھا اور بنی اسرائیل کے ساتھ ان کا تعلق منقطع ہو چکا تھا۔ اور یہ ایک دوسرے کے بدترین دشمن تھے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو رحمۃ اللعالمین ہو کر تشریف لائے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ باپ دادوں کے گناہوں کا بدلہ ان کے پوتوں سے نہیں لیتا اس لئے حضور نے تاکیدی حکم دیا کہ چونکہ مصر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نیک سلوک کیا تھا کہ شاہ مصر نے اپنی بیٹی ان کی خدمت کے لئے دی تھی۔ اس لئے مصری لوگ مستحق ہیں۔ کہ ان کے احسان کا بدلہ احسان سے دیا جائے۔ چنانچہ حضرت عمر ابن عبد العزیز نے ملک مصر کو فتح کر کے وہاں کے لوگوں کے ساتھ جو احسانات کئے ان سے تاریخ مصر کے اوراق مزین ہیں۔ انبیاء بنی اسمٰعیل میں سے کسی نبی نے مصر کے ساتھ نیک سلوک کی ہدایت نہیں دی پس اس پیشگوئی کے مصداق صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں "وہ دھکتی ہوئی بتی کو نہ بجھائے گا"۔ جہاں کہیں علم و ایمان کی روشنی ہے۔ اسکی وہ نبی عزت کرے گا۔ اور اس کی تصدیق کرے گا۔ دنیا کی قومیں آپ سے پیشتر ایک دوسرے سے اقتباس نور کرنا یا علمی روشنی لینا نہایت گناہ سمجھتی تھیں۔ لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اُطلبوا العلم ولو کان بالصین" علم حاصل کرو اگرچہ وہ چین سے ملے پھر فرمایا۔
الحکمۃ ضالۃ المؤمن۔ حکمت مومن کی گم شدہ نعمت ہے۔ جہاں سے جس قوم سے ملے لے لو یسعیاہ نبی اس کے بعد فرماتا ہے۔

"وہ عدالت کو جاری کرائے گا۔ کہ دائم رہے۔ اس کا زوال نہ ہو گا۔ اور نہ مسلا جائے گا۔ جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے اور بحری ممالک اس کی شریعت کی راہ تکیں" ۴۲: ۴ نیز دیکھو یسعیاہ ۵۱: ۴ تا ۶۔

یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دائمی شریعت کی طرف اشارہ ہے۔ اور بحری ممالک میں اس کا دین پھیل جانے کی بشارت ہے۔

اس کے یسعیاہ نبی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور آپ کی شریعت کی خوبیاں بیان کرنے کے بعد فرمایا۔

یہ سب کچھ قیدار کی بستیوں میں ہوگا۔

عُرب اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے۔ نرے خداوند کا جلال ظاہر کریں گے اور بحری ممالک میں اس کی ثناخوانی کریں گے۔ خداوند ایک بہادر کی مانند نکلے گا۔ یسعیاہ ۴۲: ۱۱ و ۱۳

عرب کے لئے عبرانی لفظ یہاں مدبار ہے۔ جس کے معنی وادی غیر ذی زرع اور عرب ہے۔

یرمیاہ نبی کی کتاب ۳: ۲ میں لکھا ہے "کعرابی بمدبار" جیسے عرب کا باشندہ وادی غیر ذی زرع یا عرب میں یہاں نہایت صفائی کے ساتھ اہل عرب کے ملک کا نام مدبار بتا دیا گیا ہے۔

قیدار حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بیٹے کا نام ہے جس کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی عرب اور اس کی بستیاں اور قیدار کے آباد دیہات اسلام کی آمد پر اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھے سلع کے معنی نجات اور امن کی چٹان کے ہیں۔ عبری میں یہ وہی لفظ ہے جو سنسکرت میں شلا کہلاتا ہے۔ اور اردو میں اسے سِل کہتے ہیں۔ وادی موسےٰ میں یہ کوئی شہر تھا۔ اسی کا دوسرا نام پطرہ ہے۔ عرب تاریخ نویس یاقوت نے وادی موسےٰ میں اسے ایک قلعہ قرار دیا ہے۔ جس کا نام سِل تھا۔ سلاطین دوم ۱۴: ۷ میں اس سے مراد ایک قلعہ ہے۔ جو توڑ کر بعد میں اس کا نام یوکتئیل رکھا گیا۔ ایک انگریز مورخ کا خیال ہے۔ کہ یہ بصرہ ہے فلیوس جوسفس نے لکھا ہے کہ "پطرہ عرب کا دارالسلطنت تھا" یعنی سلع جو بعد میں پطرہ کہلایا۔

پطرہ نہ صرف امن اور پناہ کی جگہ تھا۔ بلکہ قافلوں کی تجارت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ یہ مصر اور دمشق کے درمیان قافلوں کا ایک مرکز تھا۔ اس لئے عرب کے مشرق اور مغرب شمال اور جنوب میں ایک تجارتی مرکز بن گیا تھا (سائیکلوپیڈیا ببلیکا زیر عنوان سلع) عرب میں تجارتی مرکز اور امن کی جگہ صرف مکہ معظمہ ہے۔ یہاں ہی وہ پتھر ہے۔ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نصب کیا اور اس کے لئے دعا کی کہ اللہ

تعالٰے اس کو امن والا شہر بناوے چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی اور وہ بلد امین بنا دیا گیا یہ چٹان اور پتھر جو اپنی سختی اور ناقابل زراعت ہونے کے لحاظ سے کبھی وادی غیر ذی زرع اور کبھی بانجھ عورت اور کبھی پتھر کہلائی بالآخر اسی چٹان سے دودھ اور شہد کے چشمے پھوٹے۔ پولوس نے خواہ نخواہ اس چٹان سے مراد مسیح لیا ہے۔ اور مسیح نے اس سے مراد پطرس لی ہے۔ ان کے پاس اس امر کو ثابت کرنے کی کوئی دلیل نہیں لیکن وہ پتھر جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور نشان نصب کیا وہ اب تک کعبہ میں پڑا اس امر کی شہادت دے رہا ہے۔ کہ نجات کی چٹان کعبہ میں موجود ہے۔ اس سلع کے رہنے والوں نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حمد کے گیت گائے "پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے اذان کی آوازیں بلند ہوئیں۔ بحری ممالک میں بھی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ثناخوانی ہوئی اور ہو رہی ہے گویا یسعیاہ نبی نے جو کچھ پیشتر سے اطلاع دی تھی وہ لفظ بلفظ پوری ہو کر رہی۔

بشارت نہم صحرائے عرب کی روحانی آبپاشی

خطہ شام جو قوم اسرائیل کا بہشت بریں کہلایا اپنے دریاؤں اور باغات کے لحاظ سے بلاشبہ ایک شاداب قطعہ جنت ہے۔ لیکن عرب کا صحرا اپنی وجہ تسمیہ کے مطابق ایک وسیع ریگ زار اور وادی غیر ذی زرع ہے یسعیاہ نبی اس صحرا کے متعلق پیش گوئی کرتے ہیں۔

"تم اگلی چیزوں کو یاد نہ کرو اور قدیم باتوں کو سوچتے نہ رہو دیکھ میں ایک نئی چیز کروں گا۔ اب وہ نمود ہوگی۔ کیا تم اسے ملاحظہ نہ کرو گے۔ ہاں میں وادی غیر ذی زرع میں ایک راہ اور صحرا میں ندیاں بناؤنگا دشت کے بہیمے۔ گیدڑ اور شتر مرغ میری تعظیم کریں گے۔ کہ میں بیابان میں پانی اور صحرا میں ندیاں موجود کروں گا کہ وے میرے لوگوں میرے برگزیدوں کو پینے کے لئے ہوویں میں نے ان لوگوں کو اپنے لئے بنایا وے میری حمد کریں گے" یسعیاہ ۴۳: ۱۹ تا ۲۱

اس پیشگوئی میں مندرجہ ذیل باتیں قابل غور ہیں۔

۱۔ بنی اسرائیل کی سرزمین خطہ شام میں ہمیشہ ہمیشہ ندیاں چلتی رہیں یعنی انبیاء آتے رہے اب خداوند فرماتا ہے کہ میں ایک نئی چیز کروں گا۔ جو تمہارے لئے قابل غور ہے کہ اب عرب میں ایک صراط مستقیم قایم ہوگی۔ اور شریعت کی ندیاں چلیں گی اس آیت

میں عرب میں ندیاں چلنا قابل غور ہے۔ یسعیاہ ۳۵ : ۶ میں عبری الفاظ "نہالیم
بعرابا" ندیاں عرب میں پھوٹ نکلیں گی وھایاہ ھشاراب لیگام بلکہ جلتا ہوا صحرا
تالاب ہو جائے گا۔ کس قدر واضح الفاظ میں نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور
عرب میں روحانی حوض (قرآن کے معنی ایک عظیم الشان حوض ہیں) کے قیام کا ذکر ہے

۲۔ بیابان کے بہائم اور جانوروں کا خدا کے فرمانبردار بندے ہو جانا۔

۳۔ عرب کی قوم برگزیدہ قوم ہو جائے گی۔ اور وہ اس چشمہ اور ندیوں سے سیراب ہو گی۔

۴۔ عرب کی یہ قوم حزب اللہ ہو گی۔ اور خدا کی حمد کو دنیا میں قائم کرے گی بحیثیت قوم اس طرح ساری قوم خدائی فوج بن گئی ہو۔ اور اس نے خدا کی حمد دنیا میں قائم کی ہو دنیا کی تاریخ میں یہ واقعہ صرف عرب اور مسلمانوں سے مخصوص ہے۔

بشارت دہم کعبۃ اللہ کے متعلق

جاگ جاگ اے صیہون الخ یسعیاہ ۵۲ : ۱ و ۲ تشریح کے لئے دیکھو صفحہ ۴۲۴

بشارت یازدہم بنی اسمٰعیل پر خدا کا مکرر رحم

"اے اے بانجھ تو جو نہیں جنتی تھی خوشی سے للکار تو جو حاملہ نہ ہوتی تھی وجد کر کے گا۔ اور خوشی سے چلا کیونکہ خداوند فرماتا ہے۔ کہ بے کس چھوڑی ہوئی کی اولاد خصم والی کی اولاد سے زیادہ ہے۔۔۔۔ خداوند نے تجھے جو طلاق کی ہوئی اور دل آزردہ سی ہے۔ اور جوانی کی ایک جورو کی مانند جو رد کی گئی ہو پھر بلایا ہے۔۔۔ میں نے اپنا منہ ایک لحظہ تجھ سے چھپایا پر اب میں ابدی عنایت سے تجھ پر رحم کرونگا خداوند تیرا بچانے والا یوں فرماتا ہے کہ میرے آگے یہ نوح کے پانی کا سا معاملہ ہے۔ جس طرح میں نے قسم کھائی کہ پھر زمین پر نوح کا سا طوفان کبھی نہ آوے گا۔ اسی طرح اب میں نے قسم کھائی کہ میں تجھ سے پھر کبھی آزردہ نہ ہونگا۔ اور تجھ کو نہ جھڑکوں گا: یسعیاہ ۵۴ : ۱ - ۹

ایک بانجھ عورت سے مراد پولوس نے نامہ گلاتیوں ۴ : ۲۷ میں حضرت سارہ لی ہے۔ کیونکہ وہ ایک وقت تک بانجھ رہی تھیں۔ حالانکہ اس سے مراد حضرت ہاجرہ کی اولاد یا اسمٰعیلی ہیں۔ بلحاظ ظاہری

اولاد کے یسعیاہ نبی کے وقت میں حضرت ہاجرہ اور سارہ دونوں صاحب اولاد تھیں جس نے ایک مرتبہ بچہ پیدا کر دیا اسے بانجھ کہنا سخت غلطی ہے۔ پھر حضرت سارہ باوجود نہ جننے کے بے کس چھوڑی ہوئی کبھی نہ تھی بلکہ خصم والی تھیں۔ البتہ ہاجرہ ضرور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بے کس چھوڑ دی گئی تھیں۔ اور خدا کا اس سے منہ چھپانا اس کی اولاد میں انبیاء کا نہ ہونا ہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد اس قوم میں کوئی شخص قابل ذکر نہیں سمجھا گیا۔ اور نہ بائیبل نے اس قوم کا تذکرہ کیا ہے۔ بلکہ اس کتاب میں بنی اسرائیل کے گیت ہی ہمیشہ گائے جاتے رہے۔ بالآخر اس بے کس چھوڑی ہوئی کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے مبعوث ہو کر قابل تعریف اور لائق ذکر بنا دیا۔ اور اس کی تعریف میں اس قدر گیت غیر مذاہب کے انبیاء اور علماء نے گائے کہ انبیاء بنی اسرائیل کی بحیثیت مجموعی بھی اس قدر تعریف دنیا نے نہیں کی۔

حضرت سارہ بے شک خصم والی تھی۔ اس کی قوم اور اس کا ملک دونوں مردم خیز ثابت ہوئے ہاجرہ باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ہونے کے بے کس چھوڑی گئی۔ اور خداوند نے اسے ایسی سرزمین میں ڈال دیا جہاں دنیا و دین کی کوئی نعمت موجود نہ تھی بالآخر اس بانجھ پر وہ لطف الٰہی وارد ہوا جو خصم والی کو نصیب نہ ہو سکا کہ اس کی اولاد سے ایک عظیم الشان امت پیدا ہوئی جس نے نہایت قلیل عرصہ میں دنیا کے نقشہ کو پلٹ دیا اس کے اندر اولیاء اللہ کا وہ گروہ پیدا ہوا۔ جو مثیل انبیاء بنی اسرائیل ہے۔ چنانچہ یسعیاہ نبی کے اسی باب کی آیت ۱۷ تک اسلام کی اس کامیابی کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔

یسعیاہ نبی کی بشارت دوازدہم حضرت داؤد کے وارث

تم میری سنو کہ تمہاری جان زندہ رہے۔ اور وہ جو اچھی ہے۔ کھاؤ اور تمہارا جی چربی سے لذت لے گا۔ کان جھکاؤ اور مجھ پاس آؤ سنو تا کہ تمہاری جان زندہ رہے۔ میں تم سے ابدی عہد باندھوں گا اور داؤد کی سچی نعمتیں تمہیں دوں گا۔ الخ یسعیاہ ۵۵: ۱ تا ۵ تشریح کے لئے دیکھو صفحہ ۳۷۵

یسعیاہ نبی کی بشارت سیزدہم

شریعت اسلامیہ کے نشانات

میری سنو اے میری امت میری طرف کان دھرا ے میری گروہ کہ ایک شریعت مجھ سے رائج ہوگی اور میں اپنی شرع کو قوموں کی روشنی کے لئے قایم کروں گا. میری راستبازی نزدیک ہے. میری نجات چل نکلی ہے. اور میرے بازو قوموں پر حکمرانی کریں گے: بحری مملکتیں میرا انتظار کریں گی. اور میرے بازو پر ان کا توکل ہوگا. اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھاؤ اور نیچے زمین پر نگاہ کرو کہ آسمان دھوئیں کی مانند غائب ہو جائیں گے. اور زمین کپڑے کے مانند پرانی ہوگی. اور وے جو اس پر بستے ہیں. اسی طرح مرجائیں گے میری نجات ابد تک رہے گی. اور میری صداقت موقوف نہ کی جائے گی. یسعیاہ ۵۱: ۴تا ۶ قرآن شریف اسی پیشگوئی کے متعلق فرماتا ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (۵:۱۵)

"تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب مبین آچکی"

يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ ۔ (۵:۱۶)

اس نور کے ساتھ اللہ اس کو جو اس کی مرضی کی پیروی کرتا ہے. سلامتی (نجات) کی راہوں پر چلاتا ہے. اس نور اور روشنی کی برکت سے مسلمانوں نے غیر اقوام پر حکومت کی بحری ممالک کو فتح کیا۔ ہسپانیہ میں مسلمانوں نے خدا کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے جہازوں کو جلا دیا۔ آسمان کے دھوئیں کی مانند غائب اور زمین کی کپڑے کی طرح پرانی ہوگئی۔ یعنی آسمان سے وحی الٰہی کی بارش غائب ہوگئی. اور زمین یعنی شریعت ہا ء سابقہ کمزور اور بوسیدہ ہوگئیں۔ مگر قرآن شریف کی مبینہ نجات ہمیشہ تک رہے گی. اور اس کی صداقت کبھی موقوف نہ ہوگی. یہ بشارت اور نشانات کے علاوہ آنحضرت صلعم کی ختم نبوۃ پر بھی ایک صریح شہادت ہے۔

بشارت چہاردہم

کعبۃ اللہ کے انوار اور برکات

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (۲: ۱۲۵)

جب ہم نے خانہ کعبہ کو تمام لوگوں کے لئے جمع ہونے کی جگہ اور امن والا بنا دیا ہے۔

یسعیاہ نبی اسی کے متعلق پیش خبری فرماتے ہیں۔

"میرا گھر ساری قوموں کی عبادت گاہ کہلائے گا۔ خداوند یہوواہ جو تتر بتر کیے ہوئے اسرائیل کو جمع کرنے والا ہے یوں فرماتا ہے۔ کہ میں ان کے سوا جو اسی کے ہوئے جمع ہوئے ہیں۔ اوروں کو بھی اس پاس جمع کر دوں گا" ۵۶ : ۷ و ۸۔

بیت المقدس شام صرف بنی اسرائیل کو جمع کرنے والا ہے۔ تمام اقوام عالم کی ایک ہی عبادت گاہ صرف کعبۃ اللہ ہے۔ جس نے نہ صرف بنی اسرائیل کے تتر بتر گروہ افغان اور کشمیری جمع کر لئے بلکہ دنیا کی اور قومیں بھی اس کے پاس جمع ہوئیں۔ اور پیشگوئی جو یسعیاہ نبی نے ڈیڑھ ہزار برس پہلے کی تھی پوری ہوگئی۔

بیت اللہ کی بابت دوسرا نشان

"اٹھ روشن ہو کہ تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھ پہ طلوع کیا ہے۔ دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائے گی۔ اور تیرگی قوموں پر لیکن خداوند تجھ پہ طالع ہوگا۔ اور اس کا جلال تجھ پر نمودہ ہوگا" یسعیاہ ۶۰ : ۱ تا ۳۔

اسلام کی بعثت کے وقت دنیا کی تمام قوموں پر تاریکی اور تیرگی چھائی ہوئی تھی۔ توحید اور دین حق کی روشنی بیت اللہ (مکہ معظمہ) میں آئی قرآن شریف میں اس کے متعلق ارشاد ہے کِتَابٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ (۱۴ : ۱) "کتاب جو ہم نے تیری طرف اتاری تاکہ لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال لائے"۔

تیسرا نشان

قومیں تیری روشنی میں اور شاہان تیرے طلوع کی تجلی میں چلیں گے۔ اپنی آنکھیں اٹھا کر چاروں طرف نگاہ کر دے سب کے اکٹھے ہوتے ہیں۔ وے تجھ پاس آتے ہیں۔ تیرے بیٹے دور سے آئیں گے۔ اور تیری بیٹیاں گود میں اٹھائی جائیں گی۔ تب تو دیکھے گی۔ اور روشن ہوگی۔ ہاں تیرا دل

اپھیلے گا اور کشادہ ہوگا۔ یسعیاہ ۶۰: ۱-۵۔

اسلام کی روشنی سے دنیا کی کل قومیں منور ہوئیں۔ وہ قانون جو اسلام نے مدون کیا دنیا کے بادشاہوں کے لئے شمع ہدایت بنا یورپ کی سیاسیات کی بنا قانون اسلام ہے۔ لیکن یہ لوگ اکثر اس میں تغیر و تبدل کرتے رہتے ہیں۔ بیت اللہ میں نہ صرف عرب کے لوگ جمع ہوئے بلکہ دنیا کے دور دراز ملکوں سے اب بھی لوگ وہاں جمع ہوتے ہیں۔ مکہ کی بیٹیاں حسب محاورہ بائیبل مکہ کے لوگ ہیں۔ ان کی عزت مسلمان عالم کے دلوں میں موجود ہے۔ گویا ان کو گود میں اٹھالیا گیا ہے۔ قرآن شریف نے اس پیشگوئی کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ (۲۲: ۲۷-۲۸)

اور لوگوں میں حج کے لئے اعلان کر دے۔ آئیں گے تیری طرف پیدل اور دبلی اونٹنیوں پر جو دور دراز کے رستے سے آتی ہوں گی۔ تاکہ اپنے فائدہ کی باتوں پر حاضر ہوں اور مقررہ دنوں میں اللہ کے نام کی تعریف اس پر کریں۔"

اس پیشگوئی کے باقی اجزاء کی بابت نشان ۲۶ میں دیکھو

بیت اللہ کا چوتھا نشان اونٹنیوں کا بکثرت آنا

اونٹنیں کثرت سے آکر تجھے چھپالیں گی مدیان اور عیفہ کی جوان اونٹنیاں وے سب جو سبا کے ہیں آئینگے۔ وے سونا اور لبان لائیں گے اور خداوند کی تعریفوں کی بشارتیں سنائیں گے۔" یسعیاہ ۶۰: ۶

قرآن مجید اور بائیبل کی پیشگوئی میں کس قدر اتحاد ہے۔ اور پھر یہ سب نشانات کس طرح پورے ہوئے۔ ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالےٰ کے زبردست ہاتھ کا کام ہے۔ کعبۃ اللہ کا دوبارہ مرجع خلائق بن جانا اور اس کثرت سے وہاں اونٹوں کا جمع ہونا کہ مکہ کی سرزمین کا چھپ جانا۔ مدیان۔ عیفہ اور سبا کا مسلمان ہوکر تحفے تحائف لانا اور وہاں اللہ تعالےٰ کی تعریفیں کرنا معمولی نشانات نہیں بلکہ ان کے اندر بیسیوں دلائل اور براہین ہیں۔ جن میں سے ہر ایک دلیل کلام کی صداقت اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی طرف متبعین بانبیر نو بلدہی ہے۔

پانچواں نشان کعبۃ اللہ میں قیدار کا اجتماع

"قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے وے میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے۔ اور میں اپنی شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا"۔ (یسعیاہ ۶۰:۷)

یہ بتایا جا چکا ہے کہ قیدار حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کے بیٹے کا نام ہے۔ جس کی اولاد عرب میں آباد ہوئی اور یہ لوگ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ نبیط حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام ہے (پیدائش ۲۵:۱۳) یہ قوم بھی بفضلہ مسلمان ہے۔ اور اپنے مینڈھوں کو لے کر ہمیشہ حج اور قربانی کے لئے حاضر ہوتی ہے۔ اس کے متعلق قرآن شریف نے فرمایا۔

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰي مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَاۗىِٕسَ الْفَقِيْرَ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (۲۲: ۲۸-۲۹)

"اور اللہ کے نام کا ذکر مقرر دنوں میں اس پر کریں۔ جو اس نے انہیں چارپائے دئے ہیں۔ اس میں سے خود بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلاؤ اور اپنی غلاظت دور کریں۔ اپنی نذروں کو پورا کریں۔ اور شوکت والے گھر کا طواف کریں"۔ یسعیاہ نبی کے الفاظ بالکل وہی ہیں۔ جو قرآن شریف نے فرمائے اور جو عملاً حج کعبہ کے وقت پورے ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس بیت اللہ کو بیت العتیق فرمایا گیا ہے۔ عبرانی میں "بیت تِفارتی" ہے۔ جس کے لفظی معنی ہیں میرا جاہ و جلال و زینت، عزت اور تجلی کا گھر زینت دیا جائے گا۔ منور کیا جائے گا۔ یا عزت دیا جائے گا۔ اور یہ کعبہ کے نام بیت المحرم کا ترجمہ ہے

بیت اللہ کا چھٹا نشان اس کا ہر وقت کھلا رہنا۔

لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (۲۲: ۳۳)

تمہارے لئے ان میں وقت مقرر تک فوائد ہیں۔ پھر ان میں آخری منزل آزاد گھر کی طرف ہے۔

یسعیاہ نبی فرماتے ہیں" اگرچہ میں نے اپنے قہر سے تجھے مارا پر اپنی مہربانی سے میں تجھ پر رحم کرونگا اور تیری پھاٹکیں نت کھلی رہیں گی۔ وے دن رات کبھی بند نہ ہوں گی"۔ یسعیاہ ۶۰: ۱۰ تا ۱۱ نیز ۶۲: ۵ تا ۷

مکہ معظمہ انتہائی بت پرستی کی وجہ سے مدتوں مغضوب و مقہور الٰہی رہا۔ لیکن پھر اس پر رحم کی بدلیاں امنڈ آئیں۔ اور اسے خدائے واحد کے ذکر کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ عیسائیوں کا گرجا آٹھویں دن کھلتا ہے۔ بیت المقدس سال بھر میں بہت کم کھلتا ہے۔ لیکن کعبۃ اللہ دن رات ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ اس کے پھاٹک کبھی بند نہیں ہوتے بیت المقدس مدتوں دشمنوں کے ہاتھوں میں رہا تباہ و برباد کیا گیا اس میں عبادت بند کر دی گئی۔ لیکن کعبہ کے دروازے برابر آج تک کھلے ہیں۔ اسی کے متعلق دیکھو یوحنا کے مکاشفات (۲۱ : ۲۵ و ۲۲: ۵)

بیت اللہ کا ساتواں نشان کیلئے باب نجات

"وے خداوند کا شہر اسرائیل کے قدوس کا صیہون تیرا نام رکھیں گے۔ اس کے بدلے کہ تو ترک کی گئی اور تجھ سے نفرت ہوئی ایسا کہ کسی آدمی نے تیری طرف گزر بھی نہ کیا میں تجھے شرافت دائمی اور پشت در پشت کے لوگوں کا سردار بناؤں گا۔ تو قوموں کا دودھ بھی چوس لے گی ہاں بادشاہوں کی چھاتی چوسے گی۔ اور تو جانے گی کہ میں خداوند تیرا بچانے والا اور میں یعقوب کا قادر تیرا چھڑانے والا ہوں یسعیاہ" ۶۰: ۱۵۔ اسرائیل کا قدوس محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے بنی اسرائیل کو اس دائمی لعنت سے چھڑایا جو حضرت مسیح کے وقت ان کے لازم حال کر دی گئی تھی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت قرآن مجید میں یہ اعلان ہوا کہ بنی اسرائیل اگر اس اپنے قدوس پر ایمان لائیں۔ تو ان پر سے وہ لعنت جو داؤد علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام کی زبان سے ڈالی گئی تھی۔ اٹھالی جائے گی۔ قرآن شریف قوم اسرائیل اور بیت المقدس کی دوبارہ بربادی کا ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے۔

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا (۱۷: ۸)

"قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے۔ ہم پھر وہی سزا دیں گے اور ہم نے دوزخ کو کافروں کے لئے قید خانہ بنایا ہے"۔ چنانچہ وہ اسرائیل جنہوں نے اسلام قبول کر

لیا ان کو حکومت بھی ملی اور ولایت بھی مگر وہ اسرائیل جو مسلمان نہ ہوئے آج تک اسی لعنت کے نیچے ہیں۔ مہذب ممالک سے نکالے جاتے اور دربدر پھر رہے ہیں۔

اس شہر مکہ کا نام صیہون یعنی نہایت خشک وادی رکھا۔ مگر اسی خشک وادی کو شرافت دائمی اور قوموں کی سرداری نصیب ہوئی دنیا کی اقوام اور بادشاہوں کا دودھ اسے پلایا گیا یعقوب کا قادر یعنی ایک واحد خدا ہے۔ جس نے اس سرزمین کو بتوں کی غلامی سے نجات دی۔

بیت اللہ کا آٹھواں نشان شرک سے ہمیشہ کیلئے نجات

"آگے کو بھی تیری سرزمین میں ظلم کی آواز سنی نہ جائے گی۔ اور نہ تیری سرحدوں میں خرابی یا بربادی کی تو اپنی دیواروں کا نام نجات اور اپنے دروازوں کا نام ستودگی رکھے گی۔ آگے تیری روشنی دن کو سورج سے اور رات کو تیری چاندنی چاند سے نہ ہوگی۔ بلکہ خداوند تیرا ابدی نور اور تیرا خدا تیرا جلال ہوگا۔

(یسعیاہ ۶۰ : ۱۸ و ۱۹)

ظلم اور خرابی شرک سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ چنانچہ قرآن شریف نے فرمایا۔

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (لقمٰن ۳۱ : ۱۳)

شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ بائبل میں جگہ جگہ اور خوفناک گناہوں کے ساتھ اسے تشبیہ دی گئی ہے۔ مکہ معظمہ کی سرحدوں اور کعبۃ اللہ کی حدود میں بلکہ کل ملک عرب کی حدود سے بت پرستی دور کر دی گئی۔ یہ شرک اب کبھی اس سرزمین میں داخل نہ ہوگا۔ چنانچہ قرآن شریف میں بھی فرمایا۔

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ (۳۴ : ۴۹)

کہو حق (توحید) آگیا اور باطل نہ اب ابتداء کر سکتا ہے۔ اور نہ شرک کو لوٹا سکتا ہے یعنی کبھی کسی زمانہ میں بھی یہ شرک اب اس سرزمین میں واپس نہ آئے گا۔ بیت اللہ کی دیواریں اور اس کے دروازے اپنے اندر توحید الٰہی کا خزانہ رکھتے ہیں۔ جو ان کے اندر داخل ہوگیا۔ وہ موحد ہو کر نجات پاگیا۔ اب وہاں نہ سورج کا بت پوجا جائے گا۔ نہ چاند کی پرستش ہوگی۔ بلکہ توحید الٰہی کا نور اس گھر کے اندر روشنی دے گا۔

نشان نہم بیت اللہ کا نیا نام کعبۃ اللہ

فرمایا "صیہون کی خاطر میں چپ نہ رہوں گا۔ اور یروشلم کی خاطر میں دم نہ لوں گا۔ جب تک کہ اس کی راستبازی نور کی مانند نہ چمکے اور اس کی نجات روشن چراغ کی طرح جلوہ گر نہ ہو۔ تب قومیں تیری راستبازی اور سارے بادشاہ تیری شوکت دیکھیں گے۔ اور تو ایک نئے نام سے کہلایا جائے گا۔ جو خداوند کا منہ خود تجھے رکھ دے گا۔۔۔۔ تو آگے کو متروکہ نہ کہلائے گی۔ اور تیری سرزمین کا بھی پھر خرابہ نہ ہوگا۔ بلکہ تو حفصی باہ کہلائے گی۔ اور تیری سرزمین بعولاہ کیونکہ خداوند تجھ سے خوش ہے اور تیری زمین خاوند والی ہوگی۔ یسعیاہ ۶۲: ۱ تا ۴۔

صیہون وہی انتہائی خشک سرزمین بعض لوگوں نے اس کا ترجمہ دارالامن بھی کیا ہے۔ ان دونوں معنوں کے لحاظ سے مکہ معظمہ صیہون ہے۔ یروشلم سلامتی والا شہر دنیا میں ایک ہی شہر ہے۔ جہاں کسی شخص کو بلکہ جانور تک کو بھی تکلیف نہیں دی جاتی۔ اسی جگہ سے نور اور روشنی جو تمام قوموں کے لئے ہدایت کا موجب ہوئی نکلی۔ دنیا کے تمام بادشاہوں نے شوکت اسلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس کو ایک نیا نام اللہ تعالےٰ کی طرف سے دیا گیا۔ جو ارض حرم یا مسجد الحرام ہے۔ جو خود خداوند نے قرآن کریم میں اس کا نام رکھا ہے۔ یہ الفاظ کہ "تو آیندہ کو متروکہ نہ کہلائے گی اور تیری سرزمین کا کبھی پھر خرابہ نام نہ ہوگا۔" یہ الفاظ مکہ معظمہ پر ہی لگ سکتے ہیں۔ بیت المقدس تو اس پیشگوئی کے بعد بھی خرابہ اور کھنڈر بنا دیا گیا۔ یعنی اس کی دوسری بربادی سنہ ۷۰ء میں ہوئی۔ اور اس وقت تک وہ برباد ہی سمجھا جاتا ہے۔ البتہ مکہ معظمہ اس وقت سے اب تک محفوظ ہے۔ اور وہی جگہ ہے۔ جس سے خداوند راضی ہے۔ اور اس کا خاوند محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دوسرا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ جو اس کا خاوند کہلا سکے۔ اس پیشگوئی میں 'حفصی باہ' اور 'بعولاہ' دونوں قابل غور لفظ ہیں۔ حفص کے معنی کسی چیز یا شخص ہیں۔ پسندیدگی۔ رضامندی اور محبت کا اظہار "حفصی باہ" کا لفظی ترجمہ رضی اللہ عنہا ہے۔ وہ صیہون جسے یہود اور عیسائی 'حفصی باہ' قرار دیتے ہیں وہ اس پیشگوئی کے بعد بھی اب تک متروکہ اور خرابہ ہے۔ مکہ رضی اللہ عنہا اور خاوند والی سرزمین ہے۔

بشارت پانزدہم امت مسلمہ کا ذکر۔

خداوند یوں فرماتا ہے جس طرح سے نئیرہ انگوروں کے خوشہ میں موجود ہے۔ اور کوئی کہتا

ہے اسے خراب نہ کر کہ اس میں برکت ہے ۔ اسی طرح میں اپنے بندوں کی خاطر کروں گا۔ ان سبھوں کو ہلاک نہ کروں گا۔ اور میں یعقوب میں سے ایک نسل نکالوں گا۔ اور یہوداہ میں سے جو میرے پہاڑ کے وارث ہوں اور میرے برگزیدے اس کے وارث ہوں گے ۔ اور میرے بندے وہاں بسیں گے ۔ اور شرون گلوں کا گھر ہوگا۔ اور عاکور گلوں کے بیٹھنے کا مقام میرے ان لوگوں کے لئے جو میرے طالب ہوئے ...... دیکھو میرے بندے شادماں ہوں گے ۔ پر تم پشیمان ہو گے ۔ دیکھو میرے بندے دل کی خوشی سے گائیں گے ۔ پر تم دلگیری کے سبب نالہ کرو گے اور جانکاہی سے واویلا کرو گے ۔ اور تم اپنا نام پیچھے چھوڑو گے جو میرے برگزیدوں پر لعنت کا باعث ہوگا کیونکہ خداوند یہوداہ تم کو قتل کریگا اور اپنے بندوں کو دوسرے نام سے بلائے گا .... دیکھو میں نئے آسمان اور نئی زمین کو پیدا کرتا ہوں اور جو آگے تھے ۔ ان کا پھر ذکر نہ ہوگا ... بلکہ تم میری اس نئی خلقت سے ابدی خوشی اور شادمانی کرو ... میں یروشلم سے خوش ہوں گا۔ اور اپنے لوگوں سے مسرور اس میں رونے کی صدا پھر کبھی نہ سنی جائے گی ۔ اور نہ نالہ کرنے کی آواز ۔ یسعیاہ ۶۵: ۸ تا ۱۰ و ۱۴ و ۱۵ - ۱۶ - ۱۹ -

اس بشارت میں اُمت مسلمہ کے کئی ایک نشانات ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے

۱ ۔ بنی اسرائیل یا یعقوب و یہوداہ کی اولاد میں انگور میں شیرہ کی طرح ایک بابرکت حصّہ بھی موجود ہے ۔ جو اسلام قبول کرے گا۔ یہ لوگ نجات کی چٹان کے وارث ہونگے اور اسلام کی نعمتوں کے وارث ہوں گے ۔

۲ ۔ شرون فلسطین کا ایک نہایت زرخیز میدان ہے ۔ جو گلاب کے پھولوں کی عمدگی کے لئے بالخصوص مشہور ہے ۔ لیکن اس شرون کو عرب کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے ۔ دیکھو یسعیاہ ۳۳: ۹ ۔ اصل عبری الفاظ ہیں "ھشرون باعرابا ہ" شرون عرب کی مانند ہے یعنی بیابان بنا دیا گیا ہے ۔ اور اس کی ساری شادابی عرب کو دے دی گئی ہے ۔ چنانچہ یسعیاہ نبی خود ہی فرماتا ہے ۔

"وادی غیر ذی زرع اور ریگ زاران کی وجہ سے شادمان ہوں گے ۔ اور عرب خوشی

کرے گا۔ اور نرگس کی مانند شگفتہ ہوگا۔ وہ کثرت سے کلیاں لائے گا۔ اور شادماں
ہو کر اور نعرہ مار کر خوشی کرے گا۔ لبنان کی شوکت اور کرمل اور شہروں کی شرافت
(زینت) اسے دی جائے گی۔ وے خداوند کا جلال اور ہمارے خدا کی قسمت دیکھیں گے"
یسعیاہ ۳۵: ۱ و ۲۔

یسعیاہ نبی کی اس اپنی تفسیر اور تشریح سے یہ ثابت ہے کہ فلسطین کے شہروں کی ساری
برکت عرب کو دے دی گئی ہے۔ اور عرب اس قدر پھول اور کلیاں پیدا کرے گا کہ
اس کے بالمقابل شہرون (فلسطین) کی حقیقت گروہو جائے گی۔

۳۔ عاکور کے متعلق بہت سی مختلف رائیں ہیں لیکن اس کے لغوی معنی دکھ اور مصیبت کی
سرزمین ہیں۔ یہ دکھ اور مصیبت کی سرزمین یسعیاہ نبی بتاتا ہے کہ "گلّوں سے بیٹھنے کی جگہ"
یا آرام وہ ہو جائے گی۔

۴۔ بنی اسرائیل کو خطاب ہے کہ تم اسلام قبول نہ کر کے پشیمان ہوں گے۔ جو قبول کر لیں گے
وہ شادماں ہوں گے۔ یہاں تک کہ یہودی نام میرے بندوں میں لعنت کا مترادف ہوگا

۵۔ خداوند یہوہ تم کو قتل کرے گا۔ اپنے برگزیدہ بندوں کی فہرست سے تمہیں کاٹ دیگا۔
اور ان کو تمہارے نام کی بجائے نیا نام دے گا یعنی یہودی اور اسرائیلی کی بجائے مسلم نام رکھا
جائے گا۔

۶۔ نئی زمین اور نیا آسمان۔ نئی قوم اور نئی وحی شریعت پیدا کی جائے گی پچھلی تمام قوموں اور
مذاہب کو ناقابل ذکر کر دیا جائے گا۔ نئی زمین اور نیا آسمان ہوگا۔ اور نیا ہی یروشلم (کعبہ)
ہوگا۔ جس میں رونے کی صدا اور گریہ و بکا کی جگہ کوئی نہ ہوگی۔ جیسی اس یروشلم (بیت
المقدس) میں دیوار گریہ ہے۔ کس قدر صاف اور بین نشانات ہیں۔ جو یہود و نصاریٰ
کی بصیرت کے لئے یسعیاہ نبی نے فرمائے ہیں

یرمیاہ نبی کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں نبوۃ

یرمیاہ جس کا عبرانی تلفظ یرمیا ہو ہے ۔ یہ لفظ رمی یرمی سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ۔ دشمنوں کے لئے خدا کا پھینکا ہوا تیر کتاب یرمیاہ کی کوئی سند خود اس کتاب کے باہر کہیں موجود نہیں البتہ نوحہ یرمیاہ کا ذکر تواریخ دوم ۳۵ : ۲۵ اور ۳۶ : ۲۱ میں موجود ہے ۔کتاب یرمیاہ ان کی وفات کے ایک عرصہ بعد لکھی گئی ۔ اس کے متعلق حوالجات زیادہ سے زیادہ دوسری صدی قبل مسیح کے ہیں ۔ لیکن خود یرمیاہ نبی ۶۲۵ قبل مسیح میں پیدا ہوئے ۔ اس کتاب کا بہت سا حصہ اس میں ضائع ہو گیا ہے ۔ باقی کتاب بھی غیر محفوظ ہے متی ۲۷ : ۹ میں جس یرمیاہ کی عبادت کا حوالہ دیا گیا ہے ۔ وہ حوالہ کتاب یرمیاہ میں موجود نہیں اتھوپیا کی بائیبل میں جو کتاب یرمیاہ ہے ۔اس میں اور اس مروجہ بائیبل کی کتاب یرمیاہ کے نسخہ میں بہت اختلاف ہے ۔کہتے ہیں متی کا حوالہ مذکور اسی کتاب میں ہے ۔ جو غیر مستند ہے ۔ سائیکلوپیڈیا ببلیکا میں بھی بہت سے حوالجات پیش کئے گئے ہیں ۔ جو مروجہ نسخہ میں نادر ہیں ۔ یرمیاہ نبی کی کتاب کو ہم نے غیر مستند قرار دیا لیکن اس میں سے پیشگو یاں ہم اس لحاظ سے پیش کرتے ہیں ۔ کہ یہ کتاب اگرچہ یرمیاہ کی وفات کے صدیوں بعد لکھی گئی ۔ مگر اسلام سے بہت عرصہ پہلے لکھی گئی ۔ اور اہل کتاب کے نزدیک مستند سمجھی گئی ۔ نیز محرف کتاب کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کی ہر ایک بات غلط ہو ۔

یرمیاہ نبی کی پیشگوئیاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں بہت سی ہیں ۔ ان میں سے چند ایک یہاں نقل کی جاتی ہیں ۔

یرمیاہ نبی کی پہلی پیشگوئی

اُس لئے خداوند فرماتا ہے ۔ میں تم سے جھگڑا کروں گا ۔ اور تمہارے لڑکوں کے لڑکوں سے بھی جھگڑا کروں گا ۔ کیونکہ پار گزر کر کتیوں کے ساحلوں میں دیکھو اور قیدار میں بھیجکے خوب سوچو اور دیکھو کہ ایسی بات کہیں ہوئی جیسی کہ یہ بات ہے ۔ کیا کسی قوم نے اپنے الہوں کو جو حقیقت میں خدا نہیں بدل ڈالا پر میری قوم نے اپنے جلال کو اس سے جو بے نفع ہے بدلا اے آسمانو اسی سے تعجب ہو جاؤ ہاں بشدت حیران ہوا ۔ یرمیاہ ۲ : ۹ تا ۱۲ ۔

اس پیشگوئی کے متعلق پہلی بصیرت

اس بشارت کا تعلق دو مختلف زمانوں کے ساتھ ہے۔ایک یرمیاہ نبی کے وقت سے اور دوسرا ان کے بہت زمانہ بعد سے۔عرب اور بنی قیدار کی ایک حالت وہ ہے۔جو یرمیاہ نبی سے لے کر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک ہے کہ وہ اپنی بت پرستی پر اس قدر مصر ہیں کہ ایک نبی اپنی قوم کو ان کی مثال دے کر تاکید کرتا ہے۔کہ جس طرح اپنی بت پرستی پر بشدت قائم ہیں۔کہ کوئی دنیا کی طاقت ان کو بت پرستی سے باز نہیں رکھ سکتی[۱] اسی طرح تم توحید پر قائم اور مضبوط ہو جاؤ کہ دنیا کا کوئی لالچ اور قوت کا مظاہرہ تمہیں توحید سے ورغلا نہ سکے پیشگوئی ہیں۔

میں تم سے جھگڑا کروں گا“ کے الفاظ قابل غور ہیں۔اس میں جس لفظ کا ترجمہ جھگڑا کروں گا کیا گیا ہے عبری میں وہ لفظ ”ریب“ ہے۔ریب کے معنی بلند آواز سے جھگڑا کرنا ہیں۔گویا خداوند خدا اپنے نبی کے ذریعہ بنی اسرائیل پر ایک حجت قائم کرنا چاہتا ہے کہ عرب کی موجودہ حالت پر غور کرو کہ وہ اپنی بت پرستی پر کس قدر مصر ہیں۔اس کی بابت تم سے بحث ہوگی۔سردست تم ان کی اس شدت کی حالت کو یاد رکھو اس کی بابت تمہارے لڑکوں کے لڑکوں سے بھی بحث ہوگی یعنی آئندہ زمانہ میں جب اہل عرب اپنی اس ضد کو چھوڑ دینگے

پیشگوئی میں دوسری بصیرت اس میں کس قوم کا ذکر ہے؟

آیت زیر بحث میں کتیم اور قیدار دو قوموں کا ذکر ہے۔اور یہ دونوں قومیں عرب ہیں کتیم حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے یافث کی اولاد ہیں۔جو عرب کے مغربی حصہ میں آباد ہوئے۔اور قیدار کو اس کے مشرق میں مکین سمجھا جاتا ہے۔آیت کا مطلب بالکل واضح ہے۔کہ عرب کے شرق اور غرب میں جاکر دیکھو اور خوب غور کرو۔کہ ایسی بات دنیا میں کہیں ہوئی۔جیسی ملک عرب میں ہوئی۔

---

[۱] عرب کے اپنی اس بت پرستی پر اصرار کا ذکر یرمیاہ ۲:۳ میں بھی آتا ہے۔

تیسری بصیرت ملک عرب کی بے نظیر اصلاح

جس تعجب کے ساتھ ایک نبی نے اس امر کو عرب کے متعلق بیان کیا ہے۔ وہ دنیا کی تاریخ میں ایک بے نظیر واقعہ ہے۔ عرب جیسی اکھڑ اور ضدی قوم انہوں نے اپنے سارے الٰہوں جو حقیقت میں خدا نہ تھے۔ بدل ڈالا اور ایک خدائے واحد کی پرستش اختیار کر لی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا دنیا میں کسی نبی کو فضیلت کا یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوا آپ ہی اور صرف آپ ہی وہ مصلح اعظم ہیں۔ جنہوں نے تمام ملک اور قوم کی کایا پلٹ دی پیشگوئی کے آخری حصہ میں یرمیاہ نبی اپنی قوم پر نوحہ کرتا ہے کہ اس جلال کو جو قوم عرب کو نصیب ہوا۔ کہ انہوں نے اپنی ذلت کو بدل لیا۔ میری قوم نے اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور یہ امر اس قدر حیرت ناک ہے۔ کہ اس پر آسمان بھی متعجب اور متحیر ہے۔ گویا یہود کی سنگ دلی عرب کی قساوت سے بھی بڑھ کر نکلی عرب اپنی بت پرستی کے لئے ضرب المثل تھے۔ وہ موحد ہو گئے۔ مگر یہود جو موحد اور وارث انبیاء تھے۔ اس جلال سے محروم رہے۔

یرمیاہ نبی کی دوسری بشارت

مکہ معظمہ اتحاد اقوام کا مقام ہوگا۔

"اُس وقت یروشلم خداوند کا تخت کہلایا جائے گا۔ اور اس میں یوروشلم ہی میں ساری قومیں خداوند کے نام سے جمع ہوں گی۔ اور وے پھر اپنے برے دل کے تصور کی پیروی نہ کریں گے انہی دنوں میں یہوداہ کا گھرانا اسرائیل کے گھرانے کے ساتھ چلے گا۔ وے مل کے اُتر کی زمین میں سے اس زمین میں جسے میں نے تمہارے باپ دادوں کو میراث میں دیا آویں گے۔" یرمیاہ ۳: ۱۷ اور ۱۸۔

اس پیشگوئی میں یروشلم سے مراد مکہ معظمہ ہے۔ جیساکہ اس سے بیشتر یسعیاہ نبی کی پیشگوئی میں ہم ثابت کر چکے ہیں۔ اور بوجوہات ذیل یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیشگوئی نئے یروشلم (مکہ معظمہ) کے متعلق ہے۔

۱۔ کعبۃ اللہ جیساکہ لکھا ہے۔ خداوند کا تخت گاہ یا بیت اللہ کہلایا۔

۲۔ خدا کے نام پر اسی جگہ سب قومیں جمع ہوئیں۔ اسلام نے دنیا کی تمام اقوام سے خراج

دصول کیا اور کوئی ملک ایسا نہیں جس کے باشندے اسلام میں داخل نہ ہوئے ہوں۔

۳ ۔ بر ے دل کی تصور پرستی یا بت پرستی عرب سے بالکل اٹھ گئی۔ اور ہمیشہ کے لئے اٹھ گئی۔

۴ ۔ یہوداہ کا گھرانا اسرائیل کے گھرانے کے ساتھ صرف عرب میں ہی چلا اور کسی مذہب کو یہ امر نصیب نہیں ہوا۔ بنی اسرائیل کے گم شدہ قبائل نے کشمیر اور افغانستان میں اسلام قبول کیا اور عرب میں اوس و خزرج قبائل یہوداہ نے اور دونوں اسلام میں جذب ہو کر مکہ معظمہ میں ایک ساتھ چلے۔

۵ ۔ ملک شام جو وعدہ کی سرزمین کہلاتی ہے۔ اس کے مسلمان وارث ہوئے اور یوں یہ پیشگوئی لفظ بلفظ مکہ معظمہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں پوری ہوئی۔

یرمیاہ نبی کی تیسری بشارت

قوم عرب کی بہادری

"اے اسرائیل کے گھرانے دیکھو میں تم پر ایک قوم دور سے چڑھا لاؤں گا خداوند کہتا ہے۔ وہ زبردست قوم ہے۔ وہ قدیم قوم ہے۔ جس کی زبان تو بالکل نہیں جانتا اور جو کچھ وے کہتے ہیں۔ تو نہیں سمجھتا ان کی ترکش کھلی ہوئی قبر کی مانند ہے۔ وے سب بہادر ہیں۔ یرمیاہ ۵ : ۱۵ و ۱۶

اس پیشگوئی کے ماتحت قوم مسلم نے کنعان کی سرزمین کو فتح کیا یہ قدیم قوم عرب ہے جس کی زبان اہل کنعان نہ سمجھتے تھے۔ تیر اندازی اسی قوم پر ختم تھی۔ اور ان میں سے ہر ایک جری بہادر تھا۔

یرمیاہ نبی کی نبوۃ چہارم

"رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ درخت کاٹ ڈالو اور یروشلم کے خلاف دمدمہ باندھو یہ وہ شہر ہے جسے چاہیئے کہ بڑی سزا دی جائے اس کے درمیان ہر طرح کا ظلم ہے۔ جس طرح سوتا اپنا پانی اچھالتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنی خباثت کو اچھال رہی ہے۔ ظلم اور ستم کی صدا اس میں سنی جاتی ہے۔ ہر دم میرے سامنے دکھ درد اور زخم ہیں۔ اے یروشلم تربیت پذیر ہو تا نہ ہووے کہ میرا دل تجھ سے ہٹ

جائے کہ میں تجھے ویران کردوں اور بے چراغ زمین بناؤں" (یرمیاہ ۶: ۶ تا ۸)

پیشگوئیوں میں بعض اوقات کسی خاص مقام سے مراد اس کی وارث ایک قوم ہوتی ہے۔ بائبل میں اس قسم کے محاورات بکثرت ہیں۔ اس لئے جہاں کہیں یروشلم کی بدکاری کا ذکر ہے۔ وہاں بنی اسرائیل کی بدکاری مراد ہے۔ ورنہ بدکاری صرف یروشلم میں نہ تھی بلکہ یہودہ کے اور شہروں میں بھی تھی۔ جہاں یہودی آباد تھے۔ پس یروشلم سے مراد کل قوم یہود ہے۔ اور اس پیشگوئی میں یروشلم کا محاصرہ کرنے سے قوم یہود کا محاصرہ کرنا مراد ہے۔ چنانچہ ۴ھ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودی قوم بنی نضیر کا محاصرہ کیا کیونکہ یہ لوگ اسلام کے خلاف منصوبے کرتے تھے۔ اور پیشگوئی کے مطابق اپنی خباثت کو رات دن اچھالتے رہتے تھے۔ چنانچہ اس قوم کو مدینہ سے نکال دیا گیا پیش گوئی کے ان الفاظ کو کہ۔

"رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ درخت کاٹ ڈالو۔"

قرآن شریف نے یوں ادا فرمایا ہے:۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ؁ (۵۹: ۵)

"جو تم نے کھجور کا درخت کاٹا یا اسے اپنی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا۔ سو اللہ کے حکم سے تھا تاکہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔" بائبل کے الفاظ "رب الافواج فرماتا ہے کہ درخت کاٹ ڈالو۔" اور قرآن کریم کا ارشاد ہے" فَبِاِذْنِ اللّٰهِ "یعنی جو درخت تم نے کاٹا وہ اللہ کے حکم سے تھا۔ قابل غور ہیں۔ یرمیاہ نبی نے فرمایا کہ "میں تجھے ویران کردوں اور بے چراغ بناؤں" اور قرآن شریف فرماتا ہے۔ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ؁ تاکہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔ اور دوسری جگہ فرمایا يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ[1] وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو ویران کرتے تھے۔ غرض یہودی یہ قوم حسب نبوۃ یرمیاہ اپنے گھروں کو ویران کرکے ملک شام کو چلی گئی۔ اور اس پیشگوئی کو اپنے ہاتھوں سے خود پورا کر گئی۔

نبوۃ پنجم بنی نضیر کیوں مسلمان نہ ہوئے

یہود کی قوم بنی نضیر جس کا ذکر نبوۃ چہارم میں کیا گیا انہی کے متعلق ایک اور بصیرت کتاب یرمیاہ

[1] (۵۹: ۲)

میں موجود ہے۔ تعجب ہے کہ کل کا کل عرب مسلمان ہوگیا لیکن یہود کا ایک حصہ مسلمان نہ ہوا اور صرف یہی ایک قوم تھی جسے ایسی سخت سزا ملی یعنی ان کو جلاوطن کیا گیا اس کی وجہ یرمیاہ نبی نے خود بیان کی ہے۔

"اے میری قوم کی بیٹی کمر پر ٹاٹ باندھ اور راکھ میں لوٹ آپ کو اس کی مانند جس کا اکلوتا بیٹا مر جائے ماتم کی شکل بنا اور دلخراش نوحہ کر کیونکہ غارت کرنے والا ہم پر اچانک آئے گا۔۔۔۔ وے سب کے سب نہایت سرکش ہیں۔ وے غیبت کیا کرتے ہیں۔ وے توتا بنا اور لوہا ہیں۔ وے سب کے سب خراب کرنے والے ہیں۔ دھونکنی جل گئی سیسہ آگ سے بھسم ہوگیا۔ کسیرا بے فائدہ گداز کرتا ہے۔ کیونکہ شریر الگ نہیں ہوتے کھوٹی چاندی لوگ ان کا نام رکھیں گے کہ خدا نے انہیں رد کر دیا ہے"

یرمیاہ ۶ : ۲۶ تا ۳۰

بنونضیر کے لئے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قبول نہ کرنا خداوند کے نزدیک اتنا بڑا حشر تھا کہ گویا کسی کا اکلوتا بیٹا مر جائے۔ اور اس کی نسل ہمیشہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہو جائے اور وہ اس قیامت خیز سانحہ پر نوحہ خوانی کر رہی ہو۔ یرمیاہ نبی نے قوم یہود کی ایسے ہی دلخراش واقعہ سے تشبیہ دی ہے۔ کہ یروشلم کی بیٹی یا قوم یہود اس عظیم الشان محسن کو قبول نہ کرے قرآن شریف نے اس واقعہ کو جس سورۃ میں بیان کیا ہے۔ اس کا نام سورۃ حشر اسی طرف اشارہ کرنے کے لئے رکھا ہے چنانچہ فرمایا۔

(۵۹: ۲) هُوَ الَّذِیٓ اَخۡرَجَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡکِتٰبِ مِنۡ دِیَارِهِمۡ لِاَوَّلِ الۡحَشۡرِ

"اللہ وہ ہے جس نے ان لوگوں کو جو اہل کتاب میں سے کافر ہیں۔ ان کے گھروں سے پہلی جلاوطنی کے لئے نکالا"۔ بے شک بنونضیر اپنے گھروں سے جلاوطن کئے گئے۔ لیکن حقیقت میں اس عظیم الشان نبی کا کفر جو ان کے لئے خداوند یہودہ کی طرف سے امن اور سلامتی لایا تھا۔ ان کو یروشلم (سلامتی کے شہر) سے نکالنے والا تھا۔ مدینۃ الاسلام یا مدینۃ النبی اس وقت حقیقی معنوں میں سلامتی والا شہر تھا۔ جس سے ان کا اخراج یا انکار اسلام کرنا اس قوم کے لئے حشر سے کم نہ تھا۔ اور اسی اخراج کا یہ نتیجہ ہے کہ یہود آج تک ہمیشہ ہر ملک سے نکالے جاتے رہے ہیں۔

یرمیاہ نبی کی اس نبوۃ میں دوسری بصیرۃ

فرمایا" غارتگر ہم پر اچانک آوے گا۔ میں نے تجھے اپنی قوم میں حفاظت کا برج اور قلعہ بنایا ہے۔

تاکہ تو ان کی روش کو پہچانے اور انہیں صحیح راستہ پر چلائے یرمیاہ ۶ : ۲۶۔

بائیبل کے اردو ترجمہ میں اس آیت کا ترجمہ غلط ہے۔ ہم نے عبری سے براہ راست اسے ترجمہ کیا ہے۔ جو قریباً قریباً انگریزی ترجمہ کے مطابق ہے۔

اس نبوۃ میں غارتگر سے مراد خود اللہ تعالیٰ ہے۔ بائیبل کا اصل لفظ "شودید" ہے جس کے معنی تباہ کرنے والے کے ہیں۔ لیکن بائیبل میں خدا کا آنا عذاب آنے کے لئے ایک عام محاورہ ہے اسی لئے لفظ "شودید" پر ہا تعریف لگا کر اسے معرفہ بنایا گیا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر اچانک آیا عذاب سے بچنے کے لئے ان کے پاس قلعے بھی ضرور تھے۔ لیکن بائیبل نے اس نبوۃ میں ایک نبی کو قلعہ اور حفاظت کا برج بتا کر اس امر کو ظاہر کیا ہے کہ درحقیقت انبیاء اپنی قوم کے لئے بطور قلعہ اور برج حفاظت ہوتے ہیں۔ اسی کے متعلق قرآن شریف فرماتا ہے۔

وَظَنُّوٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا

(۲ : ۵۹)

"اور وہ خیال کرتے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچا لیں گے۔ سو اللہ ان پر ان کے گمان کے خلاف اچانک آیا" یرمیاہ کی نبوۃ کے الفاظ پڑھیئے۔ اور قرآن شریف کے الفاظ سے مقابلہ کیجئے کہ دونوں میں کس قدر یگانگت ہے۔ جب انبیاء کے ساتھ ان لوگوں کا تعلق نہ رہا۔ اور ان انبیاء کے موعود نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کو انہوں نے قبول نہ کیا تو وہ اس قوم کے لئے حفاظت کے قلعے بھی نہ رہے۔

نبوۃ بالا میں تیسری بصیرۃ بنونضیر کی سرکشی

"وے سب کے سب نہایت سرکش ہیں۔ وے غیبت کیا کرتے ہیں" الخ

بنونضیر یہود کی تیسری علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ قوم ساری کی ساری سرکش ہے۔ اور ان کا کام غیبت اور نفاق ہے۔ چنانچہ کفار قریش کے ساتھ یہ لوگ اسلام کے خلاف سازباز کرتے تھے۔ اور ان کی غیبت کے خطوط بھی پکڑے گئے (دیکھو حدیث ابوداؤد)

نبوۃ یرمیاہ میں جس قدر علامات بنونضیر کی بیان ہوئی ہیں۔ وہ ان کے فسق اور نفاق پر دال ہیں۔

چنانچہ اسی کے متعلق قرآن شریف نے دوسری جگہ فرمایا۔

وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ (۱۳ : ۱۷)

"اور اس میں جسے آگ میں تپاتے ہیں۔ زیور یا اور سامان بنانے کے لئے جھاگ اٹھتا ہے۔ اسی طرح اللہ حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے۔ سو جھاگ تو رائیگاں جاتا ہے۔ اور وہ جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے۔ زمین میں قائم رہتا ہے"

سونے چاندی میں جس قدر کھوٹ ہوتا ہے۔ آگ پر گداز کرنے سے جھاگ بن جاتا ہے اسی طرح ایک قوم جس میں منافق موجود ہوں آزمائش اور ابتلاء سے اس کا کھوٹ ظاہر ہو جاتا ہے۔ بنو نضیر بظاہر مسلمانوں کے حلیف تھے۔ لیکن جنگ میں ان کا کھوٹ ظاہر ہو گیا۔ یرمیاہ نبی نے اسی لئے انہیں کھوٹی چاندی قرار دیا ہے جسے خدا نے رد کر دیا۔

یہ پیشگوئی بنو نضیر کے متعلق کیوں ہے؟

نضیر کے معنی خالص سونا یا چاندی کے ہیں۔ اور کتاب مقدس نے اسے کھوٹی چاندی قرار دیا ہے۔ ردی دھات اور کھوٹی چاندی کا محاورہ کتاب انبیاء میں کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ محاورہ ہر لحاظ سے بنو نضیر پر صادق آتا ہے۔

۱۔ کھوٹی چاندی اس لحاظ سے کہ وہ تاؤ دینے والے کے سامنے اپنے کھوٹ کو ظاہر کر دیتی ہے۔ آزمائش پر پوری نہیں اترتی بنو نضیر اگرچہ اپنے نام کے لحاظ سے خالص سونا یا چاندی تھے۔ لیکن آزمائش کے ہر موقعہ پر انہوں نے اپنے کھوٹے پن کو ظاہر کیا بظاہر وہ مسلمانوں کے حلیف تھے۔ لیکن اندرونی طور پر وہ دشمن اسلام تھے۔ اور یہ طرز عمل ہر ایک مذہب میں معیوب ہے۔

۲۔ وہ جو فتح مند ہوتا اور عزت پاتا ہے۔ وہ خالص سونے چاندی کا برتن ہے مگر جو بازی ہار جاتا ہے۔ وہ کھوٹی دھات کہلاتا ہے (۲ تمطاؤس ۲۰:۲: ۲۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ و

وسلّم اس جنگ میں کامیاب ہوئے بنو نضیر نے شکست کھائی اس بنا پر بنی نضیر کھوٹی چاندی اور رد شدہ دھات تھی۔

۳۔ کھوٹی چاندی اور کھوٹا دل دونوں مترادف ہیں۔ وہ دل جو حق اور باطل میں فرق نہیں کر سکتا وہ کھوٹا دل ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد کو ان لوگوں کے ساتھ نبھایا لیکن انہوں نے دشمنان اسلام کے ساتھ سازباز رکھی یہی ایک امر اسلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی صداقت پرکھنے کے لئے کافی تھا۔ لیکن بنی نضیر نے محض تعصب سے اس صداقت کو قبول نہ کیا۔

۴۔ کھوٹی چاندی سے مراد خدا کی رد کردہ قوم تھی جس طرح کھوٹی چاندی کوئی شخص قبول نہیں کرتا اسی طرح اللہ تعالےٰ بھی کھوٹی قوم یا منافقین کو قبول نہیں کرتا۔

۵۔ ایک وقت تھا کہ یہودی مذہب خدا کے نزدیک مقبول تھا۔ ان کو نبوۃ اور حکومت کا حصہ کثیر ملا لیکن ان کی سرکشی کی وجہ سے نبوۃ اور حکومت ان سے چھین لی گئی۔ اور یہ قوم خدا کی نگاہ میں مغضوب ہونے کی وجہ سے کھوٹی چاندی کہلائی۔ حزقیل ۲۲ : ۸ تا ۲۲

۶۔ کوئی سکہ نامقبول اور رد شدہ نہیں ہوتا جب تک اس کی جگہ نیا سکہ رائج نہ ہو جائے اسلام کی آمد نئے سکہ کی آمد تھی۔ یہودی مذہب اس کے بعد سکہ نامقبول ہو گیا۔ یہ قوم کھوٹا سکہ یا رد شدہ نہیں کہلا سکتی تھی جب تک کہ سکہ تبدیل نہ ہو گیا ہو۔ اسلام نے آکر پہلے کے تمام مذاہب کے سکہ جات کو ناقابل قبول بنا دیا۔ یرمیاہ نبی نے اسی بنا پر کھوٹی چاندی اور خدا سے رد شدہ قوم دونوں جملوں کو ساتھ ساتھ رکھا ہے۔ تا یہ ثابت ہو کہ اب مذہب یہود کا بازار صداقت میں چلن بند ہو گیا۔ اس لئے کہ خدا نے اسے رد کر دیا۔

۷۔ بنو نضیر ابتدا سے کھوٹی چاندی یا غیر خالص سونا نہ تھے بلکہ وہ اپنے نام کے لحاظ سے اسم بامسمیٰ خالص سونا اور چاندی تھے۔ چنانچہ یرمیاہ نبی اسی قوم پر نوحہ کرتا ہوا "سونا کیوں کر بے جلا ہو گیا خالص کندن کا سونا کیوں کر بدل گیا۔ مقدس پتھر ہر ایک گلی کے سرے پر پھینکے گئے۔ صیہون کے مہنگ مولے بیٹے جو کندن سے مشابہ تھے۔ سو وے کیسے کمہار کے ہاتھوں بنائے کوزوں کی مانند ٹھہرے" نوحہ یرمیاہ ۴: ۱-۲

یعنی کس قدر تعجب کی بات اور حیرت ناک امر ہے کہ خالص سونا بے جلا ہو کر بدل گیا مقدس پتھر (علماء) جن پر بنیاد مذہب قائم تھی گلیوں میں ذلیل و خوار ہوئے بنی اسرائیل کے مہنگ مول بیٹے اپنی کرتوتوں اور حرکات سے کمہار کے ہاتھوں بنائے کوزوں کی مانند ٹھہرے" جسے وہ توڑ ڈالتا اور دریغ نہیں کرتا چنانچہ اس کے ٹکڑوں میں ایک ٹھیکرا نہ ملے جس میں چولھے پر سے آگ اٹھائی جائے یا گنڈ سے پانی لیا جائے کہ خداوند یہوواہ بنی اسرائیل کا قدوس یوں فرماتا ہے کہ توبہ کرنے میں اور چپکے بیٹھنے میں تمہاری سلامتی ہے خاموشی اور توکل میں تمہاری قوت ہے پر تم نے یہ نہ چاہا۔ یسعیاہ (۳۰: ۱۴-۱۵)

یرمیاہ نبی کی پانچویں نبوۃ

اسلام کے بعد شریعت یہود منسوخ ہو گئی

مِنَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ (۴: ۴۶)

ان لوگوں میں سے جو یہودی ہیں، کلمات کو ان کے اصل مواضع سے تحریف کرتے ہیں" یہ تحریف لفظی تھی جس کے مرتکب ان کے علماء و احبار ہوتے تھے اس امر کو یرمیاہ نبی نے یوں بیان کیا ہے۔

"ہاں ہوائی لق لق اپنے مقررہ وقتوں کو جانتی ہے اور قمری و ابابیل اور بگلا اپنے آنے کا وقت پہچان لیتے ہیں۔ پر میری قوم خدا کی عدالت کو نہیں پہچانتی ہے تم کیوں کر کہتے ہو کہ ہم تو دانشمند اور خداوند کی شریعت ہمارے پاس ہے دیکھ حقیقت میں نقل نویسوں کے باطل قلم نے اسے عبث بنا رکھا ہے دانشمند شرمندہ ہوئے وے حیران ہوئے اور پکڑے گئے دیکھ انہوں نے خداوند کے قلم کو حقیر جانا تو ان میں کیا دانائی ہو سکتی ہے۔ اس لئے میں ان کی بیویاں اوروں کو اور ان کے کھیت انہیں جو ان کے وارث ہوں گے دوں گا کیونکہ وے سب چھوٹے سے بڑے تک لالچی ہیں" یرمیاہ ۸: ۷-۱۰

تنسیخ شریعت سابقہ کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ وقت اور موسم بدل جائے اور دوسرے یہ کہ پہلی کتاب میں تحریف ہو جائے یرمیاہ نبی نے ان دونوں باتوں کو نہایت واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔ جانور تک اپنے مقررہ وقتوں کو پہچانتے ہیں کہ گرمی اور سردی میں اپنا وقت کہاں گزارنا ہے۔ جب گرمی کی آمد شروع ہوتی ہے تو وہ نقل مکان کر کے سرد ممالک کو روانہ ہو جاتے ہیں۔ ابابیل کس قدر حساس واقع ہوئے ہیں کہ وہ ہر سال ناموافق موسم کے آنے سے پہلے ہزاروں میلوں کا سفر کرتے ہیں۔ اور موسم

کی تبدیلی کے ساتھ واپس آجاتے ہیں۔ پرافسوس قوم یہود نے انسان ہوکر خدا کی عدالت کے آنے کے وقت کو نہ پہچانا انہوں نے یہ خیال کیا کہ ان کے پاس جو شریعت ہے وہ ان کیلئے بس ہے۔

لیکن اس شریعت میں بھی تو نقل نویسوں کے قلم نے ایک عرصہ دراز سے تحریف کر رکھی ہے اور کتاب کو باطل بنا دیا ہے۔ دانشمند شرمندہ ہوئے وے حیران ہوئے اور پکڑے گئے۔ اسلام اور قرآن کریم نے ان کی تحریفات کو کھول کھول کر بیان کیا اور ان کو ان کی کرتوتوں پر خوب شرمندہ کیا انبیاؑ کے متعلق ان کی تحریفات ظاہر ہوگئیں وے حیران ہوئے اور پکڑے گئے۔

پہلے کلام نے باطل ہو جانے کے بعد تازہ کلام کا آنا ناگزیر تھا اور وہ آیا اور ٹھیک اپنے وقت پر آیا مگر انہوں نے خداوند کے کلام (قرآن مجید) کو حقیر جانا تو ان میں کیا دانائی ہوسکتی ہے؟! وہ جان بوجھ کر کلام الٰہی میں تحریف کے مرتکب ہوئے انہوں نے خدا کے کلام پر اپنی عقل کو ترجیح دی تو ان میں دانائی کہاں رہی کیا وہ اتنا بھی نہیں پہچانتے کہ یہی وقت خداوند کی عدالت کے آنے کا وقت ہے۔ جب پہلی شریعت اور کتاب باطل ہوگئی تو یقیناً اس کے بعد نئی شریعت آنی چاہیئے۔ جانور تک کس طرح تبدیلی موسم کو پہچانتے ہیں مگر یہود نے خود شریعت کو محرف کر دیا تو انہیں تبدیلی شریعت کا منتظر ہونا چاہیئے تھا۔ مگر جس طرح انہوں نے پہلی شریعت کی تحریف میں عقلمندی کا اظہار نہیں کیا اسی طرح اس کلام الٰہی کو حقیر جانا تو کوئی دانائی کا ثبوت نہیں دیا یہود کو ان کے اس نارو فعل کی سزا ملے گی اور یہ سزا ساری قوم کو ملے گی۔ کیونکہ لکھا ہے "وے سب چھوٹے سے بڑے تک لالچی ہیں۔ اس لئے خداوند فرماتا ہے۔

"میں انہیں سراسر فنا کر دوں گا خداوند کہتا ہے تاک میں انگور نہ ہوں گے اور انجیر کے درختوں میں انجیر نہ ہوں گے۔ اور پتّے بھی سوکھ جائیں گے اور میں ان کے لئے وے لوگ مقرر کروں گا جو انہیں دباویں گے"! یرمیاہ ۸: ۱۳۔

چنانچہ جناب مسیح کی زبان پر یہود کو یہ سزا مل گئی تھی کہ یہود انجیر کا ایک درخت تھا۔ جس پر پتے تو بھی تھے مگر پھل ندارد تھا۔ جناب مسیح کے لعنت کرنے پر اس کے پتّے بھی سوکھ گئے بلکہ وہ درخت بھی جڑ سے خشک ہوگیا متی ۲۱: ۱۹-۲۰ مرقس ۱۱: ۱۲-۱۴ اور ۲۰ کیا یہ تمثیل نئے موسم اور نئی شریعت کے آنے کی دلیل نہ تھی یہود اور عیسائی کاش اسے سمجھتے!

بشاراتِ احمدیہ

جناب مسیح علیہ السلام کی بعثت سے پہلے یہودی قوم میں پیشگوئیوں کا دور دورہ تھا یہ قوم چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد منتشر اور پراگندہ ہو چکی تھی اس لئے دوبارہ اپنی حکومت کی متمنی تھی۔ اور روایتی طور پر ایک بادشاہ کی منتظر تھی جو ان کی محکومی کو ختم کر کے ان کو از سر نو بادشاہت دلوائے۔ یہی وجہ ہے کہ مسیحی مبلّغین نے جناب مسیح علیہ السلام کو یہودیوں کا بادشاہ کہہ کر پیش کیا گو یہ حواریوں کی تعبیر لفظاً اور معناً کسی رنگ میں پوری نہ ہوئی تاہم اناجیل نویسوں نے ان پیشگوئیوں کو جو یہودی روایات میں زبان زد تھیں مسیحؑ پر چسپاں کرنے کی کوشش کی یہ پیشگوئیاں فی الحقیقت مسیح علیہ السلام کے لئے نہ تھیں اور نہ ان پیشگوئیوں میں سے کسی کا جناب مسیحؑ نے اپنی زبان مبارک سے اپنے آپ کو مصداق ٹھہرایا۔ ان خوشخبریوں کا اصل مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جیساکہ واقعات اور دلائل سے اس مضمون میں ثابت کیا جائے گا۔ جناب مسیحؑ تو خود ان بشارات کے مبشر بن کر آئے تھے کہ میرے بعد وہ دنیا کی ساری قوموں کا موعود سردار (یَأْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ) جس کا نام احمد ہے آئے گا۔ ان پیشگوئیوں پر غور کرتے ہوئے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ انجیل نویسوں نے جناب مسیحؑ کے اصل الفاظ کو گم کر دیا اور نائیثیا کی مسیحی کونسل کی یہ ایک مجرمانہ کرتوت ہے۔ جس نے اناجیل کے یونانی نسخوں کو مستند قرار دے کر جناب مسیحؑ کی اپنی مادری (ارامی) زبان میں جو انجیل تھی اسے جلوا دیا۔ یونانی زبان کے مروّجہ نسخے اس کا ترجمہ نہیں بلکہ اصل انجیل سمجھے جاتے ہیں۔ اصل کتاب کے موجود نہ ہونے اور اس کا ترجمہ بھی میسّر نہ ہونے کی وجہ سے ہمارا کام مشکل ہے۔ تاہم روایت و درایت کی مدد سے ہم پیش گوئی کے اصل مفہوم تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ پیش گوئی بھی فی الحقیقت معجزہ کی ایک قسم ہے۔

۱۔ عمانوئیل موعود کون ہے؟

متی کی انجیل نے سب سے پہلی پیشگوئی یسعیاہ نبی کی نقل کی ہے (متی ۱:۲۳)

دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام عمانوئیل (یعنی خدا ہمارے ساتھ) رکھا جائے گا (یسعیا ۷: ۱۴)

اس میں ذیل کی باتیں قابلِ غور ہیں (۱) متی کہتا ہے کہ فرشتہ نے یہ بشارت مسیح کے باپ یوسف کو دی۔ لوقا کہتا ہے کہ فرشتہ مریمؑ پر آیا اور اس نے یہ بشارت مریم کو دی (لوقا ۱:۳۱) (۲) متی کے حوالہ میں یوسف مخاطب ہے۔ مریمؑ غائب کے صیغہ میں ہے۔ لوقا کے اس حوالہ میں مریمؑ مخاطب ہے۔ یوسف کا نام نہیں اور عبارت دونوں میں مختلف ہے (۳) متی نے یسعیا کی اس پیش گوئی کا مصداق یسوع کو قرار دیا ہے۔ اور کنواری سے مراد مریم لی ہے۔ مگر یسعیا کے اصل حوالہ میں اس سے مراد خود یسعیا کی بیوی ہے۔ اور یہ موعود لڑکا اسی کا بیٹا تھا جو مسیحؑ سے ۷۰۰ برس پہلے پیدا ہو گیا تھا۔ (یسعیاہ ۸: ۳) (۴) جس لفظ کا ترجمہ یہاں کنواری کیا گیا ہے۔ وہ عبرانی لفظ عَلْمَہ ہے۔ اس کے معنی اب مسلّمہ طور پر کنواری نہیں بلکہ اس کے معنی نوعروس بالغہ اور جوان عورت ہیں۔ کنواری کا لفظ بطور مجاز عفیفہ۔ نیک اور پاک قوم کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ شہر اور لوگوں کے لئے مثلاً بابل کی کنواری بیٹی۔ اسرائیل کی کنواری، صیحون کی کنواری ان علماء کو بھی کنواری کہتے ہیں۔ جو اپنے علم کو دنیوی لالچ سے گندہ نہیں کرتے متی نے دس کنواریوں کی تمثیل اس کے متعلق دی ہے (متی ۲۵: ۱) (۵) کسی کنواری کا حاملہ ہونا کوئی حسی معجزہ نہیں کہ لوگ اس کی عینی شہادت دے سکیں۔ بالخصوص وہ کنواری جو کسی کی منگیتر اور اسی حالت میں خاوند کے گھر میں رہتی۔ اور سفر میں اس کی رفیق ہو اور سب لوگ جانتے ہوں کہ وہ اس کا خاوند اور نومولود کا باپ ہے (تفصیل کے لئے دیکھو یوحنا ۱: ۴۵ و ۶: ۴۲ متی ۱۳: ۵۵) (۶) جناب مسیحؑ کا نام عمانوئیل نہ ماں نے رکھا نہ باپ نے نہ فرشتہ نے بتایا نہ خدا نے نہ اناجیل میں اس کا یہ نام موجود ہے۔ اور نہ حواریوں کی اور عوام کی شہادت اس پر ہے معناً بھی ان پر یہ لفظ صادق نہیں آتا کیونکہ ان کے آخری الفاظ "ایلی ایلی لما سبقتانی" "خدا ہمارے ساتھ ہے" کی بجائے "اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا" ہیں۔

یسعیا نبی کی اس پیش گوئی کا سیدھا سادہ مطلب یہ ہے کہ ایک نوعروس اور بالغ قوم

ایک بیٹا پیدا کرے گی۔ اس قوم میں پہلے کوئی نبی نہیں آیا اس نبی کا نام عمانوئیل (خدا ہمارے ساتھ) اس بنا پر ہے کہ اس کے ....۶ دشمنوں کے بالمقابل صرف خدا اس کے ساتھ تھا۔ وہ اکیلا کامیاب اور فاتح ہوا (۲) عمانوئیل عبرانی اللہ معنا عربی کا مترادف ہے۔ جس طرح دشمنوں کے انتہائی غلبہ کے وقت جناب مسیح کے منہ سے "ایلی ایلی لما سبقتانی" (اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا) نکلا ایسے ہی موقعہ پر غار کے اندر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منہ سے عمانوئیل یا "ان اللہ معنا" (خدا ہمارے ساتھ) نکلا اور اللہ تعالےٰ نے دشمنوں سے آپ کی حفاظت معجزانہ طور پر کر دی

(۲) اس کے بعد جب ایک پہلوان سراقہ نام آپ کا دشمن نیزہ لے کر آپ کے سر پر پہنچ گیا۔ اور آپ کے ساتھی کے منہ سے نکلا یا رسول اللہؐ اور کنا الطلب۔ یا رسولؐ اللہ ہمارا متلاشی تو آپہنچا تو آپ نے فرمایا، لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ؎

(۳) جناب مسیح کو زندگی بھر میں کوئی جنگ پیش نہیں آئی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ صف اوّل میں لڑے اور ہمیشہ خدا آپؐ کے ساتھ رہا یعنی آپ کی حفاظت کرتا رہا۔

(۴) ایک مرتبہ جب آپ ایک درخت کے نیچے سو رہے تھے۔ تو آپ کے ایک دشمن نے تلوار سونت کر آپ کو جگا دیا بتاؤ اس وقت تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے آپ نے اس زور سے جواب دیا "اللہ" کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ اس قسم کے بے شمار واقعات آپ کی زندگی میں ملتے ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حقیقی عمانوئیل حضور صلعم ہی تھے۔

(۵) عمانوئیل یا خدا ہمارے ساتھ کا یہ مطلب بھی ہے کہ جیسے بنی اسرائیل کو اللہ تعالےٰ نے ان کی بدکاریوں کی وجہ سے طلاق دے دی (حزقیل ۱۳)

اس طرح بنی اسمٰعیل کے نبی اور اس کی امت کے ساتھ نہ ہوگا بلکہ خدا ہمیشہ ان کے ساتھ رہے گا اور کوئی نبی اس امت میں اب مبعوث نہ ہوگا۔ جو آپ کی نبوت اور کتاب کو منسوخ کر سکے۔

۲۔ مجوسیوں کی شہادت کس کے حق میں ہے؟

متی نے دوسری پیش گوئی یہ بتائی ہے کہ کچھ مجوسی لوگوں نے حضرت مسیحؑ کے پیدا ہونے کے موقعہ پر بطور نشان کے ایک ستارہ دیکھا اور وہ آپ کی زیارت کے لئے ہزاروں میل کا سفر

کر کے بیت اللحم پہنچے اور جانوروں کی چرنی میں پڑے ہوئے جناب مسیح کی زیارت کی۔ سونا اور لوبان اور مُر اسکی نذر کیا۔ متی ۲: ۱-۱۸-

اس قصّہ میں یہ باتیں سوچنے کے قابل ہیں (۱) مجوسیوں نے ایران میں ستارہ دیکھا اور سمجھ لیا کہ یہاں سے ہزارہا میل مغرب کی طرف اُن کا اپنا یعنی ایرانیوں کا نہیں بلکہ یہودیوں کا بادشاہ پیدا ہوا ہے (۲) انجیل نویس کے نزدیک علم نجوم ایک قطعی اور یقینی علم ہے کہ محض ایک ستارہ دیکھ کر ان کو معلوم ہو گیا کہ یہودیوں کا بادشاہ پیدا ہوا ہے۔ اور فلاں سمت میں اتنے فاصلہ پر وہ پڑا ہوا ہے۔ اور وہ تیس برس کے بعد یہودیوں کا بادشاہ بننے والا ہے (۳) یہ تو ایرانیوں کا علمی کمال تھا۔ اب ان کی طاقت اور قدرت بھی ملاحظہ ہو کہ وہ ایران سے چل کر بیت اللحم ہزاروں میل کے فاصلہ پر اس قدر سرعت سے پہنچے کہ بچّہ ابھی چرنی میں پڑا ہوا تھا (۴) ستارہ کی عقلمندی پر غور کیجئے اوّل تو نظام الشمسی کے اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر مجوسیوں کے آگے روانہ ہو کر راستہ بتاتا آیا مگر شہر میں پہنچے تو غائب ہو گیا تاکہ شہر والوں کو کہ جن کا بادشاہ پیدا ہوا ہے۔ پتہ نہ لگ جائے۔ مجبوراً مجوسیوں کو شہر کے گورنر سے پتہ پُوچھنا پڑا اور گورنر نے فقیہوں کو بلا کر پوچھا مسیح کہاں پیدا ہوتا ہے۔ تو مجوسیوں کو پتہ چلا کہ بیت اللحم میں پیدا ہوا ہے۔ شہر سے باہر نکلتے ہی ستارہ پھر موجود ہوا اور آگے آگے چلنے لگا۔ یہاں تک کہ جہاں مسیح پیدا ہوا تھا۔ وہاں فضا میں ٹھہر گیا (۵) ستارہ کے غائب ہونے میں بھی کوئی حکمت ہو گی! پھر اگر ستارہ غائب نہ ہوتا اور نہ گورنر کو یہودیوں کا بادشاہ پیدا ہونے کا علم ہوتا تو مسیح کی پیدائش کے شبہ میں وہ ہزارہا معصوم بچّوں کو قتل، نہ کرواتا۔ (۶) ان معصوم بچّوں کے قتل پر راخل کا رونا بھی عجیب ہے۔ کیونکہ راخل حضرت یعقوب علیہ السّلام کی بیوی تھی جو اس واقعہ سے ۱۶۸۹ برس پیشتر فوت ہو چکی تھی۔ (۷) خدا کے بیٹے کی پیدائش پر بجائے اس کے کہ کوئی برکت دنیا پر نازل ہوتی۔ خدا باپ اور ستارہ کی ذراسی چوک سے ہزارہا بچوں کا خون ہو گیا۔ غریب اور بے گناہ بے شمار ماؤں کی گودیں خالی ہو گئیں۔ آہ و زاری سے ملک کا گوشہ گوشہ چیخ اٹھا۔ مجوسیوں کا آپ کی زیارت کے لیئے آنا اور جانا تباہی کا باعث ہوا۔ ایران کی کسی تاریخ میں ان کے آنے واپس جا کر لوگوں کو مسیح کی بشارت دینے کا کوئی ذکر نہیں اور نہ کوئی شخص ایران میں مسیحی پایا گیا۔ بلکہ ایرانیوں کی ہمیشہ عیسائی حکومتوں سے

دشمنی رہی۔

اب آپ متی کی اس کہانی کا حقیقی مطلب سنئے۔ مجوسیوں کا بیت اللحم میں آنا اور مسیح کو سجدہ کرنا وجوہ بالا کی بنا پر غیر معقول ہے (ڈاکٹر فیررڈی جناب مسیح کی سوانح عمری میں اس طرح لکھتے ہیں:)

There is nothing but a mass of confused and contradictory traditions to throw any light either on their rank, their number, or their names. P. 20.

انسائیکلو پیڈیا ببلیکا کی بھی یہی رائے ہے۔

بات صرف اس قدر ہے کہ رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیش گوئی ژند اوستا اور دساتیر میں موجود ہے۔ اور یہ لوگ اس پیشگوئی کے مصداق کو تلاش کرتے رہتے تھے۔ اس لئے جن تحائف کا اس میں ذکر ہے وہ ایران کے تحائف نہیں بلکہ جنوبی عرب حضر موت کے ہیں۔ لوبان اور مُر اور سونا عہد عتیق کی تصریحات کی بنا پر بھی عرب کے تحائف ہیں (پیدائش ۳۷: ۲۵ و ۲: ۱۱۔ ۱۲ گنتی ۳۱: ۵۰۔ ۵۴ قاضیون ۸: ۲۴۔ ۲۷ یسعیا ۶۰: ۶ یرمیاہ ۶: ۲۰ مُر کو سائیکلو پیڈیا ببلیکا میں لوبان مکہ بھی کہا ہے۔ صـ۳۲۴۶) جو کسی عربی نبی کی بعثت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ بالفرض جناب مسیح کو اگر کسی نے یہ تحائف دیئے۔ تو اسی لئے دیئے ہوں گے۔ کہ اسکی بعثت کی غرض صرف نبیٔ عرب کی بشارت دینا تھا۔ اب اس مجوسی سجدہ کی تعبیر بھی سن لیجئے کہ اس کی بنا پر سارا ایران محمدؐ کی غلامی میں آکر مسلمان ہو گیا۔

۳۔ حقیقی ابن داوٗد آنحضرت صلعم ہیں۔

انجیل لوقا ۱: ۳۱۔۳۳ کہ فرشتہ مریم کے پاس آیا اور اس نے اسے کہا:۔

"دیکھ تو حاملہ ہو گی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام یسوع رکھے گی۔ وہ بزرگ ہو گا اور خدا تعالے کا بیٹا کہلائے گا اور خداوند خدا اس کے باپ داوٗد کا تخت اسے دے گا۔ اور وہ سدا یعقوب کے گھرانے کی بادشاہت کرے گا۔ اور اس کی بادشاہت آخر نہ ہو گی"

متی نے لکھا ہے کہ یہ بشارت مسیح کے باپ یوسف کو ملی تھی مگر لوقا کہتا ہے کہ ماں کو ملی تھی۔ اس لئے دونوں کے الفاظ میں اختلاف ہے۔ مگر اس میں غور کے قابل ذیل کے امور ہیں (۱) تو اس کا نام یسوع رکھے گی، جس کے معنی ہیں آزادی دلانے والا، یا نجات دلانے والا، جناب مسیح سے پہلے کئی لوگ اس نام کے ہو چکے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جرنیل کا نام یشوع رکھا کیونکہ اس نے بنی اسرائیل کو کنعان کے ملک میں آزادی دلائی اس کے علاوہ سموئیل اول ۶: ۱۴ و ۱۸۔ اور سلاطین دوم ۲۳ : ۸ میں اور لوگوں کے نام یشوع پائے جاتے ہیں۔ اس لئے اس نام میں خدا کے بیٹے کا کوئی تخیل موجود نہیں۔ (۲) اس زمانہ میں یہود کو آزادی دلانے والے کی ضرورت تھی اور وہ ایک مسیح کے ذریعہ اپنی بادشاہت قائم ہونے کا تصور کئے بیٹھے تھے (لوقا ۱: ۶۹ تا ۷۵) مگر مسیح نے ان کو آزادی نہیں دلائی بلکہ خود اسیر ہو کر صلیب تک پہنچائے گئے (۳) یسوع اصل میں عبرانی مادہ یشع اور عبری مصدر وسع کا مترادف ہے۔ یسوع کا اصل تلفظ جیہوشوع اور جوشوع ہے اور اس کے حقیقی معنی وسعت دلانے والا اور کھول دینے والا ہیں (ہیبرو انگلش لغت مولفہ براؤن وغیرہم) اس لئے اس کے اندر حکومت اور بادشاہت کا خیال بھی موجود ہے (۴) اس پیش گوئی کا دوسرا جزء ہے خدا کا بیٹا ہونا یا بادشاہ ہونا جس طرح مسلمانوں میں بادشاہ کو ظل اللہ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح یہود میں بادشاہ ابن اللہ کہلاتا ہے۔ (۵) ابن اللہ کی تشریح میں خود ہی فرمایا "اور خداوند خدا اس کے باپ داؤد کا تخت اسے دے گا" یعنی وہ داؤد کی طرح ایک بادشاہت کا بانی ہوگا۔ گو داؤد کی بادشاہت دوسری پشت میں ہی ختم ہو گئی مگر "اس کی بادشاہت آخر نہ ہو گی" اور یعقوبؑ کے گھرانے کی گم شدہ بھیڑوں پر وہ حکمران ہوگا۔ جناب مسیح علیہ السلام نے یہود کو آزادی نہیں دلائی اور نہ جناب مسیح کو حکومت (افغانستان اور کشمیر) ملی اور نہ وہ داؤد کی بادشاہت کا وارث ہوا۔ یہ سب کچھ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ملا انہوں نے اہل کتاب کو آزادی دلائی اور یروشلم کو ہمیشہ کے لئے امن والا بنا دیا۔ داؤد کی سلطنت کے وارث بھی آنحضرت صلعم اور آپکے جانشین ہوئے۔ (مسیح اگر فی الواقعی خدا کا بیٹا ہے۔ جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے۔ تو اس کا داؤد کے تخت کا وارث ہونا اس کی بزرگی نہیں بلکہ ذلت ہے۔ خدا آسمانوں اور زمینوں کا بادشاہ بیٹا صرف داؤد کے تخت کا وارث

حالانکہ اسے خدا کے تخت کا وارث ہو کر باپ کو وظیفہ دینی چاہیئے تھی۔ مگر افسوس اس امر کا ہے کہ دادا کا تخت بھی اسے نہ ملا۔ گو شروع شروع میں یہ کہتے رہے کہ میں یہودیوں کا بادشاہ ہوں مگر آخر پر پلاطوس کے سامنے جب گرفتار ہو کر پہنچے تو اس نے پوچھا کیا تو یہودیوں کا بادشاہ ہے؟ تو آپ نے نہایت صفائی سے اقرار کیا اور کہا کہ "میری بادشاہت اس جہان کی نہیں" یوحنا ۱۸: ۳۵ مگر داؤد کا تخت تو اسی زمین پر تھا اور اس کا وارث مسیح کو ہونا چاہیئے تھا) آپ کے بعد اب چونکہ کوئی دوسرا نبی نہیں اس لئے ان کی بادشاہت آخر نہ ہوگی۔ پس یہ پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں پوری ہوئی۔ لوقا نے خواہ مخواہ اس پیشگوئی کو جناب مسیح پر چسپاں کرنے کی کوشش کی۔ اب رہا متی کی انجیل کے مطابق راخل کا گریہ وزاری کرنا کہ اس کے بچے نہیں ہیں راخل حضرت یعقوبؑ کی بیوی تھی اس کی اولاد اور بچوں کا کثیر حصہ رحبعام بن سلیمان کے زمانہ میں مرتد ہو چکا تھا۔ اور مشرکین (افغانستان اور کشمیر) کے ساتھ مل گیا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دین میں یہ سب قبیلے واپس آئے اور شرک چھوڑ کر اپنے باپ دادا ابراہیمؑ اور یعقوبؑ پر درود بھیجنے لگے۔

مسیح کی پیدائش نے راخل کی اولاد کو رلایا اور تسلی نہ دی (متی ۲: ۱۸) مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عالم بالا میں اسے تسلی دی اور پھر اس کی اولاد کو دوبارہ باپ دادا کے دین میں واپس لاکر بادشاہت کا وارث بنایا۔

۷۔ "میں نے اپنے بیٹے کو مصر سے بلایا"۔ متی ۲: ۱۵۔

متی کی اس محولہ پیشگوئی کی اصل ہوسیع کی کتاب ۱۱: ۱ میں موجود ہے یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ بائیبل کے دو نسخے مستند سمجھے جاتے ہیں۔ ایک عبرانی نسخہ مسورہ اور دوسرا یونانی نسخہ سبعینیہ (سپٹو جنٹ) متی نے جو عبارت دی ہے وہ عبرانی نسخہ کی آیت کا ترجمہ ہے۔ یونانی نسخہ کی رو سے اس کا ترجمہ ہے "اور اپنے بچوں کو مصر سے بلایا" اس سے پہلے یہ عبارت ہے۔

"جب اسرائیل لڑکا تھا۔ میں نے اس کو عزیز رکھا"

عبرانی نسخہ میں بیٹا واحد ہے یونانی نسخہ میں "بچوں" جمع ہے اس لئے ظاہر ہے کہ یہ پیشگوئی

مسیح کے متعلق نہیں بلکہ یہ بنی اسرائیل کے متعلق پیش گوئی ہے جس سے یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مصر سے بنی اسرائیل کو نکال کر کنعان کی حکومت انہیں عطا کی ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔ جو موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں ظاہر ہوا مگر متی صاحب کو معلوم نہیں کیا سوجھی کہ اس ۱۴۰۰ برس پرانے واقعہ کو خواہ مخواہ پیشگوئی بنا دیا اور جناب مسیح پر اسے چسپاں کرنے کے لئے یسوع مسیح کو ماں باپ کے ساتھ مصر روانہ کر دیا اور واپس بلا لیا حالانکہ اس امر کا کوئی ثبوت موجود نہیں کہ یوسف اور مریم مسیح کو لے کر کبھی مصر چلے گئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ مصر اور کنعان دونوں کو کتاب مقدس میں دو جنتیں کہا گیا ہے بنی اسرائیل مصر سے ہجرت کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کنعان میں آگئے تھے۔ گویا ایک جنت سے نکال کر دوسری جنت کا ان کو وارث کر دیا۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سچے نبی ہونے کا نشان تھا کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ وعدہ بہت پہلے دیا گیا تھا۔ اب یہ پیشگوئی اور نشان اپنی عظمت اور شان میں دوگنا یوں ہو سکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو دونوں ملکوں یا دونوں جنتوں کا وارث بنا دیا جائے اور یہ وعدہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں پورا ہوا۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ؕ (الرحمٰن) (۵۵ : ۴۶)

کہ امت مسلمہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وعدہ کا کامل وارث بنایا گیا اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پیش گوئی کا ایک حصہ پورا ہونے کی وجہ سے سچے رسول تھے تو محمد رسول اللہ صلعم دونوں جنتوں کے وارث ہونے کی وجہ سے عظیم الشان رسول تھے۔ کسی شخص کا ایک ملک میں معمولی طور پر خفیہ بھاگ جانا اور واپس آنا کوئی معجزہ اور نشان نہیں البتہ عرب جیسے غریب اور پس ماندہ لوگوں کا رومن ایمپائر کو شکست دینا بہت بڑا نشان ہے اور پھر مصر کو فتح کر لینا گویا دونوں جنتوں کو حاصل کر لینا ہے۔ چونکہ بائبل کے عبرانی اور یونانی نسخہ کی عبارت مختلف ہے۔ اس لئے یہ پیشگوئی واقعات کی بنا پر یوں پوری ہوئی۔

”کہ میں نے اپنے بچوں کو مصر میں پھر بلایا“ (یا اس کا وارث کر دیا)

۵۔ ایک عظیم الشان پیش گوئی

انجیل لوقا ۲: ۸ تا ۲۰ میں یوں لکھا ہے کہ بیت اللحم کے نواح میں کچھ چرواہے اپنے ریوڑ کی رکھوالی کر رہے تھے۔ اس وقت جناب مسیح کی پیدائش کے موقعہ پر رات کی تاریکی میں انہوں نے ایک مکاشفہ دیکھا کہ ایک فرشتہ نے آسمان سے اتر کر یہ اعلان کیا کہ:۔

"آج تمہارے لئے ایک نجات دینے والا پیدا ہوا ہے اور وہ مسیح خداوند ہے"

اس کے ساتھ ہی آسمان پر ایک فرشتوں کا لشکر خدا کی تعریف کرتا ہوا ظاہر ہوا کہ:۔

"خدا کی آسمان پر تعریف اور زمین پر سلامتی اور آدمیوں سے رضامندی ہووے"

مسیحی لوگوں میں یہ گیت نہایت اہم سمجھا گیا ہے۔ اس کو عشاءِ ربانی کی رسم میں گایا جاتا ہے اس گیت کا عنوان ہے۔ "Gloria in Excelsis Deo"

اس امر کے متعلق ذیل کی باتیں قابلِ غور ہیں (۱) یہ مکاشفہ صرف گڈریوں کو نصیب ہوا۔ (۲) انجیل نویسوں میں اس واقعۂ عظیم کی روایت صرف لوقا کو پہنچی کیونکہ دوسری کسی انجیل نے اس کی تصدیق نہیں کی۔ (۳) لوقا نے یہ شہادت کہاں سے سُنی اس کی سند موجود نہیں (۴) فرشتوں نے اس گیت کو کس زبان میں گایا؟ (اس کا کسی کو علم نہیں) (۵) گڈریوں کی زبان سادہ ارامی تھی۔ وہ لکھے پڑھے لوگ نہ تھے۔ اس لئے یونانی نہ جانتے تھے۔ (۶) فرشتوں کے یونانی گیت کو انہوں نے کیسے سمجھا؟ (۷) فرشتوں کا شہر کے علماء اور شرفا کو چھوڑ کر جاہل گڈریوں پر ظاہر ہونا مسیحی معجزہ کا کمال ہے۔ (۸) لوقا کے خیال میں غالباً چرواہے زیادہ نیک ہوں گے۔ مگر فرشتوں کو لازماً انہیں پہلے یونانی زبان سکھانی پڑی ہو گی؟ (۹) اگر گیت گڈریوں کی سیدھی ارامی زبان میں تھا تو اس کے اصل الفاظ کیوں محفوظ نہیں رکھے گئے۔ (۱۰) مسلم یہ ہے کہ مروجہ اناجیل کی اصل زبان یونانی ہے۔ یہ کسی غیر زبان کا ترجمہ نہیں تو گڈریوں نے غیر زبان میں اسے کیسے حفظ کر لیا؟ ان وجوہات کی بنا پر گڈریوں کی کہانی فرضی اور نامعقول ہے۔ البتہ اصل آسمانی گیت قابلِ توجہ ہے۔ مگر مختلف تراجم میں ترجمہ مختلف ہے۔ اردو کا پرانا ترجمہ اوپر نقل کیا گیا ہے۔ نیا ترجمہ یہ ہے۔

"عالم بالا پر خدا کی تمجید ہو۔ اور زمین پر ان آدمیوں میں جن سے وہ راضی ہے۔ صلح (لوقا ۲: ۱۴)

پرانا انگریزی ترجمہ پرانے اردو ترجمہ کے مطابق ہے۔ کیمبرج اور آکسفورڈ کے شائع کردہ متن کے نوٹوں میں نئے ترجمہ کی تائید کی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تراجم میں اختلاف کی وجہ اناجیل کے اصل یونانی نسخوں کا اختلاف ہے۔ یونانی اناجیل کے ... اپُرانے نسخوں میں سے ۳۰ مکمل نسخے ہیں۔ اور ان میں سے صرف پانچ زیادہ قدیم ہیں۔ گو ان میں اختلافات بے شمار ہیں۔ ان کی بنا پر الگ الگ ترجمہ یوں کیا گیا ہے:۔

1. On earth peace, good-will towards men.
2. On earth peace among men in who He (God) is well pleased.
3. Amongst men of good pleasure.

اس میں یونانی گیت کے تین الفاظ اصل عبارت کی روح ہیں۔ (1) Theo (2) Eiriny (3) Eudokia نمبر ۱ کا ترجمہ ہے خدا نمبر ۲ سلامتی یا اسلام نمبر ۳ کے معنی رضامندی یا تعریف کیا گیا۔ قابل تعریف۔ معشوق اور محبوب یہ تیسرا لفظ Eudokia (ایڈوکیہ) بعض نسخوں میں حالت فاعلی میں ہے۔ اور بعض نسخوں میں Eudokias حالتِ اضافی میں ہے۔ اس بنا پر اس کے ترجمہ میں اختلاف ہو گیا ہے۔ لاطینی میں Bonae Volantatis اس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ جو حالتِ اضافی کی تائید کرتا ہے۔ شنڈارف۔ سکندریہ۔ ویٹیکن۔ کیمبرج۔ وینس۔ اٹالا۔ گوتھیک وغیرہ وغیرہ جو اعلیٰ درجہ کے نسخے ہیں۔ ان میں بھی Eudokia حالت اضافی میں ہے۔ اس آیت پر بحث صرف یونانی نسخوں کی بنا پر ہے۔ کاش ارامی زبان کے اصل الفاظ محفوظ ہوتے تو ہم اس آیت کے صحیح مفہوم تک جلد پہنچ جاتے۔ اصل زبان کے الفاظ محفوظ نہیں۔ یونانی متن مشکوک ہے۔ ترجمہ غلط اور سخت گمراہ کن ہے۔ تاہم علمی روشنی میں اس عقدہ کو سلجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ آیت کے یونانی الفاظ میں تھیو Theo کے معنی خدا مسلّم ہیں۔ آیرینی (Eiriny) کے معنی ہیں۔ اسلام۔ صلح و امن جو عبرانی اور ارامی زبان میں شلم، شلوم (یعنی اسلام) ہے۔

تیسرا لفظ ایڈوکیہ (Eudokia) ہے جس کے معنی خدا کی رضا God's will کیے گئے ہیں۔ آسمانی لشکر جو خدا کی حمد اور تعریف کرتا ہے۔ وہ قدوسی لوگ ہیں (عبرانی میں قدوشیم قدوسی کے معنوں میں آتا ہے۔ دانیال نبی نے اس کے متعلق پیش گوئی کی ہیں نے رات کی رویتوں کے وسیلہ دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص آدم زاد کی مانند آسمان کے بادلوں کے ساتھ (وحی آسمانی لے کر) آیا اور قدیم الایام تک پہنچا وے اسے اس کے آگے لائے (معراج نبوی کی طرف اشارہ ہے) تسلط۔ حشمت اور سلطنت اسے دی گئی کہ سب قومیں امتیں اور مختلف زبانیں بولنے والے اس کی خدمت گزاری کریں اس کی سلطنت ابدی سلطنت ہے جو جاتی نہ رہے گی (اسکی نبوت کبھی ختم نہ ہو گی) اور اس کی مملکت ایسی ہے جو زائل نہ ہو گی" لیکن حق تعالیٰ کے مقدس لوگ سلطنت لینگے اور ابد تک اس سلطنت کے مالک رہیں گے"[1] جو زمین پر خدا کی خالص توحید اور تسبیح کے ذریعہ زمین پر صلح اور امن پیدا کریں گے۔ کیونکہ ان قدوسیوں کا گیت یہ ہے:-

"آسمان پر خدا کی تمجید ہو کہ زمین پر اسلام اور اس کی رضامندی ظاہر ہوئی ہے"

مگر اس آیت کا عربی ترجمہ جو عبرانی کلدانی اور یونانی زبانوں کی اناجیل سے مقابلہ کر کے طبع کیا گیا ہے اس میں اس آیت کا ترجمہ یہ ہے۔

وَظهر بغتة مع الملك جمهوراً من جند السماوی مسبحين الله و قائلين المجد لله فی الاعالی وعلى الارض اسلام و بالناس المسرة۔

گویا قدوسی (صحابۂ کرام) اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہوئے ظاہر ہوئے اور وہ یہ گاتے تھے کہ:- "اللہ کی تمجید آسمانوں میں اور زمین پر اسلام اور لوگوں میں امن و خوشی"

اس میں درحقیقت موسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی مندرجہ تورات کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ وہ کوہ فاراں پر دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آنے والا ہے۔ اور آسمانی حکومت (خدا کی رضامندی) کو زمین پر لائے گا (استثنا ۳۳ : ۲) اس لئے عیسائیوں کی رسم عشاء ربانی میں یہ گیت گا کر گویا آسمانی حکومت زمین پر آنے کی دعا مانگی جاتی ہے۔ اوّل تو یہ پیشگوئی صریحاً اسلام کے آنے کی پیش خبری ہے۔ دوم خدا کی توحید کے ذریعہ تمام نسلِ انسانی میں مساوات قائم کرنا صرف خدا کی رضامندی (اسلام) پر چلنا ہی زمین پر امن اور صلح قائم کر سکتا ہے۔ تثلیث اور

[1] (دانیال ۷: ۱۳، ۱۴، ۱۸)

کفارہ نے نہ کبھی خدا کی تمجید اور بزرگی ظاہر کی ہے اور نہ زمین پر امن اور صلح پھیلائی ہے۔ امن اور صلح صرف اسلام کے نام کے ساتھ وابستہ ہے۔"

سوم یہ امر مزید تحقیقات کو چاہتا ہے کہ قدوسیوں کے گیت میں لفظ ایڈوکیس (Eudokia) کے صحیح معنی کیا ہیں اور عبرانی وارامی زبان میں اس کا مترادف کیا ہے۔ انگریزی زبان میں ایک لفظ (Doxology) ہے جس کے معنی ہیں تعریف اور حمد (Doxa) کے معنی ہیں حمد و ثنا اور (Doxy) شوق اور محبوب کو کہتے ہیں۔ پس اس لفظ تحقیق کی بنا پر ایڈوکس کے معنی ہیں نہایت اعلیٰ قابلِ تعریف عبرانی اور ارامی زبان میں یہ لفظ محمدؐ یا محمود (Muhammad) ہے (عبرانی بائیبل میں یہ لفظ محبوب۔ دل پسند اور دلربا اشیاء کے لئے استعمال ہوا ہے۔ دیکھو نوحہ یرمیاہ ۱: ۷ و ۱۰، ۲: ۴ دے یرمیاہ ۲۵: ۳۴ وغیرہ وغیرہ مگر محمودیم غزل الغزلات میں صرف ایک ہی دفعہ استعمال ہوا جو محبوب یا محمدؐ کے معنوں میں ہے) عربی میں حمد اور عبرانی میں حیمد اس کا مادہ ہے جس کے معنی تعریف ہیں۔ محمدیم جس میں یم عظمت وشان کا ہے۔ اس کے معنی محبوب اور مطلوب بھی ہیں۔ مگر محبوب اور مطلوب ہمیشہ وہی ہوتا ہے۔ جو قابل تعریف ہو۔ اس بنا پر گیت کا صحیح ترجمہ یہ ہوگا۔

"آسمان پر خدا کی تمجید ہو۔ زمین پر اسلام اور محمدؐ برپا ہوا۔"

آسمانی حکومت جس کے لئے عیسائی صدیوں عشاء ربانی میں دعا کرتے رہے۔ وہ اسلام کی شکل میں زمین پر آئی اور محمد رسول اللہ صلعم اس کے لانے والے تھے۔ مسیح اس آسمانی حکومت کا صرف مبشر تھا اس لئے جناب مسیحؑ نے فرمایا۔

"مبارک ہیں وہ مسلمان ہیں کیونکہ وہ اطفال اللہ کہلائیں گے۔ مبارک ہیں وہ جو صداقت کی وجہ سے ایذا دیئے گئے۔ کیونکہ آسمان کی بادشاہت انہی کی ہے۔"

(متی ۵: ۹)

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں مردوں اور عورتوں کو صداقت کی وجہ سے جس قدر ایذا دی گئی وہ کتب تاریخ اور سیرت صحابہ سے ظاہر ہے۔ اس سے بڑھ کر دنیا میں کسی نبی کے اصحاب کو دکھ نہیں دیا گیا۔ جناب مسیحؑ دنیا میں امن اور صلح لانے والے نہ تھے۔

اس کے متعلق وہ خود فرماتے ہیں ۔

"یہ نہ سمجھو کہ میں اسلام پھیلانے آیا ہوں اسلام پھیلانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں" الخ (متی ۱۰ : ۳۴)

"مَیں زمین پر آگ ڈالنے آیا ہوں ۔ اور اگر لگ چکی ہوتی تو میں کیا ہی خوش ہوتا" (لوقا ۱۲ : ۴۹)

مذہب کی تاریخ میں یہ ایک اعجاز ہے کہ اتھروید میں مامح (اتھروید کانڈ ۲۰ سوکت ۲۷ امنتر ۲ میں مامح کو رشی کہا گیا ہے اور اس نام کا کوئی رشی ہندوستان میں پیدا نہیں ہوا ۔ کیونکہ رشیوں کی فہرست میں اس نام کا کوئی رشی نہیں ۔ وید کی پیشگوئیوں میں ہم اس پر مفصل بحث کر چکے ہیں) غزل الغزلات سلیمان میں محمودیم انجیل ارامی میں محمد کے نام سے پیش گوئی کی گئی ہے ۔ اور آدم کی اولاد میں پہلی مرتبہ محمدؐ نام عبداللہ اور آمنہ کے بیٹے کو دیا گیا اس کے والدین امی محض وید و توراۃ اور انجیل کی زبان سے ناواقف تھے ۔ یہ ایک ناممکن امر تھا کہ اس کے والدین جان بوجھ کر یا پیش خبریوں سے واقف ہو کر اس کا نام محمدؐ رکھتے ۔ پس غیر مذاہب کے انصاف پسند لوگوں کو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اس الہامی شہادت پر غور کرنا چاہیئے ۔ گڈریوں کو جو مکاشفہ ہوا وہ بھی اس لحاظ سے قابل غور ہے ۔ کہ مبشر اسلام اور محمدؐ پیدا ہوا اور انجیل کی تعبیر قرآن مجید سے پوری ہو گئی ۔

۶ ۔ جناب یوحنا کی منادی کا اصل مصداق کون ہے ؟

یوحنا (یحیےٰ علیہ السّلام) جناب مسیحؑ کے ہم عصر ۔ ہم عمر اور قریبی رشتہ دار تھے ۔ ان کا لباس اور خوراک بمقابلہ مسیحؑ بالکل سادہ تھا ۔ اور وہ تقویٰ میں ان سے زیادہ شہرت یافتہ تھے ۔ دور دور سے یہودی لوگ ان سے بپتسمہ لینے اور ان کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ کرنے کے لئے آتے تھے ۔ آپ کی شہرت سُن کر جناب مسیحؑ بھی خود چل کر ان کے پاس آئے ۔ اور ان سے توبہ کا بپتسمہ لیا ۔ اور اسی بپتسمہ کی برکت سے آپ پر روح القدس نازل ہوئی ۔ جناب مسیحؑ نے ہمیشہ ان کی فضیلت اور بزرگی کو تسلیم کیا اور یہاں تک فرمایا کہ :۔

"مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ان میں سے جو عورتوں سے پیدا ہوئے ۔ یوحنا بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا ظاہر نہیں ہوا" (متی ۱۱ : ۱۱)

یوحنا کے شاگرد روزے رکھتے اور متقیانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ (متی ۹ : ۱۴ مرقس ۲ : ۱۸) مسیح کے شاگرد روزے نہیں رکھتے تھے۔ خود مسیح کو لوگ کھاؤ پیو کہتے تھے۔ مگر یوحنا کو پرہیزگار اور حضور کہتے تھے کہ یوحنا ماں کے پیٹ میں ہی روح القدس سے معمور ہو گیا تھا۔ اور پیٹ میں صرف چھ مہینہ کا تھا کہ اس نے مریم کے پیٹ میں آئے ہوئے مسیح کو پہچان لیا اور خوشی سے اچھل پڑا مگر انجیل یوحنا میں لکھا ہے کہ وہ مسیح کو پہلے نہ جانتا تھا۔ جب اس نے مسیح کو دریا یردن میں ننگا کر کے غوطہ دیا اور اس پر روح القدس اتری تو اس کا مسیح ہونا پہچان لیا۔ (یوحنا ۱ : ۳۱ تا ۳۴) مگر متی ۱۱ : ۳ سے ظاہر ہے کہ یوحنا نے آخر تک مسیح کو موعود نہیں مانا اور اپنے شاگرد بھیج کر شک دور کرنا چاہا۔

یوحنا عمر بھر ایک مرتبہ بھی مسیح کے پاس چل کر نہیں گیا۔ اور نہ اس کے شاگردوں میں داخل ہوا اور نہ اس کے شاگرد کبھی مسیح کے مرید ہوئے۔ یوحنا کے پیرووں کا ایک الگ فرقہ بنا جو ایبانی کہلاتا تھا۔ مسیح نے یوحنا کو الیاس قرار دیا مگر جب کاہنوں اور راہبوں نے اس سے پوچھا کیا تو مسیح ہے؟ کیا تو ایلیا ہے؟ تو اس نے کہا نہیں میں نہیں ہوں۔ متی مرقس اور لوقا تینوں اناجیل میں مسیح کا یوحنا کے ہاتھ سے بپتسمہ پانا مذکور ہے مگر یوحنا کی انجیل میں اس کا ذکر نہیں۔ یوحنا علیہ السلام کے اس تعارف کے بعد ان کی منادی اور بشارت قابلِ غور ہے۔

> "اور وہ منادی کرتا تھا کہ میرے پیچھے ایک مجھ سے زور آور آتا ہے۔ اور میں اس لائق نہیں کہ جھک کے اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں۔ میں نے تو تمہیں پانی سے بپتسمہ دیا پر وہ تمہیں روح قدس سے بپتسمہ دے گا۔" (مرقس ۱ : ۷ - ۸)

اسی کے متعلق متی ۳ : ۱۱ - ۱۲ میں ہے کہ اس نے کہا۔

> "میں تو تمہیں توبہ کے لئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن وہ جو میرے بعد آتا ہے مجھ سے زور آور ہے کہ میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں وہ تمہیں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا۔ اس کا چھاج اس کے ہاتھ میں ہے۔ اور وہ اپنے کھلیان کو خوب صاف کرے گا۔ اور اپنے گیہوں کو کھتے میں جمع کرے گا۔ پر بھوسہ کو اس آگ میں جو کبھی نہیں بجھتی جلا دے گا۔"

لوقا ۳: ۱۶، ۱۷ میں مرقس اور متی کی مذکورہ بالا ملی جلی عبارت ہے۔
جناب مسیح علیہ السّلام نے حضرت یوحنا سے عوام یہود کی طرح بپتسمہ لیا مگر متی کے حوالہ میں ایک جملہ زاید ہے۔ جو دوسری کسی انجیل میں نہیں۔ اس لئے قابلِ اعتنا بھی نہیں وہ جملہ یہ ہے کہ جب جناب مسیح یوحنا کے پاس بپتسمہ پانے کے لئے آئے۔

"پر یوحنا نے اسے منع کیا اور کہا کہ میں تجھ سے بپتسمہ پانے کا محتاج ہوں اور تو میرے پاس آیا ہے۔ یسوع نے جواب میں اس سے کہا کہ اب ہونے دے"

نہ صرف یہ جملہ کسی دوسری انجیل میں نہیں بلکہ یوحنا باب اوّل کے خلاف ہے کہ جب تک یوحنا نے مسیح پر روح القدس اترتی ہوئی نہیں دیکھی اس وقت تک وہ مسیح کو نہیں جانتا تھا۔ اور تینوں اناجیل کا اتفاق اس امر پر ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے اور بپتسمہ لینے کے بعد روح القدس مسیح پر اتری تو بپتسمہ سے پہلے یہ الفاظ یوحنا کے منہ سے کیسے نکل سکتے تھے کہ "میں تجھ سے بپتسمہ پانے کا محتاج ہوں"

متی کے اپنے حوالہ مندرجہ ۱۱: ۴ اور لوقا ۷: ۱۹-۲۰ سے ظاہر ہے کہ نہ صرف بپتسمہ کے بعد بلکہ آخر عمر تک یوحنا نے مسیح کو موعود نہیں مانا بلکہ شک میں رہے۔

"تب یوحنا نے قید خانہ میں مسیح کے کاموں کا حال سنکر اپنے شاگردوں میں سے دو کو بھیجا اور اس سے پوچھوایا کہ کیا جو آنے والا تھا۔ تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں"

اب اگر یوحنا مسیح کی منادی کرنے والا اور اس کا مبشر تھا۔ تو یوحنا نے اسے کیوں نہیں مانا اور وہ کیوں مسیح کے پاس چل کر نہ آیا اور کیا وجہ ہے کہ وہ مسیح کے شاگردوں میں داخل نہ ہوا، اور اپنے شاگردوں کو مسیح کے شاگردوں میں داخل ہونے کا حکم نہ دیا اور ایک الگ فرقہ' ابیانی کا بانی ہوا۔ یہ خوب مسیح کی منادی کرنے والا ہے کہ خود اسے نہیں مانتا اور نہ پہچانتا ہے۔ مسیح اسے ایلیا یا الیاس قرار دیتا ہے۔ مگر یوحنا اس کا انکار کرتا ہے۔ عیسائی دنیا یوحنا کو مسیح کا شاہد گردانتی ہے۔ مگر یہ اچھا گواہ ہے کہ نہ اپنے آپ کو پہچانتا ہے کہ میں الیاس ہوں جو مسیح سے پہلے آنے والا اور راستہ درست کرنے والا تھا اور نہ مسیح کو عمر بھر موعود

مانتا اور تصدیق کرتا ہے۔ بلکہ آخر عمر تک "دوسرے کی راہ تک رہا ہے"۔ مسیح ان کے متعلق فرماتے ہیں۔ "جتنے لوگ عورتوں سے پیدا ہوئے ان میں یوحنا سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوا"۔

مگر سوال یہ ہے کہ یوحنا کی بڑائی کس امر میں ہے کیا یوحنا حضرت ابراہیم۔ حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد وسلیمان علیہم السلام سے بڑا تھا؟ کیا اس کی یہی بڑائی ہے کہ اس نے آخر تک مسیح کو نہیں پہچانا اور اس کا انکار کیا۔ جناب مسیح خود فرماتے ہیں کہ اس کے اپنے لوگوں گھر والوں کنبہ والوں اور رشتہ داروں اور وطن والوں نے اسے نہیں پہچانا اور نہ ان کی عزت کی (یوحنا ۱: ۱۱ متی ۱۳: ۵۷ لوقا ۴: ۲۴ مرقس ۶: ۳۔ ۴ یوحنا ۴: ۴۴) اور یوحنا مسیح کا قریبی رشتہ دار یعنی خالہ زاد بھائی تھا۔ اس لئے اس نے بھی نہیں مانا۔

یوحنا ۱: ۳۰ میں جو لکھا ہے کہ یوحنا نے مسیح کو آتے دیکھ کر ہی کہا دیکھو خدا کا برہ جو دنیا کا گناہ اٹھا کر لے جاتا ہے"، یہ باقی اناجیل کے خلاف ہونے سے ناقابل تسلیم ہے۔ یوحنا عمر بھر شریعت کا پابند رہا اور گناہوں سے توبہ کرنے اور شریعت پر چلنے کا وعظ شاگردوں کو کرتا رہا اگر وہ اس امر کا قائل ہوتا کہ مسیح نے تمام جہان کے گناہ اٹھا کر صلیب پر کفارہ ہو جاتا ہے تو شریعت روزے اور توبہ سے گناہوں کی معافی کا وعظ وہ ہرگز نہ کرتا بلکہ صاف الفاظ میں کہتا کہ شریعت منسوخ ہو گئی۔ اب کفارہ کو نجات کا دروازہ مانو یہ امر واقعات کے بھی خلاف ہے کہ مسیح گناہ اٹھا کر لے گیا۔ عیسائیت کی تاریخ چوری۔ ڈاکہ۔ زناکاری۔ جنگ۔ زرپرستی۔ دھوکہ دہی غرور تکبر سے بھری پڑی ہے اگر فی الواقع مسیح یوحنا سے افضل تھا تو مسیح کا اس کے ہاتھ پر توبہ کرنا اور بپتسمہ لینے میں حکمت کیا تھی؟ اس تنقید سے یہ ثابت ہے کہ یوحنا کے متعلق انجیل نویسوں کا بیان کہ وہ منادِ مسیح اور مبشرِ مسیح تھا۔ اور مسیح اس سے افضل ہے۔ قطعاً غلط ہے اور اس بارہ میں اناجیل کا بیان متضاد ہے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ جناب یوحنا کی منادی کے صحیح مفہوم پر غور کی جائے منادی یہ تھی کہ:۔

"میرے پیچھے ایک مجھ سے زور آور آتا ہے۔ اور میں اس لائق نہیں کہ جھک کے اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں۔ میں نے تو تمہیں پانی سے بپتسمہ دیا پر وہ تمہیں روح قدس سے دے گا"۔

انجیل متی میں ذیل کی عبارت زاید ہے :۔

"وہ تمہیں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا۔ اس کا چھاج اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ اپنے کھلیان کو خوب صاف کرے گا۔ اور اپنے گیہوں کو کھتہ میں جمع کرے گا۔ پر بھوسہ کو اس آگ میں جو کبھی نہیں بجھتی جلا دے گا" (لوقا ۳: ۱۵ تا ۱۷)

(۱) میرے پیچھے یا میرے بعد ۔ یہ الفاظ مسیح کے متعلق نہیں ہو سکتے کیونکہ یوحنا مسیح کا ہم عمر تھا اور آپ کے سامنے موجود تھا اس لئے یہ الفاظ کسی بعد میں آنے والے کے متعلق ہو سکتے ہیں ۔

(۲) ایک مجھ سے زور آور :۔ یہ الفاظ بھی مسیح پر چسپاں نہیں ہو سکتے ۔ مسیح یوحنا سے زور آور نہ تھا بلکہ بوجوہات بالا یوحنا افضل تھا :۔

(۳) "میں اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں" یہ الفاظ بھی یوحنا کی زندگی پر غور کرنے سے مسیح کے حق میں پورے نہیں ہوئے کیونکہ مسیح کی زندگی میں یوحنا نے اس کا کوئی ثبوت نہیں دیا۔ نہ مسیح کو مانا اور نہ اپنے شاگردوں کو آپ کے ماننے کی تاکید کی اور نہ خود آکر مسیح کے جوتیوں کا تسمہ کھولا ۔

(۴) "وہ تمہیں روح قدس سے بپتسمہ دے گا" خود مسیح سے کوئی بپتسمہ دیا جانا ثابت نہیں البتہ مسیحی لوگ پانی سے بپتسمہ دیتے ہیں ۔

(۵) مسیح علیہ السلام نے آگ سے بھی کوئی بپتسمہ حواریوں کو نہیں دیا۔

(۶) کھلیان صاف کرنے کے لئے اس کے ہاتھ میں چھاج کا ہونا : ۔ مسیح کے پاس کوئی طاقت نہ تھی کہ وہ کھلیان کو صاف کرتے اور بھوسہ کو جلاتے وہ غریب خود ہی دشمنوں کے ہاتھ پڑ کر صلیب دے دیئے گئے ۔

یہ تمام شرائط محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود میں پوری ہوتی ہیں (۱) آپ یوحنا کے بعد مبعوث ہوئے (۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یوحنا سے جو صرف غربت اور مسکینی کا واعظ تھا زور آور ثابت ہوئے (۳) جوتیوں کا تسمہ کھولنے کے لائق نہ ہونا یہ ایشیائی محاورہ میں مہمان کی تواضع اور مدارات کے آداب ہیں (۴) روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دینا یہ صحابہ کی اعلیٰ پاکیزگی اور جنگ کے بپتسمہ سے آزمایا جانا ہے۔ جس میں گیہوں

الگ ہو گئے۔ اور بھوسہ جنگ میں ہمیشہ کے لئے جلا دیا گیا۔

اس پیش گوئی کے بارہ میں چونکہ اناجیل کا بیان مختلف ہے۔ اس لئے ایک اور ثالث کی ضرورت ہے۔ جو اس پر اپنا صحیح فیصلہ دے سکے۔ چنانچہ انجیل برنباس میں اس منادی کے متعلق یوحنا کا کوئی ذکر نہیں البتہ مسیح کی طرف سے یہ منادی موجود ہے:۔

"بیابان میں ایک بڑا پکارنے والا بھیڑیں بولتا ہوا پکارا اٹھا میں تمہیں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں توبہ اور گناہوں کی معافی کے لئے مگر ایک اور میرے بعد آتا ہے۔ جو مجھ سے قوی تر ہے۔ جس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے قابل میں نہیں ہوں۔ وہ تمہیں روح اور آگ سے بپتسمہ دے گا"

پس یہ منادی جناب مسیح علیہ السلام کی زبان سے تھی۔ جس کا ثبوت مروجہ اناجیل سے بھی مل سکتا ہے۔ انجیل یوحنا ۱ : ۲۱ میں یہ ذکر ہے کہ جناب یوحنا سے علماء یہود نے پوچھا کیا تو ایلیا ہے۔ اس نے انکار کیا۔ پھر انہوں نے پوچھا کیا تو مسیح ہے۔ اس نے اس سے بھی انکار کیا پھر انہوں نے کہا تو وہ نبی ہے۔ اس نے اس سے بھی انکار کیا۔ اس وہ نبی کی پیش گوئی پر کلید بائیبل میں استثنا ۱۸ : ۱۸ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ یعنی جس نبی کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی پیش گوئی میں کیا ہے۔ یہاں انجیل یوحنا میں اسی کی طرف اشارہ ہے جس سے یہ ظاہر ہے کہ اگر یوحنا کو ایلیا اور یسوع کو مسیح تسلیم کر لیا جائے تو بھی وہ نبی کی پیش گوئی ابھی باقی ہے۔ اور وہ جیسا کہ مسیح علیہ السلام تک نہیں آیا۔ اسی طرح آپ کے بعد بھی اس کا انتظار باقی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عام طور پر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو آنحضرت یا وہ نبی کہا جاتا ہے۔ اور یہی وہ نبی یوحنا یا مسیح کا موعود نبی ہے۔ جس کی منادی کرنے کے لئے مسیح علیہ السلام تشریف لائے تھے۔ اور اسی کے متعلق یوحنا نے قید خانہ میں سے اپنے دو شاگردوں کو بھیج کر پوچھوایا کہ:۔

"کیا جو آنے والا تھا تو ہی ہے یا ہم دوسرے (اس آیت میں یونانی ہیٹرون (ETEP6V کے معنی ایک کے بعد دوسرا نہیں بلکہ اس سے مراد پہلے سے بالکل مختلف کے ہیں) کی راہ تکیں" (متی ۱۱ : ۳ لوقا ۷ : ۱۹ - ۲۰)

اگر یوحنا پیشتر ہی سے بقول انجیل مسیح کو پہچان چکا تھا تو اتنے سالوں کے بعد دوبارہ دریافت کرنا دوسرے نبی کے متعلق ہی ہو سکتا ہے۔ ورنہ یوحنا کو چاہیئے تھا کہ مسیح کا جواب سن کر فوراً معہ اپنے شاگردوں کے دوڑتا آتا اور شاگردوں میں داخل ہو جاتا یوحنا کا اس وقت نہ آنا ثابت کرتا ہے کہ جس کی راہ یوحنا دیکھ رہا تھا۔ وہ ابھی نہیں آیا اور وہ وہی عظیم الشان رسول ہے۔ جس کے متعلق مسیح نے فرمایا۔ وہ میرے بعد آتا ہے۔ جو مجھ سے قوی تر ہے اور میں جس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے قابل نہیں ہوں۔

وہ مجھ سے قوی تر ہے

انجیل برنباس کے یہ الفاظ کہ "میرے بعد آنے والا مجھ سے قوی تر ہے" مزید توجہ کے قابل ہیں۔ مسیح علیہ السلام نے یوحنا کے ہاتھ سے بپتسمہ پاکر اور یوحنا نے اسے غوطہ دے کر دیکھ لیا کہ یہ وہ موعود نہیں اور یہ ثابت ہو گیا کہ وہ قوی تر بھی نہیں کیونکہ اعلیٰ کو ادنیٰ سے بپتسمہ لینے اور اس کے ہاتھ پر توبہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں دوبارہ یوحنا نے مسیح کو پچھوا کر تسلی کر لی کہ وہ نبی ابھی نہیں آیا بلکہ اس کا انتظار ہے جناب مسیح علیہ السلام ایک جملہ گو پیچیدہ اور مبہم ہے مگر وہ عنوانِ بالا پر خوب روشنی ڈالتا ہے آپ نے فرمایا:۔

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ان میں سے جو عورتوں سے پیدا ہوئے کوئی یوحنا سے بڑا نہیں مگر خدا کی بادشاہت میں جو چھوٹا ہے۔ اس سے بڑا ہے" (متی ۱۱ : ۱۱)

الف: "یوحنا تمام انبیاءِ عظام سے بڑھ کر ہے" یہ نہ یہودی مسلمات میں سے ہے اور نہ عیسائی اسے ثابت کر سکتے ہیں کہ وہ کس لحاظ سے بڑا ہے۔

ب: کیا یوحنا اور تمام انبیاءِ عظام خدا کی بادشاہت سے باہر ہیں؟ یہ ایک نامعقول خیال ہے۔ کیونکہ لکھا ہے کہ 'جو خدا کی بادشاہت میں چھوٹا ہے وہ اس (یوحنا) سے بڑا ہے'

ج: خدا کی بادشاہت میں چھوٹا کون ہے۔ جو سب سے بڑا ہے۔ مسیحی نکتہ خیال سے یا مسیح ہو سکتا ہے۔ یا ہر مسیحی مسیح چھوٹا اس لئے نہیں کہ وہ آسمانی بادشاہت کا از روئے کتاب بانی ہے وہ چھوٹا کیسے ہوا۔ اگر ہر مسیحی اپنے آپ کو انبیاءِ عظام سے بڑا مانتا ہے۔ تو یہ تکبر

اور غرور کا کلمہ ہے۔

ایک جاہل اور کم عقل عیسائی حضرت ابراہیمؑ اور موسیٰ علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام سے بڑھ کر ہو یہ ایک نامعقول خیال ہے۔ دراصل اس آیت کا ترجمہ کرنے والوں نے آیت کو مبہم اور پیچیدہ بنا دیا ہے اور ترجمہ اس لئے غلط کیا گیا کہ اسے مسیح علیہ السلام پر چسپاں کیا جائے۔ آیت کا انگریزی ترجمہ یوں کیا گیا ہے:۔

he that is least in the Kingdom of heaven is greater than he (John).

اردو ترجمہ "وہ جو خدا کی بادشاہت میں ادنیٰ ہے اعلیٰ ہے"

دونوں ترجمے غلط اور بے معنی ہیں۔ خدا کی بادشاہت میں ادنیٰ کون ہے۔ جو یوحنا سے بڑا ہے۔ اگر مسیح خدا کی بادشاہت میں ادنٰی ہے۔ تو وہ خدا اور خدا کا بیٹا نہیں اگر ہر مسیحی ہے تو یہ تکبر کا کلمہ اور غیر معقول ہے۔

اس معمہ کو حل کرنے کے لئے ہمیں اناجیل کے زیادہ مستند نسخوں پر غور کرنا چاہیئے چنانچہ لاطینی نسخہ کی بنا پر آیت کا ترجمہ ہے:۔

"he that is minor in the Kingdom of heavens is greater that he."

"وہ جو آسمانوں کی بادشاہت میں چھوٹا ہے اس (یوحنا) سے بڑا ہے"

جس لفظ کا ترجمہ "چھوٹا" کیا گیا ہے۔ وہ عبرانی انجیل میں ہقاطن اور ارامی نسخہ میں زیرا یا زیرا ہے۔ جو عربی لفظ صغیر کا مترادف ہے۔ چنانچہ سموئیل اول ۲۰: ۳۵ اور سلاطین اول ۳ : ۷ وغیرہ میں یہ لفظ بالخصوص چھوٹے یا چھوٹے بھائی کے لئے استعمال ہوا ہے (عبرانی انگریزی لغت مؤلفہ براؤن وغیرہ) اس لئے اس آیت کا ترجمہ جو عبرانی، کلدانی اور یونانی نسخوں کی مدد سے کیا گیا ہے یہ ہے:۔

"لاکن الاصغر فی ملکوت السمٰوٰت اعظم منه"

"یعنی آسمانوں کی بادشاہت میں جو چھوٹا ہے وہ اس (یوحنا) سے بڑا ہے" اب آیت کا

مطلب بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ انبیاء میں بلحاظ عمر جو سب سے چھوٹا ہے۔ وہ عظمت میں سب سے بڑا ہے گویا مسیح علیہ السلام اس میں اپنی بڑائی کا اعلان نہیں کر رہے ہیں بلکہ آخری نبی جو تمام انبیاء سے عمر میں چھوٹا ہے۔ اس کی عظمت اور شان کو سب سے بڑھ کر بتا رہے ہیں۔ عہد نامہ جدید سے ظاہر ہے کہ یوحنا آخری نبی نہیں کیونکہ مسیح کے بعد بھی نبی ہوتے رہے ہیں۔ دیکھو اعمال ۱۳: ۱ اور ۱۵: ۳۲۔ وغیرہ اور اس عہد نامہ کی بنا پر اس سلسلہ کے کسی نبی کا آخری نبی ہونا مسلم نہیں۔ اس لئے آخری نبی وہی ہے۔ جس کے متعلق علی الاعلان قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط (۳۳ : ۴۰)

محمد رسول اللہ تمہارے انبیاء میں سے کسی کے باپ نہیں وہ تمام انبیاء کا آخری نبی ہونے کی وجہ سے سب سے چھوٹا ہے پر آسمانوں کی بادشاہت میں سب سے بڑا ہے ۔

کتنی عظیم الشان پیش گوئی ہے جو جناب مسیح علیہ السلام کی زبان سے نکلی۔

"وہ جو میرے بعد آتا ہے مجھ سے زور آور ہے کہ میں اسکی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں وہ جو آسمانوں کی بادشاہت (انبیاء) میں سب سے چھوٹا ہے وہی سب سے بڑا ہے"

پانی، آگ اور روح القدس سے بپتسمہ دینا

اس پیشگوئی میں اب صرف ایک ہی بات رہ گئی ہے۔ جس کا حل کرنا ضروری ہے۔ اور وہ پانی، آگ اور روح القدس سے بپتسمہ دینا ہے۔ بپتسمہ یونانی لفظ بپتسموس ہے۔ اس کے اصل معنی "غوطہ دینا" ہیں یہود میں یہ رسم ٹھنڈے اور صاف پانی میں بلکہ بہتی ندی میں سیدھے کھڑے ہو کر ڈبکی لگانا ہے۔ جس سے جسمانی پاکیزگی مراد ہے۔ یوحنا کا بپتسمہ بھی ظاہری اعتبار سے یہی تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی گناہوں کی معافی اور توبہ کی تلقین اور وعظ بھی تھا۔ عیسائی فرقوں میں اس کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض صرف پانی کا چھینٹا دیتے ہیں۔ بعض غسل ضروری سمجھتے ہیں۔ بعض دریائے یردن کا پانی ہونا لازمی خیال کرتے ہیں۔ اور بعض معمولی پانی کافی سمجھتے ہیں۔ مسیح نے خود بھی کسی کو اپنے

ہاتھ سے بپتسمہ نہیں دیا۔ پہلی تین اناجیل میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ البتہ یوحنا ۴: ۱ میں لکھا ہے کہ یسوع آپ نہیں بلکہ اس کے شاگرد بپتسمہ دیتے تھے۔ مسیح اگر واقعی یوحنا کا موعود ہوتا تو لوگوں کو بپتسمہ بھی دیتا۔ جناب مسیح کا کسی کو بپتسمہ نہ دینا ثابت کرتا ہے کہ آپ یوحنا کے موعود نہ تھے۔ اور اگر بپتسمہ غیر ضروری تھا تو شاگردوں نے کیوں دیا؟ یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاگردوں نے بپتسمہ مسیح کے حکم سے دیا ہوگا۔ مگر شاگردوں کا بپتسمہ یوحنا کا بپتسمہ یعنی پانی کا بپتسمہ ہے۔ دیکھو یوحنا ۳: ۲۲ یہ یاد رکھنا چاہیئے مرقس ۱۶: ۱۶ میں شاگردوں کو بپتسمہ دینے کا جو حکم ہے۔ وہ بعد کے زمانہ کی ایزادی ہے (پولوس کے مسیحی ہونے سے پہلے حواری یوحنا کا بپتسمہ دیتے تھے۔ جو مسیح نے خود یوحنا کے ہاتھ سے پایا تھا۔ مگر پولوس چونکہ فریسی تھا اور فریسیوں کو مسیح اور یوحنا دونوں نے سانپ کے بچے کہا[1] اس نے یوحنا کا بپتسمہ منسوخ کرنے کے لئے کہا کہ یوحنا کے بپتسمہ سے روح القدس نہیں ملتی حالانکہ خود مسیح کو اسی بپتسمہ سے ملی تھی۔ اس کے علاوہ پولوس نے یہ بھی کہا کہ روح القدس مسیح کے نام سے بھی نہیں اترتی (اعمال ۸: ۱۶، ۱۷، ۱۸ اور ۱۹: ۲ ر ۶) پس پولوس اور مسیحیت کا موجودہ بپتسمہ یوحنا کے بپتسمہ کے خلاف تھا۔ اس لئے مسیح یوحنا کا موعود نہ تھا) کیونکہ مرقس ۱۶: ۹ تا ۲۰ آیات قدیم مستند نسخوں میں موجود نہیں ہیں۔ عبرانی اور ارامی زبان میں بپتسمہ کے لئے کوئی لفظ نہیں عبرانی لفظ عمید جو یوحنا نے ۴: ۱ میں بپتسمہ دینے کے لئے استعمال کیا ہے اور اسی کی بناپر "یوحنا بپتسمہ دینے والے" کا ترجمہ یوحنا المعمدان کیا گیا ہے لفظ عمید (Ammid) عمد، عماد اور عمود سے ہے۔ جس کے معنی سیدھے کھڑے ہونے کے ہیں۔

بپتسمہ کی اصل حقیقت

حقیقت یہ ہے کہ بپتسمہ دو قسم کا ہے ایک جسمانی اور دوسرا روحانی جسمانی بپتسمہ طہارت کے لئے ہے۔ جو روحانی طہارت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ پاک جسم کا اثر انسان کی روح پر پڑتا ہے۔ مسیحی حضرات نے اس حکمت کو نہ سمجھ کر عبادت کے لئے طہارت جسمانی کو ترک کر دیا اور ساری عمر کے لئے ایک ہی مرتبہ بپتسمہ ضروری قرار دیا اور وہ بھی بچپن میں یا کسی کو عیسائی مذہب میں داخل کرتے وقت عبادت اور روحانی پاکیزگی کے ساتھ اس کا کوئی تعلق

---

[1] متی ۳: ۷، ۱۲: ۳۴، ۲۳: ۳۳، لوقا ۳: ۷۔

نہیں اسلام میں یہ بپتسمہ ہر نماز سے پہلے وضو کی شکل میں ضروری قرار دیا گیا۔ چونکہ اسلام پنڈت پروہت پیر اور پادری کی ٹھیکیداری کا قائل نہیں اس لیے ہر شخص خود بخود وضو کر کے پانی کا بپتسمہ لے لیتا ہے۔ جو یوحنا کا بپتسمہ ہے دوسرا بپتسمہ روح القدس اور آگ کا بپتسمہ ہے۔ اور وہ ایک مسلمان کی نماز ہے۔ جو گناہوں کی معافی۔ توبہ و استغفار سے روح القدس یا روح کے پاک ہونے کا بپتسمہ ہے (عیسائی دوستوں کا یہ خیال کہ روح القدس کسی شخص پر اتر کر اسے گناہوں سے پاک کر دیتی ہے اور پادری یا دوسرے لوگوں میں ڈیرہ جماتی پانی کو خون اور روٹی کو گوشت بنا دیتی ہے غلط ہے گزشتہ جنگوں میں کس کس طرح روح القدس نے عیسائیوں کو عیسائیوں کے خلاف اور پادریوں کو پادریوں سے لڑایا۔ اور دنیا کو آگ اور خون کا تماشہ دکھایا اس سے ظاہر ہے کہ روح القدس گناہ کو مٹاتی نہیں بلکہ بڑھاتی ہے۔ گزشتہ زمانہ میں بھی حنانیا اور اس کی بیوی سفیرہ پر روح القدس اتری ان کو پاک کرنے کے بجائے اس نے انہیں ہلاک کر دیا) (اعمال ۵: ۱-۶) اور یہی آگ کا بپتسمہ ہے کیونکہ مسلمانوں کی نماز کو قرآن مجید میں صلوٰۃ کہا گیا ہے۔ اس کا مادہ صلا ہے۔ جس کے معنی آگ جلانے کے ہیں۔ 'صلی بالنار' اسے آگ کے ساتھ آزمایا۔ قرآن مجید میں ہے۔

يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى (۸۷: ۱۲) تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً (۸۸: ۴)

صلوٰۃ کے لغوی معنی لکڑی کو آگ پر رکھ کر سیدھا کرنا ہیں۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کے اس روحانی اور آتشی بپتسمہ کے متعلق فرمایا۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ (۲۹: ۴۵)

حقیقی نماز ہر قسم کی برائی اور ناپسندیدہ امور سے روکتی ہے یہی سچی توبہ۔ معافی گناہ اور روح القدس کا آتشی بپتسمہ ہے جو انسان کے دل سے گناہوں کی میل کو جلا دیتا ہے۔ جس کی ہر شخص کو بار بار (ایک دن میں پانچ بار ضرورت ہے) اسلام نے پانی اور آگ دونوں قسم کے بپتسمہ کو اکٹھا کر کے یوحنا اور انبیاء کے طہارت جسمانی اور طہارت روحانی دونوں کی ضرورت کو پورا کر دیا۔ دنیا، مذہب اور سائنس میں دو ہی چیزیں پاک کرنے والی سمجھی جاتی ہیں۔ پانی اور آگ برتن ہوں کپڑے ہوں۔ مکان ہو سب کو یا پانی سے پاک کیا جاتا ہے۔ یا آگ سے مگر روحانی پاکیزگی

ظاہری آگ سے نہیں ہوسکتی اس کے لیئے خدا کی محبت کی آگ کی ضرورت ہے۔ جس کا اظہار اس کی بار بار عبادت کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اسلام اس بارہ میں تمام مذاہب سے زیادہ کامل ہے اس کی عبادت ہفتہ میں ایک بار نہیں روزانہ دو بار نہیں بلکہ ایک دن میں پانچ مرتبہ اور آدھی رات کو اُٹھ کر بھی ہوتی ہے۔

فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (۱۷: ۷۹)

اور یہی وہ مقام محمدؐ ہے۔ جس کی منادی یوحنا اور مسیحؑ نے اپنے بعد کامل بپتسمہ دینے والے کی کی ہے۔ واقعات کی شہادت یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کی جماعت میں یوحنا اور آپکی جماعت شامل نہیں ہوئے۔ بلکہ عرصہ دراز تک صابی فرقہ موعود نبی کا منتظر رہا۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آمد پر وہ سب مسلمان ہوگئے۔ جس سے یہ ظاہر ہے کہ صابی مسیحؑ کے وقت میں اور آپ کے بعد تو یوحنا کے وفادار رہے۔ لیکن نبیؐ موعود کی آمد پر حسب بشارت یوحنا ایمان لے آئے۔ اور یوحنا کی منادی کا مقصد پورا ہو گیا۔

۷۔ عہد کا رسول یا رسولِ معہود کون ہے؟

ہر وہ شخص جو مسیحی عقاید سے واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ مسیحی لوگ جناب مسیح علیہ السلام کو رسول نہیں بلکہ اسے خدا، خدا کا بیٹا، تین میں کا تیسرا الٰہ یقین کرتے ہیں۔ مگر کتب مقدسہ میں جس قدر پیشگوئیاں موعود نبی اور معہود رسول کے متعلق ہیں۔ ان کو کھینچ تان کر مسیحؑ پر چسپاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مرقس کی انجیل ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔

> "جیسا کہ نبیوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ دیکھو میں اپنے رسول کو تیرے آگے بھیجتا ہوں۔ وہ تیری راہ کو تیرے سامنے تیار کرے گا۔ بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہے کہ خداوند کی راہ کو بناؤ اور اس کے راستے کو سیدھا کرو یوحنا بیابان ہی میں بپتسمہ دیتا تھا" مرقس ۱: ۲ متی ۳: ۳ لوقا ۳: ۴ یوحنا ۱: ۱۵ و ۲۳

تعجب کی بات ہے کہ مرقس کے سوا باقی تینوں اناجیل میں اس پیش گوئی کو یسعیا نبی کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ یسعیا ۴۰: ۳ میں منادی کرنے والا یوحنا نہیں بتایا گیا۔ بلکہ یسعیا خود اپنے آپ

کو منادی کرنے والا بتاتا ہے ۔ اناجیل نویسوں کی اس بے خبری کے خلاف اصل صحیح حوالہ ملاخی نبی کی کتاب میں ہے ۔ جس میں نبئ موعود کی پیش خبری ہے ۔ ملاخی جسے اردو بائبل میں ملاکی لکھا جاتا ہے ۔ یہ پرانے عہد نامہ کی آخری کتاب ہے ۔ پیشتر اس سے کہ ہم اس پیش گوئی کے الفاظ پر غور کریں ملاخی کے متعلق ذیل کی باتیں جاننا ضروری ہے ۔

(۱) ملاخی کے معنی ہیں ۔ میرا فرشتہ یا میرا رسول (۲) ملاخی کب ہوا ؟ کون تھا ؟ کس جگہ ہوا ؟ اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں ملاخی نام سے ظاہر ہے کہ یہ کسی شخص کا ذاتی نام نہیں یہ نام اس وقت قرار دیا جا سکتا ہے ۔ جب ایک شخص نبوت یا رسالت کے مقام پر کھڑا ہو جائے ۔ چنانچہ یہود نے ملاخی کے ذاتی نام ہونے کی تردید کی ہے ۔ ترگوم کی روایت ہے کہ یہ عزرا نبی ہے اور جیروم نے اس کی تائید کی ہے ۔ اس کتاب میں یہود کی گمراہیوں اور کاہنوں کی بے راہ رویوں اور علماء کی ضلالتوں اور مکاریوں کا ذکر ہے ۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ خدا کا ہولناک دن بہت جلد آنے والا ہے ۔ جب نیک بد سے الگ کیا جائے گا ۔ اور بالآخر صداقت کامیاب ہو گی ۔ عبری میں اس کتاب کی تمہید نہایت مبہم اور مہمل ہے ۔ اس کا لفظی ترجمہ یوں ہے ۔

"اسرائیل کو خدا کا کلام میرے پیغمبر کے ذریعہ"

مگر یونانی میں اس کی صحت یوں کی گئی ہے ۔

"اسرائیل کو خدا کا کلام اس کے پیغمبر کے ذریعہ"

اس کتاب میں اختلاف عبارت بہت زیادہ ہے ۔ اور باب ۲ کیتھولک بائبل اور عربی ترجمہ میں بالکل مختلف ہے ۔ جس سے ملٹن نے طلاق کا جواز ثابت کیا ہے ۔ اصل کتاب کے متعلق اگر ان اسقام کو نظر انداز کر دیا جائے ۔ تو اس میں ایک موعود رسول کی پیش خبری ہے :-

"دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا ۔ اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کرے گا اور وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آوے گا ۔ دیکھو وہ یقیناً آوے گا ۔ رب الافواج فرماتا

ہے پھر اس کے آنے کے دن میں کون ٹھہر سکے گا۔ اور جب وہ ظاہر ہوگا۔ کون ہے۔ جو کھڑا رہے گا۔ کیونکہ وہ سنار کی آگ اور دھوبی کے صابن کی مانند ہے اور وہ چاندی کا میل کاٹتا ہوا۔ اور اسے خالص کرتا ہوا ٹھہرے گا۔" ملاکی ۳:۱-۳

پیش گوئی میں ذیل کے نکات قابل غور ہیں :۔

(۱) آنے والا رسول انسان ہے۔

(۲) اس کے آنے سے پہلے راہ کی درستی ضروری ہے۔ آنے والا اگر خدا ہو تو اس سے پیشتر راستہ ہموار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

(۳) اناجیل نویسوں کے خیال کے مطابق جو آگے بھیجا گیا ہے۔ وہ یوحنا رسول ہے۔ جس کا کام مسیح کے لئے سڑک تیار کرنا ہے۔

مگر واقعات یہ ہیں کہ یوحنا خود ایک دین اور مذہب کا بانی ہے۔ مسیح کے زمانہ میں موجود ہونے کے باوجود اس کا مصدق اور پیرو نہیں۔ پھر اگر یوحنا کا کام راستہ تیار کرنا اور ہموار کرنا ہے۔ تو مسیح کیا کریگا۔ اصل کام تو راستہ تیار کرنا ہی ہوتا ہے۔

مگر پیش گوئی کا اصل مفہوم یہ ہے کہ خدا اور اسکی مخلوق کے درمیان جو رکاوٹیں پیدا ہوگئی ہیں۔ گڑھوں اور غاروں کو ہموار کرنے والا تاکہ مخلوق خدا تک آسانی سے پہنچ سکے کیونکہ عبرانی نسخہ میں "دوپنہ دیرخ" ہے عبرانی میں داراخ عربی میں دارک کے معنی چلنا، پہنچنا، معلوم کرنا ہیں۔ عبرانی 'دیرخ' اسم ہے۔ جس کے معنی راستہ اور سڑک ہیں۔ مگر بطور مجاز عبادت اور مذہب کے معنوں میں آتا ہے (ان معنوں میں یہ زبور اور دیگر کتب انبیاء میں استعمال ہوا ہے) اس لئے اس جملہ کے معنی ہونگے عبادت یا دین کو سیدھا اور ہموار کرنا۔ یعنی عہد کا رسول یا رسول معہود محض راستہ بنانے یا سڑک کوٹنے نہیں آیا تھا بلکہ وہ یہود و نصاریٰ کی گمراہیوں اور ضلالتوں کی درستی اور اصلاح کیلئے آنے والا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ۔ اسحاق اور اسمٰعیل کا بلکہ تمام انبیاء کا دین یہ ایک سیدھا اور سادہ راستہ (صراط مستقیم) خدا تک پہنچنے کا ہے۔ جس میں پادریوں۔ پوپوں۔ پیروں اور ہزار ہا درمیانیوں کی خدا تک پہنچنے کیلئے ضرورت نہیں :۔

(۲) "وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آوے گا۔ دیکھو وہ یقیناً آئے گا" یہ ایک اور بہت بڑا نشان ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بغیر کسی قسم کی جنگ اور خونریزی کے مکہ معظمہ میں داخل ہو گئے (لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ[1]) نہ صرف مکہ معظمہ بلکہ دنیا کے تمام مذہبی مراکز میں توحید کی آواز بلند کرنے والا مذہب نہ صرف بتوں کو توڑ کر بلکہ ان کے عقائد اور مشرکانہ خیالات کو باطل ثابت کر کے اس نے خدائے واحد کے دین کو قائم کر دیا۔

(۳) "رب الافواج فرماتا ہے۔ پر اس کے آنے کے دن کون ٹھہر سکے گا۔ اور جب وہ ظاہر ہو گا کون ہے۔ جو کھڑا رہے گا"

مسیح اور یوحنا کے آنے سے یہ نظارہ حق کی فتح اور باطل کی شکستِ فاش کا ہرگز ظاہر نہیں ہوا، یہ صرف محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پورا ہوا۔

جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ (۱۷: ۸۱)

(۴) "کیونکہ وہ سنار کی آگ کی مانند اور دھوبی کے صابن کی مانند ہے۔ جو چاندی کا میل کاٹتا اور اسے خالص کرتا ہوا ٹھہرے گا" یہ نشان بھی محمد رسول اللہ کے حق ظاہر ہوا مسیح اور یوحنا حسب بیان اناجیل دونوں بیکسی کی حالت میں دشمنوں اور دوستوں دونوں کی دشمنی اور بے وفائی کا گلہ کرتے ہوئے۔ دنیا سے رخصت ہوئے۔ مگر حضور صلعم کے متعلق ارشاد ہوا۔

وَ مِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَ الْبَاطِلَ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً وَ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ (۱۳: ۱۷)

"اور اسے جسے آگ میں تپاتے ہیں۔ زیور یا اور سامان بنانے کے لئے اسی طرح جھاگ (میل) ہوتا ہے۔ یوں اللہ تعالے حق اور باطل کی مثال دیتا ہے تو جھاگ (میل) تو کٹ جاتا ہے اور جو نفع پہنچاتا ہے لوگوں کو زمین میں رہ جاتا ہے۔ جو زمین میں ٹھہرا رہتا ہے" ایک اہل دل کے لئے ملاخی نبی کے کلام میں اور قرآن مجید کے الفاظ میں یہ لفظی توارد ہی کافی نشان ہے۔

---

[1] (۴۸: ۲۷)

(۵) معہود رسول نے ملاخی ۴: ۵ و ۶ کی بنا پر قیامت سے پہلے آنا تھا نہ کہ مسیح سے پہلے پس یوحنا الیاس بھی نہیں تھا کیونکہ وہ قیامت سے پہلے آنے والا تھا۔ مسیح نے اسے الیاس کہا مگر یوحنا نے اپنا الیاس ہونا تسلیم نہیں کیا اور نہ اسے یہود نے الیاس مانا۔

(۶) متی نے یوحنا کی زبان سے آسمانی بادشاہت کے آنے اور وہ نبی کے آنے کی خوشخبری دی ہے۔ اگر یوحنا ہی وہ نبی تھا۔ تو اس نے یہ خوشخبری کیسے دی۔ یوحنا مسیح کا مبشر بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ مسیحی دوست اسے خدا مانتے ہیں۔ خدا کے آگے انسان آکر راستہ صاف کرے یہ ایک نامعقول خیال ہے۔

(۷) آنے والے کے مذکورہ بالا نشانات یا صفات ہیں۔ وہ صاحب شریعت معہود رسول ہے۔ (۲) وہ لوگوں کو خدا تک پہنچنے کا راستہ یا مذہب دے گا۔ (۳) وہ ناگہاں اپنے ہیکل میں آئے گا (فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے) (۴) وہ آقا اور حکمران ہوگا اس کے دشمن زیر ہوں گے (۵) لوگ اس کے منتظر ہیں یعنی وہ موعود کل ادیان ہے۔ (۶) وہ لوگوں کا محبوب اور مقصود ہے۔ (۷) وہ ادیان کا کھوٹ اور لوگوں کا نفاق دور کر کے خالص کر دے گا (۸) وہ قیامت سے پہلے آئے گا۔ یعنی آخری رسول اور خاتم النبیین ہوگا۔

۸۔ حقیقی بشر رسول کی آمد۔

اناجیل میں جناب مسیح کے متعلق متضاد خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ خدا کا بیٹا۔ انسان کا بیٹا ابن آدم ابن ابراہیم ابن داؤد۔ ابن یوسف جس کی کئی ایک بہنیں اور بھائی تھے۔ تاہم وہ خدا اور خدا کا بیٹا تھا۔ کبھی وہ مسیح تھا کبھی برہ (قربانی کا بکرہ) تھا اس کی ماں مریم کنواری بھی تھی اور بیوی بھی۔ یوسف اس کا منگیتر بھی تھا اور خاوند بھی۔ جیمس۔ یوسی۔ شمعون اور یہودہ اس کے بھائی بھی تھے۔ اور خالہ زاد بھی۔ قابل غور یہ امر ہے کہ جناب مسیح کے متعلق یہ متضاد خیالات اناجیل میں اس لئے مذکور ہیں کہ جناب مسیح کو عہد نامہ عتیق کی پیشگوئیوں کا مصداق ظاہر کیا جائے۔ یہ امر ہم گزشتہ اوراق میں ثابت کر چکے ہیں۔ اب یہ دکھانا باقی ہے کہ جناب مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا ماننے کے باوجود اسے بار بار "ابن آدم" کیوں کہا گیا۔ حالانکہ خدا کا بیٹا اور

انسان کا بیٹا دو متضاد خیال ہیں۔ اگر خدا باپ ہے۔ تو سب ہی انسان خدا کے بیٹے ہیں۔ اور اگر مسیح انسان کا بیٹا ہے۔ تو سبھی ابن آدم ہیں۔ اس میں مسیح کی کوئی خصوصیت نہ ہوئی۔

اصل ارامی اصطلاح ابن آدم کے لئے بَرنشا (بشر ہے) اناجیل میں ۸۱ مرتبہ اس کا استعمال ہوا ہے۔ ۳۰ مرتبہ متی میں۔ ۱۴ مرتبہ مرقس میں۔ ۲۵ مرتبہ لوقا میں اور ۱۲ دفعہ یوحنا میں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض جگہ مسیح کو ابن آدم یعنی بشر ثابت کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ مگر بعض جگہ اس پیش گوئی کا مصداق ثابت کرنے کے لئے جو دانیال نبی کے مکاشفہ میں مذکور ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"میں نے رات کی رویتوں کے وسیلے دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص آدم زاد کی مانند آسمان کے بادلوں کے ساتھ آیا اور قدیم الایام (خدا) تک پہنچا۔ وے اسے اس کے آگے لائے اور تسلط، حشمت اور سلطنت اسے دی گئی کہ سب قومیں اور امتیں اور مختلف زبانیں بولنے والے اس کی خدمت گزاری کریں۔ اسکی سلطنت ابدی سلطنت ہے۔ جو جاتی نہ رہے گی اور اسکی مملکت ایسی ہے جو زائل نہ ہوگی" دانیال ۷: ۱۴ اسی ابن آدم کی طرف پیدائش ۳: ۱۵ میں اشارہ ہے جو شیطان کا سر کچلے گا۔ اور یوحنا نے مکاشفات میں اسے مسیح کی آمد ثانی کے متعلق سمجھا ہے اور کتاب حنوک میں دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آنے والا اسے بتایا ہے اس پیش گوئی کو جو مشہور زمانہ تھی۔ مسیح پر چسپاں کرنے کے لئے مسیح کو بار بار آدم کہا گیا ہے اور متی جسے پرانی پیشگوئیاں جناب مسیح پر بٹھانے کا بہت شوق ہے۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ یہ پیش گوئی مسیح کے حق میں پوری نہیں ہوئی۔ کیونکہ مسیح کو سلطنت وحشمت نصیب نہیں ہوئی۔ تو اس نے ۲۴: ۳۰ اور ۲۶: ۶۴ میں اسے مسیح کی آمد ثانی پر پوری ہونے کا ڈھونگ رچا دیا۔ حالانکہ مسیح کا اپنا اقرار موجود ہے کہ

"میری بادشاہت اس دنیا کی بادشاہت نہیں۔ اگر میری بادشاہت اس جہان کی ہوتی تو میرے نوکر لڑائی کرتے" یوحنا ۱۸: ۳۶ نیز ۶: ۱۵ اور ۸: ۲۳ اور

یہ اقرار منسوخ نہیں ہو سکتا۔

پیش گوئی مذکور کو پورا کرنے کے لیے مسیح کو ابن آدم بار بار کہا گیا مگر مثل وہی ہوئی کہ تیلی بھی کیا اور روکھا بھی کھایا، ابن اللہ کو ابن آدم بنایا مگر حصولِ سلطنت میں وہ پھر بھی حواریوں کے کام نہ آیا۔

مگر مسیح کے ابن آدم ہونے کی تشریح مسیحی علماء کی زبان سے سنئے اور انکی مشکلات کا اندازہ کیجئے (۱) ولکی (Wilke) کہتا ہے کہ ابن آدم کی اصطلاح مسیح ابن اللہ کے متضاد ہے۔

(۲) بور (Baur) لکھتا ہے کہ ابن آدم کی اصطلاح مسیح کے حلیم اور مسکین ہونے کے معنوں میں اصل پیش گوئی کے بالکل خلاف ہے۔ اور اس کے خدا یا خدا کا بیٹا ہونیکے برعکس ہے

(۳) کولنی (Coloni) کا استدلال ہے کہ ابن آدم کے محاورہ میں مسیح نے اپنے آپ کو ایک غریب فرزند آدم ظاہر کیا ہے۔ اور یہ عجز اس کی خدائی کے خلاف دلیل ہے۔

(۴) ویسی (Wiesse) کا اقرار ہے کہ مسیح کا اپنے آپ کو بار بار ابن آدم کہنا راز ہے جو اظہار و انکشاف کی بجائے معمہ ہونا ثابت کرتا ہے۔

(۵) وینٹ (Wendt) کی رائے ہے کہ ابن آدم کے خطاب میں انسانی کمزوریوں کے باوجود اس کا مسیح ہونا ظاہر کرتا ہے۔

(۶) ویسیکر (Weizsackey) کہ ابن آدم مسیح کی تدریجی ترقی کا راز ہے۔

(۷) پال (Paul) کا خیال ہے کہ ابن آدم ہونے کی حقیقت مسیح پر خود بھی واضح نہیں ہوئی اور نہ حواریوں پر اس کا بھید کھلا۔ اصل الفاظ جو سائیکلو پیڈیا ببلیکا میں نقل ہوئے ہیں یہ ہیں ۔

The mystery existed for Jesus himself as well as for his hearers in as much as there was a time in the Galilean period when he still doubtfully asked whether in reality he was the son of man, promised in Daniel.

نہیں (proper noun)

مسیحی حضرات ہمارے جواب میں جو روش اختیار کرتے ہیں۔ وہ اس سے بالکل برعکس ہوتی ہے جو بائیبل کی تفسیر میں وہ خود اپنے لئے اختیار کرتے ہیں۔ ایپی فینی کے نامہ نگار نے لکھا ہے۔ کہ غزل الغزلات سلیمان میں کوئی پیشگوئی نہیں مگر آکسفورڈ کی مطبوعہ ریفرنس بائیبل میں اسی غزل الغزلات کی زیر بحث آیت کے باب ۵ کا خلاصہ ان الفاظ میں دیا ہے۔

I. *Christ Awaketh the Church with his Calling.*

II. Church having a taste of Christ's love is sick.

III. A description of Christ by his graces

سلیمان کی غزل الغزلات میں اگر کوئی پیشگوئی نہیں تو اس میں مسیح اور کلیسا کا عشق کہاں سے آگھسا؟ تعجب ہے کہ مسیحیت کا پروپیگنڈا کرنے کے لئے تو یہی آیات پیشگوئی بن جاتی ہیں۔ جب ہم اسے بطور پیشگوئی پیش کرتے ہیں۔ تو یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اس میں کوئی پیشگوئی نہیں۔ پیشگوئی تو اسے آبائے یسوعین بھی مانتے ہیں۔ البتہ یہ پیشگوئی مسیح کے بارہ میں ہے۔ یا محمدیم کے بارہ میں۔ اس میں مسیح کی عظمت کا اظہار ہے۔ یا محمد کی شان کا تذکرہ صرف یہ امر ہمارے اور مسیحی حضرات کے درمیان متنازعہ فیہ ہے۔

نامہ نگار ایپی فینی کا دوسرا اعتراض فریب محض ہے۔ لفظ محمدیم آیت زیر بحث کے علاوہ ساری بائیبل میں کہیں موجود نہیں حزقیل ۲۴: ۱۶۔ اور سلاطین اول۔ ۲۰: ۶ میں تو لفظ محمد ہے۔ محمدیم نہیں۔ معلوم نہیں مسیحی نامہ نگار نے یہ صریح غلط بیانی کیوں کی؟

اعتراض نمبر ۳ بھی اس لئے غلط ہے کہ اگر اس پیشگوئی میں کسی شخص کا ذکر نہیں آیا تو مسیحی پادریوں نے اس کو مسیح پر کیسے چسپاں کر دیا۔ آیت کی ترتیب سے یہ ظاہر ہے کہ لفظ محمدیم یہاں موصوف ہے۔ جس کے معنی انگریزی ترجمہ میں وہ سراپا "عشق انگیز ہے" کئے گئے ہیں۔ ہم اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔ وہ سراپا محمد ہے۔

ایپی فینی کے ان شبہات کا ازالہ کرنے کے بعد اب ہم کسی قدر تفصیل سے اس پیشگوئی کے عبری

نے کبھی آنے والے کو عاجز اور مسکین نہیں سمجھا بلکہ اس کے خلاف وہ اسے ایک جابر حکمران اپنے اور انبیاء کے دشمنوں کو پوری پوری سزا دینے والا سمجھتے تھے۔

دانیال نے اپنے رویا میں رحمت کی بدلیوں میں اسے آتے دیکھا اور خدا تک پہنچنے اور پہنچانے والا بتایا۔ تسلط۔ حشمت اور سلطنت کا مالک دیکھا۔ اس کی نبوۃ عالم گیر اور ابد تک قائم بتائی گئی (دانیال ۷: ۱۴)

ایک اور دلیل یہ ہے کہ اصل عبری حوالہ میں "ک بر ناشا" کے الفاظ ہیں۔ کاف عبری میں بھی حرف تشبیہ ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ گویا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہنے والے کی طرف اشارہ ہے۔ نہ کہ خدا اور خدا کا بیٹا کہلانے والے کی طرف۔

پیشگوئی نہم خدا کی توحید کے لئے غیور نبی

"تیرے گھر کی غیرت مجھے کھا گئی" (یوحنا ۲: ۱۷)

یہ وہ الفاظ تھے جو حضرت داؤد علیہ السلام کی زبان پر جاری ہوئے (زبور ۶۹: ۹) حضرت مسیح سے دہرائے گئے۔

حضرت ابراہیمؑ نے عبرانیوں کے ملک سے اٹھ کر ریگستان عرب میں جا کر خدا کی توحید کا گھر تعمیر کیا۔ بوڑھا باپ اور جوان بیٹا دونوں پتھر ڈھوتے اور گارا بناتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے جاتے تھے کہ "اے ہمارے پروردگار اس گھر کو شرک سے امن والا اور بتوں سے پاک بنائیو اور ہماری اولاد میں سے ایک امت پیدا کیجیو۔ جو تیری ہی عبادت گزار اور مسلم ہو۔" اس خدائے واحد کی پرستش کے گھر میں ظالموں نے ایک دو نہیں۔ ۳۶۰ بت رکھ دیئے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت داؤد علیہم السلام کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعا حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان پر پھر دہرائی گئی۔ اور محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۱ برس تک متواتر خون جگر کھا کر فتح مکہ کے دن اسے پورا کیا۔ اس گھر کو بتوں سے پاک کیا۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پاک کر دیا۔ ایک طرف اس حقیقت کو رکھو کہ خدا کے رسول برحق نے ۲۱ برس تک متواتر خدا کے گھر کی غیرت میں دنیا جہاں کے دکھ

لہ (۱۸: ۱۱۰)

اور رصحابہ اٹھا کر خدا کے گھر کو قیامت تک کے لئے بتوں سے پاک کر دیا۔ جو دنیا کی سنہری تاریخ میں لکھی گئی دوسری طرف مسیحی صاحبان جو مسیح کو پوجتے ہیں۔ ان کے دلوں میں خدا باپ کی بجائے یسوع مسیح بستا ہے۔ جن کے دلوں کے اندر خدا کے گھر کی کوئی غیرت اور عزت نہیں ان کے ایک تاریخ نویس نے اس کے متعلق ایک حادثہ گھڑ مارا ہے کہ بیت المقدس کے ارد گرد کبوتر باز، کوڑی فروش بیل اور بھیڑ بیچنے والے بستے تھے۔ جناب مسیح نے ایک دن غصہ میں آکر ان کے تختے الٹ دیئے پیسے بکھیر دیئے اور رسیوں کا کوڑا بنا کر بھیڑ اور بیل ہنکال دیئے (یوحنا ۲: ۱۴-۱۶) مگر یہ کہیں نہیں لکھا کہ دوبارہ وہ کبوتر باز اور کوڑی فروش وہاں سے ہمیشہ کے لئے بھاگ گئے۔ یہ فاختہ صرف یوحنا انجیل نویس نے اڑائی ہے باقی کسی دوسرے انجیل نویس کو اس کی خبر نہیں ہوئی۔ اور یوحنا کا باقی اناجیل نویسوں کے بالمقابل ۹۲ فی صدی بے پر کی اڑانا محققین کے نزدیک مسلم ہے۔ فی الحقیقت یہ ایک پیشگوئی تھی جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دل اور آپ کی ۲۱ سالہ جدوجہد کی قلمی تصویر کھینچتی تھی کہ

"تیرے گھر کی غیرت مجھے کھا گئی"۔

بشارت دہم پرانی اور قدیم تماثیل کا راز

"میں اپنا منہ کھول کے ایک تمثیل کہوں گا۔ اور میں راز کی باتوں کو جو قدیم سے ہیں۔ ظاہر کروں گا"۔ (زبور ۷۸: ۲)

یہ ایک اور بشارت ہے جسے حضرت داؤد علیہ السلام نے موعود کل ادیان نبی کی شان میں بیان کیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر زمانۂ قدیم سے ہر ایک نبی کی زبان پر تمثیلی اور راز کی باتوں میں کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس کتاب میں اس قسم کے بیشمار راز کھول کر دکھائے گئے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس قدیم پیشگوئی کی طرف اشارہ کیا ہے اور خود قرآن مجید نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا ہے۔ یعنی آپ کی اور آپ کی قوم کی تمثیل موسیٰؑ کی پیشگوئی میں کھولی گئی ہے۔ بلکہ موعود کل ادیان کے راز آپ کی زندگی اور سیرت میں آکر کھل جاتے ہیں۔ مگر آپ متی انجیل نویس کی عقل کی داد دیجئے کہ وہ اس پیشگوئی

کو مسیح کی تمثیل گوئی پر چسپاں کرتا ہے کہ وہ ان سے بے تمثیل بات نہ کرتا تھا (متی ۱۳: ۳۴، ۳۵)
مگر اصل پیشگوئی کے اندر قدیم تماثیل اور راز کی باتوں کے ظاہر کرنے کا ذکر ہے۔ مگر مسیح
کی تمثیلیں نہ صرف آپ کے مخاطب بلکہ آپ کے مقرب حواری بھی نہیں سمجھتے تھے۔ دیکھو مرقس
۴: ۱۲، ۱۳ متی ۱۳۔ ۱۰ تا ۱۵ لوقا ۸: ۹، ۱۰۔

گیارہویں پیشگوئی اندھوں اور بہروں کو ہدایت دینا،

یسعیا نبی نے فرمایا "اندھوں کی آنکھیں کھول دی جائیں گی۔ اور بہروں کے کان سنیں گے"
(یسعیاہ ۳۵: ۵)

کہا جاتا ہے کہ یسعیا نبی کی اس نبوۃ میں مسیح کے معجزات کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ
جناب مسیح اندھوں کو بینا اور بہروں کو شنوا بنا دیتے تھے

جناب مسیح نے یوحنا کے شاگردوں کے سامنے باوجود ان کے اصرار کے کوئی معجزہ
نہیں دکھایا بلکہ انکے اس سوال کے جواب میں "کہ کیا جو آنے والا تھا تو ہی ہے یا ہم دوسرے
کی راہ تکیں" فرمایا جو کچھ تم سنتے اور دیکھتے ہو جا کے یوحنا سے بیان کرو کہ اندھے دیکھتے
اور لنگڑے چلتے کوڑھی پاک صاف ہوتے اور بہرے سنتے اور مردے جی اٹھتے ہیں۔ اور
غریبوں کو خوشخبری سنائی جاتی ہے۔ اور مبارک وہ ہے جو میرے سبب ٹھوکر نہ کھائے"
(متی ۱۱: ۴ تا ۶)

قابلِ غور یہ امر ہے کہ یوحنا نے اپنے شاگردوں کو مسیح کے پاس کیوں بھیجا؟ کیا انہوں
نے اندھے بہرے اور مردے دیکھتے سنتے اور جیتے دیکھے؟ کیا یوحنا اور اس کے شاگرد مسیح
پر ایمان لے آئے؟ سب کچھ جاننے کے باوجود یوحنا کا مسیح کو نہ ماننا ان کو ملزم گردانتا ہے۔
ظاہر ہے کہ یوحنا اور اس کے شاگرد ایمان نہیں لائے لہٰذا اس بشارت یا عبارت کا مطلب کچھ
اور ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جسمانی آنکھوں پر عقل اور بینش کی آنکھیں اور ظاہری کانوں پر دل
کے کان اور جسمانی زندگی پر روحانی زندگی فضیلت رکھتی ہے۔ جناب مسیح فرماتے ہیں کہ میں

بھی روحانی اندھوں بہروں اور مردوں کو عقل سمجھ اور زندگی عطا کرتا ہوں جو آپ کرتے ہیں اور غربا کو روحانی دولت اور آسمانی حکومت کی خوشخبری دیتا ہوں جیسا کہ آپ دیتے ہیں۔ اس کے سوا میرا اور کوئی دعویٰ نہیں آپ بھی اسی پیغمبر اعظم کے مبشر ہیں۔ اور میں بھی اسی کی بشارت دیتا ہوں اور اندھوں بہروں اور مردوں کو اسی غریب نواز کے آنے کی خبر دیتا ہوں۔ جس کی تم دیتے ہو۔ اس کے سوا میرا اور کوئی دعویٰ نہیں میں بھی اسی کی راہ کا منتظر ہوں۔ جس کی راہ تم دیکھ رہے ہے۔

بارھویں پیشگوئی بھائیوں کا بھائی کو رد کرنا

"وُہ اپنے بھائیوں کے نزدیک پردیسی اور اپنی ماں کی قوم میں اجنبی ٹھہرا" (زبور ۶۹: ۸)
یہ ایک غمگین کلام ہے۔ جو حضرت داؤد علیہ السلام کی زبان پر آنے والے نبی کے متعلق جاری ہوا اس کی تشریح میں یوحنا نے لکھا۔

وہ اپنوں کے پاس آیا اور اپنوں نے اسے قبول نہ کیا (یوحنا ۱: ۱۱)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی ہر راحت اور آرام سے منہ موڑ کر آٹھ دس سال تک اپنی قوم یا اپنے بھائیوں میں اسلام کی تبلیغ کی مگر لوگوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا اور مخالفت پر اتر آئے تو طائف کا جہاں آپ کی والدہ ماجدہ کا خاندان آباد تھا۔ آپ نے رُخ کیا وہاں بھی آپ کو کسی نے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا کا رسول دنیا میں ہمیشہ کی ناکامی لے کر نہ آیا تھا بالآخر یہ سب لوگ آپ پر ایمان لے آئے۔

چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کی اصل پیش گوئی میں جسے یوحنا نے ادھورا نقل کیا ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ آپ کی دعائیں قبول ہوں گی۔ اور آپ کامیاب ہوں گے۔ اس لئے یہ پیشگوئی دراصل مسیح اور داؤد علیہ السلام کی بشارت تھی۔ جو مسیح کے حق میں نہیں بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں پوری ہوئی کہ ابتدا میں جن لوگوں نے آپ کو رد کیا۔ بالآخر وہی آپ کے قدموں میں آگئے۔

پیشگوئی نمبر ۱۳۔ انگورستان کی تمثیل

متی ۲۱: ۳۳ تا ۴۱ میں ہے :۔

"ایک اور تمثیل سنو ایک گھر کا مالک تھا۔ جس نے انگورستان لگایا اور اسے چاروں طرف گھیرا اور اس میں حوض کھودا اور برج بنایا اور اسے باغبانوں کو ٹھیکہ پہ دے کر پردیس چلا گیا۔ اور جب پھل کا موسم قریب آیا تو اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس اپنا پھل لینے کو بھیجا اور باغبانوں نے اس کے نوکروں کو پکڑ کر کسی کو پیٹا اور کسی کو قتل کیا اور کسی کو سنگسار کیا۔ پھر اس نے اور نوکروں کو بھیجا جو پہلوں سے زیادہ تھے اور انہوں نے ان کے ساتھ بھی اسی طرح کیا آخر اس نے اپنے بیٹے کو ان کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کریں گے۔ جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا۔ تو آپس میں کہا کہ یہی وارث ہے آؤ اسے قتل کر کے اس کی میراث پر قبضہ کر لیں۔ اور اسے پکڑ کر باغ سے باہر نکالا اور قتل کر دیا۔ پس جب باغ کا مالک آئے گا۔ تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا۔ انہوں نے اس سے کہا کہ ان برے آدمیوں کو بری طرح ہلاک کرے گا۔ اور باغ کا ٹھیکہ اور باغبانوں کو دے گا۔ جو موسم پر اس کو پھل دیں "

اصل پیشگوئی یا تمثیل زبور داؤد علیہ السلام باب ۸۰ آیت ۸ تا ۱۹ میں ہے۔

"تو ایک تاک کو مصر سے نکال لایا تو نے غیر قوموں کو خارج کیا اور اسے لگایا۔ تو نے اس کے آگے جگہ صاف کی اور اس نے گہری جڑ پکڑی اور سرزمین کو بھر دیا پہاڑ اس کے سایہ تلے چھپ گئے .. .. .. پھر تو نے اس کے احاطہ کو کیوں توڑ ڈالا .. .. .. اے خدا لشکروں کے خدا ہم تیری منت کرتے ہیں کہ پھر آسمان پر سے نگاہ کر اور دیکھ اور اس تاک پر توجہ کر .. .. .. تیرا ہاتھ تیرے دہنے ہاتھ کے انسان پر ہووے۔ اس ابن آدم پر جسے تو نے اپنے لئے توانا کیا ہے۔ تب ہم تجھ سے نہ پھیریں گے "

حضرت داؤد علیہ السلام کے اس بیان میں نہ تو خدا کے بیٹے کا ذکر ہے ۔ اور نہ اس کے قتل کئے جانے کا کوئی تذکرہ ہے ۔ البتہ اس قدر ذکر ضرور ہے کہ اس انگور کی بیل سے مراد بنی اسرائیل کی قوم ہے ۔ جسے خداوند ملک مصر سے نکال لایا اور اسے کنعان کی سرزمین میں قوت اور کثرت بخشی لیکن اس کی خرمستیوں کی وجہ سے خداوند نے اس تاکستان کو اجاڑ دیا حضرت داؤد علیہ السلام اس پر ماتم کرتے ہوئے ۔ خدا کی توجہ اس طرف دلاتے ہیں کہ وہ از سرنو اس توحید کے باغ کو سرسبز کرے ۔ اور اس باغ کو دوبارہ رونق بخشنے والا خدا کے دہنے ہاتھ کا انسان (خدا کا بیٹا نہیں بلکہ وہ یمین اللہ خدا کا دایاں ہاتھ یا موعود نبی ہے اور ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ[1] رسول کریمؐ ہے ۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے الفاظ میں توانا (ذی قوۃ) ابن آدم ہے اور یہ تاکستان بنی اسرائیل سے چھین کر بنی اسمٰعیل یا امت محمدیہ کو دیا گیا ہے ۔ یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۵ آیت ۷ میں ہے ”سو رب الافواج کا تاکستان جو ہے بنی اسرائیل کا گھرانا ہے “ مگر اسے ویران کر دیا گیا ۔ اس کی باڑ گرا دی گئی ۔ اس کا احاطہ توڑ ڈالا گیا ۔ یسعیاہ ۵ : ۵ تا ۶ ۔ انجیل مرقس ۱۲ : ۱ اور لوقا ۲۰ : ۹ بھی یہی تمثیل ہے ۔

چودھویں پیشگوئی ایک مہنگ مولا کونے کا پتھر

جناب مسیح علیہ السلام نے مذکورہ بالا انگورستان کی تمثیل کے بعد ایک اور تمثیل اس کی تشریح میں بیان کی ۔

”کیا تم نے یہ نوشتہ نہیں پڑھا کہ وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا وہی کونے کا سرا ہوا ۔ یہ خدا کی طرف سے ہوا اور ہماری نظروں میں عجیب ہے ۔“

(مرقس ۱۲ : ۱۱)

”جو اس پتھر پر گرے گا ۔ چور ہو جائے گا ۔ پر جس پر وہ گرے اسے پیس ڈالیگا۔“

(متی ۲۱ : ۴۴ ، ۴۵)

”پھر وہ کیا ہے ؟ جو لکھا ہے کہ وہ پتھر جسے راج گیروں نے رد کیا وہی کرنے

---

[1] (۸۱ : ۲۰)

کا سرا ہوا ہر ایک جو اس پتھر پر گرے چور ہو گا۔ اور جس پر وہ گرے اسے پیس ڈالے گا" (لوقا ۲۰: ۱۷، ۱۸)

حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"میں تیری حمد و ثنا کروں گا کہ تو نے میری سن لی اور میری نجات ہوا۔ وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا کونے کا سرا ہو گیا ہے" زبور ۱۱۸: ۲۱۔ ۲۲۔

یسعیا نبی نے اسی کے متعلق یہ پیش خبری کی ہے۔

"وہ تمہارے لئے ایک مقدس ہو گا۔ پر اسرائیل کے دونوں گھرانوں کے لئے ٹکر کا پتھر اور ٹھوکر کھلانے کی چٹان اور یروشلم کے باشندوں کے لئے پھندا اور دام ہووے گا" یسعیا ۸: ۱۴۔

دانیال نے بخت نصر کے رویا کی تعبیر کرتے ہوئے بتایا ہے۔

"آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کرے گا جو تا ابد نیست نہ ہو گی۔ اور وہ سلطنت دوسری قوم کے قبضہ میں نہ پڑے گی۔ وہ ان سب مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کرے گی۔ اور وہی تا ابد قائم رہے گی۔ جیسا کہ تو نے دیکھا کہ وہ پتھر بغیر اس کے کہ کوئی ہاتھ سے اس کو پہاڑ سے کاٹ نکالے آپ سے آپ نکلا اور اس نے لوہے اور تانبے اور مٹی اور چاندی اور سونے کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ خدا تعالےٰ نے بادشاہ کو وہ کچھ دکھایا جو آگے کو ہونے والا ہے اور یہ خواب یقینی ہے۔ اور اس کی تعبیر یقینی ہے" (دانیال ۲: ۴۴، ۴۵)

اس پیشگوئی تفصیلی بحث ہم صفحہ نمبر ۳۸۲ اور ۴۲۴ پر کر چکے ہیں۔

پیش گوئی نمبر ۱۴۔ رحمۃ للعالمین

"ابن آدم اس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے لئے فدیہ میں دے" (متی ۲۰: ۲۸)

ہر ایک نبی برحق کی صداقت کا یہی معیار ہے کہ وہ اپنی قوم کی بہتری اور بھلائی کے لئے جان دیتا

ہے اور اپنے خون سے اپنی امت کے پودے کو سینچتا ہے ۔ مگر جس قدر خدمت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کی کی اور اسکے بدلہ میں انتہائی دکھ اٹھایا اس کی نظیر کسی دوسرے نبی کی زندگی اور مسیح کی زندگی میں بھی نہیں ملتی اللہ تعالے قرآن مجید میں فرماتا ہے ۔

فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفْسَکَ (۴ : ۸۴)

اللہ تعالے کی راہ میں (دین اسلام کی حفاظت کے لیئے) جنگ کر تیرے سوا کسی کو اس کے لئے مکلف نہیں کیا جاتا ۔ ایک طرف دشمنوں کا بے پناہ ہجوم تھا ۔ دوسری طرف ایک اکیلے شخص کو ان کے بالمقابل لڑنے کا حکم دیا جاتا ہے ۔ آپ مومنوں کو صرف ترغیب دے سکتے تھے ۔ لیکن جنگ کی ساری ذمہ داری آپ کی ذات پر تھی جنگ احد کی مصیبت کے بعد جب لوگ پژمردہ ہو رہے تھے ۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں اکیلا ہی دشمن کے مقابلہ کے لئے نکلونگا ۔ آپ کا یہ عزم آپ کی بے نظیر شجاعت پر اگر دلالت کرتا ہے ۔ تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ وہ اکیلا ہی ساری قوم کی بہتری اور بھلائی کا ذمہ دار ہے ۔ اور وہ اپنی قوم کے لئے اپنی جان فدا کرتا ہے بلکہ اس کی قوم نامرد اور بزدل نہ تھی ۔ اس لئے اس نے بھی یہ گوارا نہ کیا کہ ان کے محسن کا بال بیکا ہو ۔

بشارت نمبر ۱۵ وہ ستایا گیا مگر اسنے منہ نہ کھولا

یسعیاہ نبی کی بشارت ہے ۔

"وہ نہایت ستایا گیا اور غمزدہ ہوا تو بھی اس نے اپنا منہ نہ کھولا" (یسعیاہ ۵۳ : ۷)

متی کی انجیل ۲۶ : ۶۳ اور ۲۷ : ۱۲ تا ۱۴ کی بنا پر یہ پیشگوئی کہتے ہیں کہ یوں پوری ہوئی کہ جب مسیح کے خلاف گواہ بھگتائے گئے اور سردار کاہن نے آپ کو جواب دینے کے لئے کہا تو آپ خاموش رہے اور پلاطوس کے سامنے بھی اپنی بریت نہ کی حالانکہ آپ حق پر تھے ۔ لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ اکثر مجبوری کا نام شکر گزاری ہوتا ہے ۔ جناب مسیحؑ یہ خوب جانتے تھے کہ سردار کاہن اور حاکم دونوں متعصب ہیں ۔ ان کے سامنے ان کا بولنا نہ بولنا برابر ہے ۔ اس لئے انہوں نے خاموشی اختیار کی مگر یہ پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں کامل طور پر یوں پوری

ہوئی کہ آپ نے ہمیشہ اپنے دشمنوں کے حق میں دعا رخیر کی اور ہر دکھ اور مصیبت جب آپ پر وارد ہوئی آپ نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے سوا زبانِ شکایت نہ کھولی اور یہی سبق آپ نے اپنی امت کو بھی سکھایا ہے کہ موت وحیات کے تمام انتہائی دکھوں میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا کرو۔

۱۶۔ آزمائش اور ابتلاء میں پورا اترنے والا

پہلی تین اناجیل میں جناب مسیح کا شیطان سے آزمایا جانا مذکور ہے (دیکھو متی ۴: ۱تا ۱۱۔ مرقس ۱: ۱۲ اور ۱۳ لوقا ۴: ۱تا ۱۳) مگر صرف مرقس کی روایت نہایت مختصر اور اصل ہے متی اور لوقا نے حسب عادت اس پر مزید قیاس آرائی کی ہے۔ مرقس میں صرف یہ لکھا ہے کہ یوحنا سے بپتسمہ پانے کے بعد جو ایک آزمائشی بپتسمہ تھا۔

"فی الفور روح نے اسے بیابان میں بھیجدیا اور وہ بیابان میں چالیس دن تک شیطان سے آزمایا گیا۔ اور جنگلی جانوروں کے ساتھ رہا اور فرشتے اس کی خدمت کرتے رہے۔"

متی اور لوقا انجیل نویس کے انداز بیان سے یہ ایک واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر مرقس سے یہ صرف ایک مکاشفہ ظاہر ہوتا ہے۔ جس کا تعلق یوحنا کی آزمائش کے ساتھ ہے سنت انبیاء میں یہ مشترک ہے کہ وہ اپنے عہدہ جلیلہ پر فائز ہونے سے پہلے اپنے صبر اور استقلال میں آزمائے جاتے ہیں۔ اور یہ امر مسیح کے خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کے خلاف ہے۔ کیونکہ آزمائش انسان کی ہوتی ہے نہ خدا کی۔ مگر لوقا ۴: ۳۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے قصے تحریر اناجیل کے وقت زبان زد عوام تھے۔ کہ لوگوں کے اندر شیطان یا جن گھس جاتا ہے۔ اور درویش لوگ ان جنوں یا شیطانوں کو اپنے عمل اور علم سے نکالتے پھرتے ہیں۔ اس تذکرہ میں بطور جملہ معترضہ "مسیح کا جنگلی جانوروں کیساتھ رہنا" کوئی محسوس اور معقول امر نہیں۔ کیونکہ جانوروں کے ساتھ رہنے سے انسان کے اندر روحانیت پیدا نہیں ہوتی نیز شیطانی آزمائش کے لئے بھی جنگل اور بیابان میں جانا ضروری نہیں شیطان ہر جگہ انسان کا امتحان لے سکتا ہے۔

حقیقت صرف اس قدر معلوم ہوتی ہے کہ انبیا رکی سنت کے مطابق جناب مسیح نے چالیس دن کے روزے رکھے ہوں گے جیساکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ۴۰ دن تک روزے رکھے تھے (خروج ۳۴: ۲۸) تاکہ ان کی روحانیت اور استقلال مضبوط ہو مگر اناجیل نویسوں نے اس وقت عاملین سفلی کے ذہنی دھوکہ کے ساتھ اسے رنگین کر دیا عامل لوگ جنگل یا بیابان کے اندر تنہائی میں ایک حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے روزے رکھتے اور ۴۰ دن تک بتدریج غذا گھٹاتے اور نہایت شدت کے ساتھ بعض کلمات دہراتے رہتے ہیں کہ اکیسویں دن ہیبت ناک شیر حلقہ کے اندر غراتا نظر آتا ہے اس پر اگر عامل ڈر کر حلقہ سے باہر نہ بھاگ نکلے تو اس کے بعد ہر روز اس سے زیادہ خوفناک درندے نظر آتے ہیں۔ مثلاً خوفناک اژدہا وغیرہ اس کے بعد اگر جرأت اور صبر سے ۴۰ دن پورے کر لئے جائیں تو جن تسخیر ہو جاتے ہیں۔ جو عامل کے لئے آسمان و زمین کی سب نعمتیں مہیا کرتے ہیں۔ اناجیل نویسوں کے خیال میں اس وقت یہ ایک بہت بڑی منزل روحانیت کی تھی اس لئے انہوں نے مسیح کو تسخیر جنات کا بہت بڑا عامل قرار دیا اور انہی تین اناجیل کے اندر تسخیر جنات (بدارواح) کے متعدد قصے گھڑ گھڑ کر درج کر دیئے مگر چوتھی انجیل (یوحنا) میں جناب مسیح کا بیابان میں جاکر تسخیر جنات کا عمل کرنے یا بدارواح اور جنات کا ان کے حکم سے لوگوں کے اندر سے نکل بھاگنے کا اشارہ تک بھی موجود نہیں۔ جناب مسیح سے صدیوں پیشتر حضرت سلیمان کی طرف بھی یہ تسخیر جنات کا عمل منسوب ہے۔ پارسی پیغمبر جناب زرتشت کا شیطان سے اسی طرح آزمایا جانا ژند اوستا ۱۹: ۱ تا ۱۱ میں مرقوم ہے مہاتما بدھ کا مارا (شیطان) کی آزمائش میں پورا اترنا بھی ان کی پیدائش کے معجزات کی کہانیوں میں موجود ہے۔ ویدوں کے وشوامتر کا اندر دیوتا کی فرستادہ مینکا (حور آسمانی) کے ذریعہ آزمایا جاکر شکست کھانا بھی سب کو معلوم ہے ان تمام کہانیوں کی اصل صرف اس قدر ہے کہ نبی کو اپنے عظیم الشان بار نبوت کے اٹھانے کے لئے چالیس روزوں تنہائی میں عبادت و ریاضت شاقہ اور کبھی کبھی حکومت و سلطنت کے لالچ خوبصورت عورتوں اور دولت کی کثرت سے آزمایا جاتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وقتاً فوقتاً ان سب امتحانات میں مبتلا ہو کر کامیاب ہونا ثابت ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ دیگر انبیاء کا مکاشفات میں آزمایا جانا مذکور ہے۔ جو کمال کا درجہ نہیں مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا

سرداران قریش کے وفد کے ذریعہ خوبصورت ترین عورت مہیا کر دینے حکومت وسلطنت کا لالچ دینے اور دولت کی روپہلی اور سنہری تھیلیاں پیش کرنے اور آپ کا ایک مضبوط اور بلند پہاڑ کی طرح اپنی دعوت پر قائم رہنا ایک حقیقت ہے۔ دکھوں اور مصیبتوں کی زندگی میں بے نظیر استقلال اور ثبات دکھانے میں اور جناب مسیح کے صرف خواب اور مکاشفہ میں آزمایا جانے میں خواب اور اصل حقیقت کا فرق ہے۔ قابل غور یہ امر ہے کہ کوئی نبی خوبصورت عورت سے آزمایا گیا۔ کسی کو حکومت اور سلطنت کا لالچ دیا گیا۔ اور کوئی صرف بھوک کے امتحان میں پورا اترا اور کوئی دشمن کی کثرت اور رعب وہیبت سے ڈرایا گیا۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان تمام آزمائشوں میں ڈالے گئے۔ اور خالص سونا ثابت ہوئے فرضی قصص الانبیاء میں نقص یہ ہے کہ وہ اکثر عقل کی برق گرنے سے پاش پاش ہو جاتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا امتحان ایک حقیقت ہے اور معقول حقیقت ہے۔

پیش گوئی نمبرے ا فتح مکّہ کی بیّن پیش گوئی

جناب مسیح نے جن باتوں کو بطور پیش گوئی اور بشارت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیان کیا تھا افسوس ہے۔ اناجیل نویسوں نے ان کو افسانہ پارینہ بنا دیا لوقا کی انجیل میں جناب مسیح کی شیطانی آزمائش کے قصہ کے بعد یسعیاہ ۶۱: ۱-۲ کی پیش گوئی پورا ہونے کا ذکر ہے۔ اس پیش گوئی کے اجزا تفصیل ذیل ہیں۔

(۱) غریبوں کو خوشخبری دینا (۲) قیدیوں کو رہائی بخشنا (۳) اندھوں کو بینائی عطا کرنا (۴) کچلے ہوؤں کو آزاد کرنا (۵) خداوند کے سال مقبول کی منادی۔

یہ ظاہر ہے کہ مسیح کی زندگی میں کوئی سال مقبول نہیں آیا ان کی زندگی ناکامی اور دکھ کی زندگی تھی۔ جو ایک خوفناک ٹریجڈی پر ختم ہو گئی (اناجیل) البتہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہ سال مقبول فتح مکّہ کی منادی کا سال ہے۔ جس میں فی الحقیقت غربا کو خوشخبری ملی قیدیوں کو رہائی ملی۔ اندھوں کو بینائی۔ یعنی اسلام کی صداقت کا بیّن نشان نظر آیا۔ کچلے اور لتاڑے ہوئے آزاد کئے گئے۔ پس یسعیاہ نبی کی بشارت درحقیقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی

کامیابی اور رسالِ مقبول سے متعلق تھی۔ مسیح نے اسی پیش گوئی کو مکرر یاد دلایا۔ اور اس کی دوبارہ منادی کی خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے بھی اس سال مقبول کی خبر پہلے سے دے رکھی تھی۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ط (الفتح : ۴۸ : ۲۷)

کسی کا غریب ہو کر مجبوراً غریب رہنا کوئی کامیابی نہیں البتہ غربت اور ناکامی کے وقت اپنی فتح و کامیابی کی پیش گوئی کرنا اور بالآخر اسے حاصل کر لینا اور تاج و تخت کے مالک ہو کر غریبوں کے ساتھ بیٹھنا ایک شخص کے مقبول اور سچا ہونے کی دلیل ہے اسی کی پیش خبری یسعیاہ نے کی اور اسی کی منادی مسیح علیہ السلام کرنے کے لئے آئے۔ چنانچہ اس آیت کے بعد آیت نمبر ۲۱ میں لوگوں پر اپنی تبلیغی حجت پوری کرتے ہوئے فرمایا۔

"کہ آج یہ نوشتہ تمہارے کانوں میں پورے طور پر پہنچا دیا گیا"

(آیت کا ترجمہ اصل یونانی نسخہ کے مطابق ہے۔ نام نہاد مستند نسخہ میں اس کا مفہوم غلط ہے)

پیش گوئی نمبر ۱۸۔ اپنے وطن اور کنبہ میں قبولیت

جناب مسیح کو اپنی تبلیغ کے سلسلہ میں ایک مرتبہ اپنے وطن ناصرت میں جانے کا اتفاق ہوا۔ (بشرطیکہ ناصرت کو آپ کا وطن فرض کر لیا جائے کیونکہ اناجیل میں اختلاف ہے کہ ان کا وطن ناصرۃ ہے یا بیت اللحم ؟) متی مرقس اور لوقا تینوں اس امر پر متفق ہیں کہ ناصرۃ میں کسی نے آپ کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ اس پر آپ نے بجا فرمایا کہ :-

"مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ کوئی نبی اپنے وطن میں مقبول نہیں ہوا" (لوقا: ۴: ۲۴)

"یسوع نے ان سے کہا کہ نبی اپنے وطن اور اپنے گھر کے سوا اور کہیں بے عزت نہیں ہوتا اور اس نے ان کی بے اعتقادی کے سبب وہاں بہت سے معجزے نہ دکھائے۔" (متی ۱۳ : ۵۷۔۵۸)

مرقس کی انجیل میں ہے کہ "یسوع نے ان سے کہا کہ نبی اپنے وطن اور اپنے رشتہ داروں

اور اپنے گھر کے سوا اور کہیں بے عزت نہیں ہوتا اور وہ کوئی معجزہ وہاں دکھا نہ سکا۔"

(مرقس ۶: ۴، ۵)

یوحنا کی انجیل میں لکھا ہے "یسوع نے خود گواہی دی کہ نبی اپنے وطن میں عزت نہیں پاتا"

(یوحنا ۴: ۴۴)

ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ اناجیل نویسوں نے یہ ایک قاعدہ کلیہ سمجھ لیا ہے کہ نبی اپنے وطن اور اپنے اقربا میں کبھی عزت نہیں پاتا اور نہ اس کے رشتہ دار اس پر ایمان لاتے ہیں۔ مگر نہ تو عہد نامۂ عتیق میں اس کی کہیں تصدیق ہے۔ اور نہ یہ امر کوئی معقول امر نظر آتا ہے کہ نبی کے رشتہ دار اور اقربا لازماً بے ایمان اور کافر ہوں ہاں خدا کے بیٹے کی یہ کوئی خصوصیت ہو تو یہ الگ بات ہے۔ اور یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ مسیح جسے خدا اور خدا کا بیٹا کہا اور سمجھا جاتا ہے۔ اس پر نبیوں کی خصوصیت کیوں کر منطبق ہوگی۔ یہ طرز استدلال نہایت نامعقول ہے کہ چونکہ مسیحؑ کے ماں باپ بھائیوں بہنوں اور شہر والوں نے بقول اناجیل اسے قبول نہیں کیا اس لئے کسی نبی کے خاندان کنبہ اور وطن والوں نے قبول نہیں کیا کیا حضرت ابراہیمؑ یعقوبؑ اور موسیٰ علیہ السلام کے بھائی بیٹے اور والدین ایماندار نہ تھے؟ کسی نبی کے اقربا اور اہل وطن اگر بعض غلط فہمیوں یا ضد اور تعصب کی وجہ سے ابتداءً اسے قبول نہ کریں۔ یا اس کی مخالفت کریں تو نبی کے اپنے منصب کی کامیابی اور اظہار صداقت کے لئے ایسا وقت بھی آنا چاہیئے کہ وہی لوگ اپنے قصورِ فہم اور غلطیوں کا اعتراف کریں۔ ورنہ بقول لوقا یہی کہا جائے گا۔

"تم البتہ یہ مثل مجھ پر کہو گے کہ اے حکیم اپنے آپ کو تو اچھا کر۔"

یعنی وہ طبیب جو خود بیمار ہو وہ دوسروں کو کیسے اچھا کر سکتا ہے۔ جو شخص خود ناکام ہو وہ دوسروں کو کیسے کامیاب بنا سکتا ہے۔ اگر واقعات کا جائزہ لیا جائے تو وطن سے باہر آپ کی کونسی قبولیت ہوئی؟ وہی ۱۲ حواری جن میں سے دو (پطرس اور یہوداہ) کے اندر شیطان گھسا رہا اور باقی سب جو صلیب کے وقت آپ کو تنہا چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ بات صرف اس قدر ہے کہ جناب مسیح کا مشن اتنا ہی تھا کہ وہ ایک اور عظیم الشان طبیب حاذق کے آنے کی خوشخبری دینے آئے تھے۔ جو اپنے خویش و اقربا اور اپنے وطن میں بے نظیر قبولیت حاصل کرنے والا تھا۔ چنانچہ

سب سے اوّل اسے یہ حکم دیا گیا :۔

"وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ" (۲۶ : ۲۱۴) الشعرآء

اور اس کا یہ نتیجہ تھا کہ سب سے پہلے آپ کی بیوی خدیجہؓ آپ کا قریبی دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ اور آپ کا بھتیجا حضرت علیؓ آپ پر ایمان لائے اور بالآخر مکّہ کے اندر آپ کی زندگی میں کوئی آپ کا مخالف نہ رہا۔

نہ صرف انبیاءِ سلف نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فتح مکّہ کی بشارت دی تھی۔ اور آپ کی بے نظیر قبولیت کی پیش خبری کی تھی بلکہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے بھی اللہ تعالیٰ سے اطلاع پاکر اس کی پشیگوئی کی تھی اور حضور کی یہ پشیگوئی ایک زبردست اقتداری پشیگوئی ہے جب آپ مکّہ معظمہ سے ہجرت کر کے بے سرو سامانی کی حالت میں دشمنوں کے نرغہ سے نکل کر اپنا وطن عزیز اور محبوب کعبۃ اللہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف جا رہے تھے۔ اس وقت جحفہ یہ آیت آپ پر نازل ہوئی۔

"اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ" (القصص)

وہ جس نے تجھ پر قرآن فرض کیا ہے یقیناً تجھے مکّہ واپس لائے گا (۲۸ : ۸۵) یعنی اس وقت تو تو اسے مجبوراً چھوڑ کر جا رہا ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ تجھے اسی جگہ دوبارہ فاتحانہ واپس لائے گا اپنوں اور بےگانوں میں یہ عظیم الشان قبولیت مسیح تک کسی کو نصیب نہیں ہوئی مگر یہ فضیلت اور شرف موعودِ کل ادیان نبی کو ہی حاصل ہوئی جس کا مسیح صرف ایک مبشر اور منادی ہے۔

۲۰۔ خداوند کی دعا میں قرآن مجید اور اسلام کی بشارت

اناجیل کا نقطۂ مرکزی اور عیسائیت کے لئے سب سے بڑھ کر مایۂ ناز چیز خداوند کی دُعا (Lord's Prayer) ہے مگر اس دعا کی تاریخی حیثیت ناقص ہے اور محققین کا فیصلہ ہے کہ یہ دعا اناجیل کے نامکمل اور ادھورا ہونے کا ایک نمونہ ہے (سائیکلوپیڈیا ببلیکا) مرقس جو سب سے پرانی انجیل اور نسبتاً زیادہ مستند ہے۔ اس میں یہ دُعا موجود ہی نہیں اور نہ چوتھی انجیل (یوحنا) میں اس کا کوئی نام و نشان ہے۔

صرف دو اناجیل (متی اور لوقا) جن میں یہ مذکور ہے ان میں اس کے مقام کا اختلاف ہے اور دونوں میں الفاظ مختلف ہیں۔ متی ۶ : ۹ تا ۱۳ میں یہ پہاڑی وعظ کا جزو ہے مگر لوقا ۱۱ : ۲ تا۴ میں یہ ایک شاگرد کی استدعا پر سکھائی گئی ہے۔ جبکہ وہ ایک خاص جگہ دعا کر رہا تھا۔ لوقا ۱۰ : ۳۸ سے ظاہر ہے کہ وہ جگہ یورشلم کے قریب بیت عنیا تھی یا زیادہ صحیح یہ ہے کہ گتسمنی کے باغ کا واقعہ ہے۔

ایک اور اختلاف یہ ہے مستدعی شاگرد (۱۲ حواریوں میں سے تھا یا عام ۷۰ شاگردوں میں سے کوئی ایک تھا۔ عبارت کے اعتبار سے لوقا کی محولہ عبارت کو متی کے الفاظ پر ترجیح دی جاتی ہے۔ علماء کا خیال ہے کہ متی کے الفاظ میں بعد کی ترمیم موجود ہے اور متی نے اسے لوگیا کی انجیل سے نقل کر کے پہاڑی وعظ کے ساتھ اسے یوں ہی ضم کر دیا ہے۔ متی اور لوقا نے اسے کس ماخذ سے لیا یہ معلوم کرنا ناممکن ہے لوقا صرف اس قدر بتاتا ہے کہ شاگرد نے استاد سے پوچھا:۔

"اے استاد ہمیں دعا کرنا سکھا جیسے یوحنا نے اپنے شاگردوں کو سکھایا ہے"

بطور خلاصہ ذیل کے اختلافات اس سے متعلق موجود ہیں :۔

الف : اس کا ذکر چاروں اناجیل میں نہیں پایا جاتا دین مسیحی میں مرکزی اور اعلیٰ حیثیت سمجھے جانے کے باوجود اس کا ذکر صرف دو اناجیل میں ہے۔

ب : دونوں محولہ اناجیل میں دعا کا موقعہ یکساں نہیں بلکہ مختلف ہے۔

ج : دونوں میں الفاظ کا اختلاف ہے۔

د : مسیح نے یہ دعا بطور خود لوگوں کو سکھائی (متی)

ھ : ایک شاگرد کی درخواست پر سکھائی۔ (لوقا)

و : وہ شاگرد کون تھا؟ اس قیاس آرائی میں اختلاف ہے

ذ : جناب مسیحؑ کے الفاظ کسی میں محفوظ نہیں رہے متی میں بعد کی ترمیم کی ملاوٹ ثابت ہے

ح : متی اور لوقا کے علاوہ دوسرے علماء نے دونوں سے مختلف الفاظ روایت کئے ہیں۔

ط : بعد میں لوقا کے اندر متی کے مطابق بنانے کیلئے تحریف کی گئی (سائیکلوپیڈیا بیبلیکا ص۲۸۱۵)

ی: مثال کے طور پر متی ۶: ۳۳ کو لیجئے کہ اس کے الفاظ اور اس کے معنی میں علماء کا کتنا اختلاف ہے۔

عام ترجمہ ہے: "پہلے تم خدا کی بادشاہت اور اس کی راستبازی کو ڈھونڈو تو یہ سب چیزیں بھی تمہیں ملیں گی"۔ کلیمنٹ الگزنڈر نے جو الفاظ پہنچائے ہیں ان کا ترجمہ ہے "جو اعلیٰ ہے۔ اُسے مانگو تو باقی ادنیٰ اشیاء تمہیں خود بخود مل جائیں گی"۔

اور بعض کے خیال میں "آسمانی برکت کو مانگو تو زمینی نعمتیں ساتھ ہی مل جائیں گی۔

روز کی روٹی کی بجائے بعض نے ہمیشہ کی روٹی (continual bread.

بعض نے "ہماری ضروری روٹی ہمارے مایحتاج کی روٹی (Our needy bread.

فلسطینی انجیل میں ترجمہ ہے۔ ہماری دولتِ معاش" (Our bread richness

اور بعض میں ہے "آنے والے دن کیلئے ہماری روٹی" (Our bread for the coming day.

نہایت مستند الفاظ کا ترجمہ ہے "پہلے خدا کی بادشاہت اور روح حق مانگو His righteousness. تو چھوٹی چھوٹی سب تمہیں خود بخود مل جائیں گی (متی ۶: ۳۳)

لوقا کے یہ الفاظ کہ" اے استاد ہمیں دعا کرنا سکھا جیسے یوحنا نے اپنے شاگردوں کو سکھائی ہے۔ اور مستند الفاظ کا ترجمہ سامنے رکھ کر قرآن مجید کا اس دعا پر تبصرہ دیکھو تو اصل مقصد اس دعا کا کھل جاتا ہے۔

قرآن مجید کا اس آیت پر تبصرہ

جس طرح مسیحی دنیا میں" خداوند کی دعا" شہرت رکھتی ہے اسی طرح قرآن مجید میں سورۃ المائدہ ایک عظیم الشان سورۃ ہے۔ جس میں جناب مسیح کی اس دعا پر ایک فیصلہ کن تبصرہ ہے اس سورۃ کا اصل موضوع ایک کامل یا ابدی شریعت ہے۔ اسے سمجھنے کیلئے یہ یاد رکھئے کہ مسیحیت کی بنیاد عہد نامۂ جدید پر ہے۔ اور یہودیت عہد نامہ عتیق کی پابند ہے۔ عہد نامہ عتیق ایک قومی اور نسلی عہد نامہ ہے یعنی وہ جو خدا اور بنی اسرائیل کے مابین قرار پایا اور وہ شریعت موسوی پر چلنے کا عہد ہے۔ عہد نامہ جدید جناب مسیح کی معرفت عیسائیوں سے عہد لیا ہے۔ یعنی حضرت مسیح نے

شریعت موسوی کے حکم اور آنے والی دائمی اور کامل شریعت کی اطاعت کا عہد لیا۔

قرآن مجید کی سورہ مائدہ پابندیٔ عہد کی تاکید سے شروع ہوتی ہے اور اس میں خطاب زیادہ تر عیسائیت سے ہے۔ جناب مسیح نے جو عہد حواریوں سے لیا وہ ان کے اپنے متعلق نہ تھا بلکہ صاف الفاظ میں فرمایا:۔

"میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں مگر تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تمہیں تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا۔ اور تمہیں آیندہ کی خبریں دے گا۔" (یوحنا ۱۶ : ۱۲ ، ۱۳)

جناب مسیح کے یہ الفاظ اپنے آخری دنوں کے الفاظ ہیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ تکمیل دین ابھی نہیں ہوئی بلکہ روح حق کے آنے پر ہوگی۔ یوحنا کے بیشتر نسخوں میں روحِ حق کی بجائے روح الحق[۵۱] کے ہی الفاظ ہیں۔ یعنی ایک خاص شخصیت مراد ہے۔ اور اس کا ترجمہ راستبازی کرنا غلط ہے۔

سورۃ المائدۃ میں فرمایا:۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ (۵ : ۳)

آج (محمد رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں) تمہارا دین کامل ہوگیا اور میرا انعام بھی تم پر پورا ہوگیا اور تمہارے اس کامل دین کا نام اسلام میں نے پسند کیا۔

اکمالِ دین، اتمام نعمت اور دائمی شریعت میں لازم و ملزم کی نسبت ہے یہی وہ دائمی، روز کی روٹی اور ہمیشہ کی روٹی ہے۔ چنانچہ اسی کی مزید تشریح اور تفصیل کیلئے فرمایا۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ (المآئدۃ : ۵ : ۱۱۲)

---

۵۱ (Griesbach) (Scholz) (Lachmain) (Tischendorf) (The Greek Testament by Dean Alford)

اس امر کا ذکر کرو جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰؑ بن مریمؑ کیا وہ مانگ سکتا ہے اپنے رب سے کہ ان پر آسمانی مائدہ نازل کرے۔ جناب مسیح نے جواب میں کہا۔

اِتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ؕ (المائدۃ ۵: ۱۱۲)

مومن ہو تو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (۶۵: ۲-۳)

اور جو اللہ تعالٰے کا تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ اللہ اس کے لئے آزادی کی سبیل پیدا کر دیتا ہے۔ اور اسے بے اندازہ رزق دیتا ہے۔ پس تقویٰ کو حصول مائدہ آسمانی کا ذریعہ بناؤ۔ حواریوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ ہم اس سے کچھ کھائیں۔ اور ہمارے دل مطمئن ہوں اور ہم جان لیں کہ تو نے ہمارے روبرو ٹھیک کہا ہے اور ہم اس پر گواہ ہوں۔ اس پر جناب مسیح نے حواریوں کو یہ دعا سکھائی۔

رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۔ (۵: ۱۱۴)

اے ہمارے پروردگار نازل فرما ہم پر آسمانی مائدہ جو ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے لئے عید ہو اور تیری طرف سے نشان ہو اور ہمیں رزق دے اور تو بہترین رازق ہے اس پر اللہ تعالٰے نے فرمایا۔ اِنِّىْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّىْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ (۵: ۱۱۵)

میں یقیناً اسے تم پر نازل کروں گا۔ اس کے بعد جو کوئی تم میں سے اس کا انکار کرے گا تو میں اسے ایسا عذاب دوں گا کہ میں نے تمام قوموں میں سے کسی کو ایسا عذاب نہیں دیا۔

یہ ظاہر ہے کہ جناب مسیح کی دعا جس کا ذکر انجیل میں ہے اسی کا بیان قرآن مجید نے کیا ہے۔ دونوں میں مماثلت بتفصیل ذیل ہے

الف: جس امر کی منادی یوحنا کیا کرتا تھا۔ اسی کے حصول کے لئے دعا سکھائی گئی۔

ب: دعا حواریوں کی استدعا پر سکھائی گئی۔

ج: خدا کی مرضی جو ابھی آسمان پر ہے۔ اس کے زمین پر اترنے کی دعا ہے۔

د : دعا دائمی روٹی کے لئے ہے نہ کہ صرف ایک ہی دن کے خوان کے لئے۔

ھ : اگر خوان ایک ہی مرتبہ اترنا تھا تو وہ اولین اور آخرین کے لئے عید کیسے ہو سکتا ہے

و : اس خوان کی ناشکری کرنے سے بے مثال عذاب کا نازل ہونا ظاہر کرتا ہے کہ وہ کوئی معمولی کھانے سے پُر دسترخوان نہ تھا۔

ز : اس روٹی کے حصول سے دنیا کی تمام چھوٹی چھوٹی نعمتیں خود بخود مل جائیں گی (معمولی ایک وقت کی روٹی یا آسمانی دسترخوان سے یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟)

ح : اس خاص دعا کو دوسری تمام عیسائیت کی دعاؤں پر فضیلت حاصل ہے پس یہ معمولی کھانے کی دعا نہیں ہو سکتی۔

ط : امر واقعہ میں وہ خوان اترا یا نہیں اور کیسے اترا؟ اس میں مفسرین قرآن مجید اور عیسائیوں میں اختلاف ہے۔

ی : عیسائی جن میں بڑے بڑے متقی پرہیزگار، قسیس۔ رہبان وغیرہ گزر چکے ہیں۔ وہ قریباً دو ہزار برس سے یہ دعا مانگ رہے ہیں۔ مگر کیا ان کو وہ دائمی روٹی مل گئی۔

ژند اوستا۔ وید اور توراۃ میں بھی اس دائمی روٹی کے لئے دعا کے حوالجات موجود ہیں گویا اس کا تعلق صرف حواریانِ مسیح کے ساتھ نہیں بلکہ کل اقوام عالم کے ساتھ ہے۔ پس اس دائمی روٹی کی حقیقت سمجھنے کے لئے کتب مقدسہ کے محاورات کا علم ضروری ہے۔ مثلاً ہر ایک ضروریات زندگی کی چیز روٹی کہلاتی ہے" مکر کی روٹی انسان کو میٹھی لگتی ہے۔ پر آخر کو اس کا منہ کنکروں سے بھرا جاتا ہے" (امثال ۲۰ : ۱۷) نیکوکار بیوی کاہلی کی روٹی نہیں کھاتی" امثال ۳۱ : ۲۷۔

۲ : دانائی کی روٹی" جو کوئی بیوقوف ہو ادھر آوے اسی کو جو دانش سے خالی ہے وہ کہتی ہے چلا آ اور میری روٹیوں میں سے کھا" (امثال ۹ : ۴-۵)

۳ : آسمانی روٹی ہر شخص کو ملتی ہے! "میرا باپ آسمان سے تمہیں حقیقی روٹی دیتا ہے کیونکہ حقیقی روٹی وہ ہے جو آسمان سے اتر کر دنیا کو زندگی بخشتی ہے" یوحنا ۶ : ۳۲، متی ۶ : ۳۳، لوقا ۱۲ : ۳۱۔

لہ (Real Encyclopedia for protestantic Theology. Vol. 4 page 268.)

کہ رگ وید منڈل اسوکت ۵ منتر ۱۹۔

۴: تعلیمی اور شرعی روٹی مسیح کے معجزات میں روٹی کے کثیر ہو جانے کے معجزہ سے مراد روحانی تعلیم ہے جو کھانے سے کم نہیں ہوتی بلکہ بڑھتی ہے اور اس سے ہزاروں انسان سیر ہو جاتے ہیں

اُس نے جواب میں کہا کہ لڑکوں کی روٹی کتوں کو ڈال دینی اچھی نہیں"۔ یعنی وہ تعلیم جو بنی اسرائیل کیلئے مخصوص ہے۔ غیر قوموں کو دینی مناسب نہیں (متی ۱۵: ۲۶)

ان تمام حوالجات سے ظاہر ہے کہ روز کی روٹی، دائمی روٹی، ہمیشہ کی روٹی، آسمانی روٹی ہمیشہ کی زندگی یہ سب محاورات ایک لازوال شریعت۔ دین کامل اور ابدی نبوت کے مترادف ہیں۔ جو کبھی منسوخ نہ ہوگی۔ اور قرآن مجید نے مائدہ آسمانی کو عیسائیت کے اولین اور آخرین کے لئے عید ہونا بتایا ہے۔ یہ کامل شریعت اسلامیہ اور آسمانی بادشاہت ہے۔ جس کی پیش خبری دینے کے لئے مسیح اور یوحنا کو مبشر اور منادی بنا کر بھیجا گیا۔ جس پر تمام حواریین ایمان لائے اس کے آنے کے منتظر رہے اور دعائیں مانگتے رہے اور جس کے حصول پر دنیا کی تمام نعمتوں (وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ) کا حصول منحصر ہے اور اس کے انکار پر بے مثال عذاب کے نزول کی وعید ہوئی اور ہو سکتی ہے۔

مسیح یا مسیحی دین وہ دائمی روٹی نہیں ہو سکتی

یوحنا کی انجیل ۶: ۴۰۔ ۵۱ میں جناب مسیح کے حقیقی آسمانی اور ہمیشہ کی دائمی اور زندگی بخش روٹی ہونے کا ذکر ہے اوّل تو کسی دوسری انجیل میں اس کی تائید موجود نہیں دوم یہ انجیل اس وقت لکھی گئی۔ جب لوگ خلاف توقع مسیح کی دوبارہ آمد سے مایوس ہو گئے اور انہوں نے بعد میں ہونے والے واقعات کو مسیح کی طرف ہی منسوب کر کے اپنے دل کو تسلی دے لی۔ سوم متی اور لوقا میں تو مسیح نے روز کی اور دائمی روٹی کے حصول کے لئے اپنے حواریوں کو دعا سکھائی اور دعا ہمیشہ غیر حاصل شے کے لئے ہوتی ہے۔ کسی شخص کے سامنے اگر روٹی رکھی ہوئی ہو۔ اور وہ اس کے لئے خدا سے دعا کرے یا روٹی خود ہی بولے کہ تم میرے حاصل کرنے کے لئے دعا کرو یہ بے معنی سی بات ہے روز کی روٹی کی دعا سکھانے والا خود مسیح

ہے پس مسیح کیسے وہ روٹی ہوسکتا ہے ؟ چہارم یہ دعا حواری یا حواریوں کی استدعا پر سکھائی گئی ۔ گویا حواری بھی آپ کو وہ روٹی نہ سمجھتے تھے ۔ پنجم مسیحی لوگ دو ہزار برس سے یہ رٹ لگا رہے ہیں ۔ O Lord give us our daily bread

"اے خداوند ہماری روز کی روٹی ہمیں دے"

مگر ابھی تک ان کو یہ روٹی نہیں ملی ۔ ششم قرنتیوں کے نامہ اول میں پولوس کہتا ہے ۔ "پرانا خمیر عہد نامہ عتیق ہے ۔ جو منسوخ ہو چکا عہد جدید کے لئے مسیح قربان ہوا اب عید صاف دلی اور سچائی کی بے خمیری روٹی سے ہوگی"[1] جس سے مراد مائدہ آسمانی یا اسلامی شریعت ہے کہ جس کے انکار سے پیروان مسیح کو بے مثل عذاب دیا جائے گا ۔ کیونکہ مسیح یوحنا اور حواری نہایت صفائی کے ساتھ اس کے مبشر منادا اور منتظر تھے ۔ اور اسی کے لئے عیسائیوں کو خداوند کی دعا سکھائی گئی ۔

مسیح کے پہاڑی وعظ (خطبہ کوہ زیتون) میں

قرآن مجید کی سورۂ والتّین کی تفسیر اور اُمتِ مسلمہ کی بشارات

حضرت مسیح کا پہاڑی وعظ (Sermon on the Mount) مسیحی دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ عزت اور عظمت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے اور اسے حلم و رافت ، اعلیٰ درجہ کی دعا اور خدا پر کامل توکل کی تعلیم سمجھا گیا ہے ۔ مگر یہ ایک عجیب بات ہے کہ اس قدر اہم اور شاندار تعلیم کے راوی صرف متی اور لوقا ہیں ، مرقس اور یوحنا میں اس کا ذکر تک موجود نہیں ہے ۔ مرقس اور یوحنا کی اس پر خاموشی ، اس کی سند کو مشتبہ کر دیتی ہے ۔ روایت کے مشکوک ہونے پر دوسرا امر یہ ہے کہ جن دو اناجیل میں اس کی روایت موجود ہے ان کی عبارت اور مفہوم میں اختلاف ہے ۔ تیسرا اشتباہ یہ ہے کہ متی نے اسے پہاڑی وعظ کا نام دیا ہے یعنی جناب مسیح نے اسے پہاڑی کے اوپر لوگوں کے اجتماع میں فرمایا تھا ۔ مگر لوقا ۶ : ۱۷ سے ظاہر ہے کہ یہ ہموار زمین کا یا میدانی وعظ ہے ۔ چہارم یہ کہ دونوں اناجیل کی روایت زبانی ہونے کی وجہ سے مضمون تقدیم و تاخیر اور تضاد عبارت کا مجموعہ ہوگیا ہے ۔ چنانچہ اس میں ذیل کے دس اختلافات موجود ہیں ۔

---

[1] قلنتیون نامہ اول ۵ : ۸ ۔

۱۔ متی ۶: ۱۳ تا ۱۵ کی عبارت لوقا میں ندارد ہے۔

۲۔ متی ۶: ۵ تا ۸ کا مضمون لوقا میں نہیں ہے

۳۔ متی ۶: ۲۴ کا جملہ جو پہاڑی وعظ کا حصّہ ہے لوقا نے اسے ایک اور موقع کا وعظ بتایا ہے (دیکھو لوقا ۱۶: ۱۳)

۴۔ متی ۶: ۲۵ تا ۳۳ کی آیات کا حصّہ لوقا نے پہاڑی وعظ کا نہیں بلکہ ایک دوسرے موقعہ کی تقریر بتائی ہے۔ (لوقا ۱۲: ۲۲ تا ۳۱)

۵۔ متی ۷: ۷ تا ۱۱ کی عبارت لوقا ۱۱: ۹ تا ۱۳ میں ایک اور موقع کی پند ہے

۶۔ متی ۷: ۱۳ کا مضمون لوقا میں اس وعظ کا حصّہ نہیں ایک دوسرے موقع کا درس ہے۔ (لوقا ۱۳: ۲۴) اور عبارت میں اختلاف ہے۔

۷۔ متی ۷: ۲۱ تا ۲۳ میں جو روایت منافقوں کے انجام کے متعلق درج کی گئی ہے وہ لوقا ۱۳: ۲۵ تا ۲۷ پر موقع محل اور مفہوم اور الفاظ کے اعتبار سے متضاد ہے۔

۸۔ متی ۵: ۴۲ تا ۴۴، انتقام لینے کے بارہ میں جو تعلیم دی ہے وہ لوقا ۶: ۳۰ تا ۳۵ میں لفظاً اور معناً مختلف ہے۔

۹۔ متی ۵: ۳۸ تا ۴۴ اور لوقا ۶: ۲۷ تا ۲۹ میں ترتیب کا اختلاف ہے۔

۱۰۔ متی ۵: ۲۵، لوقا ۱۲: ۵۷ کی تعلیم سے مختلف ہے۔

ذیل کی آیات میں روایت کے اندر تقدیم و تاخیر ہے۔

۱۔ متی ۵: ۳۸ تا ۵۴ میں دشمن کے بالمقابل نرمی برتنے کا حکم پہلے ہے اور دعا کا بعد میں مگر لوقا ۶: ۲۷ تا ۳۵ میں دعا کا حکم پہلے ہے اور رواداری کی تعلیم بعد میں ہے۔

۲۔ متی ۵: ۴۵ تا ۴۸ میں شاگردوں کے خدا کا بیٹا ہونے کا ذکر پہلے ہے اور ان کو نیکی کی تعلیم بعد میں مگر لوقا ۶: ۳۱ تا ۳۵ میں تعلیم پہلے دی گئی ہے۔ اور ان کے بیٹا ہونے کا ذکر بعد میں۔

۳۔ متی ۶: ۱۹ میں زمینی مال کو کیڑا اور چیونٹی خراب کرتے ہیں۔ اور چوری کا ذکر بعد میں ہے مگر لوقا ۱۲: ۳۳ و ۳۴ میں یہ ترتیب الٹ ہے۔

۴۔ متی ۶ : ۱۹ تا ۳۳ میں آسمان پر خزانہ جمع کرنے کا ذکر پہلے ہے اور بادشاہت دینے کا بعد میں مگر لوقا ۱۲ : ۳۱ تا ۳۵ میں بادشاہت ڈھونڈنے کا ذکر پہلے ہے اور خزانہ آسمان پر جمع کرنے کا حکم بعد میں۔

۵۔ متی ۶ : ۲۸ جنگلی سوسنوں کو دیکھو کہ وے کس طرح سے بڑھتی ہیں۔ وے نہ محنت کرتی ہیں نہ کاتتی ہیں۔

سٹنڈرف ڈین الفرڈ اور کیمبرج کے مطبوعہ نسخوں میں لوکا ۱۲ : ۲۷ میں اس طرح ہے جنگلی سوسن کے درختوں کو دیکھو کہ وے کس طرح سے بڑھتی ہیں۔ وے نہ کاتتے ہیں نا بُنتے ہیں لیکن باقی تمام نسخوں میں متی ۶ : ۲۸ کے مطابق ہے۔

۶۔ متی ۷ : ۱۶ کیا کانٹوں سے انگور اور اونٹ کٹاروں سے انجیر توڑتے ہیں؟

لوقا ۶ : ۴۴۔ اس لئے کہ لوگ کانٹوں سے انجیر نہیں توڑتے اور نہ جھربیریوں سے انگور توڑتے ہیں۔

۷۔ لوقا کی روایت میں نیکوں کو مبارک مبارک کہنے کے بعد چار مرتبہ افسوس افسوس بھی مروی ہے۔ (لوقا ۶ : ۲۰ تا ۲۶) مگر متی میں نہیں (متی ۵ : ۳ تا ۱۲)

ان مثالوں سے ظاہر ہے کہ جناب مسیحؑ کے اصل الفاظ محفوظ نہیں رکھے گئے۔ جناب مسیح نے متی کے الفاظ کے موافق کہا ہوگا۔ یا لوقا کے الفاظ میں۔ یا دونوں غلط ہیں۔ اور اصل الفاظ اور انکی ترتیب وغیرہ کسی کو یاد نہیں رہی۔ پس مروجہ اناجیل پر بھروسہ نہ کرتے ہوئے ہمیں اسکے متعلق زیادہ غور اور تحقیق کرنا ہے۔

پہاڑی وعظ چار شقوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

الف : مسیحؑ کا غریب، حلیم، راستباز، رحمدل، وغیرہ کو برکت دینا (متی ۵ : ۳ تا ۱۲)

ب : مسیح کا توراۃ کی تصدیق کرنا (متی ۵ : ۱۷ تا ۲۶)

ج : آپ کا توراۃ کی تجدید کرنا (متی ۵ : ۲۷ تا ۴۸)

د : منافقت اور ریا کے خلاف وعظ (متی ۶ : ۱ تا ۲۴)

لوقا میں غریب، بھوکے، رونے والے اور دشمنی کئے جانے والے کو مبارک کہا ہے (۶ : ۲۰ تا ۲۲)

متی میں دل کے غریب، غمگین حلیم راستبازی کے بھوکے، رحمدل، مخلص، صلح جو، راستبازی کے سبب ستائے ہوئے مبارک بتائے گئے ہیں۔

لوقا میں مسیح کے الفاظ زوردار اور خطاب جمع مخاطب میں ہے مگر متی ۵ : ا کے سوا باقی تمام آیات میں خطاب جمع غائب کے صیغہ میں ہے اور متی ۵ : ۱۱ مع آیات ۱۳ تا ۱۶ خطبہ کا کوئی حصہ ہی نہیں انکا براہ راست تعلق متی ۱۰ : ۱۴ کے ساتھ ہے جو ایک اور موقعہ کا درس ہے۔

ہماری اس تنقید کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کی تعریف جناب مسیح فرمارہے ہیں۔ وہ مخاطب نہیں یعنی حواری نہیں بلکہ وہ جمع غائب کے صیغہ میں صحابہ یا مومنین۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ہیں یہی وہ مبارک لوگ ہیں۔ جن کے اعمال صالحہ۔ دل کے غریب طبیعت کے حلیم، راستبازی کے بھوکے، رحمدل، مخلص، صلح جو، راستبازی کے سبب ستائے ہوئے ہیں۔

خدا کی بادشاہت نزدیک آگئی!

خدا کی بادشاہت اور آسمانی حکومت، جسکا ذکر جناب مسیح نے اپنے خطبات میں بارہا کیا ہے۔ کیا چیز ہے؟ اس کے بارہ میں علماء کے خیالات مختلف ہیں۔ اناجیل میں اس کے متعلق لکھا ہے:۔

۱۔ پہلے تم خدا کی بادشاہت کو ڈھونڈو (متی ۶: ۳۳ لوقا ۱۲ : ۳۱)

۲۔ خدا کی بادشاہت تمہارے پاس آگئی (لوقا ۱۰: ۹ تا ۱۱ و ۱۱ : ۲۰)

۳۔ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی۔ اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائیں گی (متی ۲۱ : ۴۳)

۴۔ محصول لینے والے اور کسبیاں تم سے پہلے خدا کی بادشاہت میں داخل ہوتی ہیں۔ (متی ۲۱ : ۳۱)

۵۔ یسوع نے خدا کی بادشاہت کی خوشخبری کی منادی کی (مرقس ۱ : ۱۴)

۶۔ خدا کی بادشاہت نزدیک ہے۔ توبہ کرو اور ایمان لاؤ۔ (مرقس ۱ : ۱۵)

۷۔ خدا کی بادشاہت کے راز کو جاننا تمہیں دیا گیا ہے۔ (مرقس ۴: ۱۱)
۸۔ خدا کی بادشاہت بیج کی مانند ہے جو رات دن ترقی کرتا ہے (مرقس ۴: ۲۶)
۹۔ خدا کی بادشاہت رائی کے دانہ کی مانند ترقی پذیر ہے۔ (〃 ۴: ۳۰ تا ۳۲)
۱۰۔ خدا کی بادشاہت گنہگاروں کے لئے نہیں۔ (〃 ۹: ۴۷)
۱۱۔ خدا کی بادشاہت معصوم لوگوں کے لئے ہے۔ (〃 ۱۰: ۱۴، ۱۵)
۱۲۔ خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا دولتمندوں کیلئے ازبس مشکل ہے (〃 ۱۰: ۲۴)
۱۳۔ مجھے ضرور ہے کہ اور شہروں میں بھی خدا کی بادشاہت کی خوشخبری دوں (لوقا ۴: ۴۳)

اس قسم کے صدہا حوالجات میں خدا کی بادشاہت یا آسمانی حکومت کا ذکر نئے عہد نامہ میں موجود ہے ایسے حوالجات کا خلاصہ یہ ہے۔

الف۔ خدا کی بادشاہت اور آسمانی حکومت جناب مسیح کی اپنی حکومت نہیں۔
ب۔ وہ آسمانی حکومت کے صرف مبشر و منادی ہیں مبشر عنہ نہیں۔
ج۔ وہ آسمانی حکومت بنی اسرائیل سے لے کر ایک دوسری حکومت (بنی اسمٰعیل) کو دینے کے لئے آئے تھے۔
د۔ غریب لوگ اور مشرک قومیں (کسبیاں) آسمانی بادشاہت میں بنی اسرائیل سے پہلے داخل ہوں گی۔
ہ۔ خدا کی بادشاہت کے زمین پر آنے کا وقت قریب آگیا ہے۔ اب مسیح اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوگا۔
و۔ اس بادشاہت کا ایک نشان یہ ہے کہ وہ بہت جلد ترقی کرے گی۔
ز۔ خدا کی بادشاہت دلوں پر ہوگی۔ اس لئے لوگ گناہ سے خائف ہوں گے۔ اور اس کے صحابہ انبیاء کی طرح معصوم اور بچوں کی طرح گناہ سے پاک ہوں گے (مرقس ۱۰: ۱۵)
ح۔ دنیا کی دولت کے فرزند (سرمایہ دار) اس بادشاہت (اسلام) میں نہ ہوں گے۔
ط۔ خدا کی بادشاہت یا دین اسلام مسیحی دین کی طرح نہ صرف بنی اسرائیل کے لئے بشارت ہے بلکہ دنیا کی تمام قومیں جناب مسیح اور مسیحی منادوں کے ذریعہ اس کی خوشخبری اور منادی

سنیں گی۔ جہاں جہاں مسیحی مذہب دنیا میں شائع ہو گا۔ محمد رسول اللہ صلعم کی بشارت بھی شائع ہو گی۔

یہ تمام تصریحات ظاہر کرتی ہیں کہ خدا کی حکومت یا آسمانی بادشاہت جناب مسیح کی آسمانی بادشاہت نہیں بلکہ وہ اسلامی حکومت یا دین اسلام ہے۔ جو مسیح کے بعد قریب ترین زمانہ میں برپا ہوا۔ (متی ۱۳: ۳۹، ۴۹ - ۲۴: ۳ - ۲۸: ۲۰)

خدا کا برگزیدہ بندہ

اناجیل پر غور کرنے والوں کے لئے سب سے مشکل مسئلہ واقعات کی بے ترتیبی اور ان میں فقدان ربط ہے۔ ابھی سبت کی حرمت کا سوال تھا۔ اس کا جواب مکمل نہ ہوا تھا کہ ایک سوکھے ہاتھ کو پھر سے زندہ کرنے کے معجزے کا ذکر ہونے لگا۔ اس کے بعد پھر حرمت سبت کا بیان چل پڑا۔ لوگ جناب مسیح کو مارنے کی تدبیریں سوچ رہے تھے کہ یسعیاہ نبی کی بے تعلق پیشگوئی نقل کر دی گئی۔ لوگوں کے اندر سے بد ارواح نکالنے کا بیان تھا کہ ابن آدم کے حق میں گناہ معاف نہ ہونے کا بے محل ذکر ہونے لگا۔ متی ۱۲: ۱۴ تا ۲۱ کتنی ہی بے ربط باتوں کا ذکر ایک ہی جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔ مثلاً

الف ۔ فریسیوں نے صلاح کی کہ اسے (یسوع کو) مار ڈالیں

ب ۔ یہ جان کر وہ چلا اور اس کے پیچھے جماعتیں چلیں اور اس نے سب کو شفا دی۔

ج ۔ لوگوں کو (مسیح نے) کہا کہ اس اعجاز کو کسی پر ظاہر نہ کریں۔

د ۔ یسعیاہ نبی کی پیشگوئی پوری ہو گئی۔

اگر یہ واقعات ایک ہی ترتیب سے چاروں اناجیل میں مذکور ہوتے تو بھی ان کی صحت کا کس قدر امکان تھا۔ مگر اناجیل میں موقع محل اور تاریخ کے اعتبار سے ان واقعات کی ترتیب میں اختلاف ہے۔ یہ واقعہ دریائے گلیل کو عبور کرتے وقت ہوا۔ حسب بیان مرقس (۳: ۷) یا سماریہ کے سفر کے دوران میں حسب بیان لوقا پیش آیا۔ لوقا، مرقس اور یوحنا میں یسعیاہ نبی کی پیشگوئی پوری ہونے کا کوئی ذکر نہیں۔ البتہ یہ امر قرین قیاس ہے کہ جناب مسیح نے بھیڑ کو دیکھ کر اپنا تبلیغی مشن ادا کیا ہو۔ اور فرمایا کہ آنے والے کے حق میں یسعیاہ نبی کی یہ پیشگوئی پوری ہو گی۔

"دیکھو! میرا بندہ جسے میں نے چنا اور میرا پیارا جس سے میرا دل خوش ہے، میں اپنی روح
اس پر ڈالوں گا اور وہ غیر قوموں سے شرع بیان کرے گا۔ وہ جھگڑا اور شور نہ کریگا۔
اور بازاروں میں کوئی اس کی آواز نہ سنے گا۔ وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑیگا۔
اور دھواں اٹھتے ہوئے سن کو نہ بجھائے گا۔ جب تک کہ انصاف کو غالب نہ کرا دے اور
اس کے نام پر غیر قومیں سہارا لیں گی۔" (متی ۱۲: ۱۸ تا ۲۱)

قرآن مجید میں سب جگہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو "اپنا بندہ" کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ مسیح کے متعلق یہ خطاب مسیحی عقیدہ کی رو سے ناجائز ہے۔ ان کے خیال میں وہ خدا یا خدا کا بیٹا ہے نہ کہ اس کا بندہ۔

"جسے میں نے چنا" یہ لفظ "مصطفٰے" کا ترجمہ ہے۔ "چنا" بھی بندوں میں سے جاتا ہے۔ نہ کہ خداؤں میں سے۔

"میرا پیارا جس سے میرا دل خوش ہے۔" قرآن مجید میں بھی اللہ تعالے نے اسے اپنا محبوب قرار دیا ہے۔

"میں اپنی روح اس پر ڈالوں گا۔" یعنے اللہ تعالے کا کلام اس پر نازل ہوگا۔ حسب عقیدۂ مسیحی مسیح پر کوئی کلام نازل نہیں ہوا۔ ایک خدا دوسرے خدا پر کلام کیسے نازل کر سکتا ہے؟

"وہ غیر قوموں سے شرع بیان کرے گا۔" جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ مسیح کی مانند نہ صرف بنی اسرائیل کی طرف آیا ہے بلکہ بنی اسمٰعیل اور دنیا کی تمام غیر قومیں اس کی شریعت کے تابع ہونگی۔

"وہ جھگڑا اور شور نہ کرے گا۔" بلکہ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ کے حکم کے مطابق لوگوں سے احسن طریق پر گفتگو کرے گا۔ نہ برسر بازار یہودی ریاکاروں کی طرح لمبی لمبی دعائیں مانگے گا۔ اس کے بعد فرمایا۔

"وہ مسلے ہوئے نرسل کو نہ توڑے گا۔ اور دھکتی ہوئی بتی کو نہ بجھائے گا۔" کتاب مقدس میں مسلے ہوئے۔ نرسل سے مراد ملک مصر ہے۔ فرعون کی خرمستی اور غرور کی وجہ سے خدا نے اسے مسل ڈالا۔ (سلاطین دوم ۱۸: ۲۱۔ یسعیا ۲۹: ۶ ، ۷ اور ۳۶: ۶)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مصر کے متعلق اپنے صحابہ کو تاکیدی حکم دیا تھا کہ مصریوں

لہ عبدہٖ عبدنا سلہ (۱۶: ۱۲۵)

کے ساتھ نیک سلوک کرنا کیونکہ وہ ہمارے ننھیال میں سے ہیں۔ یعنی حضرت ہاجرہ جس کے بطن سے حضرت اسمٰعیل پیدا ہوئے وہ شاہ مصر کی بیٹی تھی۔

"وہ دہکتی ہوئی بتی کو نہ بجھائے گا" یعنے جہاں کہیں کوئی الہامی صحیفہ ہے خواہ وہ محرف مبدل اور منسوخ ہی کیوں نہ ہو اسے وہ نبی نہ مٹائے گا۔ بلکہ اس کی تصدیق اور اصلاح کرے گا۔ اور دنیا میں جہاں کہیں علم کی روشنی ہے۔ اس کی وہ نبی قدر کرنی سکھائے گا۔ جیسا کہ فرمایا۔

"اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّيْنِ"

علم کو حاصل کرو۔ خواہ وہ چین ہی میں کیوں نہ ہو۔

"اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ"

دانائی کی بات جہاں کہیں بھی ہو۔ وہ مومن کی گم شدہ پونجی ہے۔ اسے ضرور لے لینا چاہیئے۔

پھر فرمایا:۔

"وہ عدالت کو جاری کرائے گا کہ دائم رہے۔ اس کا زوال نہ ہوگا۔ اور نہ مسلا جائے گا۔ جب تک کہ راستی کو زمین پر قائم نہ کرے۔ اور بحری ممالک اس کی شریعت کی راہ تکیں"

یہ تمام باتیں اور نشانات کہ اس کی شریعت دائمی ہوگی، اس کا زوال نہ ہوگا۔ اور نہ مسلا جائے گا۔ یعنی وہ خاتم النبیین ہوگا۔ اور اس کا دین بحری ممالک میں بھی پھیل جائے گا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہیں۔ چونکہ یہ پیشگوئی اصل میں یسعیاہ نبی کی ہے۔ مسیح نے صرف اس کی تائید اور تصدیق کی ہے۔ اس لئے یسعیا ۴۲ : ۱۱ ر ۱۳ میں نہایت صفائی سے بتایا ہے کہ یہ واقعہ عظیم نبی قیدار (بنی اسمٰعیل) میں ہوگا۔

جناب مسیحؑ کی تمثیلیں

دراصل اسلام اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارات ہیں۔

یہ امر حضرت مسیحؑ کی خصوصیات میں سے ہے کہ وہ عام لوگوں سے تمثیلوں میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ خواہ لوگ انھیں سمجھیں یا نہ سمجھیں، ان کے اپنے شاگردوں کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ "مگر بغیر تمثیل کے وہ ان سے کچھ نہ کہتا تھا۔" (یوحنا ۱۰: ۶ ر مرقس ۴: ۳۴۔ متی ۱۳: ۳۴۔ لوقا ۸: ۱۱)

بظاہر یہ ایک بہت بڑے نقص کی بات ہے کہ ایسی بولی میں لوگوں سے کلام کیا جائے کہ۔
ع۔ "کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی"

لیکن اگر وہ باتیں راز کی تھیں اور ایک عرصہ کے بعد ان کی حقیقت کھلنے والی تھی۔ اور ان لوگوں پر کھلنے والی تھی۔ جو اس کے حقیقی پیرو ہوں گے۔ تو تماثیل درحقیقت ایک خفیہ خزانہ ہے جس کے وارث وہ لوگ ہوں گے۔ جو اس کے اہل ہوں گے۔ تمثیل یا مثال کا موضوع کسی خاص شخص سے متعلق ہوتا ہے۔ اس کا نام نہیں بتایا جاتا۔ اس کی طرف صرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ عہد نامہ عتیق میں اسے ایک جگہ نبوۃ یا پیشگوئی بھی کہا ہے۔ جناب مسیح علیہ السلام کی بیان کردہ تماثیل کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ ان کی ایجاد نہیں بلکہ اکثر پرانی کتب سے ماخوذ ہیں۔ اور حضرت مسیح صرف ان کے مصداق اور موئد ہیں۔ اکثر تمثیلیں عہد نامہ عتیق کی ہیں۔ البتہ بیج بونے والے اور رائی کے دانہ کی تمثیل بدھ کی تعلیم میں پہلے سے موجود ہے۔ کل چھوٹی بڑی تمثیلیں ۴۰ کے قریب ہیں۔ اناجیل میں سے پہلی تین اناجیل میں تماثیل مروی ہیں مگر چوتھی انجیل (یوحنا) مسیح کے اس طرز کلام پر قریبًا خاموش ہے۔ متی نے جناب مسیح کے تمثیلوں میں گفتگو کرنے میں حکمت یہ بتائی ہے کہ عوام ان باتوں کو نہ سمجھیں۔

"میں ان سے تمثیلوں میں اس لئے بات کرتا ہوں کہ وے دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے اور نہیں سمجھتے اور ان کے حق میں یسعیا نبی کی پیشگوئی پوری ہوئی کہ تم کانوں سے تو سنو گے مگر سمجھو گے نہیں اور آنکھوں سے دیکھو گے۔ اور ہرگز معلوم نہ کر سکو گے کیونکہ اس امت کے دل پر چربی چھا گئی ہے۔ اور وہ کانوں سے اونچا سنتے ہیں۔ اور انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آنکھوں سے معلوم کریں اور کانوں سے سنیں اور دل سے سمجھیں اور رجوع لائیں اور میں انھیں شفا بخشوں"۔ (یسعیا ۶ : ۹، ۱۰ متی ۱۳ : ۱۴، ۱۵)

مگر مرقس ۷ : ۱۴ تا ۲۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ عوام تو مسیح کی باتوں کو سمجھ لیتے تھے۔ مگر خود ان کے شاگرد اور پیرو نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے مرقس ۴ : ۳۳ میں لکھا ہے :۔

"اور وہ ان سے (لوگوں سے) ایسی بہتری تمثیلوں میں ان کی سمجھ کے موافق کلام

کرتا تھا اور بے تمثیل ان سے باتیں نہ کرتا تھا۔ لیکن خلوت میں اپنے شاگردوں کو سب باتوں کے معنی بتلاتا تھا۔"

متی ۲۱ : ۴۵ میں اسی کی تائید ہے۔

"جب سردار کاہنوں اور فریسیوں نے اس کی یہ تمثیلیں سنیں تو سمجھ گئے کہ ہمارے ہی حق میں کہتا ہے۔ اور انہوں نے چاہا کہ اسے پکڑ لیں۔ مگر عوام سے ڈرے کہ وے اسے نبی جانتے تھے۔"

مگر اس کے خلاف متی ۱۳ : ۱۰ ، ۱۱ میں ہے:۔

"تب شاگردوں نے پاس آکے اس سے کہا تو ان سے تمثیلوں میں کیوں گفتگو کرتا ہے اس نے جواب میں ان سے کہا کہ تمہیں عنایت ہوئی کہ آسمان کی بادشاہت کے بھید جانو پر انھیں عنایت نہیں ہوئی۔"

گویا لوگ مسیح کی باتوں کو نہیں سمجھتے تھے۔ مگر شاگردوں پر خدا کی یہ عنایت تھی کہ وہ آسمان کی بادشاہت کے راز سمجھتے تھے۔ مگر اس کے بھی خلاف متی ۱۳ : ۳۶ کی سنیئے۔

"تب یسوع ان جماعتوں کو رخصت کر کے گھر کو گیا اور اس کے شاگردوں نے اس پاس آکے کہا کہ دانہ کی تمثیل ہمیں بتا (جسے وہ مجمع عام میں بیان کر چکا تھا۔ اور وہ خوب سمجھ چکے تھے مگر شاگرد کچھ نہ سمجھے تھے) اس نے انہیں جواب میں کہا اچھے بیج کا بونے والا ابن آدم ہے۔" الخ۔

یسوع نے انہیں کہا "تم یہ سب سمجھے؟ انہوں نے کہا" ہاں خداوند! اب اس نے انہیں کہا ہر ایک فقیہہ جو آسمان کی بادشاہت کی تعلیم پا چکا اس گھر والے کی مانند ہے جو اپنے خزانہ سے نئی اور پرانی چیزیں نکالتا ہے (متی ۱۳ : ۵۱ ، ۵۲)

گویا فقیہی اور شاگرد دونوں تمثیلوں کو سمجھ لیتے تھے۔ فقیہی بغیر دوبارہ سمجھانے کے مگر شاگرد مکرر سمجھانے کے بعد تمثیلوں کے بارے میں ایک اور اختلاف یہ ہے کہ تمثیلوں کا سمجھنا اور ان پر عمل کرنا فقیہوں اور راستبازوں کا کام نہ تھا بلکہ یہ کام گنہگاروں اور روحانی و اخلاقی بیماروں کا تھا (مرقس ۲ : ۷ اور متی ۹ : ۱۲ ، ۱۳ میں ہے۔

"یسوع نے سنکر انہیں کہا ان کے لئے جو تندرست ہیں۔ حکیم کی ضرورت نہیں بلکہ ان کے لئے جو بیمار ہیں، میں راستبازوں کو نہیں بلکہ گنہگاروں کو بلانے آیا ہوں کہ وے توبہ کریں"

یہی وجہ تھی کہ گنہگار مرد اور عورتیں ان کے شاگردوں میں زیادہ شامل ہوتے تھے۔ اور انہی کو آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونے کا اولین حقدار بتایا گیا ہے مگر اس کے خلاف بھی تمثیل فرمائی "خدا مُردوں کا نہیں بلکہ زندوں کا خدا ہے۔ جماعتیں یہ سنکر اس کی تعلیم سے دنگ رہ گئیں" (متی ۲۲: ۳۳)

اب اگر جناب مسیحؑ کا تمثیلیں بیان کرنا نہ تو لوگوں کے سمجھنے کی غرض سے تھا اور نہ ہی ان کے اپنے شاگرد اس طرز کلام سے فائدہ اٹھا سکتے تھے بلکہ بعد میں خفیہ گھر جاکر انہیں مطلب سمجھانا پڑتا تھا تو تمثیلیں بے کار اور بے معنی ٹھہریں گی۔ اگر حضرت صاف اور سیدھی بات تمثیل میں اس لئے کہتے تھے (جیسا کہ انجیل کہتی ہے) کہ وہ لوگوں کی سمجھ میں نہ آئیں تو تمثیل میں بات کہنے کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ اناجیل کے ان اختلافات سے قطع نظر کہ جس نے جناب مسیح کے کلام کو مہمل بنا دیا ہے اگر بہ حیثیت مجموعی تمام تمثیلوں کی غرض و غایت پر غور کیا جائے تو یہ سب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور دین اسلام کے متعلق پیشگوئیاں ہیں۔

مضبوط اور کمزور بنیاد والے مکان کی تمثیل

متی ۷: ۲۴ تا ۲۷ میں مضبوط اور کمزور بنیاد والے گھر کی تمثیل مومن اور منافق کے دل سے تعبیر ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید نے فرمایا:۔

أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ط (التوبہ ۹: ۱۰۹)

(ترجمہ) تو کیا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے تقوای اور رضا پر رکھی اچھا ہے۔ یا وہ جس نے گھر کی بنیاد کھوکھلے گرتے ہوئے کنارے پر رکھی سو

وہ اس کو جہنم کی آگ میں لے گرا "

اس لئے اس آیت کے بعد ہی فرمایا :۔

"وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ" خدا کا وعدہ حق ہے ۔

توراۃ میں اور انجیل میں قرآن میں "۔ (التوبہ) ۹ : ۱۱۱ ۔

گویا جناب مسیحؑ کی مضبوط بنیاد والے گھر کی تمثیل درحقیقت مومنین کے نیک اعمال سے تیار شدہ گھر کی تمثیل ہے ۔ اور منافقین یہود و نصاریٰ کی عمارت گرنے والی اور کمزور عمارت ہے ۔

جناب مسیحؑ کے بالمقابل منافقین کی کوئی جماعت نہ تھی ۔ کیونکہ ان کی کوئی طاقت یا حکومت نہ تھی کہ اس کے ڈر سے منافقین پیدا ہوتے ۔ البتہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل مدینہ میں یہود و نصاریٰ میں سے منافقین پیدا ہو گئے ۔ جنہوں نے عین جنگ کے وقت دھوکہ دیا مگر ان کی منافقت کی عمارت کچھ زیادہ مدت نہ ٹھہر سکی ۔

دوسری تمثیل دلھن اور دولھا اور دس کنواریاں

یہ تمثیل متی ۹ : ۱۵ ، ۲۵ : ۱ تا ۱۳ میں مذکور ہے ۔ دولھا فی الحقیقت خدا ہے اور دلھن امت ہے ۔ نبی ان دونوں یعنی خدا اور انسان کو ملانے کے لئے آتا ہے ۔ موحد لوگ نبی کی آواز سنتے اور خدا کے ساتھ تعلق قائم کر لیتے ہیں ۔ اس لئے کتاب مقدس میں جگہ جگہ مشرک قوموں کو زانیہ اور بدکار کہا گیا ہے ۔ اس کی تصدیق میں قرآن مجید فرماتا ہے :۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ . فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُبِينٌ ۔ (الذّٰریٰت)

(ترجمہ) اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم نصیحت پاؤ ۔ سو اللہ کی طرف دوڑو ، میں اس کی طرف سے ڈرانے والا ہوں "۔ (۵۱ : ۴۹ ۔ ۵۰)

اس آیت میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مومنین اور خدا کا جوڑا بنانے والا بتایا گیا ہے یہی وہ رسول ہے ۔ جو ایک طرف خدا سے ملا ہوا ہے ۔ اور دوسری طرف کامل انسان ہونے کی وجہ سے نسل انسانی کا دستگیر ہے ۔ اور یہی وہ مجازی دولھا ہے ۔ جس کے انتظار میں دس کنواریاں

(دنیا کی کُل قومیں) بیٹھی ہوئی تھیں۔ کیونکہ اس سے قبل انبیاء، قومی انبیاء تھے۔ موعود کل ادیان نہ تھے۔ اور اسی نے آکر قوموں کو توحید کامل کا درس دیا۔ پہلی قومیں شرک اور ضلالت میں بہک گئیں کہ اپنے انبیاء کو خدا اور خدا کے بیٹے بنا لیا۔

پرانے لباس میں نیا پیوند اور پرانی مشکوں میں نئی شراب

متی ۹: ۱۶۔۱۷ میں فرمایا:۔

"کوئی شخص نئے کپڑے کا پیوند پرانے لباس کو نہیں لگاتا کیونکہ جو پیوند لگایا جاتا ہے۔ وہ لباس میں سے اور کھینچ لیتا ہے۔ پرانا مرمت نہیں ہوتا اور نیا بھی ضائع جاتا ہے" "اور نہ لوگ نئی شراب پرانی مشکوں میں بھرتے ہیں۔ کیونکہ مشکیزے پھٹ جاتے اور شراب بہہ جاتی ہے۔ بلکہ نئی شراب نئی مشکوں میں بھری جاتی ہے۔ تو دونوں محفوظ رہتی ہیں"

جناب مسیح نے یہ یوحنا کے شاگردوں کے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ وہ اور فریسی اکثر روزے رکھتے ہیں۔ مگر آپ کے شاگرد روزے نہیں رکھتے۔ ان آیات میں درحقیقت دو قسم کے روزوں کا سوال ہے۔ مسیحؑ نے جواب میں اس کی تصریح کر دی ہے موسوی شریعت میں ایک روزے شریعت کے روزے تھے۔ اور دوسرے روزے مصیبت کے روزے تھے۔ جب کسی پر مصیبت پڑتی تو روزے رکھتا تھا۔ جیسے داؤد علیہ السّلام نے رکھے۔ فرمایا میرے شاگردوں کو مصیبت کے روزے رکھنے کی اس لئے ضرورت نہیں کہ دولھا برات کے ساتھ ہے۔ یعنی میں ابھی ان کے ساتھ ہوں۔ یوحنا کے شاگرد اس لئے روزے رکھتے ہیں کہ یوحنا ان دنوں قید خانہ میں ہے۔

دوسری قسم کے روزے شریعت کے روزے یا فرض روزے کہلاتے ہیں۔ اس کے لئے یہ یاد رکھو کہ بنی اسرائیل اب ایک پرانا اور بوسیدہ لباس ہے اس کو نیا پیوند لگانا اس کہنہ لباس اور نئے پیوند دونوں کو ضائع کرنا ہے۔ نئی شراب کا ان پرانی مشکوں میں بھرنا مشک اور شراب دونوں کو ہاتھ سے کھونا ہے۔ البتہ ایک نئی قوم (بنی اسمٰعیل) اٹھے گی، اور وہ اس وقت اٹھے گی جب کہ دولھا برات سے جدا ہو جائے گا۔ یعنی میرا زمانہ نبوت ختم ہو جائے گا۔

تو وہ روزے رکھیں گے۔ اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے متعلق پیش خبری نہایت صراحت سے موجود ہے۔

بیج بونے والے کی تمثیل

متی ۱۳: ۳ تا ۸ اور لوقا ۸: ۵ تا ۱۱ میں لکھا ہے:۔

"دیکھو ایک بیج بونے والا بیج بونے کے لئے گیا۔ جب بو چکا تو کچھ بیج سڑک کے کنارے پر پڑے اور پرندوں نے ان کو چگ لیا۔ کچھ پتھریلی زمین پہ گرے جہاں مٹی کچھ نہ تھی وہ اُگ تو پڑے مگر چونکہ مٹی زیادہ گہری نہ تھی۔ اس لئے جب سورج تیز ہوا وہ مرجھا گئے۔ اور جڑ نہ ہونے کی وجہ سے ضائع ہو گئے۔ کچھ ایسے بھی بیج تھے۔ جو کانٹوں میں گرے اور کانٹوں نے بڑھ کر انہیں دبا لیا۔ باقی اچھی زمین میں پڑے اور پھل لائے۔ بعض سو گنا۔ بعض ساٹھ گنا اور بعض صرف تیس گنا۔"

"جب کوئی آسمانی بادشاہت کا کلام سنتا ہے پر اسے سمجھتا نہیں تو ایک مردود آتا ہے اور وہ اسے جو دل میں بویا گیا تھا لے جاتا ہے۔" الخ

اس تمثیل میں جناب مسیحؑ نے فرمایا ہے کہ تعلیم اسلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت بے حد کامیاب رہے گی۔ اور سو گنا پھل لائے گی۔ مگر بنی اسرائیل کے اندھے اور بہرے اور شیطان کے پرستار ایمان سے بے بہرہ رہیں گے۔ اور دنیوی کانٹوں میں الجھ کر اپنے آخرت برباد کر لیں گے۔

آخر نبی کی بات پوری ہو کر رہی، ہزاروں، لاکھوں تشنگان صداقت شادکام ہوئے مگر بنی اسرائیل بادیہ ضلالت ہی میں بھٹکتے پھرے۔

گندم کے کھیت میں کڑوے دانہ کی تمثیل

اسلام اور منافقوں کی مثال

مندرجہ بالا تمثیل کے فوراً بعد متی ۱۳: ۲۴-۳۰ میں آپ نے ایک اور تمثیل بیان کی ہے۔ فرمایا:۔

اُس نے ایک اور تمثیل بیان کی۔ کہا کہ آسمان کی بادشاہت اس شخص کی مانند ہے جس نے اپنے کھیت میں اچھا بیج لگایا۔ مگر جب لوگ سو گئے۔ اس کا دشمن آیا اور گندم میں کڑوے دانے بو کر چلا گیا۔ جب پودے اُگے اور پھل لائے تو کڑوے دانے بھی ظاہر ہو گئے، مالک کے نوکر آئے اور انہوں نے اس سے کہا کیا آپ نے اچھا بیج کھیت میں نہ بویا تھا پھر یہ کڑوے دانے کہاں سے آ گئے۔ اس نے جواب دیا کسی دشمن نے یہ کام کیا ہے۔ نوکروں نے کہا تو کیا ہم جا کر ان کو اکٹھا کر لیں۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ جب تم کڑوے دانے اکھاڑو گے تو گندم کے پودے بھی ان کے ساتھ اکھاڑ لو گے۔ دونوں کو کٹائی تک اکٹھا بڑھنے دو کٹائی کے وقت میں کاٹنے والوں کو کہونگا کہ پہلے کڑوے دانوں کو جمع کرو اور ان کو جلانے کے لئے الگ کر دو اور گندم میرے کھتہ میں جمع کر دو۔"

اس تمثیل میں مومنین کے علاوہ منافقین کا گروہ پیدا ہو جانے کی خبر ہے ان کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ اور اس میں منافقین کی پوری صفات کو نہایت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ ان کا انجام بھی جناب مسیح کی تمثیل کے مطابق ہوا ہے۔ مگر مسیحی جماعت اوّل تو تھی ہی قلیل، ان میں بھی دو تین جو منافق تھے۔ ان کا انجام بھی وہ نہیں ہوا۔ جو تمثیل میں بتایا گیا ہے۔ پس یہ تمثیل بھی ابتدائے اسلام کے منافقین اور عالی مرتبہ صحابہؓ یعنی کڑوے دانہ اور اچھے بیج کی ہے۔

رائی کے دانہ کی تمثیل

متی ۱۳: ۳۱ و ۳۲ اور لوقا ۱۳: ۱۹ میں آپ فرماتے ہیں کہ "آسمان کی بادشاہت (اسلام) کی مثال رائی کے دانہ کی مثال ہے جو سب سے چھوٹا بیج ہے مگر جب بڑھتا ہے تو وہ تمام سبزیوں میں بڑھ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ درخت بن جاتا ہے اور اسکی شاخوں میں پرندے اپنا گھر بناتے ہیں۔"

اس میں اسلام اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے عمر میں سب سے چھوٹا ہونے کے باوجود سب ادیان سے بڑھ جانے کی پیشگوئی ہے۔ اور تھوڑے عرصہ کے اندر وہ بڑی بڑی پرانی قوموں پر سبقت لے گیا۔ اور غالب آ گیا۔

آسمان کی بادشاہت خمیر کی مانند ہے

مندرجۂ بالا تمثیل کے بعد فرمایا اس آسمانی بادشاہت یعنی اسلام کی مثال اس خمیر کی مانند ہے۔ جس سے تمام آٹا خمیر ہو گیا۔ یعنی اگر اسلام کسی مذہب سے آبادی کے لحاظ سے کم بھی ہو۔ تاہم اس کی تعلیم کا اثر دنیا کے کل مذاہب اور قوموں کے اندر ہو جائے گا (متی ۱۳ : ۳۴) (لوقا ۱۳ : ۲۰-۲۱)

چھپا ہوا خزانہ اور بیش قیمت موتی

متی ۱۳ : ۴۴ میں فرمایا "پھر آسمانی بادشاہت ایک خزانہ کے مثل ہے جو ایک کھیت میں پوشیدہ تھا جو ایک شخص کو معلوم ہوا۔ اور وہ خوشی خوشی گیا۔ اور اس نے جو کچھ وہ رکھتا تھا سب فروخت کر دیا اور اس کھیت کو خرید لیا"

تمثیل کی تشریح یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم یا قرآن مجید ایک پوشیدہ خزانہ یا بیش قیمت موتی ہے (متی ۱۳ : ۴۵) جو کل قوموں کی الہامی کتابوں کے اندر پوشیدہ تھا۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری زندگی کا حرکت وسکون خدا کے سپرد کر دیا۔ اور قرآن مجید کو حاصل کر کے ظاہر کر دیا۔

انگوری باغ کے آخری مزدور

متی باب ۲۰ آیت ۱ تا ۱۶ میں مسیح علیہ السلام نے آسمانی بادشاہت کے نشان کے طور پر انگوری باغ میں مزدوروں کی ایک تمثیل بیان کی ہے۔ فرمایا :-

ایک شخص نے اپنے انگورستان میں صبح ہی صبح کچھ مزدور کام پر لگائے ان کے ساتھ دو آنے روز کی اجرت مقرر ہوئی۔ کچھ دیر کے بعد اس نے کچھ اور لوگ بے کار کھڑے دیکھے اس نے ان کو کہا تم بھی انگورستان میں جاکر کام کرو جو مناسب اجرت ہے تمہیں ملے گی۔ اس کے آدھے دن کے بعد وہ پھر نکلا اور اس نے اسی طرح کیا اور دن کے آخری وقت کچھ لوگوں کو پھر کام پر لگایا۔ شام کے بعد اس نے صبح سے کام پر لگے ہوئے اور بعد میں آنے والے مزدوروں کو ایک ہی

اجرت یعنی دو آنے دیدی۔ تو صبح کے مزدوروں نے شکایت کی کہ ہمیں بھی دو آنے اور ایک گھنٹہ کام کرنے والوں کو بھی دو آنے۔ اس نے کہا دوست کیا میں نے تمہارے ساتھ اجرت مقرر نہ کرلی تھی۔ آخری پہلا ہوگا، اور پہلا آخری ہوگا کیونکہ بہت ہیں جو بلائے گئے مگر تھوڑے ہیں جو چنے گئے

اس تمثیل میں یہ بتایا ہے کہ شروع دنیا سے قومیں اور مذاہب خدا کے دین کی خدمت پر لگائے گئے مگر دن کے آخری حصہ میں کام پر آنے والے اپنے کام کے لحاظ سے پہلے یعنی سب پر سبقت لیجانے والے ہوگئے۔ کیونکہ خدمت دین الہٰی کے لئے سب ہی کو بلایا۔ مگر چنے ہوئے تھوڑے نکلے۔ " قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ "[۱] (قرآن مجید) اس لئے امت محمدیہ کا اجر بہت زیادہ ہے۔ اور اسی کی خوشخبری حضرت مسیحؑ نے ان آیات میں دی ہے۔

بڑے اور چھوٹے دو بیٹوں کی تمثیل

متی ۲۱ : ۲۸ تا ۳۲ میں جناب مسیح فرماتے ہیں کہ ایک شخص کا بڑا بیٹا انکار کرنے کے بعد باپ کا فرمانبردار رہا۔ لیکن چھوٹا بیٹا اقرار کرنے کے بعد نافرمان ہوا۔ ادنےٰ غور سے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہاں حضرت ابراہیمؑ کے دو بیٹے تھے۔ بڑا بیٹا حضرت اسمٰعیل ہیں۔ اور چھوٹا بیٹا حضرت اسحاقؑ ہیں۔ اور تمثیل میں حسب محاورہ کتاب ان کی اولاد مراد ہے۔ یعنی بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل۔ بڑے بیٹے کی اولاد مشرک ہونے کے بعد مسلمان ہوگئی۔ مگر چھوٹے کی اولاد اہل کتاب ہونے کے باوجود بہت کم مسلمان ہوئی۔ چنانچہ مشرکین عرب کلہم مسلمان ہوگئے۔ مگر یہود و نصاریٰ کی کثرت ابھی تک منکر ہے۔ آیت میں کسبیوں سے مراد مشرک قومیں ہیں۔ یعنی مشرک اور بدکار قومیں خدا کی بادشاہت میں یہود و نصاریٰ سے پہلے داخل ہوں گی (۲۱ : ۳۱) کتنی صاف اور بین پیشگوئی ہے۔ جو اسلام کے حق میں پوری ہوئی۔

انگورستان کے ٹھیکہ داروں کی تمثیل

متی ۲۱ : ۳۳ تا ۴۱ میں فرمایا ہے کہ " انگورستان کا پھل پہلی قوموں نے مالک کے نوکروں

---

[۱] سبا (۳۴ : ۱۳)

کو نہ دیا پھر آخر پر مالک کا بیٹا آیا انہوں نے اسے بھی نہ دیا بلکہ اسے باغ کا وارث سمجھ کر قتل کر ڈالا۔ اب اس کے بعد مالک خود آئے گا۔ اور بدکاروں کو مار ڈالے گا۔ اور باغ دوسرے باغبانوں کے سپرد کرے گا۔ جو اسے وقت پر باغ کا میوہ پہنچائیں گے۔

اس تمثیل کو زیادہ واضح کرنے کے لئے فرمایا:۔

"خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی۔ اور ایک اور قوم کو جو اس کے میوے لاوے دے دی جائے گی" (متی ۲۱: ۴۲-۴۳)

اس سے بڑھ کر صفائی کسی پیشگوئی میں نہیں ہو سکتی۔ بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمادیا کہ اب نبوۃ تم سے چھین کر دوسری قوم (بنی اسمٰعیل) کو دیدی جائے گی۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ ایسا ہی ہو کر رہا۔ وہ قوم جسکے اندر پے در پے انبیاء آتے تھے۔ جناب مسیحؑ کے بعد ان کے اندر کوئی نبی نہ آیا اور بنی اسمٰعیل کے اندر ایک عظیم الشان نبی پیدا ہوا۔

قصر نبوت کا آخری پتھر

معماروں کے روکے ہوئے پتھر کی تمثیل متی ۲۱: ۴۲ ر ۴۳ میں نہایت وضاحت کے ساتھ بیان فرمائی ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

"کیا تم نے مقدس نوشتوں میں اس پتھر کا ذکر نہیں پڑھا جسے معماروں نے رد کیا وہی کونے کا سرا ہوا۔ یہ خدا نے کیا اور تمہاری نگاہوں میں عجیب ہے۔ اس لئے میں تم سے پھر کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی۔ اور اس قوم کو جو اس کے پھل لاوے دیدی جائے گی"

یہ تمثیل کتاب زبور ۱۱۸: ۲۲، یسعیاہ ۲۸: ۱۶، مرقس ۱۲: ۱۰، لوقا ۲۰: ۱۷، اعمال ۴: ۱۱، نامہ افسیون ۲: ۲۰، نامہ پطرس اول ۲: ۶، ۷ میں بھی موجود ہے۔ اس کی تشریح کتاب ہذا کے صفحہ ۳۸۳ و ۴۲۲ پر کر دی گئی ہے۔

معماروں (بنی اسرائیل کے علماء) سے یہ رد کیا ہوا پتھر بنی اسمٰعیل ہیں۔ بے شک ان میں انبیاء نہیں آئے مگر ایک ہی عظیم الشان نبی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قصر نبوت کے آخری

کو تے کے پتھر ثابت ہوئے انجیل نویسوں نے شمعون کا نام پطرس (پتھر) رکھ کر اس پیشگوئی میں رخنہ اندازی کرنا چاہی مگر اس کی ناکامی اسی سے ظاہر ہے کہ جناب مسیح نے اس کے بارہ میں فرمایا:۔

"دور ہو شیطان تو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے" (متی ۱۶: ۲۳)

اور اس نے آخری وقت استاد کا تین مرتبہ انکار کیا اور لعنت بھیجی" (مرقس ۱۴: ۷۱ متی ۲۶: ۷۴)

کلیسائے مسیحی کی فرضی چٹان

پطرس ایک فرضی نام ہے

کہا جاتا ہے کہ جماعت مسیحی کی بنیاد ایک چٹان پر ہے اور وہ چٹان مسلمات مسیحی کی بنا پر شمعون نامی ایک شخص پر ہے۔ جو جناب مسیحؑ کا ایک شاگرد خاص اور حواری تھا۔ پولوس اور اس نے مل کر روما کے اندر کلیسا کی بنیاد رکھی۔ اسی شمعون کا نام بعض جگہ پطرس ہے۔ اور بعض جگہ کیفاس۔ قابل غور یہ امر ہے کہ شمعون عبرانی لفظ ہے۔ جس کے معنی "سن لیا" یا "قبول کر لیا" ہیں جناب مسیح اور حواریوں کی زبان ارامی تھی۔ جو عبرانی سے ملتی جلتی زبان ہے۔ مگر انجیل متی ۱۶: ۱۸ کی بنا پر آپ نے فرمایا:۔

"میں یہ بھی تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پطرس ہے اور میں اس پتھر پر اپنی کلیسا بناؤنگا"

اس آیت کی بنا پر شمعون کو پطرس کا خطاب دیا گیا۔ پطرس یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی پتھر یا چٹان ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جناب مسیح نے شمعون کو یونانی زبان کا خطاب کیوں دیا؟ اگر ارامی میں کچھ فرمایا تھا تو اس کا ترجمہ (پطرس) کیوں کیا گیا۔ جبکہ نام اور خطاب کا ترجمہ کرنا کسی زبان میں بھی روا نہیں۔ اس پر بھی مزید تعجب یہ ہے کہ نہ صرف ارامی نام کا ترجمہ کر دیا گیا بلکہ اس کا ترجمہ در ترجمہ کیفاس کر دیا گیا۔ یہ سچ ہے کہ پطرس اور کیفاس ہم معنی الفاظ ہیں۔ مگر دنیا میں کبھی نام کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ کاش ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ جناب مسیحؑ

نے اصل میں اس کا کیا نام اپنی زبان میں رکھا تھا؟

انجیل متی ۱۶ : ۱۸ کی روایت جس کا ذکر اوپر ہو چکا ۔ ایک منفرد روایت ہے جسکی تصدیق کسی دوسری انجیل سے نہیں ہوتی اور نہ واقعات کی روشنی میں اس کی کوئی حقیقت ہے ۔ البتہ یوحنا ۱ : ۴۲ میں لکھا ہے :۔

"یسوع نے اس پر نگاہ کر کے کہا تو یونس (یوحنا کے بعض پرانے نسخوں میں یوحنا (John) ہے بعض میں یونس ہے گویا اس کے باپ کا نام بھی معلوم نہیں) کا بیٹا شمعون ہے ۔ تو کیفاس کہلائے گا"

اس حوالہ میں اور نہ کسی اور انجیل میں سوائے متی کے یہ مذکور ہے کہ پطرس پر میں اپنی کلیسا بناؤں گا البتہ یہاں پطرس کی بجائے اس کا کیفاس کہلانا مذکور ہے ۔ اس کے بعد خطوط وحدانی میں کسی نے لکھ دیا ہے (جس کا ترجمہ پتھر ہے) جو انجیل کا متن نہیں بلکہ حاشیہ ہے ۔ اگر شمعون کا خطاب پطرس ہوتا تو اس کا ترجمہ (کیفاس) نہ کیا جاتا ۔ مگر اردو ترجمہ کرنے والوں نے حاشیہ میں ترجمہ پطرس کر دیا ہے ۔

کلیسا کی چٹان

متی کے حوالہ مذکورہ کی تردید تو دوسری اناجیل اور کتب متعلقہ اناجیل سے ہوتی ہے ۔ مگر اس کی تائید میں کہ شمعون ایک ایسا مقدس انسان تھا ۔ جسپر مسیح نے اپنے کلیسا کی بنیاد رکھنے کا ذکر کیا ہو یا حکم دیا ہو ، کوئی حوالہ نہیں ملتا ۔ شمعون کے متعلق اناجیل اور ما بعد الا ناجیل ذیل کی تصریحات قابل غور ہیں ۔

۱ ۔ وہ پانی پر چلنے سے ڈگمگایا تو مسیح نے اسکی وجہ اسکے ایمان کی کمزوری قرار دی (متی ۱۴ : ۳۱)

۲ ۔ مسیح نے اسے فرمایا "دور ہو شیطان میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے (مرقس ۸ : ۳۳ ، متی ۱۶ : ۲۳)

۳ ۔ مسیح کا اس نے آخری وقت انکار کیا ۔ بلکہ لعنت بھیجکر کیا (متی ۲۶ : ۷۴ ۔ مرقس ۱۴ ۔ ۷۱)

۴ ۔ یونانی کلیسا میں یوحنا باب ۲۱ آیات ۱۸ ، ۱۹ سے ملتی جلتی ایک روایت ہے جس کا راوی متی حواری کا شاگرد ہے ۔ روایت یہ ہے کہ جس وقت پطرس نے خوفزدہ ہو کر مسیح کا تین مرتبہ

انکار کیا، اس وقت مسیح سپاہیوں کی حراست میں، ہال سے گزر رہا تھا مسیح نے پطرس کی طرف مڑ کر کہا :۔

Verily, verily, I say unto thee, Peter, thou shalt deny me throughout the coming ages, and never stop until thou shalt be old; thou shalt strech forth thy hands and another shall gird thee and carry thee wither thou wouldst not.

یقیناً یقیناً تو اے پطرس میں تجھے کہتا ہوں کہ آئندہ ہمیشہ ہمیشہ میرا انکار کرے گا۔ اور تو کبھی باز نہیں آئے گا۔ یہاں تک کہ تو بوڑھا نہ ہو جائے۔ اور تو اپنے ہاتھ پھیلائے گا۔ اور کوئی اور ہی تیری کمر باندھے گا۔ اور جہاں تو نہ چاہے اس طرف لےجائے گا۔ (یعنی تو فوت ہو جائے گا)

۵۔ مندرجۂ بالا بیان کی تصدیق نامہ گلاتیون ۲ : ۱۱ تا ۱۲ سے ہوتی ہے کہ پولوس نے اسے آخری دنوں میں بھی کم اعتقاد اور منافق قرار دیا ہے۔ اور یہ ۵۸ئہ کا واقعہ ہے۔

۶۔ پطرس کے عقائد پولوس اور موجودہ کیتھولک مذہب کے عقائد سے مختلف تھے۔ پطرس نے بقول پولوس شریعت کی غلامی سے ہرگز آزادی نہیں دلائی۔ پطرس خود مختون تھا اور مختونوں کا لیڈر رہا۔ پولوس غیر مختون اور رفریسی تھا۔ اور رفریسیوں کا رہنما تھا (نامۂ گلاتیون ۲ : ۷)

۷۔ پال اور پطرس کے عقائد میں تضاد ہونے کی وجہ سے یہ امر محال ہے کہ دونوں نے مل کر رومن کلیسا کی بنیاد رکھی۔ میڈم بلوسکی جو فرقہ تھیوصوفی کی بانی ہے۔ وہ اس امر کو کیتھولک چرچ کا بہت بڑا جعل قرار دیتی ہے۔ جو انھوں نے اپنے فرقہ کو معتمد ثابت کرنے کے لئے وضع کرلیا۔ (Isis unveiled by Madam Blavatsky (آئسس اَن وہیلڈ صفحہ ۱۲۴)

۸۔ شمعون کو پولوس نے جگہ جگہ کیفاس لکھا ہے۔ اور اپنا اختلاف اس سے ظاہر کیا ہے۔ (نامہ اوّل قرنتیون (۱ : ۱۲)

۹۔ پولوس کا شمعون پر یہ طعنہ بھی قابل لحاظ ہے۔ جیسے وہ قرنتیون کو خط لکھتے ہوئے کہتا ہے :۔

"کیا ہمیں یہ قدرت نہیں کہ کسی بہن کو بیاہ کر لئے پھریں جیسا کہ اور رسول اور خداوند

کے بھائی اور کیفاس کرتے ہیں (قرنتیون اوّل ۹ : ۵)

یعنی پولوس کہتا ہے کہ میں نے شادی نہیں کی مگر کیفاس نے کی ہے گویا میں ان سے افضل ہوں۔

۱۰۔ یہ بھی غلط ہے کہ پطرس کبھی روما میں گیا اور وہاں شہید ہوا۔ اول تو جس شخص نے استاد کی موجودگی میں استاد کا انکار کیا اس کا اس قدر ہمت دکھانا ہی محال ہے کہ روما میں گیا کیونکہ اس وقت وہاں کا بادشاہ نیرو تھا۔ جو عیسائیوں کو زندہ جلا دیتا تھا۔ اور عیسائی اس کے نام سے کانپتے تھے۔ دوسرے جوسنہ اس کے وہاں جانے کا بیان کیا جاتا ہے۔ اس وقت پطرس بابل میں تھا۔ اور اس نے اپنا پہلا خط وہیں سے لکھا ہے۔

وجوہات بالا کی بنا پر پطرس کا کلیسا کی چٹان ہونا از سر تا پا غلط افسانہ ہے۔ جس شخص کا ایمان اس قدر کمزور ہو کہ استاد کی موجودگی میں ڈگمگانے لگا۔ پھر استاد نے اسے شیطان کا خطاب دیا۔ اس نے آخری وقت مسیح کا تین بار انکار کیا اور لعنت بھیجی۔ جس کے متعلق خداوند کی یہ پیشگوئی ہو کہ وہ عمر بھر کافر اور منافق رہے گا۔ اس کی تصدیق میں پال کی یہ شہادت کہ وہ عمر بھر ضعیف الاعتقاد رہا، کلیسا کے عقائد کے خلاف اس کے عقائد اور ان کی تقلید، کیا ایسے شخص کو کلیسا کی چٹان یا بنیاد کہا جا سکتا ہے؟ مگر اس پیشگوئی کی اصل حقیقت کیا ہے اسے ذیل کی روشنی میں مطالعہ کیجیے۔

مصر قدیم کے مذہبی صحیفے کتاب الموتےٰ میں

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارت

مصر قدیم کی ایک مذہبی کتاب کا نام "کتاب الموتےٰ (The book of the dead) ہے۔ جو تصویری زبان میں شائع ہو چکی ہے۔ یہ ایک الہامی کتاب ہے۔ جس کے وحی الٰہی ہونے پر یہ دلیل کافی ہے کہ توراۃ، انجیل، ژند اوستا، وید، اور قرآن مجید کی تعلیم کا ایک حصّہ اس کی تعلیم سے متفق ہے، سر ولیم میور نے ینابیع الاسلام کے انگریزی ترجمہ (Sources of Islam) میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کی تعلیم کا ایک حصّہ کتاب الموتیٰ

میں موجود ہے۔ مگر وہ یہ لکھنا بھول گئے کہ جناب مسیح نے جو کچھ بنی اسرائیل سے فرمایا اس کا معتد بہ حصہ اسی کتاب الموتے سے ماخوذ ہے۔ ہمیں یہاں اس تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ یہ ایک امر واقعہ ہے جیسا کہ ہم اسی کتاب میں کئی جگہ ثابت کر چکے ہیں کہ متی انجیل نویس کی یہ عادت ہے کہ وہ مذاہب قدیم کی کتب میں جو پیشگوئیاں مشہور ہیں۔ اور مسیح کی آمد سے پہلے لوگوں میں جن کا چرچا تھا۔ ان کو زبردستی جناب مسیح پر چسپت بٹھانے کی کوشش کرتا ہے چنانچہ "اتحاد مذاہب عالم کی چٹان" کے بارہ میں ایک پیشگوئی کتاب الموتے میں پائی گئی ہے۔ جو جناب مسیح سے ساڑھے چار ہزار برس پہلے کی پیشگوئی ہے۔ کتاب مذکور کے باب ۷ میں ایک تصویری اشارہ ہے جسے تین حروف پ۔ ط۔ ر (P - T - R) پر مشتمل سمجھا گیا ہے۔ جسکے معنی علما مصریات نے بڑی تحقیق و تفتیش کے بعد "نور مبین" متعین کئے ہیں۔ چنانچہ مصری تصاویر میں 'P' روشندان کا قائم مقام ہے۔ جس کے ذریعہ نور کمرے کو روشن کرتا ہے 'T' سے زبان تعبیر کی جاتی ہے اور 'R' منہ کی شکل سے اخذ کیا گیا ہے۔ ان تین حروف کا مجموعی معنی "نور مبین" ہے۔ اس کتاب میں اسے ایک ایسے شخص کے آنے کی بشارت سمجھا گیا ہے۔ جو مذاہب کے رازہائے سربستہ کو کھول کر بیان کرے گا۔ یسعیا اور یرمیاہ نبی نے اسی کو مذاہب اور اقوام عالم کے اتحاد کی چٹان قرار دیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ پطرس کے معنی پتھر بھی ہیں۔ اور رفطر کے معنی کھولنا بھی ہیں۔ دراصل "کتاب الموتے" کی پیشگوئی ایک ایسے شخص سے متعلق ہے۔ جو تمام الہامی مذاہب کا مصداق، انکی غلطیوں یا تاریکیوں پر روشنی ڈالنے والا ہونے کی وجہ سے مذاہب عالم کی ایک متحدہ چٹان ہے۔ جس پر کل ادیان عالم میں امن و صلح کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی سورہ مریم میں جو عیسائیت پر ایک اتمام حجت ہے، اسی موضوع بالالتزام بیان کیا ہے۔

متی نے کتاب الموتے کی اس مشہور پیشگوئی کو شمعون نام ایک حواری کے حق میں چسپاں کرنے کی کوشش کی مگر اسکے چند ہی آیات بعد جناب مسیح کا یہ قول بھی اسکے متعلق نقل کر دیا۔

"دور ہو شیطان! تو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے۔ کیونکہ تو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ انسان کی باتوں کا خیال رکھتا ہے۔" (متی ۱۶: ۲۳۔ مرقس ۸: ۳۳)

اس آیت پر غور کرنے سے ذیل کے نتائج پیدا ہوتے ہیں:۔

۱۔ جسے خداوند شیطان کا خطاب دے اسے کلیسا کی چٹان قرار دینا اپنے اندر ایک باریک نکتہ رکھتا ہے۔

۲۔ پطرس یا شمعون مسیح کیلئے ٹھوکر کا پتھر ہے۔ یعنی اسکے مذہب کو گمراہ کرنے والا ہے۔

۳۔ مسیح پطرس کی بشارت یا اس کی بزرگی ظاہر کرنے نہیں آیا۔ جس غرض کے لئے وہ آیا ہے۔ اس میں شمعون کا وجود ٹھوکر ہے۔

۴۔ اس ٹھوکر کو درمیان سے دور کر دو یعنی اس گمراہ کن کلیسا کو جو پطرس پر قائم ہوا بتایا جاتا ہے نظر انداز کر دو۔

۵۔ پطرس اور اس کا نام نہاد کلیسا انسان کی باتیں یا لوگوں کی بناوٹ ہیں خدا کی نہیں۔

۶۔ مسیح خدا کی بات کہنے اور منوانے کے لئے ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ متی اور مرقس دونوں سے شمعون کے متعلق یہ الفاظ روح القدس نے لکھوا دیے ہیں۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ ابھی ابھی جسے برکت دی جا رہی تھی۔ بہشت و دوزخ کی چابیاں سپرد کی جا رہی تھیں، قضا و قدر پر اسے کلی اختیار دیا جا رہا تھا۔ ایک ہی سانس میں اس پر ایسا عتاب نازل ہوا کہ "دور ہو شیطان میرے سامنے سے تو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے" کیا خداوند شیطان کو مبارک کہہ سکتا ہے ؟ کیا بہشت و دوزخ شیطان کے سپرد ہو سکتا ہے؟ کیا دنیا کی قضا و قدر شیطان کے اختیار میں دی جا سکتی ہے۔ اس الجھاؤ اور تضاد کا سوا اس کے کوئی حل نہیں کہ پطرس کی پیشگوئی کا مصداق شمعون نہیں بلکہ کوئی اور ہستی ہے۔ جس کا ذکر ابھی ہم کتاب الوتے کی پیشگوئی کے سلسلہ میں کر چکے ہیں۔ متی نے چونکہ اس پیشگوئی کو شمعون پر چسپ کرنے کی سعی کی۔ اس لیے اسی کے قلم سے روح القدس نے اس کی تردید کرا دی اور مرقس نے اس کی دو طرح پر تائید کر دی کہ پطرس کے متعلق مسیح کے تعریفی الفاظ کی روایت کو جھوٹ سمجھا اور اس کے متعلق مسیح کے غضب ناک الفاظ کی تصدیق کر دی۔

پطرس کی کرسی پر محمد صلعم کا کلمہ

شمعون کے متعلق خداوند کے سخت قسم کے فتوے کے بعد یہ امر خود بخود ثابت ہو جاتا

ہے کہ وہ اس منصب اور کرسی کا ہرگز مستحق نہیں اور نہ وہ جناب مسیح کی حقیقی تعلیمات کا مبلغ اور ان کے کلیسا کی چٹان ہو سکتا ہے اتحادِ مذاہب عالم کی چٹان ہونا تو بہت بڑا منصب ہے۔ یہ کہنا کہ روما کے کلیسا کی بنیاد شمعون یا پطرس پر ہے۔ غلط محض ہے، وہ کبھی روما نہیں گیا۔ اور نہ وہ وہاں شہید ہوا۔ البتہ کیتھولک پادریوں نے اپنا اعتماد قائم کرنے کی خاطر یہ سب کچھ یوں ہی مشہور کر دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی غیرت نے روما کے گرجا کے اندر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک روشن نشان دکھایا۔ گرجا میں دو کرسیاں روایتی طور پر موجود رہتی تھیں۔ جن میں سے ایک کرسی پطرس کی کرسی کہلاتی تھی اور وہ ہمیشہ خالی رہتی تھی ۱۷۹۵ء میں نپولین بونا پارٹ کی فوجوں نے جب روما کو فتح کیا اور پطرس کی کرسی کا معائنہ کیا گیا تو اس پر اسلامی کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ عربی حروف میں تراشا ہوا پایا گیا۔ اصل تاریخ کے الفاظ یہ ہیں:۔

In 1795 when Bonapart's troops occupied Rome, the Chair was again examined. This time there was found the Mahametan Confession of faith in Arabic letters. (Appendix to Ancient Symbol-Worship by Westrapp of Staneland Wake)
Isis unveiled by Madam Blavatsky.

شہزادے کی شادی

متی ۲۲: ۲ تا ۱۴ میں جناب مسیح نے تمثیل کے رنگ میں ایک پیشگوئی فرمائی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:۔

"آسمانی بادشاہت کی مثال ایک بادشاہ کی مثال ہے۔ جس نے اپنے بیٹے کی شادی رچائی۔ جن لوگوں کو برات میں شامل ہونے کے لئے بلایا گیا۔ وہ تکبر، غرور اور غفلت سے اس میں شامل نہ ہوئے اس پر بادشاہ نے نوکروں کو بھیجا کہ بازار کے عوام اور معمولی لوگوں کو اکٹھا کر لاؤ

تو یہ لوگ دعوت میں شامل ہوئے۔ مگر ان میں ایک آدمی ایسا بھی تھا جو براتیوں کا لباس پہنے ہوئے نہ تھا۔ بادشاہ اس پر خفا ہوا اور اسے تاریک عذاب کی جگہ میں ڈال دیا۔"

اس پیشگوئی میں شہزادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اسکو بلایا گیا وہ اہل کتاب ہیں۔ جن کی کتابوں میں حضور صلعم کی واضح اور صریح پیشگوئیاں ہیں۔ یہ لوگ دعوت میں غرور اور تکبر کی وجہ سے شامل نہ ہوئے۔ مگر عام بازار کے لوگ یعنی مشرکین عرب نے آپ کی دعوت کو قبول کر لیا۔ اور وہ جو براتیوں کا لباس پہنے ہوئے نہ تھا۔ وہ درحقیقت منافقین کا نمائندہ ہے۔ اسے " إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (۴:۱۴۵) کے ماتحت گہرائی تاریکی اور عذاب کی جگہ میں ڈال دیا گیا۔ اور الہامی نوشتوں سے واقف لوگ اس بادشاہت میں جوق در جوق شامل ہوئے۔

انجیر کے درخت کی تمثیل

متی ۲۴: ۳۲ تا ۳۴ میں انجیر کے درخت کی تمثیل بیان فرمائی ہے اور اپنے پیروؤں کو خبردار کیا ہے کہ اس تمثیل سے کچھ سیکھو۔

"جب اس کی شاخ نمناک ہوتی ہے اور وہ پتے نکالتی ہے۔ تم جان لیتے ہو کہ گرمی کا موسم نزدیک ہے تو اسی طرح تم جب یہ باتیں دیکھو کہ وہ نزدیک ہے بلکہ دروازہ پر آپہنچا ہے، میں تمہیں کہتا ہوں، یہ نسل گزر نہ جائے گی۔ یہاں تک کہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں۔ آسمان اور زمین ٹل جائیں پر میرے الفاظ نہ ٹلیں گے۔ مگر اس دن اور گھڑی کو کوئی نہیں جانتا۔ ملائکہ آسمانی بھی نہیں جانتے (نہ بیٹا جانتا ہے[1]) صرف باپ جانتا ہے۔"

جناب مسیح کے زمانہ میں یہ انجیر کا درخت جڑ سے سوکھ گیا تھا اور آپ اسے پھل نہیں لگا سکے (متی ۲۱: ۱۹ مرقس ۱۱: ۲۰ تا ۲۲) اس لئے اس پیشگوئی سے مراد یہ ہے کہ دوبارہ پھر موسم بدلے گا۔ اور انجیر کا درخت پھر ہرا بھرا ہوگا تو جان لو کہ وہ نزدیک بلکہ دروازہ پر ہے یہ بات ہرگز ٹلنے والی نہیں۔ آسمان زمین ٹل جائیں مگر میری باتیں پوری ہو کر رہیں گی۔

---

[1] یہ الفاظ متی نے چھوڑ دیئے ہیں۔ مگر مرقس ۱۳: ۳۲ میں موجود ہیں۔

البتہ اس مقررہ گھڑی کو کوئی نہیں جانتا نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر صرف باپ جانتا ہے نسل گزرنے کے لئے ایک ہزار برس کی ضرورت ہے۔ مگر وہ اس سے پہلے ہی آجائے گا۔

گھر کا ہوشیار محافظ

متی ۲۴: ۴۳ میں اپنے ماننے والے علما کو گھر کے چوکیدار سے تمثیل دی ہے۔ چونکہ گھر کے مالک کی آمد کا وقت کسی کو معلوم نہیں ہے۔ اس لئے چوکیدار (علمار) کا فرض ہے کہ وہ ہوشیار اور بیدار رہیں۔ اور عوام کو وقت پر کھانا (روحانی تعلیم) دیتے رہیں۔ جو علما دیانت دار ہنگے اور جناب مسیح کی پیش خبریوں میں خیانت نہ کریں گے ان کے لئے خداوند کے ہاں پورا پورا اجر ہوگا۔ ورنہ مالک آکر ان کو مجرم ٹھہرائے گا۔ اور انھیں سزا دے گا۔

آسمان کی بادشاہت اور دس (۱۰) کنواریوں کی تمثیل

متی ۲۵: ۱ تا ۱۳ میں آسمانی بادشاہت اور دس کنواریوں کی تمثیل میں فرمایا کہ انہوں نے اپنی مشعلیں لیں اور دولھا سے ملنے کے لئے نکلیں ان میں سے پانچ دانا اور پانچ بے وقوف تھیں۔ بیوقوفوں نے لیمپ تو لئے مگر تیل اپنے ساتھ نہ لیا۔ مگر دانشمندوں نے تیل کے برتن بھی ساتھ لئے۔ جب دولھا کے آنے میں تاخیر ہوئی، وہ سب انتظار میں سوگئیں۔ آدھی رات کے وقت شور ہوا کہ دولھا آپہنچا اسے ملنے کے لئے جاؤ۔ داناؤں نے اپنی مشعلوں میں اور تیل ڈالا اور ان کو روشن کیا لیکن بے وقوفوں کے پاس کوئی تیل نہ تھا۔ جن کی مشعلیں روشن تھیں وہ دولھا کے ساتھ اندر داخل ہوگئیں لیکن بے وقوف باہر تاریکی میں رہ گئیں۔

اس تمثیل میں پانچ دانا کنواریاں جو اپنی مشعلیں روشن اور تیل بھی ساتھ رکھتی ہیں یہ وہ اہل کتاب ہیں جو اپنے نورِ عقل کو تعصب یا جہالت سے بجھنے نہیں دیتیں اور دولھا (متی ۲۵: ۱۳ کے یہ الفاظ کہ (تم نہیں جانتے کہ کسدن اور کونسی گھڑی) ابن آدم آتا ہے (اس لئے ہوشیار رہو) کی بجائے مرقس میں ہے کہ "گھر کا مالک آئے گا" متی کے بعض یونانی نسخوں "گریسباخ" "شولز" "لاک مین" "ٹشندارف" "ٹرگلس" "ڈین الفرڈ" وغیرہ میں مرقس کے الفاظ کی تائید ہے) (آنحضرت صلعم)

کو پہچان لیتی ہیں۔ اور آپ کے ساتھ مومنین کی جماعت کے اندر داخل ہو جاتی ہیں۔ مگر بے وقوف اہل کتاب جن کو دولھا کا نشان بتایا گیا۔ اور ان کو اس کی آمد سے ہوشیار رہنے کے لیئے تاکید کی گئی تھی، وہ تعصب کی وجہ سے بصیرت کھو چکے اور دولھا کے ساتھ مومنین کی جماعت میں داخل نہ ہوئے۔

عقلمند اور بیوقوف نوکر کی تمثیل

متی ۲۵: ۱۴ تا ۳۰ میں جناب مسیح نے عقلمند اور بے وقوف نوکر کی تمثیل بیان کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مالک اپنے تین نوکروں کو ۵ اور ۲ اور ایک کی رقم دے کر پردیس گیا اور ان کو اس رقم پر امین مقرر کر گیا کچھ عرصہ کے بعد جب مالک واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ پانچ والے نے محنت کر کے پانچ اور پیدا کر لیئے ہیں۔ اور جسے دو دیئے گئے تھے۔ اس نے دو اور کما لیئے ہیں مگر جسے ایک دیا گیا تھا اس نے ایک کو زمین میں گاڑ رکھا مالک نے پہلے اور دوسرے دونوں کو ایک امین قرار دے کر ان کو انعام دیا۔ تیسرے کو لعنت ملامت کر کے اسے تاریکی اور عذاب میں ڈال دیا۔

اس تمثیل سے ظاہر ہے کہ امت مسیحی میں ایسے بھی دیانتدار اور سلیم الطبع لوگ ہوں گے۔ جو پیشگوئیوں سے فائدہ اٹھا کر ایمان میں ترقی کریں گے۔ مگر بیوقوف پیشگوئیوں کو چھپا کر خسارہ میں رہیں گے اور مالک کی لعنت ملامت کا ہدف بنیں گے۔

اناجیل اور قرآن مجید کی تماثیل پر تبصرہ

جناب مسیح کی تماثیل میں یہ ایک خوبی ہے کہ وہ ایک ہی موضوع پر تماثیل کا جوڑا جوڑا بیان کرتے ہیں۔ مگر یہ جوڑے بعض اوقات راویان اناجیل نے توڑ دیئے ہیں۔ درمیان میں غلطی سے کوئی اور مضمون شروع کر دیا ہے۔ اور اس سے اگلی تمثیل بے موقع اور بے محل درج کر دی ہے۔ تمثیل۔ ۳۸ و ۳۹ و ۴۰ میں دراصل ایک ہی مضمون ہے کہ اہل کتاب پیشگوئیوں میں غفلت بلکہ خیانت سے کام لیتے ہیں۔ ۳۸ میں چوکیدار ۳۹ میں عقلمند اور بیوقوف کنواریاں

اور نہ ؟ میں نوکر دین مسیحی کے علماء ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانت (پیشگوئیاں) ادا نہیں کرتے اور ان میں خیانت کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے ان تینوں پیشگوئیوں کو ایک مختصر سی آیت میں بیان کر دیا ہے :۔

وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِدِينَارٍ لَا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا (۳ : ۷۵)

اس آیت اور انجیل کی تمثیلیں ۳۸ - ۳۹ - ۴۰ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیشگوئیوں کے بارہ میں اہل کتاب کی عادت اور روش کو بیان کرتی ہیں۔ فرمایا اہل کتاب دو قسم کے ہیں، خائن اور امین، ایمان لانے والے امین اور نہ ماننے والے خائن ہیں۔ امین اور محافظ بنانا عزت دینے کا مترادف ہے۔ اہل کتاب کو یہ عزت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی پیشگوئیوں کا امین بنایا، قنطار پر امین اور دینار پر امین کثرت اور قلت پر امین بنانا مراد ہے۔ مگر قنطار پر امین بنانا اور بھی عزت دینے کا امر ہے۔ آیت میں بتایا ہے کہ ان میں بعض غایت درجہ کے امین ہیں۔ اور بعض حد درجہ کے خائن ہیں۔ بعض وہ ہیں جنہیں لاکھوں پر امین بنا دیا جائے تو وہ تجھے واپس کر دیں۔ اور ایسے بھی ہیں کہ دو چار آنے پر محافظ بناؤ تو ہرگز واپس نہ کریں إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا کے معنی ہیں کہ اس صورت میں تمہیں مطالبہ پر قائم اور ڈٹا رہنا چاہیئے۔ امانت کا مطالبہ چھوڑ بیٹھنا اچھا نہیں۔ وہ پیشگوئیاں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں اہل کتاب کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ان پر غور و فکر کا مطالبہ ہمیشہ ہمیشہ کرتے رہنا چاہیئے۔ خواہ وہ بڑی بڑی ہوں خواہ چھوٹی چھوٹی۔ انجیل کی روایت میں مالک کا ایک نوکر کو پانچ دوسرے کو دو اور تیسرے کو ایک پیسہ امین مقرر کر کے جانا اور اس پر ایک طویل کہانی فضول ہے۔ جو مسیح کے الفاظ نہیں ہو سکتے۔ قرآن مجید نے اس کا اصل مفہوم ماقلّ و دلّ الفاظ میں بیان کیا ہے۔

روح القدس کے حق میں بُرا معاف نہ ہوگا

مذکورۂ بالا پیشگوئی کے ساتھ ہی متی ۱۲ : ۳۲ کی اس پیشگوئی کو بھی پڑھ لینا چاہیئے قرآن مجید

سنے آیت مذکورہ میں ایک اور امر بھی بیان فرمایا ہے۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ (۳: ۷۵)

یہ اہل کتاب خیال کرتے ہیں کہ اُمیوں کے بارہ میں ایسی خیانت قابل الزام نہیں" یعنی مسلمانوں کو چونکہ ان بشارات کا علم نہیں اس لیئے محمد رسول اللہ صلعم کے متعلق یہ امانت ادا نہ کرنا کوئی گناہ نہیں مگر مسیح نے اس کے متعلق کیا فرمایا وہ بھی غور سے پڑھ لینا چاہیئے۔

"جو کوئی ابن آدم کے حق میں بُرا کہے وہ تو معاف ہو سکے گا۔ پر جو روح قدس کے حق میں برا کہے اسے ہرگز معاف نہ ہوگا۔ نہ اس جہان میں نہ آئندہ جہان میں"

(متی ۱۲: ۳۲)

مرقس ۳: ۲۸ کے الفاظ ہیں۔

"مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بنی آدم کے سب گناہ اور کفر جو وہ بکتے ہیں۔ معاف کیئے جائیں گے لیکن وہ جو روح قدس کے حق میں کفر کہے اس کی معافی ہرگز نہ ہو گی بلکہ وہ ہمیشہ کے عذاب کا سزاوار ہو چکا"

لوقا ۱۲: ۱۰ میں ہے۔

"اور جو کوئی ابن آدم کے خلاف کوئی بات کہے اس کو معاف ہوگا۔ پر جس نے روح قدس کے حق میں کفر کہا اس کو معاف نہ ہوگا"

ان حوالہ جات میں متی اور لوقا کا مفہوم مرقس کے مفہوم سے مختلف ہے تاہم ابن آدم سے مراد جناب مسیح ہیں، (لوقا ۱۲: ۱۰ متی ۱۲: ۳۱-۳۲ ــــ ــــ ــــ وغیرہ وغیرہ) پس مسیح کے خلاف کفر معاف ہو جائے گا کیونکہ مسیح کی بعثت صرف حلم اور صبر کی بعثت ہے۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف کفر معاف نہ ہوا بلکہ آپ کو تلوار کے بالمقابل تلوار اٹھانی پڑی اور بالآخر کفر اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ روح القدس (کلام الٰہی) یا پیشگوئیوں کے خلاف گناہ ہرگز معاف نہ ہوگا۔

دن دوگنی اور رات چہار گنی ترقی کرنے والا دین اسلام

فرمایا "خدا کی بادشاہت ایسی ہے۔ جیسا کہ ایک شخص جو زمین میں بیج بوئے۔ اور رات دن

وہ سوئے اور جاگے اور وہ بیج اس طرح اُگے اور بڑھے کہ وہ نہ جانے، اس لئے کہ زمین اپنے آپ پھل لاتی ہے، پہلے سبزی پھر بال اور اس کے بعد بال میں تیار دانے، اور جب دانہ پک چکا تو وہ فی الفور ہنسوا بھجوا دیتا ہے کیونکہ کاٹنے کا وقت آپہنچا ہے (مرقس ۴: ۲۶ - ۲۹)

یہ تمثیل صرف مرقس نے بیان کی ہے۔ اور اس میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور اسلام کی کامیابی کا ذکر ہے، قرآن مجید نے بار بار اس تمثیل کو مختلف رنگوں میں پیش کرکے کئی ایک نتائج اخذ کئے ہیں۔ اور انہیں صداقت اسلام کی فطری دلیل ٹھہرایا ہے۔ انسان کو ایمان کا بیج دیا گیا ہے، اعمال صالحہ سے مومن اس بیج کی آبیاری کرتا ہے۔ اور پھر نتیجہ خدا پر چھوڑ دیتا ہے۔ جو اس دنیا اور آئندہ آخرت میں اس کی محنت اور اس کامل توکل کا بدلہ جنت اور پھلوں کی شکل میں دیتا ہے۔ انسان رات دن سوتا ہے اور جاگتا ہے مگر خدا ہر آن اس کے بیج کی حفاظت کرتی اور اسے بار ور کرتی ہے۔ اسلام کی تبلیغ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کامیابی بھی اسی طرح ہوئی، وہ ایک ننھا سا بیج تھا جو لوگوں کی مخالفت کے باوجود اللہ تعالےٰ کی قدرت سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں ہی بار ور ہو گیا۔

دیا جو شمعدان پر رکھا گیا۔

مرقس ۴: ۲۱ (متی ۵ : ۱۵ لوقا ۸ : ۱۶ اور ۱۱: ۳۳) میں ایک لیمپ کی تمثیل بیان کی گئی ہے۔

اُس نے (مسیح نے) انھیں کہا کیا شمع پیمانہ کے نیچے یا پلنگ تلے رکھی جاتی ہے اور شمعدان پر نہیں رکھی جاتی؟ مگر کوئی چیز پوشیدہ نہیں جو ظاہر نہ ہوگی اور نہ ہی کوئی راز ہوگا۔ جو ظاہر نہ کر دیا جائے گا۔"

متی کے حوالہ میں ہے۔ "لوگ شمع روشن کرکے پیمانے کے نیچے نہیں رکھتے بلکہ شمعدان پر رکھتے ہیں اور وہ گھر کی ہر چیز کو روشنی دیتی ہے۔"

لوقا کے حوالے میں ہے۔ "کوئی شخص لیمپ روشن کرکے اسے ڈھانپ نہیں دیتا اور نہ پلنگ کے نیچے چھپا دیتا ہے بلکہ شمعدان کے اوپر رکھتا ہے کہ جو گھر میں داخل ہوں۔ وہ روشنی کو دیکھیں۔"

تینوں اناجیل کے الفاظ میں اختلاف ہے اصل تمثیل قرآن مجید کی آیت مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ الخ میں بیان کی گئی ہے۔ جس میں چراغ سے مراد روشنی یا ہدایت ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ (۵ : ۱۵)

اللہ تعالےٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور ہدایت دینے والی کتاب آچکی یہ نور شمعدان یا قلب محمدیہ میں جو فطرۃً پاک اور کدورت سے مبرّا ہے رکھا گیا ہے۔ اور وہاں سے اس کی روشنی اور اشاعت چاروں طرف ہو رہی ہے۔ جناب مسیحؑ نے سچ فرمایا کہ یہ لیمپ چھپانے کے لئے نہیں بلکہ شمعدان کے اوپر رکھنے کے لئے ہے۔ کون نہیں جانتا کہ جناب مسیحؑ نے حسب روایت اناجیل حکومت وقت اور عوام کے ڈر سے اپنے پیغام کو چھپا رکھنے کی بارہا تلقین اور تاکید کی ہے۔ متی ۸ : ۴ میں فرمایا۔

"مسیح نے اسے کہا دیکھو کسی آدمی سے اس کا ذکر نہ کرنا"

"اُس نے ان کو رخصت کر کے کہا کہ خبردار کسی آدمی کو یہ معلوم نہ ہو" (متی ۹ : ۳۰)

"اُس نے ان کو رخصت کر دیا، ایسا نہ ہو کہ وہ اس کا اظہار کر دیں" (〃 ۱۲ : ۱۶)

"آسمان سے روشنی ہوئی اور آواز آئی مگر مسیح نے انکو رخصت کر کے کہا کہ اس مکاشفہ کا کسی سے ذکر نہ کرنا حتٰی کہ قیامت آجائے" (متی ۱۷ : ۹)

نیز دیکھو لوقا ۵ : ۱۴۔ مرقس ۵ : ۴۳ متی ۱۶ : ۲۰ : مرقس ۸ : ۳۰ لوقا ۹ : ۲۱ مرقس ۹ : ۹ و ۱۲ : ۳۰ وغیرہ) یوحنا کے آخر پر سوانح حیات مسیح کی روایات ختم کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"اور بھی بہت سے کام ہیں جو مسیح نے کئے، جو اگر لکھے جائیں تو میں خیال کرتا ہوں کہ وہ کتابیں تحریر میں آجائیں جو دنیا میں نہ سمائیں" (یوحنا کی آخری آیت ۲۱ : ۲۵)

مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کو از اول تا آخر لکھوا دیا اور سینکڑوں آدمیوں کو حفظ کرا دیا۔ اور کوئی بات پوشیدہ نہ رکھی۔ بلکہ اپنے عمل تک کو لوگوں تک پہنچانے کی سخت تاکید کی۔ بس محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی وہ شمع ہدایت ہیں۔ جو شمعدان کے اوپر رکھی گئی جو نہ صرف اپنے آپ کو روشنی دیتی بلکہ اپنے چاروں طرف نور کی بارش کرتی ہے۔ اور کوئی امر

پوشیدہ نہیں رکھتی۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا یہی نشان مہاتما بدھ نے بھی بیان کیا ہے کہ "وہ کوئی بات خفیہ اور راز میں یا اپنی مٹھی میں بند نہ رکھے گا"

وہ اچانک آئے گا

مرقس ۱۳: ۳۴ تا ۳۷ لوقا ۱۲: ۴۰ اور متی ۲۴: ۴۴ میں ہے کہ آنے والا موعود مسیح کے بعد دیر سے دور سے اور اچانک آئے گا۔

"خبردار رہو، جاگتے رہو، اور دعا میں لگے رہو۔ تم نہیں جانتے کہ وقت کب آئیگا کیونکہ ابن آدم اس آدمی کی مانند ہے۔ جو دور کی مسافت پر اپنے گھر سے دور گیا ہے۔ اس نے اپنے نوکروں کو اختیار دیا ہے اور ہر شخص کو اس کا کام بتا دیا ہے اور مزدور کو ہوشیار رہنے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے تم خبردار رہو کہ تم نہیں جانتے کہ گھر کا مالک کب آتا ہے شام کے وقت یا آدھی رات کو یا مرغ کی اذان کے وقت یا صبح کو، ایسا نہ ہو کہ اچانک آکر وہ تمہیں سوتا ہوا پائے۔ سو میں تمہیں کہتا ہوں اور میں سب کو کہتا ہوں کہ خبردار رہو"

متی ۲۴: ۴۳ - ۴۴ اور لوقا ۱۲: ۳۹ - ۴۰ کے الفاظ یہ ہیں:۔

"مگر یہ جان لو کہ اگر گھر کا نیک آدمی جانتا کس گھڑی چور آئے گا۔ تو وہ جاگتا رہتا اور گھر میں نقب لگنے سے نقصان نہ اٹھاتا اس لئے ہوشیار رہو کہ ایسی گھڑی جسکا تمہیں خیال تک نہیں ابن آدم آئے گا"

نامہ تھیسلونین میں پولوس لکھتا ہے:۔

"تم خوب جانتے ہو کہ خداوند کا دن ایسے آئے گا۔ جیسے چور رات کے وقت مگر تم اے بھائیو! بے خبر نہیں ہو کہ وہ دن تمہیں چور کی مانند آلے گا" (نامہ اول تھیسلونیں ۵: ۲-۴)

مکاشفات یوحنا میں ہے:۔

"مگر خداوند کا دن ایسے آوے گا۔ جیسے چور رات کے وقت اگر تو خبردار نہیں رہے گا میں تجھ پر چور کی مانند آؤں گا" (۳: ۳)

"خبردار رہو میں چور کی مانند آؤں گا مبارک ہے وہ جو جاگتا ہے اور اپنے کپڑوں کی حفاظت کرتا ہے اس لئے کہ اسے برہنہ نہ چلنا پڑے اور لوگ اس کی برہنگی کو دیکھیں"

(۱۶ : ۱۵)

کتب مقدسہ میں جو چور کا لفظ تین قسم کے لوگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے ایک وہ جسے عرف عام میں چور کہا جاتا ہے یعنی دوسرے کا مال اور حق خفیہ یا زور سے چھین لینے والا۔ دوسرے وہ لوگ جو مسیح کے کلمات کو چھپائیں گے۔ یا ان کی غلط تعبیر و تفسیر کریں گے۔ اور تیسرے اچانک اور ناگہاں آنے والا موعود۔ پہلے معنی کو چھوڑ کر دوسرے دو معنی قابل غور ہیں۔ مسیح نے اپنے ماننے والوں کو بڑے زور سے تاکید کی ہے کہ خبردار اور ہوشیار رہو اور اپنے گھر کی حفاظت کرتے رہو تم میں ایسے لوگ ہونگے جو کتب مقدسہ کی بشارات کے چور ہونگے۔ ان کے غلط معانی اور مفہوم بیان کریں گے ایسا نہ ہو تم ان شیاطین اور چوروں سے غافل رہو اور آنے والا موعود اچانک اور ناگہاں آجائے اور تم اسے پہچان نہ سکو اور آسمانی بادشاہت سے محروم رہو کیونکہ وہ ایسی گھڑی آئے گا۔ جبکا تمہیں گمان نہیں۔ تقویٰ، خداترسی اور علم و عقل کا جو لباس تمہیں دیا گیا ہے۔ اسکی حفاظت کرو ایسا نہ ہو لوگوں کے سامنے تمہیں برہنہ چلنا پڑے اور تمہاری برہنگی ساری دنیا دیکھے کہ تم نے جناب مسیح کے بار بار تاکیدی حکم اور آنے والے موعود کے کھلے کھلے نشانات اور نہایت واضح اور بین بشارات کی پرواہ نہ کی، صبح صادق مرغ کی اذان کے وقت چمکتا ہوا اور روشن ستارہ آسمان دنیا پر طلوع ہوا مگر تم سوتے رہے اور اس سے غافل رہے۔ ایسے ہی وقت میں شیطان آیا تمہاری عقل اور علم کو چرا کر لے گیا۔ قرآن مجید نے سورہ الطارق میں جناب مسیح کی اس پیشگوئی کی طرف اشارہ کیا ہے:-

"وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الطَّارِقُ النَّجۡمُ الثَّاقِبُ اِنۡ كُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَيۡهَا حَافِظٌ" (۸۶: ۱-۴)

آسمان گواہ ہے اور رات کو آنے والا، اور تجھے کیا معلوم وہ رات کو آنیوالا کون ہے وہ چمکدار اور روشن ستارہ ہے ہر شخص کے اوپر ایک اسکا عمل محفوظ کرنیوالا ہے کہ وہ اس روشن ستارہ سے فائدہ اٹھاتا ہے یا غفلت کی نیند سوتا رہتا ہے۔

جناب مسیح نے بڑے زور کے ساتھ اپنے پیروؤں کو تاکید کی ہے کہ خبردار رہو۔ جاگتے رہو، اور آنکھیں کھلی رکھو، وہ موعود اچانک آنیوالا ہے، دیر سے آنیوالا ہے، دور سے آنیوالا ہے اور ہر شخص اپنے نور عقل کی شیطان سے حفاظت کرے تاکہ اس موعود کو پہچان سکے۔

اندھے راہ دکھانے والے

متعصب علماء دین مسیحی کے متعلق جناب مسیح نے بار بار لوگوں کو تاکید کی کہ وہ کتب آسمانی کے چور ہیں، وہ جناب مسیح کے متعلق غلط عقائد اور خیالات پھیلانے والے ہیں۔ نہایت صفائی سے بتایا کہ مجھے کچھ پتہ نہیں وہ کب آنے والا ہے۔ ہاں اتنا پتہ ہے کہ وہ دیر سے اور دور سے آنے والا ہے۔ اور رات کی تاریکی میں اچانک آنیوالا ہے اگر اس سے جناب مسیح کا خود ہی دوبارہ آنا مراد ہوتا اور مسیح خود ہی خدا ہوتا تو وہ یہ کیوں کہتے کہ مجھے کچھ پتہ نہیں کہ وہ گھڑی کب آنے والی ہے۔ اسے سوائے باپ کے کوئی نہیں جانتا مگر تم بیدار اور ہوشیار رہو، پھر دوبارہ وہ شخص آتا ہے جس کا کام پہلے ادھورا رہ گیا ہو۔ مسیح آیا اور مسیحی عقیدہ کے مطابق پہلا عہد نامہ منسوخ ہوا۔ عہد نامہ جدید یعنی لوگوں کے گناہوں کے کفارہ میں مسیح صلیب پا گیا، جاری ہوا کہ اس پر ایمان لاؤ اور نجات پاؤ۔ اب دوبارہ آکر کیا تیسرا عہد نامہ مخلوق خدا سے باندھنا ہے؟ کیونکہ جس طرح پہلا عہد نامہ بے کار اور فرسودہ ہو گیا دوسرا بھی پرانا اور بے روح رہ گیا ہے۔ مسیح کے منکروں اور دہریوں یعنی کمیونسٹوں کا زور یورپ میں دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ خدا بیٹا تو ایک طرف رہا وہ تو باپ کے بھی منکر ہو گئے۔ کیا اب بھی تیسرے عہد نامہ کی ضرورت پیش آئی ہے یا نہیں؟

آزاد خیال علماء مسیحی مذہب کی ان بھول بھلیوں میں حیران ہیں مگر جناب مسیح کی ایک تمثیل سنو۔

"پھر اس نے ایک تمثیل کہی کیا اندھا اندھے کو راہ دکھا سکتا ہے کیا وے دونوں گڑھے میں نہ گریں گے؟" (لوقا ۶: ۳۹۔ متی ۱۵: ۱۴)

اس آیت سے پہلے یہ آیت ہے۔

"جو پودا میرے آسمانی باپ نے نہیں لگایا وہ جڑ سے اکھاڑا جائے گا"

جس سے یہ ظاہر ہے کہ کامیابی کے لئے خدا کی طرف سے تائید ہونا ضروری ہے اور اگر کوئی اندھا جسے

آسمانی روشنی اور بصیرت نہیں دی گئی دوسروں کی رہنمائی کیسے کر سکتا ہے۔ یورپ اور موجودہ دنیا کی بیماریوں کا علاج مسیحی مذہب نہیں کر سکتا۔ اس لئے قرآن مجید آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتا ہے :۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۲ : ۱۰۸)

کہو یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف تمہیں بلاتا ہوں۔ میں اور وہ جو میری پیروی کرتے ہیں۔ بصیرۃ پر ہیں اور اللہ (بیٹے بیٹیوں اور شریکوں سے) پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں "

اناجیل مروجہ اور عیسائی صاحبان اس وقت دنیا کو شرک کی طرف بلا رہے ہیں جو جہالت تاریکی اور اندھے پن کا دوسرا نام ہے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین دنیا کو توحید کی دعوت دے رہے ہیں۔ اور یہی راہ علیٰ بصیرۃ خدا کا راستہ ہے۔

دوسروں پر عیب نہ لگانے والا

متی ۷ : ۳ اور لوقا ۶ : ۴۱ - ۴۲ میں جناب مسیح نے فرمایا :۔

"تو اپنے بھائی کی کا تنکا کیوں دیکھتا ہے جبکہ اپنی آنکھ کے شہیتر کو نہیں دیکھتا تو اپنے بھائی کو کیونکر کہہ سکتا ہے کہ لا میں تیری آنکھ کا تنکا نکال دوں جبکہ تو خود اپنی آنکھ کے شہیتر کو نہیں دیکھتا ؟ اے منافق پہلے تو اپنی آنکھ کا شہیتر نکال تب تو صفائی سے اپنے بھائی کی آنکھ میں تنکا دیکھ سکے گا "

اس میں تعلیم یہ دی ہے کہ دوسروں پر عیب لگانے اور اپنی خامیاں نظر انداز کر دینے سے انسان حق کو نہیں پا سکتا۔ اپنی آنکھ کا شہیتر تو نظر نہیں آتا مگر دوسروں کی آنکھ کا تنکا یا خاک کا ذرہ دیکھا جاتا ہے۔ جناب مسیحؑ نے یہ تاکید اپنے پیرؤوں کو اس لئے کی ہے کہ عیسائیوں نے آنحضرت صلعم اور اسلام پر بے حد اور ناواجب نکتہ چینی بلکہ تمام انبیاء پر الزامات اور جھوٹ بہتان باندھے ہیں۔ حالانکہ یہ امر بذات خود بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ لوگ اپنی اناجیل اور

اپنے خود ساختہ اصولوں کو نہیں دیکھتے مگر اپنے بھائیوں (حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد) پر جھوٹے الزامات تلاش کرتے رہتے ہیں حالانکہ روح حق کی تلاش میں ان کو سکھایا گیا تھا کہ عیب جوئی نہ کرو تاکہ تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اچھے درخت کا پھل ہیں۔

متی ۷: ۱۶ ۔ ۱۸ اور لوقا ۶: ۴۳ میں کیا خوب فرمایا۔

''ہر ایک اچھا درخت اچھا پھل لاتا ہے مگر بُرا درخت بُرا پھل لاتا ہے۔ اچھا درخت کبھی بُرا پھل نہیں لا سکتا۔ اور نہ بُرا درخت اچھا پھل لا سکتا ہے۔ ہر وہ درخت جو اچھا پھل نہیں لاتا وہ جڑ سے اکھیڑ دیا جاتا ہے۔ اور آگ میں جھونکا جاتا ہے''

بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل دونوں حضرت ابراہیم کی دو شاخیں ہیں۔ جناب ابراہیمؑ مسلمہ طور پر اچھا اور نیک درخت تھا۔ جسے نیک اولاد عطا کرنے کا اللہ تعالےٰ نے وعدہ دیا تھا۔ دیکھو پیدائش ۱۵: ۱ ، ۱۸ ۔ ۱۷: ۵ ۔ ۲۴: ۱ زبور ۱۰۵: ۴۲ لوقا ۱۳: ۲۸ ۔ وغیرہ اور بنی اسمٰعیل کے متعلق حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو خدا تعالےٰ کے فرشتے نے خاص طور پر بشارت دی تھی۔ پس حضرت ابراہیم کی موعود اولاد جو مصر کی وارث ہے بُرا پھل نہیں ہو سکتا۔

دو قرضداروں میں سے خدا نے کس کو زیادہ بخشا؟

متی ۱۸: ۲۸ لوقا ۷: ۴۱ تا ۴۳ میں ایک تمثیل بیان فرمائی۔ دونوں جگہ کی تمثیل میں اختلاف ہے مگر لوقا کا بیان چونکہ واضح ہے اس لئے اس کا خلاصہ دیا جاتا ہے۔ ''کوئی ایک قرضخواہ تھا جس کے دو قرضدار تھے۔ ان میں سے ایک زیادہ مقروض تھا۔ اور دوسرا کم چونکہ دونوں کے پاس ادا کرنے کو کچھ نہ تھا۔ اس لئے اس نے دونوں کو معاف کر دیا۔ بتاؤ دونوں میں سے کون اپنے قرضخواہ کو زیادہ پیار کرے گا؟ شمعون نے جواب دیا وہ جسے اس نے زیادہ بخشا جناب مسیح نے فرمایا تو نے سچ کہا'' اس تمثیل میں قرضخواہ خدا ہے اور تھوڑا قرضدار یہود و نصاریٰ (بنی اسرائیل)

ہیں۔ اور زیادہ قرضدار یا گنہگار مشرکین یعنی اہل عرب ہیں۔ اللہ تعالےٰ زیادہ گنہگار پر اپنا زیادہ فضل کرے گا زیادہ فضل اور رحم کی وجہ سے وہ بھی اللہ تعالےٰ سے زیادہ محبت کرنے والے ہوئے جیسا کہ ان کے حق میں فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (۲: ۱۶۵)

جس قدر محبت خدا اور خدا کے رسول صلعم سے صحابہ کرام نے کی ہے اس کی نظیر دنیا میں نادر ہے شارحین انجیل نے اس گنہگار سے مراد مریم میگڈالینی لی ہے جس نے جناب مسیح کے سر پر عطر ملا اور اپنے سر کے بالوں سے آپ کے پاؤں پونچھے تھے۔ یہ ایک انفرادی وقوعہ ہو سکتا ہے۔ لیکن تمثیل ایک ہی عورت کی خاطر نہیں ہو سکتی، اس جگہ اس عورت کا نام بھی مذکور نہیں اور نہ کوئی اشارہ ہے متی کے حوالہ میں بھی اس تمثیل کے اندر اس کا نام نہیں۔

میرا پڑوسی کون ہے؟

لوقا باب ۱۰ آیت ۳۰ تا ۳۷ میں حضرت مسیح نے آنحضرت صلعم کے متعلق تمثیل میں ایک عظیم الشان پیشگوئی کی ہے۔ یہ تمثیل صرف لوقا میں روایت ہوئی ہے۔ اور کسی دوسری انجیل میں مذکور نہیں مگر صداقت کسی ایک انجیل تک محدود نہیں اور نہ حضرت کے پورے اقوال کسی ایک انجیل میں محفوظ کئے گئے ہیں۔ واقعات اس تمثیل کی تائید میں موجود ہیں۔ اس لئے ہم اس پر بحث کرتے ہیں۔ کسی شخص نے حضرت سے سوال کیا میرا پڑوسی کون ہے؟ عوام میں پڑوسی اسے کہا جاتا ہے جو ہمارے گھر کے ساتھ ملے ہوئے گھر میں رہتا ہے یا زیادہ سے زیادہ ہمارے محلہ میں رہتا ہے۔ مگر پیشگوئیوں اور کتب مقدسہ میں پڑوسی سے مراد ہمارے ملک اور وطن سے ملا ہوا ملک پڑوس اور اس کے باشندے پڑوسی کہلاتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے ملک یا شام کے ساتھ ملا ہوا ملک عرب ہے اور بنی اسرائیل کے پڑوسی بنی اسمٰعیل ہیں۔ دونوں پر پڑوسی کے حقوق قائم ہیں۔ اس تمہید کے بعد اصل تمثیل پر غور کیجئے۔ جناب مسیح نے بطور تمثیل فرمایا "ایک شخص یوروشلم سے اریحا کو جاتا تھا اور ڈاکوؤں میں جا پڑا جو اسے ادھ موا کر کے چھوڑ گئے۔ اس کے بعد ایک کاہن آیا اور اسے دیکھ کر منہ موڑ کر اور ناک سکوڑ کر چلا گیا۔ پھر ایک لاوی کا اس پر گزر ہوا۔ اس نے بھی اس کی پرواہ نہ کی۔ اس کے

بعد ایک سامری مسافر وارد ہوا جس نے اس کے زخموں کی مرہم پٹی کی اور اپنی سواری پر چڑھا کر سرائے میں لاتا را اس کی پوری پوری خبر گیری کی۔ اور اس پر اپنا مال خرچ کیا در حقیقت یہی شخص جس نے اس زخمی پر جان اور مال خرچ کیا اس کا پڑوسی ہے"۔

جس لفظ کو مترجمین اناجیل نے اریحا لکھا ہے۔ اصل عبری لفظ یریحو Yarihu ہے۔ جو عہد نامہ عتیق میں ۱۱ مرتبہ ایک شہر کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور دو مرتبہ عہد نامہ جدید میں۔ شارحین کا اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ شہر کہاں ہے۔ اس لئے چار مختلف شہروں کو یریحو بتایا جاتا ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ یریحو کے معنی چاند ہیں۔ اس لئے یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ اس جگہ چاند کی پرستش ہوتی ہوگی۔ بعض نے یریحو کی جگہ اریحا لکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں یہ خوشبودار پھولوں کی جگہ ہوگی مگر اسکی تصدیق نہیں ہوئی۔ چنانچہ سائیکلوپیڈیا بیبلیکا میں لکھا ہے۔

There is reason, however, to suspect that the true meaning of Jericho is neither fragrant city nor moon city.

یریحو کے معنی نہ خوشبودار شہر کے ہیں اور نہ چاند کا شہر بلکہ یہ عیر تمریم کا بگڑا ہوا ہے جس کے معنی کھجوروں والے شہر کے ہیں۔ تمثیلوں میں کسی مقام سے مراد ایسی صفات والی جگہ ہوتی ہے۔ پس اول تو یریحو کوئی خاص شہر نہیں عیر تمریم کھجوروں والا شہر (مدنیہ العرب) ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قبل از ہجرت جو بشارت دی گئی تھی۔ اس میں بھی کھجوروں والے شہر کی طرف ہجرت کی خوشخبری ملی تھی۔ اب آپ تمثیل کا مطلب آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ دینِ یہود و نصاریٰ یروشلم سے روانہ ہوا۔ راستہ میں چوروں اور ڈاکوؤں سے واسطہ پڑا اور یہ زخمی اور گھائل ہو گیا۔ کاہن جن کا فرض تھا کہ وہ اس کی خبر گیری کرتے وہ لاپرواہی سے اس پر گزرتے رہے۔ لاوی حضرت مسیح کے پیروؤں (حضرت مسیح اپنی والدہ ماجدہ کے نسب سے لاوی تھے) نے بھی اس زخمی کی خبر گیری نہ کی بلکہ دین ابراہیم اور موسیٰ سے بیزاری ظاہر کر دی۔ بالآخر ایک شارع (اصل لفظ شومرونی ہے شمر معنی شریعت کی بنا پر شریعت کا محافظ یا ہوشیار نگہبان) اس پر گزرا اور اس نے اس زخمی اور ادھ موئے دین کی مرہم پٹی کی، اور اپنی جان و مال سے اس کے ساتھ ہمدردی کی یہ شخص دینِ ابراہیم کا محافظ۔ بنی اسرائیل کا حقیقی پڑوسی۔ خیر خواہ۔ اور اصل دین یا دینی رشتہ کا

محافظ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جنھوں نے دین ابراہیم کو دوبارہ تندرستی صحت اور شفا عطا کی اور اسے ہمیشہ کیلئے قرآن مجید میں محفوظ کر دیا۔

مسیح کے بعد آدھی رات کو آنے والا

لوقا ۱۱: ۵ تا ۱۳ میں جناب مسیح نے آدھی رات کو آنے والے دوست کی مثال بیان کی ہے اور اس کے آخر پر اس تمثیل کا یہ نتیجہ پیدا کیا ہے۔

"سو میں تمہیں کہتا ہوں مانگو تو تمہیں دیا جائے گا ڈھونڈو تو پاؤ گے کھٹکھٹاؤ تو تمہارے لئے کھولا جائے گا .... وہ باپ جو آسمان پر ہے۔ کتنا زیادہ ان کو جو اُس سے مانگتے ہیں۔ روح قدس دے گا۔"

جناب مسیحؑ دنیا میں آئے اور اپنا مشن پورا کر کے چلے گئے۔ اور ایک جماعت پیدا کر دی مگر صرف اسی قدر کافی نہیں۔ وہ فرماتے ہیں ان کو ایک اور روح قدس جو آدھی رات[1] کو آنے والی ہے۔ جب دنیا پر پھر تاریکی چھا جائے گی۔ اس کی تلاش اور جستجو کرنی چاہیئے اور اس کے بھیجنے کے لئے باپ سے دعا کرنی چاہیئے۔

بے وقوف دولتمند کا فخر بیجا

لوقا ۱۲: ۱۶ تا ۲۱ میں تمثیل بیان فرمائی۔

"ایک امیر آدمی اپنی دولت میں اس قدر بڑھ گیا کہ اس کے پاس اپنی دولت رکھنے کے لئے جگہ نہ رہی اس نے کہا میں اور بڑی بڑی عمارات کھڑی کرونگا۔ اور میں اپنی جان کو کہوں گا اے میری روح تیرے پاس بہت سے سالوں کا سامان موجود ہے۔ آرام سے کھا پی اور چین اڑا۔ مگر خدا نے کہا اے بے وقوف آج رات ہی تیری جان قبض کر لی جائے گی۔ تو یہ عیش و عشرت کا سامان کس کے کام آئے گا۔ یہ اس کی مثال ہے جو اپنے لئے بنک میں بے شمار روپیہ اکٹھا کرتا ہے۔ اور خدا کی راہ میں دولتمند نہیں۔"

---

[1] یوری رات ایک ہزار برس آدھی رات ... ۵ برسوں کے بعد۔

یہ دنیوی آرام اور عیش کے لئے بنگلے اور باغات بنانا مگر خدا کے لئے دولت جمع نہ کرنا یہ عیسائی قوموں کی بڑھتی ہوئی دولت اور ان کے عیش و عشرت کی طرف اشارہ ہے گویا ایک طرف وہ قومیں ہیں۔ جو دنیا کی آسائشوں کے پیچھے اس قدر پڑی ہوئی ہیں۔ کہ خدا کے ذکر سے ان کے دل غافل ہو گئے۔ دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو صبح و شام تمام اوقات میں اللہ تعالےٰ کو پکارتے ہیں۔ اور صرف خدا کے لئے دولت کماتے ہیں۔ نصاریٰ کی حکومتوں نے دنیوی مال و دولت اور آسائش و تعیش کے جمع کرنے میں کمال کر دیا۔ دوسری طرف مسلمان ہیں۔ جن کی حکومت نے مخلوق خدا کی بھلائی، تہذیب اور روحانی تسکین پر زور دیا۔ قرآن مجید نے اس تمثیل کو عیسائیت اور اسلام کی تمثیل یا کافر و مومن کی مثال بیان کیا ہے۔ اور عیسائیت کے متعلق فرمایا۔

"اَنَا اَکْثَرُ مِنْکَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا" (۱۸ : ۳۴)

میں مال میں تجھ سے بڑھ کر ہوں اور جتھے کے لحاظ سے غالب تر ہوں (دیکھو پوری تمثیل سورۃ کہف آیات ۳۲ تا ۴۵) کسی قوم اور دین کو محض دولت دنیا اور عیش و سامان کے لحاظ سے ناپنا اور دوسرے کو جس کے پاس مال و دولت کم ہے حقیر جاننا جناب مسیحؑ کی تعلیم کے خلاف ہے آپ نے فرمایا۔

"لومڑیوں کیلئے بھٹ ہیں۔ اور ہوائی پرندوں کیلئے بسیرے۔ پر ابن آدم کیلئے سر چھپانے کی جگہ نہیں" (لوقا ۹ : ۵۸)

لومڑی کتب مقدسہ میں اپنی مکاری کے لئے ضرب المثل ہے۔ سو کسی کا مکر و فریب سے بنگلے بنا لینا اور باغات لگا لینا حقیقی عزت اور خدا کے حضور بڑے ہونے کی دلیل نہیں اور نصیحت جناب مسیحؑ نے اسلئے فرمائی کہ اسلام قبول کرنے میں اسکے پیرو مسلمانوں کی غربت اور کمزوری کو عذر نہ بنا لیں۔

بیوقوف فلاسفر

لوقا ۱۲ : ۴۵ تا ۵۰ میں حضرت مسیحؑ نے بے وقوف فلاسفر کی تمثیل بیان کی ہے۔ جس

طرح اس سے پہلے بے وقوف دولتمند کی مثال بیان کی تھی فرمایا "جب تم مغرب سے بدلی اٹھتی ہوئی دیکھتے ہو تو فوراً بول اٹھتے ہو کہ بارش ہوگی۔ اور ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور جب تم دکھنا چلتی دیکھتے ہو تو کہتے ہو کہ گرمی ہوگی اور ایسا ہی ہوکر رہتا ہے۔ اے منافقو! تم آسمان اور زمین کے رنگ کو پہچانتے ہو مگر تم اس وقت کو شناخت نہیں کرتے ۔۔"

دنیا کا بے وقوف فلاسفر ہواؤں کی رفتار اور موجودہ وقت کے نشانات پر غور کرکے آئندہ موسم کے متعلق پیشگوئی کرتا ہے۔ مگر قوموں کے سرد اور گرم اخلاق کی رفتار اور اعمال کی نوعیت سے مامور و مرسل کی آمد کے وقت کو نہیں پہچانتا پہلی تمثیل میں اگر بے وقوف دولتمند کے فخر نازو اپر افسوس کیا ہے۔ تو اس دوسری تمثیل میں احمق سائنسداں کی غفلت اور جہالت پر نوحہ کیا ہے۔ اور یہ دونوں تمثیلیں موجودہ زمانے کے یوروپین سرمایہ داروں اور علماء پر صادق اترتی ہیں۔ جو محمد رسول اللہ صلعم اور اسلام کی صداقت اور اس کے بروقت بلکہ شدت ضرورت کے وقت آنے پر غور نہیں کرتے جناب مسیح دنیا میں آئے۔ اور چلے گئے۔ مگر ان کی تاکید بعد میں آنے والی نسلوں اور عیسائیوں کیلئے تب فائدہ مند ہوسکتی ہے کہ وہ ضرورت زمانہ کو دیکھ کر وقت کے نبی کو پہچان لیں۔

بے پھل انجیر کا درخت

لوقا باب ۱۳: آیت ۶ تا ۸ میں ہے

"کسی آدمی نے انجیر کا درخت اپنے انگورستان میں لگایا۔ وہ آیا اور اس نے اس پر پھل کو ڈھونڈا پر نہ پایا۔ تب اس نے اپنے مالی کو کہا، دیکھو میں نے تین برس تک اس انجیر کے درخت پر پھل ڈھونڈھا پر نہ پایا اس کو کاٹ ڈالو یہ کیوں زمین روکے کھڑا ہے۔ اس نے جواب میں اس سے کہا اس کو اس سال اور رہنے دو کہ میں اس کے اردگرد زمین کھود دوں اور کھاد ڈالوں۔ اگر یہ پھل لائے تو اچھا اگر نہ لائے تو کاٹ ڈالنا۔"

اس میں جناب مسیح نے نہایت صفائی کے ساتھ بنی اسرائیل کے دین کو اس وقت بے پھل درخت سے تشبیہ دی ہے۔ جو اس قابل ہے کہ اسے جڑ سے اڑا دیا جائے۔ مگر جناب مسیح کی بعثت سے اسے کچھ اور مہلت مل گئی۔ مگر وہ بھی اس درخت سے پھل کھا کر اپنی بھوک نہیں مٹا سکے۔ بلکہ انہوں نے اسے بد دعا دے کر جڑ سے سکھا دیا۔ جیسا کہ متی ۲۱ : ۹ ا میں لکھا ہے۔

"خداوند کو بھوک لگی جب اس نے راہ میں ایک انجیر کا درخت دیکھا وہ اس کی طرف آیا اور اس پر پتوں کے سوا کوئی پھل نہ پایا اور اسے بد دعا دے کر کہا کہ اب تجھ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کوئی پھل نہ لگے گا اسی وقت وہ انجیر کا درخت سوکھ گیا!"

بنی اسرائیل کے دین کا بے پھل ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اب نبی ان میں نہ ہوگا۔ چنانچہ اس کے بعد بنی اسرائیل کی بجائے۔ روح حق بنی اسمٰعیل میں اتری اور دین ابراہیمؑ دوبارہ ہرا بھرا انجیر کا درخت ہو کر بکثرت پھل لایا۔

بڑا چھوٹا کیا جائے گا اور چھوٹے کو بڑائی دی جائے گی۔

لوقا ۱۴ : ۷ تا ۱۱ میں جو کچھ فرمایا اس کا ماحصل یہ ہے کہ مغرور اور جاہ پسند بالآخر ذلیل ہوتا ہے۔ لیکن عاجز اور مسکین کو بلند مرتبہ دیا جاتا ہے۔ جناب مسیح کو خدا کا بیٹا مان کر اور اس میں ہو کر مسیحی لوگ عام انسانوں سے الگ اپنے آپ کو خدا کے بیٹے سمجھنے لگے۔ قوم نصاریٰ کا یہ بڑا بول دنیا کی تمام دوسری قوموں سے اونچا ہونے کا دعوے ہے۔ لیکن محمد صلعم اور مسلمانوں نے اپنے آپ کو خدا کا بندہ قرار دے کر اپنا درجہ خدا کی نگاہ میں بلند کر لیا ہے۔

"کیونکہ جو کوئی اپنے آپ کو بڑا ٹھہراتا ہے چھوٹا کیا جائے گا۔ اور جو اپنے آپکو چھوٹا ٹھہراتا ہے بڑا کیا جائے گا" (لوقا ۱۴ : ۱۱)

نیز بنی اسرائیل نے اپنے آپ کو بڑے ٹھہرا کر بنی اسمٰعیل پر اپنی جھوٹی فضیلت بتائی ہے مگر بنی اسمٰعیل نے کبھی اپنی بڑائی کا دعوے نہیں کیا۔ اس لئے اپنے آپ کو چھوٹا ٹھہرانے والے کا بڑا کیا جانا ضروری ہے۔

حق اور باطل کی جنگ میں کون کامیاب ہو گا ؟

لوقا ۱۴: ۲۸-۳۰ میں تمثیل یوں بیان کی ہے کہ بُرج بنانے والا پہلے سے بیٹھ کر ہر طرح کا تخمینہ لگاتا اور سامان مہیا کرتا ہے اور اگر ایسا نہ کرے تو شرمندگی اٹھاتا اور رسوا ہوتا ہے۔

بُرج بنانا درحقیقت قوم کی تعمیر کی بنیاد ہے۔ قومی عمارت کی مضبوطی اور پائیداری کے لئے کس قدر محنت اور مضبوط مصالحہ کی ضرورت ہے۔ ایک قوم کی حقیقی ترقی کے لئے عیسائیت میں مواد اور مصالحہ موجود ہے یا نہیں یا ایک قوم جب تک عیسائیت کے بنیادی عقائد اور اصولوں کو خیرباد نہ کہے ترقی کے بلند منیار پر نہیں پہنچ سکتی یہ امر ظاہر ہے کہ تثلیث و کفارہ اور ایک انسان کو خدا کا بیٹا مان لینا علم و عقل کے خلاف ہے۔ یورپ میں رشنلزم کے گروہ نے ان عقائد کا تار و پود خود ہی بکھیر دیا ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم کا دین ہی علم و عقل اور روحانی بنیادوں پر صحیح قومیت کی تعمیر کر سکتا ہے۔ کیا جنگ عظیم کے موقعہ پر اپنی ہستی کو بچانے کے لئے انجیل کی اس تعلیم پر عمل کیا گیا کہ اگر تیری دائیں گال پر کوئی تھپڑ مارے تو بائیں بھی اس کی طرف پھیر دے ؟ یا قرآن کی اس تعلیم پر عمل کیا گیا کہ :-

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ (۲: ۱۷۹) البقرۃ

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا (۲: ۱۹۰) البقرۃ

(ترجمہ) بدلہ لینے میں اے عقلمندو! تمہاری زندگی ہے۔ جنگ کرو خدا کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں،، جنگوں کے موقعہ پر جناب مسیح کی تعلیم انجیل میں ہی دھری رہ جاتی ہے۔ عمل قرآن مجید کی تعلیم پر ہوتا ہے۔ جناب مسیح نے اسی لئے مسیحی مفکرین کو اس امر پر غور کرنے کی دعوت دی ہے کہ آیا ان کا مذہب قومی تعمیر کے لئے مواد و مصالحہ بھی رکھتا ہے یا نہیں؟ طلاق کے بارے میں آخر مسیحی گورنمنٹوں نے انجیل کی تعلیم کی صریح خلاف ورزی کیوں کی؟ اپنا خزانہ اور روپیہ زمینی بینکوں کے اندر کیوں جمع کیا؟ جبکہ انجیل اس کی شدت سے ممانعت کر رہی ہے۔ شراب اور روٹی کھا کر یہ سمجھ لینا کہ ہم نے مسیح کا گوشت کھا لیا اور خون پی لیا کہاں کی عقلمندی ہے؟ جناب مسیح نے اسی تمثیل میں فرمایا میدان جنگ میں اترنے سے پہلے ہر بادشاہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ

اپنی طاقت اور مخالف کی طاقت کا موازنہ کرے۔ پس مسیحی مفکرین کیلئے ضروری ہے کہ وہ مسیحیت اور اسلام کی جنگ میں دونوں کا موازنہ کریں۔ توحید اسلامی کا عقیدہ معقول اور سادہ ہے۔ یا ۱+۱+۱ برابر ہے ایک کے۔

اپنی نمکینی قائم رکھنے والے

لوقا ۱۴: ۳۴-۳۵ فرمایا۔

"نمک اچھا ہے لیکن اگر نمک بگڑ جائے تو کس چیز سے مزہ دار ہوگا یہ فساد پذیر نمک نہ زمین کے نہ کھاد کے کام کا ہے۔ بلکہ اسے باہر پھینک دیتے ہیں۔ جس کو کان سننے کے ہوں سنے"

پہلی نگاہ میں یہ نمک مسیح کے حواری ہیں۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ تم زمین کے نمک ہو" (متی ۵: ۱۳) "اپنی نمکینی کو قائم رکھو" (مرقس ۹: ۴۹) مگر فلسطین کا نمک دراصل چونہ ہے۔ جس پر نمکینی غالب آگئی ہے بارش اور دھوپ سے بے کار ہو جاتا ہے۔ کتنی بلیغ مثال حضرت مسیحؑ نے اپنے حواریوں کی دی ہے۔ جو مصیبت اور ابتلا کے وقت حضرت کو چھوڑ کر بھاگ گئے یا بیکار ہو گئے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس پر بھی غور کرو کہ خدا کا رشتہ کسی خاص قوم کے ساتھ نہیں ہر وہ شخص جو محنت کرتا ہے اور بیج بوتا ہے اس کا پھل کھاتا ہے۔

(نمک عہد نامہ عتیق میں بنجر شور زمین مغضوب اور ضال قوم اور شخص کے لیے استعمال ہوتا ہے استثنار ۲۹: ۲۳ ایوب ۳۹: ۶ یرمیاہ ۱۷: ۶ زبور ۱۰۷: ۳۴ قاضیون ۹: ۴۵ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کے متعلق لکھا ہے۔ کہ وہ نمک کا کھمبا بن گئی پیدائش ۱۹: ۲۶ قرآن مجید نے اسے عجوزہ، کافرہ، بے اولاد اور نافرمان بتایا ہے، جو نمک کے کھمبے کی تفسیر ہے)

جب حواریان مسیح بے نمک ہو کر بے کار ہو گئے تو کیا خداوند عالم کے لئے ضروری نہ تھا کہ وہ ایماندار جماعت کا ایک اور نمونہ دنیا کے سامنے کھڑا کرتا جو دنیا کو اپنے لیڈر اور رہنما کے لئے ہر قسم کی قربانی کا نمونہ دکھاتی۔ چنانچہ محمد صلعم کے شاگردوں کی نمکینی باوفا نہایت خطرناک ابتلاؤں اور جنگوں کے اندر بھی قائم رہی۔

گم شُدہ بھیڑ، کھویا ہوا روپیہ اور بد چلن بیٹا

لوقا باب ۱۵ تمثیل فرمائی "کسی کے پاس بہت سی بھیڑیں اور مال موجود ہو مگر جب گمشدہ بھیڑ یا کھویا ہوا روپیہ مل جائے تو اس کی خوشی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ان دو تماثیل کے بیان کرنے کے بعد ایک اور تمثیل میں بد چلن بیٹے کے توبہ کرنے اور باپ کے گھر لوٹ آنے پر باپ کی بے حد خوشی کا ذکر کر کے نتیجہ نکالا ہے کہ اللہ تعالےٰ بھی گنہگار کے توبہ کرنے پر اسی طرح خوش ہوتا ہے، ان تماثیل میں گم شدہ بھیڑ عیسائی ضالّین ہیں۔ کھویا ہوا روپیہ یہود ہیں۔ عورت جس کا روپیہ گم ہوا راخل والدہ یوسفؑ ہے۔ بدچلن بیٹا مشرکین ہیں۔ یہ تینوں قومیں عیسائی یہودی اور مشرکین جب اپنے باپ ابراہیمؑ کے دین اور مذہب پر واپس آجائیں گے تو آسمان پر خوشی ہوگی ابراہیم کے دین پر ان کی واپسی دین اسلام میں شمولیت ہے۔

مَاكَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (۳: ۶۷) العمران

ابراہیم نہ یہودی تھا نہ نصرانی بلکہ وہ راست رو مسلمان تھا اور مشرکین میں سے نہ تھا۔

خدا سے غافل پیٹ کے پجاری

لوقا ۱۶: ۱تا۸ میں ایک بد دیانت خان ساماں کی دنیوی ہوشیاری کی تعریف کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ انسان خدا اور دولت دونوں کی عبادت نہیں کر سکتا۔ یعنی دولت کا پجاری عابد نہیں ہو سکتا اور عابد دولت کا پجاری نہیں رہ سکتا۔ یہ تمثیل اول تو صرف لوقا کی خاص ہے۔ کسی دوسری انجیل میں اس کا ذکر تک نہیں، دوسرے نہایت مہمل ہے۔ نتیجہ خیز نہیں اس پر سائیکلو پیڈیا ببلیکا میں لکھا ہے کہ مختلف لوگوں نے اس میں قلم کاری کی ہے اس لئے اس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ یہ دجال کے آخری زمانہ کی حالت کا نقشہ ہے کہ اس وقت مسیح کے پیرو دنیوی دولت کے پیچھے لگ کر خدا کے ذکر سے غافل ہو جائیں گے۔ اور مذہب کی روح اس سے رخصت ہو جائے گی اور یہ پیٹ کے پجاری روحانی غذا سے محروم ہوں گے۔

دولت کا نشہ قبول حق سے روکتا ہے

لوقا ۱۶ : ۱۹ تا ۳۱ میں الیعزر کے ایک فرضی قصہ کو ایک دولتمند کی تمثیل کے ساتھ خواہ مخواہ جوڑ دیا ہے اس قصہ پر بحث ہم معجزات مسیح کے زیر عنوان کر چکے ہیں۔ انجیل لوقا کا یہ حوالہ بھی دو تین نا تمام مضامین اور احکام کا مجموعہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ نتیجہ جو ان سے اخذ ہو سکتا ہے۔ وہ کثرت سے مال دنیا جمع کرنے کی مذمت ہے۔ جو انسان کو حق معلوم کرنے اور اختیار کرنے سے روکتی ہے اسی سے جناب مسیحؑ نے اپنی قوم کو ڈرایا ہے کہ دولت اور طاقت کے نشے میں آکر دین حق کی تلاش میں غفلت نہ کرنا۔

ابن آدم کی آمد کے لئے دعا

لوقا ۱۸ : ۱ تا ۸ میں بے انصاف منصف اور ضدی بیوہ کی ایک تمثیل بیان کی گئی ہے یہ تمثیل بھی لوقا سے خاص ہے دوسری کسی انجیل میں اس کا ذکر نہیں۔ اس کا خلاصہ درج ذیل ہے: ۔

"کوئی ایک منصف نہ تو خدا سے ڈرتا تھا اور نہ انسانی حقوق کی پرواکرتا تھا اسکے سامنے ایک بیوہ اپنے مخالف کے خلاف انتقام لینے کے لئے آتی رہی پہلے پہل تو منصف نے کچھ پرواہ نہ کی لیکن بیوہ اپنی ضد پر قائم رہی اور بار بار آتی رہی یہاں تک منصف مجبور ہوگیا کہ میں تو خدا کی بھی پرواہ نہیں کرتا اور لوگوں کا بھی مجھے خیال نہیں مگر یہ مجھے بار بار آکر دق کرتی ہے اور اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ اس کی درخواست قبول کر کے گلے سے اتارنا چاہیئے۔ جناب مسیحؑ نے خلاف معمول اس تمثیل کا مطلب پہلے ہی بتا دیا ہے کہ لوگوں کو مسلسل اور لگاتار دعا میں لگے رہنا چاہیئے اور کبھی تھکنا نہیں چاہیئے بے انصاف انسان نے بالآخر مجبور ہو کر بیوہ کی سن لی تو خدا آخر اپنے بندوں کی کیوں نہ سنے گا بلکہ ضرور اور بہت جلد سنے گا۔ مگر یہ دعا خاص ہے جسکا ذکر آیت نمبر ۸ میں ہے کہ وہ ابن آدم کے آنے کے لئے دعا ہے اسی سے یہ بھی ظاہر ہے کہ عیسائی لوگ ابن آدم کے آنے سے پہلے دعا میں سست ہو جائیں گے اور ابن آدم کی زیارت اور استقبال کا وہ ذوق وشوق جو صدر اول کے نصاریٰ میں تھا۔ وہ ان کے ... رہے گا۔

اس تمثیل میں بیوہ سے مراد امت عیسوی ہے جو مسیح کی تعلیم سے الگ ہو چکی اور اسی بنا پر مسیح بھی ان سے قطع تعلق کر چکے۔ اب ان کا کوئی وکیل شفیع اور سر دھرا نہیں رہا۔ بیوہ (امت عیسوی) کا دشمن شیطان ہے۔ جس نے خلفاء کا روپ اختیار کر کے عقائد و تعلیم مسیح کو بگاڑ دیا۔ بے انصاف منصف ان کے علماء ہیں جنھیں نہ خدا کا ڈر نہ مخلوق کی جگ ہنسائی کا خوف صرف کفارۂ مسیح پر اعتماد اور بھروسہ کئے بیٹھے ہیں۔ ابن آدم کی آمد اور عدل و انصاف کی میزان کھڑی ہونے کی دعا نہیں کرتے اگر وہ خدا سے ڈریں اور یروشلم کی سنیں ابن آدم کی پہچان کے لیے دعا کریں اور نہ تھکیں تو وہ ضرور ابن آدم (محمد صلے اللہ علیہ وسلّم) کو پہچان لیں گے۔ اور ان کے دل اس کے ماننے پر مجبور ہوں گے۔ ابن آدم کی آمد کی اصل غرض بھی لوگوں کو دعا میں لگا دینا ہے۔ اور خدا پر مضبوط ایمان اسی کا خوف اور شفقت علی خلق اللہ پیدا کرنا ہے۔

آنے والا ابن آدم ہی بتا سکتا ہے دُعا کیا چیز ہے؟

لوقا ۱۸: ۹ تا ۱۴ میں ایک اور لوقا کی خاص تمثیل ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ دعا ہے کیا چیز؟ فرمایا دعا اس بات کا نام نہیں کہ انسان دوسروں کے سامنے لمبی لمبی لچھے دار دلآویز اور جادو بھرے الفاظ میں ادا کرے بلکہ وہ اپنے دل کو خدائے واحد کے سامنے کھول دینے کا نام ہے عیسائی لوگ مسیح کو خدا کا بیٹا اور اس خدا کے بیٹے میں ہو کر اپنے آپ کو خدا کے فرزند سمجھتے ہیں۔ اور دنیا کی دوسری قوموں کو ذلیل سمجھتے ہیں) جناب مسیح کے زمانے میں فریسی مخصوص اور مغرور لوگوں کا گروہ تھا اور اسی کا ذکر اس تمثیل میں ہے۔ یہ لوگ عوام یہود کو زمین کے لوگ سمجھتے تھے اور خود یہود غیر یہود کو کتے قرار دیتے تھے۔ اگر فریسی اور یہودی دوسروں کو حقیر ٹھہرانے سے گنہگار ہیں۔ تو عیسائی بھی اس میں برابر کے شریک ہیں کیونکہ متی کی انجیل میں لکھا ہے۔

"وہ چیز جو پاک ہے کتوں کو مت دو۔ اور اپنے موتی سوروں کے آگے نہ پھینکو" (متی ۷: ۶)

خود حضرت نے کنعانی یا غیر اسرائیلی عورت کو فرمایا:۔

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا...... اس نے جواب دیا مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو

پھینک دیویں اس (عورت) نے کہا سچ اے خداوند مگر کتے بھی جو ٹکڑے ان کے خداوند کی میز سے گرتے کھاتے ہیں۔" (متی ۱۵: ۲۴ تا ۲۷)

پولوس نامہ فلپیون میں لکھتا ہے:-

"کتوں سے خبردار رہو بدکاروں سے پرہیز کرو" (نامہ فلپیون ۳: ۲)

پطرس اپنے دوسرے خط میں گمراہ عیسائیوں کے متعلق لکھتا ہے۔

"سو اگر وے خداوند اور بچانے والے یسوع مسیح کی پہچان کے سبب دنیا کی آلودگیوں سے بچ کر ان میں پھر پھنسیں اور مغلوب ہوں تو ان کا پچھلا حال پہلے سے بدتر ہو چکا کیونکہ راستی کی راہ نہ جاننا ان کے لئے اس سے بہتر تھا کہ جان کر اس مقدس حکم سے جو انھیں سونپا گیا پھر جائیں۔ پر یہ سچی مثل ان پر ٹھیک آتی ہے کہ کتا اپنی قے کی طرف اور نہائی سورنی دلدل میں لوٹنے کو پھرتی ہے" (نامہ پطرس دوم ۲: ۲۰ تا ۲۲)

بائبل کے اکثر اور بیشتر حوالجات میں کتا شیطان کے لئے (زبور ۲۲: ۲۰) دشمن (زبور ۲۲: ۱۶) جھوٹے استاد (یسعیاہ ۵۶: ۱۱۔ نامہ فلپیون ۳: ۲) کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور خود جناب مسیحؑ نے غیر اسرائیلی اقوام کو کتا قرار دیا ہے۔" (متی ۷: ۶ و ۱۵: ۲۶)

پس جناب یسوع کی تمثیل کی طرف لوٹتے ہوئے ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر فریسی دوسری قوموں کو ذلیل سمجھنے کی وجہ سے گنہگار ہیں۔ اور ان کی دعا خداوند عالم قبول نہیں کرتا تو مسیح، پولوس اور پطرس کی مندرجہ بالا شیریں کلامی ان کو کہاں تک مستجاب الدعوات ٹھہراتی ہے۔ عیسائی لوگ جناب مسیح کو خدا کا بیٹا اور خدا کے بیٹے میں ہو کر اپنے آپ کو خدا کے فرزند سمجھتے ہیں۔ اور دوسری قوموں کو اس عزت کا حق دار نہیں سمجھتے (یوحنا ۱: ۱۲، وہ جنہوں نے اسے پہچانا اس نے انہیں خدا کے بیٹے بننے کا حق دیا، ان کو بھی جو اس کے نام پر ایمان لائیں۔ نامہ رومیوں ۸: ۱۴ تا ۱۷، پطرس دوم ۱: ۴ نامہ یوحنا اول ۳: ۱)

تو اس غرور اور تمرد کی وجہ سے وہ بھی اس قابل نہیں کہ خدا ان کی دعا کو سنے۔ کیونکہ دعا کے لئے عاجزی اور فروتنی کی ضرورت ہے۔ اس تمثیل میں جس آئیڈیل قوم کی طرف اشارہ ہے۔ وہ نہ مسیحی ہیں نہ فریسی اور نہ یہودی بلکہ وہ خدا کے بندے محمد رسول اللہ صلعم کی امت ہیں۔ جو

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً پکارو اپنے رب کو چپ چپ کر اور عاجزی سے ۔(۷:۵۵)

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا السجدة (۳۲: ۱۵ ، ۱۶)

مومن وہی ہیں جنہیں ہماری آیات یاد دلائی جاتی ہیں تو اسی وقت سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں۔ اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں۔ اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ ان کے پہلو (رات کو) بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے پکارتے ہیں۔ یہ لوگ جنکی دعاؤں میں عاجزی، گڑگڑاہٹ ہے۔ تکبر و فخر نہیں، وہ خدا سے دعا کرتے ہیں تو پہلے گناہوں اور قصوروں کی معافی مانگتے ہیں۔ دعا اس کا نام نہیں کہ انسان دوسروں کے سامنے لمبی لمبی لچھے دار اور جادو بھرے الفاظ میں کرے بلکہ وہ اپنے دل کو خدائے واحد کے سامنے کھولدینے کا نام ہے۔ جناب مسیح کی تمثیل میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ دوسروں کو کتے ٹھہرانے والے اپنے آپ کو خدا کے بیٹے کہنے والے اور بڑے ٹھہرانے والے چھوٹے کئے جائیں گے۔ اور اپنے آپ کو عاجز گردانے والے بڑے ٹھہرائے جائیں گے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ مسلمانوں کے سامنے قیصر و کسریٰ اور رومن امپائر کس طرح سرنگوں ہو گئیں۔

مسیح آسمانی بادشاہت لیکر نہیں آیا بلکہ اسکی آمد کی خبر دے کر چلا گیا۔

لوقا باب ۱۹ آیا ۱۱ تا ۲۷ میں جناب مسیح نے ان لوگوں کو جو سمجھتے تھے کہ خدا کی بادشاہت مسیح کے آنے سے آگئی یا بہت جلد ان کی زندگی میں آنے والی ہے بتایا ہے کہ میں تو صرف آسمانی بادشاہت کے آنے کی خوشخبری دیتا ہوں اور اس کے متعلق جو غلط فہمیاں اور ضلالتیں پیدا ہوئیں۔ یا ہوسکتی ہیں۔ ان کا ازالہ کرتا ہوں تاکہ لوگوں کو گمراہی سے بچایا جائے اور لوگوں کو آنے والے معہود کی شناخت اور موعود آسمانی بادشاہت کی شناخت میں دھوکا نہ ہو اس لئے بطور تمثیل فرمایا ایک مالک اپنے نوکروں کو کچھ روپیہ دے کر دور کے ملک میں بادشاہت حاصل کرنے کے لئے چلا گیا۔ جب وہ واپس آیا تب اس نے ان نوکروں کو بلایا ہر ایک نے سوائے ایک کے اسکے روپیہ سے تجارت

میں نفع کمایا تھا انہوں نے مالک کو پیش کیا۔ مگر ایک نے اس روپیہ کو زمین میں گاڑ کر چھپا رکھا تھا۔ اس پر مالک بہت خفا ہوا۔ پہلے دونوں نوکروں کو دس شہر اور پانچ شہر انعام دیئے مگر تیسرے نوکر کو یہ سزا دی کہ اس کا روپیہ چھین کر دس والے کو دے دیا۔ اور فرمایا جس کے پاس کچھ ہے اسے اور بھی دیا جائے گا۔ مگر جس کے پاس کچھ نہیں اس سے وہ بھی لے لیا جائے گا۔ تمثیل میں اگرچہ ابہام ہے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ مسیح آسمانی بادشاہت لے کر نہیں آیا وہ ایک دور کے ملک سے آنے والی ہے اور ان لوگوں کو فائدہ دینے والی ہے جو اپنی ضمیر اور خدا کی دی ہوئی عقل سے کام لیتے ہیں مگر وہ شخص جو (حق پیشگوئیوں کو چھپاتا ہے اور اس کے ذریعہ آسمانی بادشاہت کو نہیں پہچانتا وہ وہی شخص ہے جس کا نور عقل بجھ گیا۔ اگر اس آسمانی بادشاہت سے مراد مسیح ہوتا تو اسے اس قدر دور کی تاریخ ڈالنے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ ان کو اسی وقت آسمانی بادشاہت میں داخل کر دیتا۔ ورنہ یہ تو دھوپ میں بیٹھا بگلا پکڑنے کی ترکیب کی مثال ہے کہ پہلے جاکر اس کے سر پر موم رکھ آؤ۔ جب دھوپ کی گرمی سے موم پگھل کر بگلے کی آنکھیں بند ہو جائیں تو دوبارہ جاکر پکڑ لو۔ مسیح کے حواریوں کا کئی بار امتحان ہو چکا تھا چاہیئے یہ تھا کہ اسی وقت پاس شدہ کو انعام دے دیا جاتا اور فیل ہونے والوں کو سزا دے دی جاتی۔ تمثیل کے الفاظ میں راوی سے کچھ کمی بیشی ہو گئی ہے تاہم اتنی بات ظاہر ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے اپنی عقل اور ضمیر سے کام لیا اور آسمانی بادشاہت میں داخل ہو گئے۔ ان (حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ وغیرہم) کو اللہ تعالیٰ نے بڑھ چڑھ کر انعام دیا مگر جنہوں نے (یہود و نصاریٰ نے) نہ پہچانا، ناکام و نامراد رہ کر اسلام یا آسمانی بادشاہت سے شکست کھا گئے اور محروم ہو گئے۔

بھیڑوں کا سچا چرواہا

جس طرح بعض تماثیل صرف لوقا سے خاص ہیں اسی طرح بعض یوحنا سے مخصوص ہیں۔ یوحنا ۱:۱۰ تا ۱۰ میں ایک تمثیل گڈریہ اور بھیڑوں کی کہی گئی ہے۔ یہ مضمون آیت نمبر ۸ تک چلا گیا ہے اس میں بعض فقرے مبہم اور نامعقول ہیں جیسا کہ فرمایا:۔

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بھیڑوں کا دروازہ میں ہوں۔ سب جتنے مجھ سے آگے آئے چور اور بٹ مار ہیں پر بھیڑوں نے ان کی نہ سنی۔"

ہر ایک نبی یا رسول بھیڑوں کا دروازہ یا ان کی نجات کا ذریعہ ہوتا ہے وہ اپنی بھیڑوں کا قوم سچا رہنما اور محافظ ہوتا ہے اور اپنی بھیڑوں کی خاطر جان نثار کرتا ہے اور ان سے کوئی معاوضہ یا اجرت طلب نہیں کرتا۔ اس لئے یہ کہنا درست نہیں کہ مسیح سے پہلے خدا نے (معاذ اللہ) سب چور اور ڈاکو ہی بھیجے تھے۔ جن بزرگ انبیاء کی جناب مسیح جگہ جگہ تعریف کرتے اور اپنے آپ کو ان کا بیٹا (ابن آدم، ابن ابراہیم، اور ابن داؤد) کہتے اور یروشلم کو اپنے باپ (داؤد) کا گھر بتلاتے اور اس کی بے ادبی اور بےحرمتی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ ان بزرگوں کو چور اور بٹ مار (نعوذ باللہ) مسیح کیسے کہہ سکتے تھے۔ اس لئے اس پر سائیکلو پیڈیا ببلیکا میں اس کا مفہوم یہ بتایا گیا ہے:۔

All the shepherds and drivers of the world that came before the Logos are described as thieves and robbers.
(The Encyclopedia Biblica, page 1803.)

دنیا کے تمام وہ گڈریئے اور چرواہے جو روح القدس سے بیشتر یا روح القدس کے بغیر یا بالمقابل اور بخلاف قوم کے سچے رہنما ہونے کے مدعی ہوتے ہیں یا جھوٹے نبی ہوتے ہیں۔ وہ ڈاکو اور چور یا شیطان کے فرزند ہوتے ہیں۔ جن کا کام ایمان چرانا ہوتا ہے (سائیکلو پیڈیا ببلیکا صفحہ ۱۸۰۳)

حقیقی چرواہا اور سچا رسول اگر بھیڑوں کا خیر خواہ ہوتا ہے تو بھیڑیں بھی اس کی آواز سنتی اور پہچانتی ہیں۔ اور وہ ان کا نام لے کر انہیں بلاتا ہے۔ تو وہ اس کی آواز پر دوڑی آتی ہیں جناب مسیح نے گو اپنی بھیڑوں پر جان نثار کی مگر بھیڑوں نے انہیں بہت کم پہنچانا اور آپ کی آواز پر لبیک نہ کہی۔ مگر یہ پیشگوئی اور تمثیل درحقیقت کامل رنگ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر پوری ہوئی۔ آپ نے اپنے ملک کو اپنی آمد اور بعثت سے پہلے چوروں، ڈاکوؤں اور بھیڑیوں سے آباد پایا۔ جنہوں نے آپ کو بے حد دکھ اور تکلیف دی مگر آپ انہی بھیڑیوں کو بالآخر رحم دل اور نرم رو بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ اگر آپ نے ان کی اصلاح کی خاطر اپنی جان نثار کی تو بھیڑوں نے بھی آپ کی آواز کو خوب پہچانا اور اپنے محسن پر جان نثار کر کے قربان ہو گئیں۔ کیونکہ اس کا حقیقی مقصد اپنی بادشاہت کا اعلان نہ تھا۔ بلکہ بھیڑوں کی اصلاح اور تہذیب تھا۔ مسیحی گڈریوں نے ہمیشہ اپنی رعایا (بھیڑوں) کو لوٹا اور وقت پر ان کی حفاظت نہ کی رہا جناب مسیح کا یہ فرمانا کہ "میری اور بھی

بھیڑیں ہیں۔ جو اس بھیڑ خانہ کی نہیں۔ ضرور ہے کہ میں انہیں بھی لاؤں اور وے میری آواز سنیں گی اور ایک ہی گلہ اور گڈریہ ہوگا" (یوحنا ۱۰: ۱۶، ۱۷)

یہ بھیڑیں بنی اسرائیل کے گم شدہ قبائل ہیں۔ جو حضرت سلیمان کے بعد افغانستان اور کشمیر میں آکر آباد ہوئے تھے ان قبائل کا بالآخر مسلمان ہو جانا ہی اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ یہ پیشگوئی محمد رسول اللہ صلعم کے حق میں تھی۔ رہا مسیح کا دوبارہ آنا یا تمام عظیم الشان انبیاء کا دوبارہ آنا وہ بھی محمد صلعم کی آمد میں پورا ہوگیا۔ اور ساری کی ساری مخلوق خدا کا اب ایک ہی گلہ ہے اور اس کا ایک ہی گڈریہ نبی آخر الزماں اور خاتم النبیین ہے۔

احمدؐ عربی کی آمد کے متعلق بشارت

جناب مسیح علیہ السلام کا مبشر بہ فارقلیط کون ہے؟

جناب مسیح نے اپنی جدائی کی خبر دیتے ہوئے اپنے غمگین اور حزیں حواریوں کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

۱۔ اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میرے حکموں کو مدنظر رکھو (یوحنا ۱۴: ۱۵)

۲۔ میں باپ سے دعا کروں گا اور وہ تمہیں ایک دوسرا فارقلیط دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوگا[۱]

۳۔ روح حق جسے دنیا حاصل نہیں کر سکی کیونکہ وہ اسے نہیں دیکھتی اور نہ اسے جانتی ہے۔ (مگر تم اسے پہچان لو گے کیونکہ وہ تم میں ہمیشہ رہے گی (یوحنا ۱۴: ۱۷)

۴۔ میں تمہیں یتیم نہ چھوڑوں گا۔ میں تمہارے پاس آؤنگا (یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۸)

(مگر) جب فارقلیط آئے گا جسے میں تمہارے پاس باپ کے پاس سے بھیجدوں گا۔ روح حق جو باپ سے آئے گی۔ وہ میری شہادت دے گی۔" (یوحنا باب ۱۵۔ آیت ۲۶)

۵۔ تاہم میں تمہیں سچ کہتا ہوں میرا جانا ہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر میں نہ جاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آئیگا۔ اگر میں جاؤں تو میں اسے تمہارے پاس بھیجدوں گا (یوحنا ۱۶: ۷)

۶۔ جب وہ آئے گا تو وہ دنیا کو گناہ نیکی اور عدالت سے ملزم گردانے گا۔ (یوحنا ۱۶: ۸)

---

[۱] (یوحنا ۱۴: ۱۶)

۷ ۔ گناہ سے اس لئے کہ انہوں نے مجھے نہیں مانا ۔ (یوحنا ۱۶ : ۹)

۸ ۔ صداقت سے اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے اب نہ دیکھو گے (یوحنا ۱۶ : ۱۰)

۹ ۔ عدالت سے اس لئے کہ دنیا کا سردار آزمایا جائے گا ۔ (یوحنا ۱۶ : ۱۱)

۱۰ ۔ میری اور بھی بہت سی باتیں ہیں ۔ جو میں تمہیں کہنا چاہتا ہوں مگر تم میں ابھی ان کے برداشت نہیں ۔ (یوحنا ۱۶ : ۱۲)

۱۱ ۔ البتہ جب وہ روح حق آئے گی تو وہ تمہیں ساری سچائی کی طرف رہنمائی کرے گی کیونکہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گی مگر جو کچھ وہ سنے گی وہی کہے گی اور وہ تمہیں آئندہ کی خبریں دے گی ۔ (یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۳)

یہ ایک ایسی پیشگوئی ہے ۔ جسکے متعلق عیسائیوں اور مسلمانوں میں ہزارہا مباحثات ہو چکے ہیں مسلمانوں کا دعوے یہ ہے کہ اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق صریح پیشگوئی ہے مگر مسیحی دوستوں کو اس کے ماننے سے انکار ہے وہ مسلمانوں کے تمام دلائل سنے ان سنے کر کے اس پیشگوئی کو حواریوں پر پینٹی کاسٹ کے دن روح القدس کے نزول پر چسپاں کرتے ہیں ۔ پینٹی کاسٹ کے دن جو موسم بہار میں منایا جاتا ہے ایک یہودی تہوار کا دن ہے کہتے ہیں کہ جناب مسیح کے رفع کے دس دن بعد اس تہوار کے موقعہ پر حواری اچانک روح القدس سے بھر گئے اور لگے طرح طرح کی بولیاں بولنے ۔ مگر جناب مسیح کی پیش خبری کو دیکھئے اگرچہ الفاظ وہ نہیں جو جناب مسیح کے منہ سے نکلے تاہم وہ نشانات جو مسیح نے بتائے وہ پینٹی کاسٹ کے دن ہرگز پورے نہیں ہوئے ۔ آپ نے ذیل کے نشانات فارقلیط سے متعلق فرمائے ہیں :۔

الف ۔ میرے ساتھ محبت کا کچھ فائدہ نہیں جب تک تم میرے حکم کو مدنظر نہ رکھو جواب میں تمہیں دے رہا ہوں ۔

ب ۔ میں باپ سے دعا کرونگا اور وہ تمہیں دوسرا رہبر دے گا ۔

ج ۔ اس کی نبوت کا زمانہ ختم نہ ہوگا ۔ وہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا ۔ یعنی اس کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا

د ۔ روح حق جسے دنیا اب تک نہیں جانتی اور نہ پہچانتی ہے ۔ یعنی وہ روح القدس نہیں جو ہر نبی پر اترتا رہا بلکہ تو اس کا مصدق اور مبشر ہے اور تمہیں اس کے نشانات بالتفصیل بتا دیئے گئے ہیں ۔

جن سے تم اسے پہچان لوگے ۔

ھ۔ میرے جانے سے بے شک تم یتیم ہو جاؤ گے مگر اس کے آنے سے تمہاری یتیمی دور ہو جائے گی گویا میں ہی تم میں لوٹ آیا ہوں۔

و ۔ خدائے باپ نے ابھی اسے نہیں بھیجا البتہ میرے جانے کے بعد وہ اسے بھیجدیگا۔ روح حق جو باپ کی طرف سے آئے گی وہ میری صداقت کی گواہی دے گی۔

ز ۔ سچ یہ ہے کہ میرا جانا تمہارے لئے بہتر ہے اس سے کہ میں تم میں رہوں کیونکہ میں نہ جاؤنگا تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آئے گا۔ وہ مجھ سے بہتر ہے اس لئے میرا جانا اور اس کا آنا ہی تمہارے لئے زیادہ مفید ہے ۔

ح ۔ میں دنیا کو صرف گناہ اور نیکی سے ملزم گردانتا ہوں لیکن وہ عدالت سے بھی ملزم گردانے گا (یعنی وہ بادشاہ اور حاکم ہوگا) وہ میرے نہ ماننے والوں بلکہ کسی ایک نبی کا بھی انکار کرنے والوں کو ملزم گردانے گا۔ وہ میرے ماننے والوں کو بھی الزام کے نیچے لائے گا کیونکہ میں دوبارہ نہیں آؤں گا۔ بلکہ اسی کی نبوت ہمیشہ جاری رہے گی۔ وہ از روئے انصاف وعدل تمام منکرین کو ملزم قرار دے گا۔ دنیا کا سردار یعنی شیطان اپنے سارے منصوبوں میں نامراد ہوگا اور حق غالب ہوگا۔

ط ۔ وہ تعلیمات جو تقاضائے وقت اور نزاکت زمانہ کی وجہ سے مسیح نہیں بتا سکے ان کی تکمیل روح حق کرے گی ۔

ی ۔ اور وہ لوگوں کو سچائی کی راہ دکھائے گی۔

ک ۔ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گی بلکہ جو کچھ خدا کی وحی سے سُنیگی وہی کہے گی۔

ل ۔ اور وہ آئندہ کی خبریں دے گی ۔

یہ ظاہر ہے کہ (۱) پینٹی کاسٹ کے دن کوئی ایسی نئی چیز نازل نہیں ہوئی جو ہمیشہ مسیحیوں کے ساتھ رہے (۲) روح القدس کا نزول پہلے انبیاء پر ہوتا رہا اور حواریوں پر بھی پنٹی کاسٹ کے دن سے پہلے ہو چکا تھا۔ دیکھو یوحنا ۲۰:۲۲ (۳) روح القدس کوئی نئی چیز نہ تھی کہ مسیح کے جانے پر ہی آتی (۴) اگر مان بھی لیا جائے کہ پنیٹی کاسٹ کے دن حواریوں پر روح القدس کا نزول ہوا تو

اس کے باوجود حواریوں میں عقائد و خیالات کا اختلاف رہا اور وہ آپس میں ایک دوسرے کے مخالف اور ہیتم کے ہیتم رہے۔ کیا دنیا کو کانسٹنٹاین اعظم کا زمانہ یاد نہیں کہ جب عوام تو عوام خود پادریوں میں سر پھٹول انتہا کو پہنچ چکی تھی (۵) روح القدس نے لوگوں کو گناہ نیکی اور عدالت سے کیسے ملزم گردانا جب کہ خود حواریوں پر رومامیں عرصۂ حیات تنگ ہو چکا تھا (۶) جن باتوں کے سننے کی جناب مسیح کی زندگی میں حواریوں کو برداشت نہ تھی۔ ان کی وفات سے صرف دس دن بعد یہ طاقت کیسے آگئی۔ اور اس کے آجانے کا تاریخی ثبوت کیا ہے (۷) کون سے نئے علوم و اخبار تھے جو روح القدس نے ان کو دیئے اور وہ کہاں درج ہوئے؟ (۸) سچائی کا وہ نامکمل راستہ جس پر حواریوں کو چھوڑ کر جناب مسیح چلے گئے روح القدس نے اسے کیسے مکمل کیا اور کیا تکمیل کی (۹) روح القدس اگر تین خداؤں میں سے ایک ہے اور وہ علم و قدرت کے لحاظ سے ویسا ہی مکمل خدا ہے جیسے کہ اقنوم اول و دوم یعنی باپ اور بیٹا تو وہ خدائے واحد کی وحی کا محتاج کیوں ہوا؟ (۱۰) روح القدس کا خاص نام لوگاس ہے۔ مگر مسیح کی اس پیش خبری میں یہ لفظ موجود نہیں۔ وہاں لفظ فارقلیط اور نیوما ہے۔ جس کے معنی روح القدس نہیں۔ ان دونوں الفاظ پر بحث آئندہ آئے گی۔ (انشاء اللہ تعالےٰ)

لفظ فارقلیط پر بحث

جناب مسیح کی زبان یونانی نہ تھی جس میں آج کل اناجیل پائی جاتی ہیں بلکہ آپ آرمینی زبان بولتے تھے۔ جو عبری اور عربی سے ملتی جلتی زبان ہے۔ لفظ پاراکلیٹ یونانی انجیل کا تلفظ ہے۔ یہ لفظ یقیناً جناب کی زبان سے نہیں نکلا یونانی انجیل یوحنا کا جو نسخہ عبری میں ملتا ہے۔ وہ یونانی سے عبری میں کیا گیا ہے۔ اس میں یہ لفظ فارقلیط پڑھا گیا ہے۔ علماء نے اس لفظ کے کئی مختلف معانی بتائے ہیں اس سے پیشتر کہ اس کے معانی پر بحث کی جائے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بائبل کے اندر بہت سے الفاظ پائے گئے ہیں۔ جن کا صحیح تلفظ اور معنیٰ گم ہو گیا ہے۔ مثلاً خداوند جہودہ کا صحیح تلفظ کسی کو معلوم نہیں۔ خداوند کے مقدس شہر یوروشلم کے تلفظ میں اختلاف ہے۔ خدا کا برگزیدہ بندہ داؤد بیشتر نسخوں میں مختلف اعراب و حروف سے لکھا گیا ہے۔ خدا کا مقدس نبی موسیٰ اپنے نام کے لحاظ سے

متعدد قرأت و مباحث رکھتا ہے۔

لفظ یہوداہ پر سائیکلو پیڈیا ببلیکا میں ایک طویل بحث موجود ہے اور اب غالب رائے یہ ہے کہ اس کا صحیح تلفظ عبری نسخہ میں غلط مرقوم ہے اس کا اصل تلفظ یَہُوِہ ہے خدا کے مقدس شہر یوروشلم کو کسی جگہ ہیروشلم کسی جگہ یروشلوم اور کہیں یروشلوم ہے۔ متی۔ مرقس اور لوقا نے بالعموم یروشلوم لکھا ہے متی کے صرف ایک حوالہ میں مسیح کے اپنے منہ سے یروشلیم نقل کیا گیا ہے۔ (دیکھو متی ۲۳، ۳۷) حضرت داؤد علیہ السلام کا نام پرانے عہد نامہ میں داوِید ہے لاک مین ٹشنڈارف۔ ٹرگلس اور الفرڈ کے نسخوں میں یہی ہے مگر سیپٹوایجنٹ گریسباخ۔ نخولز کے نسخوں میں ڈیوڈ اور مِل کے نسخہ میں (Dabid) ہے حضرت موسٰی علیہ السلام کو یہود کے موسس نبی ہیں مگر ان کا نام موشی تھا؟ موایسس تھا؟ کس نے رکھا تھا؟ بیسیوں اختلافات ہیں۔ اس لئے بائیبل کی یا عہد نامہ جدید کی کسی بات کو قطعی قرار دینا مشکل ہے علمائے مسیحیت نے ہمیں لفظ فارقلیط کی یونانی میں "دو" قرأتیں بتائی ہیں پاراکلیٹ اور پیراکلیٹوس، پادری ٹسڈل نے جو ایران میں ایک مشہور مبلغ مسیحیت تھا اس نے انجیل یوحنا کا فارسی میں ترجمہ شائع کیا ہے۔ ان آیات پر حاشیہ میں لکھا ہے کہ پاراکلیٹ کا ترجمہ احمد غلط ہے۔ کسی یونانی لغت میں یہ ترجمہ موجود نہیں البتہ یونانی زبان میں پیراکلیٹوس، ایک لفظ ہے جس کے معنی احمد ہیں۔ اس پر ہم یہ کہتے ہیں کہ ابتداءً جو انجیل یونانی میں لکھی گئی۔ اس میں فارقلیط کا ترجمہ پیراکلیٹوس نہ تھا۔ اس امر کا کیا ثبوت ہے؟ یہ لفظ درحقیقت پیراکلیٹوس تھا۔ ہمارے پاس اس کی دلیل یہ ہے کہ اس پادری نے ایک اور کتاب اسلام کے خلاف لکھی ہے جس کا نام ینابیع الاسلام ہے اس کا ترجمہ سر ولیم میور نے انگریزی زبان میں (Sources of Islam) کیا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو یہ دھوکا ایک کیتھولک پادری کے ترجمہ سے ہوا ہے۔ جس نے اس کا ترجمہ احمد کر دیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیتھولک پادری نے یہ ترجمہ کیوں کیا؟ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ کیتھولک پادری کے پاس جو یوحنا کا نسخہ تھا۔ اس میں پاراکلیٹ کی بجائے پیراکلیٹوس (احمد) نام تھا اور یہ فارقلیط کا صحیح ترجمہ ہے۔ برنباس کی انجیل کے یونانی نسخے میں یہ لفظ پیرکلیوطاس (احمد) ہے سینٹ جیروم کے لاطینی نسخے میں یہی لفظ تھا مگر بعد میں اسے بگاڑ دیا گیا۔ سیل نے قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ عبرانی لفظ فارقلیط کے معنی ستودہ (یعنی احمد) ہیں

مگر اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتا ہے کہ مسلمانوں نے انجیل برناباس میں تحریف کر کے پاراکلیٹ کو پیری کلیوطاس بنادیا ہے۔ جس کے معنی ستودہ یعنی احمد ہیں۔

سینٹ مارس نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ فارقلیط اصل میں یونانی لفظ نہیں، سریانی عبرانی یا کالڈی زبان کا ہے (گاڈفری ہگنس کی لغت زیر لفظ پاراکلیٹ) امر واقعہ یہ ہے کہ انجیل یوحنا اور نامۂ یوحنا کے مذکورہ حوالجات کے علاوہ عہد نامۂ عتیق اور عہد نامہ جدید میں کہیں یہ لفظ استعمال نہیں ہوا۔

فارقلیط کے معانی میں اختلاف

جس طرح انجیل کے متفرق نسخوں میں اس کا یونانی تلفظ مختلف ہے اسی طرح اس کے معانی میں بھی اضطراب اور الجھن موجود ہے۔ علماء اپنے اپنے قیاسات دوڑاتے ہیں۔ مگر قطعیت اور یقین کے ساتھ کوئی بات نہیں بتاتے۔ کبھی اس کے معنی وکیل کئے گئے اور کبھی شفیع، کبھی تسلی دہندہ کبھی مددگار، کبھی معلم، کبھی آقا اور کبھی اس سے مراد مسیح کی دوبارہ آمد، کبھی روح القدس، کبھی مثیل موسیٰ یعنی وہ نبی لی جاتی ہے۔ کہتے ہیں یونانی زبان میں اس کا مادہ پیراکلین کئی معنی رکھتا ہے مثلاً کسی خاص جگہ پر بلانا۔ مدد کے لئے پکارنا۔ نصیحت کرنا تعاقب کرنا، جوش دلانا، التماس درخواست کرنا، دعا کرنا، تسلی دینا، آرام پہنچانا، جرات دلانا۔ یہودی صوفی فارقلیط کو معلم یا شیخ کے معنوں میں بھی استعمال کرتے ہیں۔

سائیکلو پیڈیا ببلیکا مؤلف کیٹو اس پر تحقیقات جدید میں لکھتا ہے۔

From Chrysostons time the word Paracleton translated Conforter. A custom based on Isaish 40:i and on the fact that Paracletsis sometime means consolation but modern commentators prefer the translation one called in, called to the side of another. There is no exact equivalent in English for the Paraclete. Comforter, Helper miss the legal nuance. Whilst advocate does not cover varied offices predi-

cated in the Gospel of which intercession forms no part.

(ہیسٹنگز ڈکشنری آف بائیبل جلد ۳ صفحہ ۶۶۵ سائیکلوپیڈیا ببلیکا جلد ۳ صفحہ ۳۵۶۷)

The other designation, The Spirit of Truth must be explained by the Johannine usage of truth as deepest reality and no mere abstraction.

کرسوسٹم کے زمانہ سے پاراکلیٹ کا ترجمہ تسلّی دہندہ کیا جا رہا ہے یہ رسم یسعیاہ ۴ : اکی بنا پر محض قیاس سے پڑی ہے ۔ اور اس امر واقعہ پر کہ پیراکلسیس کبھی کبھی تسلّی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے ۔ مگر زمانہ حال کے مفسرین "جسے بلایا جائے" یا "دُوسرے کی حمایت کے لئے بلایا گیا" کے معنی کو ترجیح دیتے ہیں ۔ انگریزی زبان میں پاراکلیٹ کا ٹھیک مترادف کوئی لفظ نہیں ۔ تسلّی دہندہ اور مددگار ، اس کے مستند مفہوم سے محروم ہیں ۔ وکیل ، فارقلیط کے متعدد اوصاف کا جن کی انجیل تصدیق کرتی ہے ۔ حامل نہیں ۔ سفارشی یا شفیع ہونا اس کی صفات میں نہیں ۔ دوسرا نام روح حق یوحنا کی پیروی کرنے والوں نے بیان کیا ہے ۔ یہ ایک گہری حقیقت ہے اور محض خیالی یا قیاسی امر نہیں ۔

آنے والا موعود کن معنوں میں پیراکلیٹ ہے ۔

مسیحی حضرات دو ہزار برس تک بھی اس امر کا فیصلہ نہیں کر سکے کہ آنے والا موعود کن معنوں میں پیراکلیٹ ہے چنانچہ اس کے متعلق لکھا ہے ۔

The answer to this is not to be found without difficulty, and it becomes the more difficult

from the fact that in genuine Greek the verb Parklein has a variety of significations:- 1) To call to a place. 2) Too call to aid. 3) To admonish. 4) To persuade. 5) To incite 6) To entreat. 7) To pray. to which may be added the Hellenistic signification, to console, to smooth, to encourage, Finally the Rabbins also in their language use the word Paraclete as Teacher, master, advocate, helper.

اس کا جواب آسان نہیں اور یہ اس امر واقعہ سے اور بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ اصل یونانی زبان میں اس کا فعل "پیراکلیون" کئی مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً کسی کو مقررہ مقام پر بلانا، مدد کیلئے پکارنا، نصیحت کرنا، تعاقب کرنا، اُکساتا، درخواست کرنا، سلوک کرنا، التجا کرنا، تسلی دینا آرام دینا، حوصلہ دلانا، علاوہ ازیں ربانی لوگ اپنی اصطلاح میں لفظ فارقلیط کو معلم، استاد، وکیل و مددگار دینی کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔

انجیل یوحنا میں پاراکلیٹوس کو چار مرتبہ "نیوما" (Pneuma) کہا ہے جسکے معنی روح القدس نہیں بلکہ روح حق ہیں۔ اس سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے کہ اس سے مراد روح القدس ہے۔ یا پینٹی کاسٹ کے دن حواریوں پر روح القدس کے نزول آمد فارقلیط کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔

فارقلیط کسی شخص کا نام ہے یا نہیں؟

عام طور پر مسیحی مناد اس پیشگوئی پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ فارقلیط کسی آنے والے موعود کا نام نہیں بلکہ اس سے مراد صرف روح القدس ہے۔ جو حواریوں پر اتر کر مسیح کی شہادت دیگی اس کے متعلق بہت سی بحث خود مسیحی فرقوں میں ہوتی رہی ہے۔ لیکن یہ بحث اس وقت شروع ہوئی جب زیادہ عرصہ گزر جانے کے باعث مسیح کی دوبارہ آمد کے متعلق لوگوں کو مایوسی ہونے لگی مگر صدر اول میں فارقلیط سے ایک شخصیت مراد لی جاتی تھی۔ چنانچہ ڈاکٹر موشیم کی ایکلیسیاسٹکل ہسٹری جلد اول اور کیتھولک سائیکلوپیڈیا میں زیر لفظ مینشین (Maneshian) لکھا ہے کہ مانی جو

ایران کا مشہور مصور تھا اس نے فار قلیط ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اور اس نے اصل انجیل کو ارتزنگ مانی کے نام سے شائع کیا۔ یہ شخص پیدائشی ایرانی تھا۔ مگر بچپن میں ہی مسیحی ہو گیا تھا۔ اسکا فرقہ مینیشینزم (Maneshianism) کے نام سے مشہور ہوا جو بہت جلد مشرق او رمغرب میں پھیل گیا۔ دسویں صدی عیسوی میں اس کے پیروجین، ایشیائے کوچک، مصر اور تمام شمالی افریقہ، ہسپانیہ گال قوم اور اٹلی کے علاقوں میں بکثرت پھیل گئے۔ مشہور سینٹ آگسٹس بھی ایک وقت اس کا پیرو تھا۔ عیسائی بادشاہوں کے اسکے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی وجہ سے یہ فرقہ کسی قدر دب گیا۔

اسی تاریخ میں فار قلیط کی پیشگوئی کا دوسرا مدعی مانٹینوس (Montanus) بتایا گیا ہے یہ دوسری مسیحی صدی کے آخر پر ہوا۔ لاکھوں عیسائی اس کے پیرو ہو گئے ٹرٹولیو (Tertulian) مشہور مسیحی مورخ بزرگ بھی اس کا پیرو ہو گیا۔

نسطورین فرقے کے لوگ شدت سے فار قلیط کے آنے کے منتظر تھے۔ یہ تاریخی شہادتیں اس امر کی ایک زبردست دلیل ہیں کہ صدر اول کے مسیحی پنیٹی کاسٹ کے دن حواریوں پر روح القدس کے نزول کو فار قلیط کا آنا نہ سمجھتے تھے۔ ورنہ کیسے ممکن تھا کہ مسیحیت کے اندر اس دعوے کے متعدد مدعی ہوئے اور لکھوکھا عیسائیوں نے ان کو فار قلیط مان لیا یہ ایک ناقابل شکست ثبوت ہے اس امر کا عیسائیوں کے اندر فار قلیط کے آنے کا شدت سے انتظار تھا۔ اور ذرا سی ملازمت اور لگاؤ کو دیکھ کر لوگ ان پر ایمان لے آتے تھے۔

سائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس میں لفظ پیراکلیٹ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے :۔

Whether the Paraclete or the Spirit of truth is a person or not, is much debated.

فار قلیط یعنی روح حق کوئی شخص ہے یا نہیں اس پر بکثرت بحث کی گئی ہے۔ لیکن اسکی مندرجہ ذیل صفات اسے شخصیت ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں :۔

۱۔ اس کا معلم ہونا، یاد دلانے والا ہونا، شہید اور گواہ ہونا، معقول و مدلل ہونا، ہادی کامل ہونا، خدا کی طرف سے بولنا، حمد اور تعریف کرنے والا ہونا، (یوحنا ۱۴:۲۶، ۱۵:۲۶ اور ۱۶:۸ تا ۱۵)

۱۔ مذکورہ آیات یوحنا میں اسکے لئے لفظ لوگاس (روح القدس) نہیں استعمال ہوا بلکہ یونا (Pneuma) ہے جسکے معنی روح حق ہیں۔ اور اس کی طرف مذکر کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں۔ جس سے اسکا ایک شخص ہونا ظاہر ہے۔

۳۔ یونانی انجیل باب ۱۵ آیات ۱۳ تا ۱۶ میں فارقلیط کیلئے اسم ضمیر Lekeinos لائی گئی ہے جو اسکے شخصیت ہونے کی دلیل ہے۔

۴۔ اسکے تمام فرائض اور اعمال شخصیت ہونے کو ظاہر کرتے ہیں۔

۵۔ مسیح علیہ السلام کے یہ الفاظ کہ اگر تم میرے حکموں پر عمل کرو گے تو وہ (خدا) تمہیں ایک دوسرا فارقلیط دے گا" گویا آپکے الفاظ میں وہ دوسرا ہے۔ یعنی ایک تو خود مسیح ہے۔ اور دوسرا اس کی مانند فارقلیط ہے یعنی جسطرح مسیح فرستادۂ خدا ہے اسی طرح وہ بھی خدا کا فرستادہ ہوگا یونانی لفظ (allon) ہے (جسکے معنی ہیں دوسرا)

فارقلیط کیطرف ساری سچائی کی راہ

جناب مسیح نے فرمایا" وہ روح حق آئے گی تو وہ تمہیں ساری سچائی کی طرف رہنمائی کرے گی" (یوحنا ۱۶ : ۱۳) قرآن مجید نے اس پیشگوئی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ

(الصف) ۶۱ : ۶

(ترجمہ) اور جب عیسٰی ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، میں تصدیق کرتا ہوں توراۃ میں سے اس کی جو میرے سامنے ہے اور بشارت دیتا ہوں۔ ایک رسول عظیم کی جو میرے بعد آئے گا۔ اس کا نام احمد ہے۔ سو جب وہ ان کے پاس بیّنات لے کر آگیا انہوں نے کہا یہ ایک صریح جادو ہے۔

اس آیت میں قرآن مجید نے جناب مسیح کی زبان سے ذیل کی باتوں کا اعلان کیا ہے۔

۱۔ بنی اسرائیل کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کی حیثیت سے توراۃ کا مصدق ہے۔

۲۔ یہ توراۃ ہی کی تصدیق ہے کہ وہ ایک آئندہ آنے والے عظیم الشان رسول کی بشارت دیتے ہیں (جناب مسیح کے بعد بھی اس "وہ نبی" کا انتظار تھا دیکھو کتاب اعمال ۳: ۱۹ تا ۲۴ اور اس پر پوری بحث کے لئے صفحہ ۳۳۶ پر ملاحظہ فرمائیے۔

۳۔ توراۃ کی پیشگوئی مندرجہ استثناء ۱۸: ۱۵-۱۸ کے بعد بنی اسرائیل میں بیسیوں انبیا آئے مگر اس پیشگوئی کا مصداق عزرا نبی تک جیسا کہ استثناء ۳۴: ۱۰ سے ظاہر ہے کوئی نہیں ہوا (استثناء کا یہ باب مسلمہ طور پر عزرا نبی کا لکھا ہوا ہے کیونکہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات اور اس کے بعد کے حالات مذکور ہیں۔ لہٰذا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وحی نہیں ہوسکتی) عزرا کے بعد انجیل یوحنا ۱: ۲۱ سے بھی ثابت ہے کہ یہود میں "وہ نبی" کا انتظار موجود تھا۔ چنانچہ یوحنا نے کہا کہ نہ وہ مسیح ہے اور نہ "وہ نبی" مگر فارقلیط کی اس پیشگوئی میں جناب مسیح نے اپنے بعد اس کے آنے کی بشارت دی ہے اور قرآن مجید بھی اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے يَأْتِي مِنْ بَعْدِي یعنی وہ میرے جانے کے بعد آئے گا۔

"میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا ہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر میں نہ جاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آئے گا" (یوحنا ۱۶: ۷)

قرآن مجید کے الفاظ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اور انجیل یوحنا کے الفاظ "میرا جانا ہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر میں نہ جاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آئے گا" سے یہ امر بھی ثابت ہے کہ توراۃ کی پیشگوئی کا مصداق صرف محمد رسول اللہ ہیں اور آپ کے بعد موعود کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لفظ مبشراً کے اندر یہ مفہوم موجود ہے۔ کہ تبشیر اور بشارت کے بعد بلا کسی روک کے مبشر بہ کا ظہور ہو مثلاً تباشیر الصبح اور تباشیر النخل میں دونوں کے اظہار اوائل کا مفہوم موجود ہے۔ قرآن مجید نے بھی فرمایا۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ (۷: ۵۷)

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا بارش کی خوشبو اور بشارت کو لئے ہوئے مینہ کے آگے آگے چلتی ہے اسی طرح جناب مسیح نے اس رحمت عظمیٰ کی خوشخبری حضور کی آمد سے پہلے پہنچائی ہے اس لئے قرآن مجید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں صرف مسیح کی پیشگوئی کو مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ یعنی لفظ بشارت سے مخصوص کیا ہے

اور کسی دوسرے نبی کی پیشگوئی کو آنحضرت صلعم کے حق میں بشارت سے تعبیر نہیں کیا یَأْتِی مِنْ بَعْدِی
اسْمُهٗ أَحْمَدُ کی اس پر تاکید مزید ہے کہ وہ رسول موعود مجھ سے پہلے نہیں آیا میرے بعد آئے گا۔
اور اس کے بعد توراۃ کی پیشگوئی کا مصداق اور کوئی نبی نہیں۔

۴۔ اس کا نام احمد ہوگا۔ یعنی اس کی حمد مجھ سے زیادہ ہوگی بلکہ وہ خوبیوں میں سب سے بڑھ کر ہے کیونکہ احمد کے معنی ہیں سب سے زیادہ حمد والا یا تعریف کا مستحق۔ چونکہ وہ سب سے زیادہ خدا کی حمد کرنے والا ہے اس لئے اس کی حمد بھی سب سے زیادہ ہوگی۔ گویا اس کے نام کے اندر اس کے کام کی تخصیص ہے۔ اور اسکے کام کے اندر اس کے وصف اور نام کی تخصیص موجود ہے۔

۵۔ اس کے بعد قرآن مجید فرماتا ہے فَلَمَّا جَآءَهُمْ جب وہ احمد رسول ان بینات یا کھلے کھلے نشانات کو جو توراۃ میں مذکور تھے۔ اور مسیح نے مکرر بیان فرمائے تھے لے کر آگیا۔ یا علماء پر یہ بینات کھل گئے اور انہوں نے ان پر غور کیا تو کہا۔

هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ

فی الواقعی یہ ایک کھلا جادو اور سحر ہے جو انسان کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر محسور کر دیتا ہے قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ اس کی آمد خفیہ اور چور کی آمد نہیں بلکہ وہ بیّنات اور کھلے کھلے نشانات لے کر آیا۔ جو انبیاء کی کتب میں پہلے سے مذکور تھے یہ بینات اپنے اندر سحر مبین نہایت واضح اور سحر انگیز اثر و کیفیت رکھتے ہیں۔

۶۔ اس بشارت کا مبشر جناب مسیح علیہ السلام ہیں۔ جن کو بشارت دی گئی ہے وہ بنی اسرائیل یا مسیح علیہ السلام کی اپنی قوم ہے۔ اس قوم نے جناب مسیح علیہ السلام کو جھٹلایا۔ اور آپ کو مصلوب قرار دیا۔ بشارت کا تعلق بشارت دینے والے اور جن کو بشارت دی جائے دونوں کے ساتھ ہے مسیح علیہ السلام کے حق میں اس بشارت کا فائدہ یہ ہے کہ گو تم مجھے جھٹلاتے ہو مگر میرے بعد آنے والا عظیم الشان رسول جس کی میں بشارت دیتا ہوں۔ وہ تمہارے خلاف میری تصدیق کرے گا۔

۷۔ جناب مسیحؑ کو جو کتاب دی گئی وہ انجیل کہلاتی ہے لفظ انجیل یونانی لفظ انجلیوس ہے جس کے معنی بشارت اور خوشخبری ہیں لیکن عہد نامہ جدید میں کسی جگہ بھی اسے کسی کتاب کے نام سے موسوم نہیں

کیا گیا در اصل انجیل کی وجہ تسمیہ اور مقصد صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق خوشخبری اور بشارت دینا ہے۔

۸۔ تمام مذاہب کی الہامی کتب میں سے نام نہاد اناجیل کا ساری دنیا میں اور کل اقوام عالم کے زبانوں میں بکثرت شائع ہونا اسی غرض اور حکمت خداوندی میں سے ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا فارقلیط کی آمد کی نوید کو ساری دنیا کی قوموں تک پہنچا دیا جائے کیونکہ آنے والا نبی کسی ایک خاص قوم کیلئے نہیں بلکہ ساری دنیا کی قوموں کیلئے نبی اور رسول ہے۔

۹۔ جناب مسیح نے اپنی اس بشارت میں جس قوم کو مخاطب فرمایا ہے وہ ان کے صرف اپنے متبع حواری یا عیسائی نہیں بلکہ انہوں نے بشارت دی ہے ساری بنی اسرائیل کی قوم کو جس میں بنی اسرائیل کے کل قبیلے بلا لحاظ عیسائی اور یہودی سب مخاطب ہیں۔ کیونکہ بشارت کا تعلق صرف مسیح کے پیروؤں سے نہیں اور نہ یہ خوشخبری صرف مسیح تک محدود ہے۔ یہ پیشگوئی درحقیقت کل انبیاء بنی اسرائیل بلکہ حضرت آدم سے لے کر حضرت ابراہیم تک تمام انبیاء کی زبان مبارک سے اپنی اولاد اور امتوں کو سنائی جاتی رہی ہے۔ اور مسیح اس پیشگوئی کے صرف مصدق ہیں۔ تاہم اس میں خصوصیت سے بنی اسرائیل کا نام موجود ہے۔ جس کی وجہ دو حکمت اور معرفت کے نکتے ہیں۔

۱۰۔ بشارت فی الحقیقت اسے دی جاتی ہے۔ جو کسی دکھ اور مصیبت میں مبتلا ہو یا یہ کہ امر مبشر اس قوم کی کسی بہت بڑی ضرورت اور احتیاج کو پورا کرنے والا بلکہ ان کے لئے کوئی زندگی بخش پیغام ہو۔ جناب مسیح کے زمانے میں بنی اسرائیل انتہائی ذلت اور لعنت میں گرفتار تھے آپ کی آمد سے اس قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا بلکہ آپ کے ساتھ بدسلوکی کرنے کی وجہ سے اور بھی مغضوب ہو گئے۔ اس لئے جناب مسیح کا آنا اور جانا یا دوبارہ آنا ان کے کسی کام نہ آسکتا تھا۔ قرآن مجید کے عجائبات میں سے ہے کہ وہ بنی اسرائیل کا ذکر کرتے کرتے مطلقہ عورتیں، بیواؤں اور یتیموں کا ذکر کرنے لگ جاتا ہے جیسے موقع ہو۔ قرآن مجید کی آیات میں ربط اور باہم تعلق دکھانا بہت مشکل نظر آتا ہے مگر عالم کتاب جانتا ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل کی زبان پر بنی اسرائیل کو کبھی یتیم کا خطاب

[illegible]

نافرمانیوں اور شرارتوں کی وجہ سے لے خداوند یہوواہ کی مطلقہ بیوی کہا گیا ہے۔ جسے مسیح سے پہلے دو مرتبہ طلاق دی گئی۔ وہ طلاق حسب قاعدہ رجعی تھی۔ مگر اس قوم کے مسیح کے ساتھ انتہائی بدسلوکی کی وجہ سے یہ طلاق کامل اور بائن ہو گئی۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا۔

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ (۱۷:۴)

گویا مسیح کے بعد اور آپ کی شریعت کی رو سے اب اس مطلقہ کا نکاح حرام ہو گیا۔ ایک دوسری جگہ قرآن مجید نے انبیاء بنی اسرائیل کا ذکر کرتے ہوئے کلالہ کا مسئلہ بیان کر دیا ہے۔ جناب مسیح بنی اسرائیل کی قوم میں کلالہ کی حیثیت رکھتے ہیں جن کے ہاں کوئی اولاد نہیں یا ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس لئے نبوۃ کا وہ ورثہ جو حضرت ابراہیم کی اولاد میں چلا آتا تھا۔ یہ ورثہ ان کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل میں منتقل ہونا چاہیے۔ خزقیل نبی نے بنی اسرائیل کو خزقیل باب ۲۳ میں اس قوم کی چھوٹی اور بڑی دونوں قوموں کو خدا کی مطلقہ بیویاں قرار دیا ہے اور یرمیاہ نبی نے اپنے نوحہ میں ان کو یتیم اور بیوہ قرار دے کر ان پر نوحہ کیا ہے (نوحہ یرمیاہ ۵:۳) اس لئے جناب مسیح کے الفاظ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ استعمال کرنے میں حکمت یہ ہے کہ چونکہ بشارت مبشر بہ کے غم و حزن کے اندازہ کے مطابق ہوتی ہے۔ اس لئے بنی اسرائیل کی قوم جو خدا کی مطلقہ بیوی اور یتیم اور ایک بیوہ عورت کی مانند سوگوار اور ماتم زدہ ہے اس کے لئے بشارت ہو کہ تم آئندہ یتیم، بیوہ اور مطلقہ نہ کہلاؤ گے اب غمگین مت ہو اپنی بیوگی کے کپڑے اتار اور خوش ہو کہ یتیموں کا مولیٰ غلاموں کا آقا اور بے کسوں کا سہارا آتا ہے۔

۱۱۔ یہ پیشگوئی فی الحقیقت صرف لفظی پیشگوئی نہیں رہی بلکہ اپنے پورے معنوں میں پوری ہو گئی۔ بنی اسرائیل کے وہ دس گمشدہ قبائل جو زمانہ قدیم میں فلسطین سے ہجرت کر کے افغانستان اور کشمیر میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ ان سب نے اس تسلی دہندہ، شفیع اور روح الحق کو قبول کر لیا۔ ان کی یتیمی اور بیوگی کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اور وہ آزاد حکومتوں کے مالک بن گئے۔

لفظ فارقلیط کے معانی پر

عبرانی یونانی اور سنسکرت لغت کی ایک مجموعی شہادت

حدیث صحیح میں وارد ہے فرمایا :۔

انا دعوت ابی ابراھیم و بشارت عیسٰے و ماری امی۔

"میں دعا ہوں اپنے باپ ابراہیم کی اور بشارت ہوں عیسیٰ کی اور جو دیکھا میری ماں نے" اس آخری جملہ میں حضرت ہاجرہ کے اس رویا کی طرف اشارہ ہے۔ جو انہوں نے "بہو دلی یرئی" کے مقام پر کعبہ کے قریب دیکھا تھا۔[1] (کتاب پیدائش ۱۶: ۱۱ تا ۱۳) عام طور پر یہ خیال ہے کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے یہ بشارت حضرت اسمٰعیل کے حق میں سنی تھی۔ مگر یہاں یشمعیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی صفاتی نام ہے۔ گو بطور تفاول حضرت ہاجرہ نے بھی اپنے بیٹے کا نام رکھ لیا۔ مسلمان اپنی روزانہ بول چال میں رسول مقبول (صلے اللہ علیہ وسلم) کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ جو لفظ یشمعیل کا ترجمہ ہے اس بشارت میں "فرآدم" آنے والے موعود کے لئے استعمال ہوا ہے شارحین بائیبل نے حضرت ہاجرہ کی اولاد کے ساتھ دشمنی کی وجہ سے اس کے معنی کبھی گورخر،[2] کبھی وحشی کبھی بدوی اور جنگلی ترجمہ کر دیا ہے فرؔ کے ساتھ آدمؔ کا استعمال بتایا ہے کہ اس کے معنی تمام انسانوں سے بڑھا ہوا یا قابل تعریف انسان ہیں۔

۲۔ کتاب ہٰذا زیر عنوان "ہند و کتب مقدسہ کی پیشگوئیاں" ہم نے دکھایا ہے کہ آپکا صفاتی نام "پریکشت" بتایا گیا ہے (دیکھو اتھرووید کانڈ ۲۰ سوکت ۱۲۷ کا منتر ۸)

---

[1] بعض لوگوں کے خیال میں اس سے مراد حضرت آمنہ والدہ مبارکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کا کوئی خواب ہی لیکن حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ کے ذکر کے ساتھ مناسب ذکر حضرت ہاجرہ کے رویا کا ہی معلوم ہوتا ہے جو کتاب پیدائش میں مذکور ہی [2] فرؔ کے معنی گورخر بھی اس جانور کی تیزروی اور دوڑ میں آگے بڑھ جانے کی وجہ سے کئے جاتے ہیں (ہیرو انگلش ڈکشنری مصنفہ براؤن)

۳- یونانی نسخہ انجیل یوحنا میں جس پر ہم یہاں بحث کر رہے ہیں یہ نام "پریکلیٹ" ہے جو موعود مسیح ہے اس کا عبرانی ترجمہ فارقلیط ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ

کتاب پیدائش میں	انجیل میں	اتھروید میں
فرآدم	پریکلیٹ	پَرِیکشِت

یونانی لفظ پریکلیٹ paraclete اور سنسکرت لفظ پریکشت Parikshit دونوں مترادف لفظ ہیں ایک انجیل میں اور دوسرا اتھروید میں آنے والے موعود کے لئے استعمال ہوا ہے۔ درحقیقت یہ ایک ہی لفظ ہے۔ وہ علماء جنہوں نے دنیا کی قدیم زبانوں کا لعہ کیا ہے اور ان کی قواعد زبان پر مجموعی نظر ڈالی ہے انہیں معلوم ہوگا کہ سنسکرت زبان کا لفظ کشتی اَلحِ یونانی میں جاکر آلحِ ہے ہو جاتا ہے۔ (پروفیسر بوپ کی کتاب جلد دوم[1]

(Bopp's comparative grammer Vol II)

پریکشت کے معنے ہیں سب طرف شہرت والا اور سب سے بڑھ کر تعریف والا۔ یہی معنی پریکلیٹ اور احمد کے ہیں۔ فرآدم - پَرِیکشِت - پریکلیٹ اور فارقلیط گویہ تین[2] مختلف زبانوں عبرانی یونانی اور سنسکرت کے الفاظ ہیں۔ مگر توراۃ انجیل اور وید تینوں میں آنے والے موعود کے نام ہیں۔

توراۃ انجیل اور وید کی پیشگوئی پر مجموعی تبصرہ

توراۃ، انجیل اور وید میں یہ پیشگوئی خدا کا کلام ہے۔ توراۃ میں فرشتہ نے یہ بشارت حضرت ہاجرہ کو دی ہے۔ پیدائش باب ۱۶ : ۷-۱۶ -

۱- انجیل میں بھی یہ کلام مسیح کا نہیں بلکہ باپ (یعنی خدا) کا ہے۔ (یوحنا ۱۴: ۲۴) اتھروید کو خدا کا کلام مانا اور سمجھا جاتا ہے۔ بالخصوص اس سوکت میں تمام نسل انسانی (جناہ) سے خدا نے خطاب کیا ہے (کنتاپ سوکت منترا)

---

[1] یہ کتاب تین ضخیم جلدوں میں چھپی ہے اور اس میں سنسکرت ژندی، یونانی سگنڈے نیوین قدیم جرمن وغیرہ زبانوں اور ان کے قواعد پر مفصل بحث ہے۔

۲۔ تینوں جگہ کلام الٰہی میں تاکید ہے۔ اور محبت سے اپیل ہے کہ ضرور تم اسے قبول کرو گے
(یوحنا ۱۴: ۲۳) (اور کنتاپ منتر)

۳۔ توراۃ، انجیل اور وید کی اس پیشگوئی کو شارحین نے پیچیدہ۔ مبہم اور بے معنی سمجھا ہے
فرؔ آدم کے معنے گورخر سا انسان ترجمہ کر دیا ہے۔ کبھی بدوی اور کبھی جنگلی وغیرہ کر
دیا ہے۔ فارقلیط یا پریکلیٹ کے معنوں پر بحث گزر چکی کہ اس کے معانی میں کسقدر اختلاف
اور تضاد ہے۔

۴۔ وید، توراۃ، انجیل کے مختلف نسخوں میں اختلاف عبارت ہے (Critical various reading. page 84.) (اتھرووید کا پونا، بمبئی اور برلن
کے مطبوعہ نسخے)

۵۔ تینوں کتب مذکورہ میں آئندہ ہونے والے کسی شخص کا استقبال کے صیغہ میں ذکر ہے۔
اتھرووید کانڈ ۲۰۔ سوکت ۱۲۷ منترا میں "نراشنسہ استو شیتے" "سب لوگوں میں قابل
تعریف، تعریف کیا جائے گا"

۶۔ زیر بحث آیت یوحنا کے لفظ پریکلیٹ کا تلفظ علماء کے نزدیک مختلف ہے برنباس اور
سینٹ جیروم کے نسخوں میں یہ پیری کلیوطاس اور اکثر نسخوں میں پاراکلیٹ ہے۔

۷۔ سینٹ مارس نے تسلیم کیا ہے کہ یہ پریکلیٹ لفظ یونانی زبان کا لفظ نہیں۔ سریانی عربی یا
کالڈی زبان کا لفظ ہے (لغت گاڈفری ہگنس)

۸۔ وید میں اس آنے والے رشی کا نام "مامہہ" بتایا گیا ہے اور ہندوستان میں اس نام کا
کوئی رشی کبھی نہیں ہوا۔ بمبئی۔ برلن اور لاہور کے مطبوعہ نسخوں میں مامہہ کو رشی لکھا
ہے مگر باقی اجمیر وغیرہ کے نسخوں میں ایشا (مالک یا خداوند) ہے مامہہ کے معنی عظیم
الشان یا قابل تعریف (مؐ) ہیں۔

۹۔ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ یونانی زبان کا نہیں اور نہ اس کے معانی کی صحت پر
علماء مسیحی کا اتفاق ہے۔ دوسری طرف اس کے بیسیوں مختلف معانی بتائے جاتے ہیں۔
(جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ لفظ تمام مذاہب اور ان

کی اشہور زبانوں کے اندر گو لفظاً اختلاف رکھتا ہے۔ لیکن معناً ان سب کا مفہوم سب سے بڑھ کر تعریف والا ہیں۔

ژندی زبان کا لفظ "شوشینت" اور "استوت ارتیہ" جو اوستا ژند میں موعود نبی کے نام ہیں (کتاب ہذا صفحہ ۶۲) وید میں نراشنسہ۔ ماممہ۔ پریکیشت (کتاب ہذا صفحہ ۹۵-۱۰۶-۱۱۸) کے معنی تعریف میں سب سے بڑھا ہوا انسان یا بے حد قابل تعریف (احمد) ہیں۔ مہاتما بُدھ نے میتریا (رؤف الرحیم) کے متعلق بتایا کہ "بُدھ میتریا" کی تعریف الفاظ سے نہیں ہو سکتی (کتاب ہذا صفحہ ۲۱۳ نیز بُدھ ازم ڈبلیو رائس ڈیوڈز صفحہ ۱۸۳) پس ساری دنیا کے مشہور مذاہب اس امر پر متفق ہیں کہ آنے والا موعود سب سے بڑھ کر قابل حمد وثنا (احمد) ہے اس عالمگیر صداقت کو قبول کر کے لفظ فارقلیط کے معنے بھی یہی سمجھنے چاہیئں اور یہ کتنی بڑی روشن دلیل ہے کہ یونانی زبان کا لفظ پیریکلیٹ سنسکرت میں پریکیشت ہو جاتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ امی نبی تھے۔ مگر آپ کو بذریعہ وحی بتا دیا گیا کہ جناب مسیح نے جس رسول موعود کے آنے کی بشارت دی وہ آپ کے صفاتی نام احمد پر تھی اور مسیح خود ایک مصدق رسول تھا۔ پیشگوئی درحقیقت ہم بدھوں (صفحہ ۲۷۸) ویدک رشیوں زرتشت ایرانی توراۃ موسوی اور تمام دنیا کے انبیا کی متفقہ پیشگوئی تھی۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک